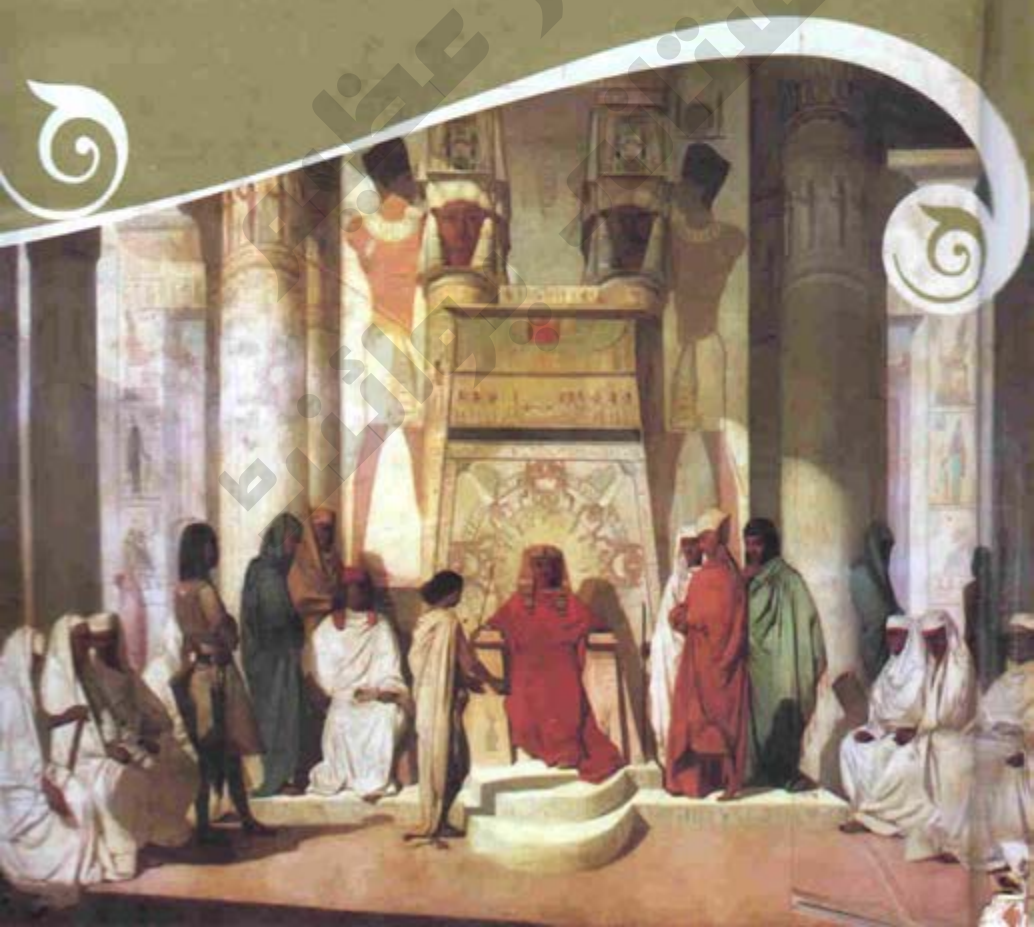


فرعونِ موسیٰ علیہ السلام

اسلم راہی ایم اے



تیرہویں صدی قبل مسیح کے اُس گرم ترین دن کا سورج غروب ہونے کے لئے
بیک رہا تھا۔

ایسے میں مصر کا فرعون رمیس اپنے مرکزی شہر ممفس میں دریائے نیل کے
اتارے قصر میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اُس کا دربان اُس کے کمرے
کے دروازے کے سامنے نمودار ہوا۔ اُس دربان کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جو اُس کے
قد کے برابر تھا اور جس کا اوپری حصہ سانپ کے پھن کی مانند تھا۔ دروازے کے سامنے
جانے کے بعد اُس دربان نے اپنے آپ کو اپنے عصا سمیت خوب زمین کی طرف
جھکایا، پھر سیدھا کھڑا ہوا اور فرعون رمیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خداوند! شمال کی سیتانی سلطنت کی طرف سے ایک سفیر آیا ہے۔ اُسے
یستانیوں کے بادشاہ متی وزانے کسی خاص مقصد اور کسی منصوبہ بندی کے تحت آپ کی
خدمت میں روانہ کیا ہے۔ اگر حکم ہو تو اُسے پیش کروں۔“ اُسے دربان کے ان الفاظ
کے جواب میں رمیس نے کچھ سوچا۔ اُس کے بعد فرعون رمیس اپنے دربان کو
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”وقت ضائع کئے بغیر اُسے ہمارے پاس لے کر آؤ۔“
اس پر اُس دربان نے پھر پہلے کی طرح رمیس کو تعظیم دی۔ پھر وہ وہاں سے
بہت گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اُس سفیر کو لے کر آیا جس کا ذکر اُس نے فرعون سے کیا
تھا۔ اُس سفیر نے بھی آکر دربان ہی کے انداز میں رمیس کو تعظیم دی۔ رمیس نے
اُسے آگے آنے کو کہہ لیے کہا۔ چنانچہ وہ سفیر آگے بڑھا اُسے مخاطب کر کے رمیس نے
پوچھا۔

”میرے دربان نے مجھے بتایا ہے کہ تجھے یستانیوں کے بادشاہ متی وزانے میری
طرف روانہ کیا ہے، کہو، کیا معاملہ ہے؟ کیا اُسے کسی کام کے سلسلے میں میری مدد کی

معیاری اور خوبصورت کتابیں
باہتمام محمد علی قریشی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

باراول 2011ء

مطبع نیر اسد پریس لاہور

کمپوزنگ کلائمکس گرافکس

قیمت 400/- روپے

”یہی شہر شوش ہے اور ان تین اہداف کو حاصل کرنے کے بعد اے بادشاہ، حتیٰ ایسا نہ ہو، ایسی طاقت اور قوت پکڑیں گے کہ وہ چوتھے ہدف کے طور پر آپ کے علاقوں کا نشانہ بن کر رہیں گے۔“

اے بادشاہ! ان حالات میں ہمارے بادشاہ حتیٰ وزانے مجھے سفیر بنا کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے تاکہ آپ سے یہ گزارش کی جائے کہ حتیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تانینوں کی مدد کی جائے۔ اے بادشاہ! اس سلسلے میں سیتانی اور بابل کے کاسی حکمرانوں کے درمیان صلاح مشورہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ دونوں حکومتیں جانتی ہیں کہ اس معاملے میں آپ سے مدد لی جائے تاکہ حتیوں کے حملوں کا سد باب کیا جاسکے۔ حتیوں نے بار بار ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی لیکن ہمارے ایک سالار نے جرأت کی کہ مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں پسپا کر دیا۔ اُس کے بعد انہوں نے بابل کے بادشاہ کو کئی بار ہدف بنانا چاہا لیکن بابل کے علاقوں کے سپہ سالار ہزاراں جو بھی نو عمر لڑکے کمال جرات مند کی کا ثبوت دیا اور اُس نے حملہ آور حتیوں کو اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔

میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ یہ حتیوں کے ابتدائی حملے ہیں اور ان حملوں کے دوران وہ بابل اور سیتانیوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگا رہے ہیں۔ آپ وہ اندازہ لگا چکیں گے تو پھر فیصلہ کن انداز میں اپنے اہداف کو حاصل کرنے کے لیے ترک تاز شروع کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سفیر جب خاموش ہوا، تب کچھ دیر تک فرعون و عیسئیں لہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پھر سیتانی سلطنت کے سفیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”مظہن رہو، ہمارے مرکزی شہر ممفس میں تین دن قیام اور آرام کرو۔ اس دوران ہم ایک ایسا لشکر تیار کریں گے جو تمہارے ساتھ شال کا رخ کرے گا۔ سیتانیوں اور بابلیوں کے ساتھ مل کر حتیوں کی طاقت اور قوت اور اُن کے حملوں کا مقابلہ کرے گا۔“

فرعون و عیسئیں کے ان الفاظ پر سیتانیوں کا وہ سفیر خوش ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ عیسئیں نے اپنے دربان کو مخاطب کیا۔

”اس سفیر کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس کے قیام اور طعام کا عمدہ انتظام کرو۔ یہ

ضرورت ہے؟“

اس پر وہ سفیر بڑی نرمی اور انکساری میں کہنے لگا۔

”آپ کا اندازہ درست ہے مصر کے عظیم بادشاہ۔ شال کی طرف سے ایک ایسا طوفان اٹھ رہا ہے جو اپنے سامنے آنے والی سیتانیوں، بابلیوں، عیلامیوں اور دوسرے حکمرانوں کی سلطنت کو پامال کرتا ہوا صحرائے سینا کا رخ کرے گا۔ عظیم بادشاہ! اگر اُس طوفان کا رخ نہ موڑا گیا، اُس کے سامنے بندھ نہ باندھا گیا تو پھر شال کی سلطنتوں کو تباہ و برباد کرنے کے بعد وہ طوفان مصر کے لیے بھی خطرے کا پیش خیمہ بن جائے گا۔“ وہ سفیر جب خاموش ہوا، تب فرعون و عیسئیں جتنی بھر سے انداز میں اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا کہ تم کس طوفان کی طرف اشارہ کر رہے ہو۔ کھل کر کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

اُس پر وہ سفیر پھر عیسئیں کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”مالک! اناطولیہ کے میدانوں میں گنہامی کی زندگی بسر کرنے والے، حتیٰ ایک بہت بڑی طاقت اور قوت بن چکے ہیں۔ انہوں نے اناطولیہ کے وسیع میدانوں کے علاوہ اُس سے ملحقہ شال مشرقی علاقوں پر بھی قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب اُن کے دستے ہم سیتانیوں کے علاقوں پر بھی گاہے گاہے حملہ آور ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اگر اُن کے ان حملوں کو روکا نہ گیا تو وہ ایک بڑا مسئلہ کر کے سیتانیوں کی سلطنت کو تباہ کر دیں گے۔ اس لیے کہ سیتانی قعد اور قوت میں اُن سے کم ہیں۔ اس وقت وہ گاہے گاہے حملہ آور اس لیے ہو رہے ہیں کہ وہ سیتانیوں کے علاوہ سیتانیوں کی سلطنت کے ہمسائیوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگا رہے ہیں۔ مصر کے عظیم بادشاہ! اس وقت حتیٰ اپنے سامنے دو ہدف رکھتے ہیں اور اُن دو اہداف کو حاصل کرنے کے بعد وہ تیسرے ہدف کی طرف بڑھیں گے اور تیسرے کے بعد چوتھے کی طرف بڑھیں گے۔“

”کون سے اہداف؟“ فرعون نے غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

اس پر وہ سفیر پھر بولا اور کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! حتیوں کا پہلا ہدف ہم سیتانی ہوں گے۔ اُن کا دوسرا ہدف بابل کے سامی حکمران ہوں گے۔ اُن کا تیسرا ہدف عربوں کی عیلامی سلطنت ہوگی جن کا

باتا ہے۔ اُس کے علاوہ اُس کے سارے خاندان کی لاشیں بھی اُسی کے سے انداز میں دھار کر رکھی جاتی ہیں۔ اکثر اہرام میں بادشاہوں کے خزانے، مال و دولت اور دوسرا قیمتی سامان بھی رکھا جاتا ہے۔ یہ اہرام تعمیر کرنے کی ایک وجہ ہے اور ان اہرام کو تعمیر کرنے کی دوسری وجہ دریائے نیل ہے۔“ دربان کے ان الفاظ پر سیدستانی سفیر چونکا اور کہنے لگا۔

”میں دریائے نیل کو اچھی طرح دیکھ چکا ہوں لیکن ان بڑے بڑے میناروں کو انہیں تم اہرام کہتے ہو، تعمیر کرنے میں دریائے نیل کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟“ اُس پر دربان پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

”سنو، میں تمہیں اس کی تفصیل بتاتا ہوں۔“

اُس پر وہ سفیر غور سے دربان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ یہاں تک کہ دربان سفیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز بھائی! یوں جانو، ہماری یہ سرزمین جسے مصر کہتے ہیں، یہ دریائے نیل کا تھنہ ہے۔ یہ بات پہلے زمانے میں بھی صحیح تھی اور آج بھی صحیح ہے۔ دریائے نیل کا پانی مصریوں کے لئے آبِ بقا سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ اس خطے میں بارشیں نہیں ہوتیں اور لوگوں کی زندگی کا دار و مدار اسی دریائے نیل پر ہے اور وہ اسی دریائے نیل پر چلتے ہیں۔“

”کیوں دریائے نیل کی زمینوں کو زرخیز بناتا ہے، آبِ پاشی کے لئے پانی فراہم کرتا ہے، اُن کی نقل و حرکت کے لئے سب سے آسان ذریعہ بھی وہی ہے۔ یہ دریا اگر سوکھ جائے تو مصریوں کے لئے عینا بحال ہو جائے۔ دوسرے ملکوں میں تو عام طور پر ایک سے زائد بڑے دریا اور کئی چھوٹی چھوٹی ندیاں ہوتی ہیں لیکن مصر کا واحد دریا نیل ہی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ دربان نکا، اُس کے بعد سفیر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

”میرے بھائی! یہ دریا جنوب میں یوگنڈا کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے اور افریقہ کے اُتر و قد صحرائے اعظم میں ایک آبی ٹیکر بناتا ہوا بحرِ روم میں گر جاتا ہے۔ مصری سرحدیں داخل ہونے پر دریائے نیل پانچ سو میل تک کی خشک اور اونچے سطح مرتفع کے درمیان زرتا ہے جو زیادہ چوڑا نہیں۔ لہذا وہاں کے باشندے اسی خشک وادی میں رہنے پر مجبور

تھیں دن ہمارے ہاں ایک محترم مہمان کی حیثیت سے رہے گا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے سالاروں میں سے جو شخص اور سیرم دونوں کو میرے پاس بھیجو۔“

فرعون کا یہ حکم پا کر اُس کا دربان اُس سفیر کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فرعون کے دونوں بڑے سالار جو شخص اور سیرم دونوں اُس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوئے۔ فرعون کو انہوں نے تعظیم دی۔ اُن کی تعظیم کا جواب دیتے ہوئے فرعون نے انہیں اپنے سامنے خالی نشستوں پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ دونوں سالار آگے بڑھ کر بیٹھ گئے۔ اُس کے بعد جو پیغام سیدستانی سلطنت کا سفیر لے کر آیا تھا، اُس کی تفصیل رعیش نے اپنے دونوں سالاروں سے کہی۔ اُس کے بعد رعیش کچھ دیر تک اپنے اُن دونوں سالاروں کے ساتھ صلاح مشورہ کرتا رہا۔ پھر یہ طے پایا کہ ایک فنکار مصری سالار سیرم کے حوالے کیا جائے گا اور تین دن بعد اُس فنکار کو لے کر سیرم سیدستانی سلطنت کے سفیر کے ساتھ شمال کی طرف روانہ ہو جائے گا۔

یہ معاملہ طے ہونے کے بعد دونوں بڑے سالار جو شخص اور سیرم فنکار کی تیاری کے لئے رعیش کے پاس سے اُس کی طرف سے اجازت ملنے پر اٹھ کر چلے گئے تھے۔



دربان سیدستانیوں کے سفیر کو مغس شہر کے شاہی مہمان خانے میں لے کر گیا اور اُس کے قیام کا بندوبست کیا۔ جب وہ اُس کے لئے کھانے کا اہتمام کرنے کے لیے نکلنے لگا تب سفیر نے اُس دربان کو مخاطب کر کے روکا۔ دربان مڑ کر جب اُس کے پاس آیا تب سفیر نے اُسے مخاطب کیا۔

”میرے عزیز! تمہاری اس سرزمینوں میں داخل ہونے کے بعد میں نے تمہارے ہاں اونچے اونچے خزانے اور بڑے بڑے مینار دیکھے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیوں بنے ہیں اور ان کی کیا افادیت ہے۔ کیا تم ان سے متعلق مجھے کوئی تفصیل کہو گے۔“

اُس پر وہ مصری دربان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”یہ چیزیں جو تم نے دیکھی ہیں، جنہیں تم اونچے اونچے خزانے کہتے ہو، یہ اہرام ہیں۔ یاد رکھنا مصر میں یہ اہرام دو وجوہات کی بنا پر تعمیر کئے جاتے ہیں: پہلا یہ کہ بادشاہ اپنے لئے اہرام تعمیر کرتا ہے اور اس اہرام کے اندر اُس کی لاش کو خوطا کر کے رکھا

ہیں۔ البتہ جب دریا ہمارے اس مرکزی شہر ممفس کے پاس پہنچتا ہے تو پہاڑیاں دور بہت جاتی ہیں، وادی بہت کشادہ ہوجاتی ہے، آگے بڑھ کر دریا کی کئی شاخیں بن جاتی ہیں اور دریا کا پانی ان شاخوں میں بٹ کر چار سو میل لمبے ڈیلٹا کو سیراب کرتا ہے۔ ڈیلٹا کا علاقہ دراصل اُس مٹی سے بنا ہے جو دریائے نیل اپنے ساتھ بہا کر لاتا ہے۔ اس مٹی کا رنگ سیاہ ہے اور وہ جنوبی خطے کی نسبت زیادہ زرخیز ہے۔ جب تک مصر میں متحدہ بادشاہت قائم نہیں ہوئی تھی اور اُس وقت شمال اور جنوب میں مختلف حکومتیں تھیں، اُن دنوں شمال اور جنوب کی ریاستیں اسی ڈیلٹا کی خاطر ہی اکثر آبادہ جنگ ریتی تھیں اور یہ آج سے ہی ہزار سال پہلے کی بات ہے۔

”میرے بھائی! تو نے اپنی سرزمینوں کے دریائوں و جملہ اور فرات کو دیکھ رکھا ہوگا۔ نیل اُن کے برعکس بڑا شائستہ، قابل اعتبار اور نرم رو دریا ہے۔ اگست کے مہینے میں جب وسطی افریقہ کے پہاڑوں پر بارش شروع ہوتی ہے تو دریا آہستہ آہستہ چڑھنے لگتا ہے۔ بارش کا یہ پانی تمبر کو اسوان پہنچتا ہے اور اکتوبر کے قریب قاہرہ تک آتا ہے اور کیا جیل جو ان معمولات میں کوئی فرق آجائے۔ اگر فرق آجائے تو ملک میں قحط پڑ جاتا ہے۔

”سیلاب آتا ہے تو دریائے نیل کی ساحلی زمین میلوں تک پانی سے ڈھک جاتی ہے۔ دو تین مہینوں کے بعد جب دریا اترتا ہے تو زمین پر اپنے پیچھے مٹی کی نہایت زرخیز ایک تہ چھوڑ جاتا ہے اور اسی زرخیز مٹی پر کاشت ہوتی ہے۔ بقیہ مصر یوں جانوے آب و گیاہ ریگستان ہے۔ میرے بھائی! مصر کے لوگ اس دریا کی فیض رسنائوں کا بھتا احسان مانیں کم ہے اور میں تم سے یہ بھی کہوں کہ ابتدائی دور میں مصری دریا کے بہاؤ کی سمت منہ کر کے عبادت کیا کرتے تھے کیونکہ وہ اس دریا کو اپنا رزاق سمجھتے تھے۔

”بھائی! سن! دریا میں جب طغیانی آتی ہے تو یہ طغیانی دریائے نیل کے دونوں کناروں سے باہر میلوں تک پھیل جاتی ہے۔ پانی کے اس سیلابی ریلے اور پھیلاؤ کی وجہ سے کسان اور کاشت کار اپنی فصلیں کاشت نہیں کر سکتے اور انہیں یہ تین مہینے بالکل بے کار رہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ مصر کے حکمرانوں نے یہ طریقہ اپنا رکھا ہے کہ کسانوں کو مصروف رکھنے کے لئے اور انہیں خوراک مہیا کرنے کے لئے ان تین مہینوں کے دوران اہرام تعمیر کئے جانے شروع کردیے جاتے ہیں۔ ایسا مصر کے فرعون اس لئے کرتے

ہیں، اگر تین مہینے نیل سیلابی حالت میں رہے اور کسان بے کار پڑے، اس طرح وہ بے کار کسان بھوک اور قحط کا شکار ہو کر مصر کے اندر ہنگامہ آرائی اور قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا بازار بھی گرم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کسانوں کو مصروف رکھنے کے لئے اور انہیں بھوک اور گرسنگی سے بچانے کے لئے مصر کے فرعون یہ اہرام تعمیر کرتا شروع کر دیتے ہیں تاکہ اس میں کام کرنے والے کسانوں کو اُن کا معاشہ ملے اور دریائے نیل کی سیلابی حالت کے تین مہینوں کے دوران وہ اپنی روزی کر سکیں۔“ یہاں تک کہنے لے بعد وہ دریاں سفیر کے کھانے کا اہتمام کرنے کو چلا گیا تھا۔

.. بہر حال، اُس سیستانی سفیر نے اس ممفس شہر کے شاہی مہمان خانے میں قیام کر لیا تھا۔ جہاں تک ممفس شہر کا تعلق ہے تو یہ مصر کا بڑا قدیم شہر تھا جس وقت مصر پر تین ملکتیں تھیں: ایک شمالی، ایک وسطی اور ایک جنوبی۔ مصر میں تب وسطی مصر کے بادشاہ ممفس نے چار ہزار سات سو ستر قبل مسیح ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے جنوبی مصر کے طران سائت پر حملہ کیا۔ سائت کو اُس نے شکست دی اور یوں ممفس نے جنوبی مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب وسطی اور جنوبی حصوں پر اُس کا قبضہ ہو گیا تھا۔ اُس کے بعد وہ شمالی مصر پر حملہ آور ہوا اور اُسے بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ یوں پہلی بار مصر میں ایک متحدہ بادشاہت قائم ہوئی اور اُسی بادشاہ ممفس نے ممفس شہر کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ آج کل ممفس دریائے نیل کے دامن میں قاہرہ سے چند میل جنوب میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن اب سے چھ ہزار سال پہلے مصر کا دارالسلطنت ہونے کے باعث اس شہر کو ہی اہمیت حاصل تھی جو مورابی کے عہد میں باہل کو حاصل ہو کر قسطنطنیہ۔

بہر حال، تین یوم کے بعد اُس سیستانی سفیر کے ساتھ مصر کے فرعون رعحمیس نے اپنا ایک لشکر شمال کی طرف روانہ کیا۔ اس لشکر کا سالار اعلیٰ اُس کا کماندار سیرم تھا۔ چنانچہ سیرم لشکر کے رعبوں کی یلغار کو روکنے کے لئے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اُس سفیر کے ہمراہ شمال کی طرف بڑھا تھا۔

۱۔ یہ مقام اسی جگہ تھا جسے آج کل فخریہ کہتے ہیں۔ اور یہ دریائے خابور کے کنارے تل انصاف اور حران شہر کے شرق میں ہے۔

مصری لوگ سیدستانی سلطنت کو نہارین بھی کہتے تھے۔ غالباً یہ وہی نہارین ہے جسے تل المہارن میں کھدائی کے دوران ملنے والی تختیوں میں سوبارتوں یعنی ہارپون کی سرزمین لکھا گیا تھا۔

سیدستانی کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اپنی طاقت اور قوت میں بھی خوب اضافہ کیا تھا۔ سیدستانیوں کا طاقتور بادشاہ تو شرت تھا جس نے سیدستانیوں کی سلطنت کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔ اسی تو شرت نے مصر کے فرعون آمون حوتب ثالث اور آمون حوتب رابع کے نام خطوط بھی لکھے۔ یہ خطوط تیرہ سو پچھتر اور تیرہ سو پچاسی قبل مسیح کے دوران لکھے گئے تھے اور مصر میں تل المہارن کے نام پر جو کھدائی ہوئی ہے، وہاں سے جو تختیاں ملی ہیں، ان لوگوں پر ان خطوط کے مضامین واضح ملتے ہیں۔ یہ خطوط پرانی عکا دی زبان میں تھے جو اس زمانے میں بین الاقوامی زبان بن چکی تھی۔ اس کے علاوہ اسی سیدستانی سلطنت کے عظیم بادشاہ تو شرت کی ایک ان مصر کے فرعون حوتب ثالث کے حرم میں بھی قلمی اور اس لڑکی کی شادی حوتب ثالث سے ہوئی تھی اور حوتب ثالث کی وفات پر اسی تو شرت کی لڑکی سے مصر کے فرعون آمون حوتب رابع نے شادی کر لی تھی۔

کھدائی کے دوران جو مواد ملا ہے، اس میں ایک خط بھی ملا ہے جو سیدستانیوں کے بادشاہ تو شرت نے مصری فرعون آمون حوتب ثالث کے نام لکھا تھا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا اس طرح تھا:

”میرے بھائی عظیم الشان بادشاہ مصر کے نام!

میرا داماد جو مجھ سے محبت رکھتا ہے، میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔

تو شرت جو عظیم الشان بادشاہ اور تیرا خسر ہے اور کہتا ہے، وہ میرا محبت ہے، اتناں کا بادشاہ ہے، تیرا بھائی ہے۔

میں بخیریت ہوں، اُمید ہے تو بھی بخیریت ہوگا، تیرے عمال باخیریت ہوں۔ میری بہن، تیری دوسری بیویاں، تیرے بیٹے، تیرے بچے، تیرے گھوڑے، اونٹن، تیری سرزمین، تیرے تمام مقبوضات، تجھ پر بہت بہت سلام۔

جہاں تک مصر کے فرعون رمیس کا تعلق تھا تو یہ مصر کے ایشویں حکمران خاندان کا تیسرا بادشاہ تھا۔ اس خاندان کا پہلا بادشاہ رمیسس کا باپ تھا۔ اس کا نام بھی رمیسس تھا جو تاریخ کے اوراق میں رمیسس اول کے نام سے مشہور ہوا۔ رمیسس اول کے مرنے کے بعد اس کا بھائی سیتی فرعون کی حیثیت سے مصر کے تخت و تاج کا مالک بنا اور جب سیتی مر گیا۔ تب یہ رمیسس مصر کا فرعون ہوا۔ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اسی رمیسس ہی کے دور میں ہوئی تھی۔ بہر حال، رمیسس نے اپنے سپہ سالار سیرم کی کمانداری میں ایک خاصا بڑا لشکر شمال کی طرف روانہ کیا تھا۔ چونکہ سیدستانیوں اور بابل کی کاسی قوم نے میتوں کے خلاف رمیسس سے مدد طلب کی تھی۔ رمیسس دو جہات کی بنا پر اس مدد کے لئے تیار ہوا: پہلی یہ کہ اُسے خدشہ تھا کہ اگر سیدستانی اور کاسی حکمران حوتیوں کے سامنے سرنگوں ہو گئے تو پھر جی اتنی طاقت اور قوت کچڑ جائیں گے کہ براہ راست وہ صحرائے سینا سے ہوتے ہوئے، مصری حدود کو پامال کرنا شروع کر دیں گے۔

سیدستانیوں اور کاسیوں کی مدد کرنے کے لئے رمیسس کی رضامندی کی ایک دوسری بڑی وجہ بھی تھی اور وہ یہ تھی کہ ماضی میں نہ صرف یہ کہ سیدستانیوں کی لڑکیاں فرعونوں کے حرم میں رہیں تھیں بلکہ بابل کے کاسی حکمرانوں کی کچھ لڑکیاں بھی بابلی حکمرانوں سے بنیائی گئی تھیں۔ چونکہ مصر کے ساتھ سیدستانی اور کاسیوں کا ایک از دو راجی تعلق رہا تھا جس کی بنا پر رمیسس بخوشی سیدستانی اور کاسیوں کی مدد کے لئے تیار ہو گیا۔

جہاں تک سیدستانی سلطنت کا تعلق ہے تو یہ لگ بھگ پندرہ سو قبل مسیح کے آس پاس قائم ہوئی۔ سیدستانی سلطنت مختلف اقوام کا ایک مجموعہ تھا۔ اس میں بہت سی نمایاں اور جنگجو قومیں شامل تھیں جنہوں نے مل کر ایک طاقتور سلطنت قائم کر لی تھی اور یہ سلطنت بقول مؤرخین اس درجہ طاقتور بن گئی تھی کہ ایک وقت میں اس کی حدیں بحر روم سے ایران تک اور شمال میں وہ سارے مقامات جس پر بعد میں آشوری قوم نے حکمرانی کی، ان کی مملکت میں شامل تھے۔ سیدستانیوں کا مرکزی شہر اشکالنی تھا اور مؤرخین کا خیال ہے

چودھویں قبل مسیح میں سیدانی سلطنت کی حالت پھر نازک تر ہو گئی تھی۔ شاہی جانب
 حنیوں کی قوت ابھر رہی تھی، جنوبی جانب مصری سلطنت کی حدود وسیع ہو رہی تھیں۔
 سیدانی سلطنت کے نامور اور طاقتور بادشاہ تو شرت کے دور ہی میں حنیوں نے سیدانی
 سلطنت کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا اور تو شرت کی
 وفات کے بعد جب اُس کا بیٹا متی وزا سیدانیوں کا بادشاہ ہوا، تب بھی حتی سیدانیوں
 کے خلاف ترک تاز اور حملے جاری رکھے ہوئے تھے۔ یہی سیدانیوں کا بادشاہ متی وزا تھا
 جس نے اپنا قاصد بھیج کر مصر کے فرعون رمیسس سے حنیوں کے خلاف مدد طلب کی
 تھی۔

جہاں حتی قوت کا تعلق ہے تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ حنیوں کے جو ضد و خال
 یادگاروں میں محفوظ ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شمال کی ایک قوم حوریوں سے ملنے
 جلتے ہیں۔ یہ لوگ اصلاً اناطولیہ کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے جسے دریائے ہالیس کا
 علاقہ کہا جاتا تھا اور اناطولیہ کے بجائے وہ اپنے وطن کا نام حتی بتاتے تھے اور ان کے
 مرکزی شہر کا نام متوشاش تھا۔ متوشاش کے معنی ہیں حنیوں کا شہر۔ آج کل اسے
 بوغاز کوئی کہتے ہیں جو انقرہ شہر سے نوے میل مشرق میں ہے۔

متی عبرانی کا لفظ ہے۔ کہتے ہیں ابتداء میں ان حنیوں کا مرکزی شہر کشار شہر تھا
 جس کا سراغ اب تک نہیں لگایا جا سکا۔

حنیوں نے پہلے پہل ایک ہزار پانچ سو پچانوے قبل مسیح میں ایک نمایاں جنگی
 کارنامہ سر انجام دیا اور وہ تاریخ کے شہین پر نمودار ہوئے۔ یعنی ان کے ایک بادشاہ
 مرہلس اول نے بابل پر حملہ کیا، اسے لوٹا اور وہاں کے پہلے حکمران خاندان کا خاتمہ
 کر دیا جس سے صوریانی کا تعلق تھا۔

اس مرہلس نے عیلامیوں کو بھی فتح کر لیا تھا اور اسے تباہ کر ڈالا تھا۔ اس سے
 بڑھ کر حلب کے باشندوں کو قید کر لیا۔ حدود اور دوسرے شاہی دیوتاؤں کو مال غنیمت کے
 طور پر اپنے مرکزی شہر متوشاش بھیج دیا جسے اُس نے اپنا دار الحکومت بنالیا تھا۔ کیونکہ اس
 نے اپنا پہلا دار الحکومت کشار ترک کر دیا تھا۔

اُن دنوں عیلامی جنی حلب شہر نہ صرف حدود دیوتا کی پوجا کا مرکز تھا، بلکہ ایک سلطنت
 کا بھی مرکز تھا جسے بخالص کہتے تھے۔ جس زمانے کا یہ ذکر ہے، اس سے ذرا پہلے یہ

نام کا شخص بحیص کا حکمران تھا اور میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں اس کے تابع ہوا کرتی
 تھیں۔ اسی دور میں تاریخ کے اوراق میں پہلی بار دمشق کا ذکر ملتا ہے۔

اُس کے بعد حنیوں پر زوال طاری ہوا۔ بابل جو انہوں نے فتح کیا تھا، وہ اُن
 سے کسی نام کی ایک قوم نے جین لیا اور حنیوں کو اُن کے علاقوں میں محدود کر دیا۔

حنیوں کی سلطنت کے عروج کا دوسرا دور چودہ سو پچاس سے بارہ سو قبل مسیح تک
 قائم رہا۔ اس عروج کی ابتداء حنیوں کے بادشاہ شوبیلو یا م کے تختہ اپنے کمال کو پہنچی۔
 ان شوبیلو یا م نے سیدانی سلطنت پر حملوں کی ابتدا کر دی تھی اور دوسری طرف اُس نے
 بلخ شہر کو بھی اپنا ہدف بنانا شروع کر دیا تھا۔ اس لئے کہ جلد ہی بندرگاہ سے مصریوں کو
 لبنان کی لکڑی جاتی تھی اور وہ لکڑی مصریوں کے ہاں اُن کے جہازوں اور دوسرے
 کاموں میں استعمال ہوتی تھی۔

اس بادشاہ کی حکومت کے آخری دور میں حتی سلطنت مغربی ایشیاء کی نہایت قوی
 اور طاقتور سلطنت بن چکی تھی۔

اس حتی بادشاہ شوبیلو یا م نے صرف جنگی قوت کے استعمال کو کام میں نہیں لیا بلکہ
 حسن تدبیر سے کام لیتا رہا۔ مثلاً ایشیائی علاقوں کو مصر کے خلاف بغاوت پر اکسا دیتا
 تھا۔ لبنان اور اُس کے ملحقہ علاقوں کے امیروں کو اُس نے فرعون کے اتحاد سے علیحدہ
 کر دیا۔ ان تدبیروں میں اُسے پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ ایک آموری
 قوم کو بھی اس نے مصریوں کے خلاف ابھارا۔ اُن دنوں مصر پر فرعون اخناتون کی حکومت
 تھی۔ اخناتون کو کیونکہ دوسرے بہت سے کاموں میں مصروف رہا تھا، لہذا اسے حنیوں
 کے بادشاہ شوبیلو یا م کی سازشوں اور اُس کی پیش قدمیوں سے متعلق عملی کام کرنے
 کی کوئی مہلت ہی نہ ملی تھی۔

مصر کے فرعون اخناتون کے دور میں شوبیلو یا م نے کافی معلومات حاصل کیں۔
 فرعون اخناتون کا تعلق مصر کے اٹھارویں حکمران خاندان سے تھا۔

چنانچہ اٹھارویں خاندان کی حکومت ختم ہوئی اور انیسواں شاہی خاندان حکمران بنا
 جس کا پہلا بادشاہ رمیسس اول تھا۔ تب اس خاندان نے حنیوں کے خلاف کاروائیوں
 کی ابتداء کی۔ انیسویں خاندان کا پہلا بادشاہ رمیسس اول صرف ایک ہی سال حکومت
 کر سکا۔ کوئی نمایاں کام سر انجام نہ دے سکا۔ اُس کے بعد اُس کا بھائی سیتی مصر کا

حکمران بنا۔ اُس کے دور میں بھی کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ اب رعمیس ثانی مصر کا فرعون بنا تھا اور اُس نے حتیوں سے نگرانے کا عزم کر لیا تھا۔ دوسری طرف حتیوں کا پیش قدمی کرنے والا اور دوسری قوموں سے نگرانے والا بادشاہ شوبیلو یا مریچکا تھا اور اب اُس کی جگہ اُس کا بیٹا موتشل حتیوں کا حکمران ہوا اور اسی موتشل کی پیش قدمیوں کو روکنے کے لئے رعمیس نے اپنے سالار ہیرم کو ایک لشکر دے کر سیتانیوں اور کاسیوں کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا۔

جہاں تک کاسی قوم کا تعلق ہے تو یہ ایران کے مغربی علاقوں کے رہنے والے لوگ تھے۔ بنیادی طور پر یہ کرد تھے اور کاسی یا تاریخ کے اوراق میں کاسو کرستان کے پہاڑوں میں رہتے تھے۔ انہوں نے بابل فتح کر کے کاسیہ سلسلے کی بنیاد ڈالی۔ انہی کاسیوں پر حتی بادشاہ کا لشکر بابل پر حملہ آور ہوا اور کاسیوں سے بابل چھین کر اُس نے بابل پر قبضہ کر لیا تھا۔

بہر حال، بقول مؤرخین کاسی یا کاسو وہ لوگ تھے جو کرمان شاہاں کے نزدیک کرستان کے پہاڑوں میں رہتے تھے۔ انہوں نے بابل فتح کر کے کاسیہ سلسلے کی بنیاد رکھی۔ بابل پر ان کی حکومت سترہ سو سینتالیس سے گیارہ سو تہتر قبل مسیح تک قائم رہی۔ جن دنوں حتیوں کے بادشاہ موتشل کا لشکر بابل اور سیتانی سلطنت کے خلاف ترک تاز اور یلغار کر رہا تھا، اُن دنوں بابل میں کاسیوں کے بادشاہ کا نام برتابورش تھا اور اسی برتابورش سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا نے اپنا قاصد حتیوں کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لئے رعمیس کی طرف روانہ کیا تھا اور رعمیس کا لشکر اب اپنے سالار ہیرم کی سرکردگی میں مصر کے قدیم اور مرکزی شہر ممفس سے نکل کر شمال کی طرف بڑھا تھا۔



رعمیس کا سالار ہیرم ایک روز سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکانی کے باہر نمودار ہوا۔ اشوکانی نام کا یہ شہر دریائے خلیار کے کنارے واقع تھا اور دریائے خلیار ایران اور نیوا شہروں کے درمیان بلند یوں سے اترتا ہوا جنوب مغرب کی طرف بہتے ہوئے دریائے فرات میں جا گرتا تھا۔ ہیرم جب اپنے لشکر کے ساتھ اشوکانی شہر کے نواح میں پہنچا تو سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا اور اُس کے سالاروں اور امراء نے شاندار انداز میں رعمیس کے سالار اور لشکر کا استقبال کیا۔ یہ دیکھ کر رعمیس کا سالار ہیرم بہت خوش ہوا کہ اُس کی آمد سے پہلے ہی سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا نے شہر سے باہر نئے اور عمدہ خیمے نصب کر رکھے تھے۔ خیموں کے اندر ضرورت کی ہر شے مہیا تھی۔ چونکہ سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا کے بھتیجے رعمیس کے لشکر کی نقل و حرکت سے متعلق باقاعدہ اسے اطلاع کرتے رہے تھے۔ لہذا ہیرم جب اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچا تو اُن کی خیمہ گاہ نصب ہو چکی تھی۔ پورے لشکر کے لئے کھانا تیار تھا۔ چنانچہ متی وزا نے پہلے لشکر کے کھانے کا اہتمام کیا اور اُس کے بعد لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اُس کے بعد رعمیس کا سالار ہیرم سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا اور سالاروں کے ساتھ اپنے خیمے میں داخل ہوا کہ حتیوں کے خلاف اپنے کام کی ابتدا کرنے کے لئے اُن سے مشورہ کیا جائے۔

جب سب لوگ خیمے میں بیٹھ گئے، تب سب سے پہلے ہیرم نے سیتانی بادشاہ متی وزا کا شکریہ ادا کیا کہ اُس کی آمد سے پہلے اُس کے لشکر یوں کے آرام کو مد نظر رکھتے ہوئے خیمہ گاہ نصب کر دی گئی تھی اور یہ متی وزا نے کھانے کا بھی عمدہ انتظام کیا تھا۔ اُس کے بعد متی وزا کو مخاطب کرتے ہوئے ہیرم کہنے لگا۔

”میں سب سے بڑا مقصد یہ لے کر آیا ہوں کہ حتیوں کو آپ لوگوں اور بانیوں کی

سرزمینوں کے نزدیک نہ آنے دیا جائے۔ ہمارا بادشاہ رعمیس چاہتا ہے کہ حتیوں کو اتنا نہ پھیلنے دیا جائے کہ آنے والے دور میں وہ سیتانیوں اور بابلیموں کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بناتے ہوئے مصریوں کے لئے مشکلات کھڑی کر دیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیرم جب رکا، تب سیتانی بادشاہ متی وزابول اور کہنے لگا۔ ”میرے عزیز! تم جانتے ہو، میں نے جو رعمیس کی طرف قاصد بھیجا تھا، وہ قاصد صرف میرا ہی نہیں، بابل کے بادشاہ برتابورش کا بھی پیغام لے کر گیا تھا۔ اس لئے کہ اُس قاصد کو روانہ کرنے سے پہلے حتیوں کے خلاف برتابورش کے ساتھ میری طویل ملاقات ہوئی تھی، اس لئے کہ برتابورش اپنے محافظ دستوں کے ساتھ یہاں ہمارے مرکزی شہر اشوکانی آیا تھا۔ چنانچہ ہم دونوں نے صلاح مشورہ کرنے کے بعد قاصد رعمیس کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس لئے کہ جہاں ہمیں حتیوں سے خطرہ ہے، وہاں بابل کے بادشاہ برتابورش کو بھی حتیوں سے خطرات لاحق ہیں۔ اس لئے کہ حتی جہاں ہم سیتانیوں کی سرحدوں پر حملہ آور ہوتے ہیں، وہاں وہ بابل کی عمل داری میں بھی محسوس کر ترک تاز اور لوٹ مار کا سلسلہ کرتے ہیں۔ میرا اور بابل کے بادشاہ برتابورش کا خیال ہے کہ حتی ایسا کرے میری اور برتابورش کی عسکری طاقت کا اندازہ لگا رہے ہیں۔ جب وہ اندازہ لگا چکیں گے تو پھر ایک دم ہم دونوں پر یلغار کر کے ہمارے علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

اب تک حتیوں کو ہم نے اُن کے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ حتیوں کی اس ناکامی کے سامنے یوں جائیں تین افراد ہیں جنہوں نے حتیوں کا شاندار انداز میں مقابلہ کیا اور ہر موقع پر اُن کی یلغار اور پیش قدمی کو روکا۔“

متی وزا کے ان الفاظ پر سیرم چونکا تھا۔ متی وزا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”وہ تین افراد کون ہیں جو اس سے پہلے حتیوں کی یلغار اور اُن کی ترک تاز کو روکتے رہے ہیں؟“ اس پر مسکراتے ہوئے متی وزا پھر بول اٹھا۔

”اُن تین افراد میں سے دومیرے سالار ہیں اور ایک بابل کے بادشاہ برتابورش کا سالار ہے۔ اُس کے سالار کا نام ہزائل ہے۔ بڑا جوان مرد، قوی ذہنی میں بے مثال، جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا ہے۔ مگر ابھی زیادہ نہیں ہے، آپ یوں جائیں کہ ابھی نو عمر ہی ہے۔“

اُس کے بعد باری باری اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے دونو جوانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے متی وزا بول اٹھا۔

”اپنے جن دو سالاروں کا میں نے ذکر کیا ہے، ان میں سے ایک ہے میرے دائیں جانب ہے۔ اس کا نام سیاس ہے اور اس کا تعلق بکسوں قبائل سے ہے۔ جو میرے بائیں جانب ہے اس کا نام طباش ہے اور یہ اموری قبائل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے کہ سیتانیوں کی سلطنت یوں جانو مختلف قبائل کا مجموعہ ہے۔“

سیرم کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اپنی جگہ سے اٹھا، سیاس اور طباش کی طرف بڑھا۔ اُس کے ایسا کرنے پر سیاس اور طباش بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ سیرم نے پہلے آگے بڑھ کر اُن دونوں کو گلے لگایا، پُر جوش انداز میں دونوں سے مصافحہ کیا، پھر اُن دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھے امید ہے کہ آنے والے دور میں تم دونوں میرے بہترین مددگار اور معاون ثابت ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ حتیوں پر ہم خوب ضرب لگائیں گے اور ماضی میں وہ جو سیتانیوں اور بابلیموں کو نقصان پہنچاتے رہے ہیں، اُس نقصان کی تلافی بھی کریں گے۔ سیاس اور طباش دونوں میرے لئے بڑے سودمند ثابت ہوں گے۔ اس لئے کہ ان علاقوں سے تم خوب واقف ہو، میری رہنمائی بھی کر سکو گے اور اس کے علاوہ تم دونوں کی میرے ساتھ حیثیت میرے چھوٹے بھائیوں کی سی ہوگی۔ اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم دونوں عمر میں مجھ سے بہت کم ہو۔“

سیرم کی اس گفتگو سے سیاس اور طباش حلاوت اور خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ سیتانی بادشاہ متی وزا پھر رعمیس کے سالار سیرم کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔ ”کیا حتیوں کے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے بابل کے بادشاہ برتابورش کو بھی اطلاع کرنی چاہیے کہ وہ بھی اپنے سالار ہزائل کی سرکردگی میں ایک لشکر تیار رکھے۔“

اس پر سیرم کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔ ”آپ نے بابل کے بادشاہ برتابورش کے سالار ہزائل کی بھی تعریف کی ہے اور آپ کی تعریف کی وجہ سے مجھے اُس سے ملنے کا شوق بھی پیدا ہو گیا ہے، اس لئے کہ میں جوان مردوں، اچھے تیج زنوں اور جنگ کا تجربہ رکھنے والوں کی قدر کرتا ہوں اور اُن کی

قدر و قیمت اپنی جان کے برابر خیال کرتا ہوں۔ فی الحال باہل کے بادشاہ برتاہوش کو اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے میں آپ کے دونوں سالاروں سیاست اور طباش کے ساتھ ہتھیوں کے خلاف زور آزمائی کروں گا۔ جب دیکھیں گے کہ حتی ہمارے مقابلے میں بڑے بڑے عسکر لانا شروع ہو گئے ہیں، تب اس کی اطلاع برتاہوش کو دی جائے گی اور پھر برتاہوش کے سالار ہزراں کو بھی اس کے لشکر کے ساتھ ہم ملائیں گے اور دیکھیں گے کہ یہ کتنی کہاں تک ہمارے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیرم زکا، ایک گہری نگاہ باری باری اس نے سیاست اور طباش پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

”سیاس اور طباش! تم دونوں کی شخصیت سے متاثر ہوا ہوں۔ جس وقت تم کھڑے ہو کر مجھ سے بغل گیر ہوئے، میں نے تمہاری شخصیت کا بھرپور جائزہ لیا۔ تم دونوں قد کاٹھ میں بھی خوب ہو، تم دونوں سے بغل گیر ہوتے ہوئے میں نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ تم دونوں بڑے کڑے جسم رکھتے ہو اور دشمن کے خلاف یقیناً تم دونوں میرے لئے دست راست ثابت ہو گے۔ میں اور میرا لشکر ایک لہجہ سطر کے یہاں پہنچا ہے۔ میں چاہوں گا کہ لشکر کو ایک ہفتہ آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کیا جائے۔ اس کے بعد سیاست اور طباش کے ساتھ آپ کے حمزوں کی راہنمائی میں، میں اس سست کا رخ کروں گا جس سست سے حتی نکل کر باہل اور سیتانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔“

”سیرم! میرے عزیز، تم اپنے لشکر کے ساتھ ان علاقوں میں نووارد ہو اور یہ علاقے یقیناً تمہارے لئے نا آشنا ہیں۔ تمہاری راہنمائی تمہاری آسانی کے لئے یہ بتا دوں گا جس خیمہ گاہ میں اس وقت ہم بیٹھے ہوئے ہیں، یہ خیمہ گاہ باہل دریا کے غابور کے کنارے پر ہے اور اسی دریا کے کنارے ہی ہمارا مرکزی شہر ہے۔ آپ کی خیمہ گاہ کے دائیں جانب دریائے غابور ہے اور دریائے غابور کے دائیں جانب ہمارا مرکزی شہر اٹوٹکا ہے۔ میں یہ بھی تم سے کہوں کہ دریائے غابور میں پانی برابر پورا سال رہتا ہے اور دریائے کنارے کنارے آپ کی خیمہ گاہ اور دریائے چنچ میں ایک لمبی اور وسیع گھوڑ دوڑ ہے جہاں آپ کے لشکر کی گھوڑ دوڑ کے علاوہ جنگی تربیت اور قورقہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ میں اپنے بادشاہ حتی وزا کی طرف سے یہ بھی کہوں کہ یہ لشکر گاہ جو تمہارے

اور تمہارے لشکر کے لئے تیار کی گئی ہے، اس کے بائیں جانب چند خوبے ایسے ہیں جن نے اندر اناج اور تمہارے لشکر کی ضروریات کا سامان بھر دیا گیا ہے۔ ان میں فالتو تھیں، کھانے، پینے اور خوراک کی چیزیں ہیں اور جہاں تک میرا اندازہ ہے خوراک کے یہ ذخائر تمہارے لشکر کے دو ہفتے کے لئے کافی ہوں گے۔ اس کے بعد خوراک کے مزید ذخائر مہیا کر دیے جائیں گے۔ میں اور میرا عزیز ساتھی اور بھائی طباش کیونکہ ماضی میں سبوں کے ساتھ برس پر کارہے ہیں، لہذا تھوڑی سی روشنی میں سبوں کے معمولی بھی ڈال دیتا ہوں۔

حتیوں کا بادشاہ ان دنوں موتلش ہے۔ اس کا ایک بھائی ہے، نام اس کا ستولیش ہے۔ یہ دونوں بھائی بڑے شرارتی اور ہراسناک کوٹھ کرنے والے ہیں۔ اس وقت حتیوں کا بادشاہ موتلش ہے جب کہ موتلش نے اپنے چھوٹے بھائی ستولیش کو اپنا نائب اور اپنے بعد حتیوں کا بادشاہ نامزد کر رکھا ہے۔ میں اور طباش ابھی صرف موتلش اور اس کے بھائی ستولیش کو ہی جانتے ہیں، اس لئے کہ ان کے چھوٹے بھائی نے لشکر ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں اور وہ مختلف سالاروں کی کمانداری میں آتے رہے ہیں۔ لہذا حتیوں کے بڑے سالاروں سے ہم کوئی واقفیت نہیں رکھتے، نہ ہم ان کے نام جانتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیاست جب خاموش ہوا، تب شکر گزاری اور توصیلی انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سیرم کہنے لگا۔

”عزیز بھائی! اب میں آگیا ہوں، تم دونوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے حتیوں کی طاقت اور قوت کا بھی اندازہ لگائیں گے اور پھر اکٹھے کام کرتے ہوئے یہ بھی جان جائیں گے کہ حتیوں کے بڑے بڑے سالار کون سے ہیں جو باہل اور سیتانی سرحدوں کو ہدف بنانا اپنے لئے فرض اور ثواب خیال کرتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی حتی وزا نے سیاست اور طباش کی طرف مخصوص اشارہ کیا۔ پھر حتی وزا اپنی جگہ براٹھ کھڑا ہوا اور سیرم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیرم! اب تم اپنے لشکر کے ساتھ آرام کرو، لشکر کو ایک ہفتہ سستانے کا موقع دو۔ اس کے بعد حتیوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔“ سیرم نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ حتی وزا اپنے بڑے سالاروں سیاست اور طباش کے علاوہ دوسرے امراء اور

طاف پیش قدمی کر رہا ہے، اس سے بچنے کے لئے ہمیں کیا منصوبہ بندی کرنی چاہیے؟“

سیرم نے سب سے پہلے طباش کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”طباش سب سے پہلے میں تمہارے خیالات جاننے کی کوشش کروں گا۔“

اس پر طباش مسکرایا، ایک گہری نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے سیاست پر ڈالی۔ اُس کے

سیدم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیرم! میرے عزیز بھائی، میں کچھ نہیں کہوں گا، اس موقع پر میں پہلی بات تو یہ کہوں گا کہ سیاست مجھ سے عمدہ اور بہتر ترقی نہ ہونے کے ساتھ ساتھ جنگ کا بہت اچھا حربہ رکھتا ہے۔ جب کبھی بھی اس نے منصوبہ بندی کی، کامیابی ہماری ہی ہوئی۔ لہذا اس موقع پر میں کہوں گا کہ جو سوال تم مجھ سے کر رہے ہو، یہی سیاست سے کرو اور جو منصوبہ مذی سیاست بتائے گا، میرے خیال میں اُس پر عمل کرتے ہوئے ہماری کامیابی یقینی ”جائے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیاست رکا، پھر سیرم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں یہ نہیں کہتا کہ ماضی جس قدر ہمارے عکراؤں کے ساتھ ہوئے، کامیابی ہمیں ہی ہوئی لیکن جب کبھی اُن کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی تو ہم انہیں کسی خاص مقام یا جگہ پر سیاست کی منصوبہ بندی کی وجہ سے روکنے میں ضرور کامیاب ہو جاتے تھے۔“

اس موقع پر میں نے بھی کہوں گا کہ حتی انتہا درجے کے جنگجو، خونخوار قسم کے لوگ ہیں۔ دراصل اُن کی خونخواری بڑھ جانے کی ایک وجہ ہے۔ ماضی میں انہوں نے طباشوں، سیاستوں اور بائبلوں کے خلاف کئی مواقع پر کامیابی حاصل کی جس کی بناء پر ان کے لشکریوں کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان علاقوں میں ان کی قوت اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بہر حال سیرم میرے بھائی، اس سلسلے میں جو فیصلہ ماس کرے گا، میں سمجھتا ہوں وہی آخری ہونا چاہیے اور جو فیصلہ سیاست کا ہوگا، میں اس سے پوری طرح متفق ہوں گا۔“

طباش کے اس جواب پر کچھ دیر تک سیرم مسکراتے ہوئے توسیفی انداز میں اُس کی طرف دیکھتا رہا، پھر اُس کی نگاہیں سیاست پر جم گئیں اور انتہائی اپنائیت میں اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سالاروں کے ساتھ وہاں سے نکلا اور دریائے خاور کے کشتیوں کے پلی کو پار کر کے اپنے مرکزی شہر اشوکانی کی طرف چلا گیا تھا۔



سات دن بعد رعمیس کے سالار سیرم نے سیاستوں کے بادشاہ متی وزا کے دو بہترین سالاروں سیاست اور طباش کے ساتھ اُن سرحدوں کی طرف کوچ کیا تھا جہاں سے انکڑ ویشتر حتی داخل ہو کر لوٹ مار اور ترک تاز کا بازار گرم کیا کرتے تھے۔ سرحدوں پر پہنچ کر سیاست اور طباش دونوں نے اپنے کاندے اور اپنے بھرتیوں کے علاقوں میں پھیلا دیئے تھے تاکہ بھرتیوں کی طرف سے اگر اُن کے لشکر اور عساکر نقل و حرکت کریں تو اُن کی اطلاع بروقت سیرم، سیاست اور طباش کو ہو سکے۔ اس طرح سرحدوں پر رعمیس کے علاوہ متی وزا کے لشکر نے بھی پرواؤں کر لیا تھا۔

دوسری طرف بھرتیوں کے بادشاہ مولش کو اپنی غیر نہ ہونے والی تھی کہ فرعون رعمیس کا ایک لشکر اُس کے سالار سیرم کی کمانداری میں سیاستوں اور بائبلوں کی مدد کے لئے پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ ایک ہفتے سے کوئی زیادہ عرصہ نہ گزرا ہوگا کہ ایک حتی لشکر حرکت میں آیا۔ اُس کا مدد عیسائی علاقوں کے اندر درہم ترک تاز اور یلغار کرتے ہوئے خوف و ہراس اور دہشت پھیلانے کے ساتھ ساتھ لوٹ مار کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کے لئے خورد و نوش اور ضروریات کا دوسرا سامان حاصل کرنا تھا۔

چنانچہ اُس لشکر کی پیش قدمی کی اطلاع سیاست اور طباش کے بھیجے ہوئے سیاستانی خبردار نے بروقت انہیں کردی تھی۔ چنانچہ انہیں خبردار کی فراہم کردہ اطلاعات کی روشنی میں سیرم، سیاست اور طباش نے خوشی کا اظہار کیا کہ انہیں بھرتیوں کے ساتھ اُن کے علاقوں میں دو دو ہاتھ کرنے کا موقع مل جائے گا۔

چنانچہ جس وقت سیاستانی خبردار نے بھرتیوں کے لشکر کی آمد کی اطلاع دی، تب سیرم، سیاست اور طباش تینوں ایک خیمے میں جمع ہوئے۔ پھر سیرم اُن دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں اب تک تمہارے مزاج، تمہاری طبیعت سے خوب واقف ہو چکا ہوں۔ تم ایسے ساتھی ایسے مہربان ہو کہ میں آکھیں بند کر کے تم دونوں پر اعتماد اور بھروسہ کر سکتا ہوں۔ اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ بھرتیوں کا وہ لشکر جو ہماری

”سیاس، اب سارا معاملہ تم پر آن پڑا ہے۔ کوہمیں کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے۔“

اس پر سیاسی نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

”جو کچھ میں کہوں گا، وہ آخری نہیں ہوگا، میں صرف اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔ سیرم میرے بھائی! اگر میرا طریقہ کار تمہیں پسند ہو تو میرے خیال میں میری خوش قسمتی ہوگی۔ اگر نہیں تو پھر اس میں جو تبدیلیاں تم کرو گے وہ میرے اور طباش کے لئے قابل قبول ہوں گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیاسی رُکا، پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اس وقت جو بات میرے ذہن میں آ رہی ہے، وہ یہ کہ پہلے ہم حقیوں کی سرزمینوں میں پیش قدمی شروع کریں۔ جہاں تک حقیوں کے لشکر کی آمد کا تعلق ہے تو ہمارے تجربہ تازہ چٹکے ہیں کہ وہ ایک دن یا ایک رات کی مسافت طے کرنے کے بعد یہاں پہنچنے میں کامیاب ہوں گے۔ لہذا ہم دو رات ان کے علاقوں کے اندر چلے جائیں اور جب سورج غروب ہو جائے، رات اور تاریکی ہر شے کو اپنی پیٹ میں لینا شروع کر دے، تب میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ آپ دونوں سے علیحدہ ہو جاؤں گا اور کسی مناسب جگہ گھمات میں پڑا رہوں گا۔ یہ علیحدگی رات کے وقت ہوگی تاکہ ہماری یہ علیحدگی حقیوں تک نہ پہنچے۔“

”سیرم میرے بھائی! تم اور طباش دونوں حقیوں کے لشکر کی راہ روکو گے جب کہ میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ گھمات میں جا چکا ہوں گا۔ جو لشکر تم اپنے مرکزی شہر ممفس سے لے کر آئے ہو، وہ تمہاری لمبائی میں رہے گا، جو لشکر میں اور طباش دونوں سے لے کر آئے ہیں، اُسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا: ایک حصہ میں لے کر گھمات میں چلا جاؤں گا، دوسرے حصے کی لمبائی میرا بھائی طباش کرتے ہوئے تمہارے ساتھ رہے گا۔“

”یہ بیباک شے! کوہا کہ ہم حقیوں کی سرزمینوں کے اندر ان سے ٹکرائیں گے، ورنہ ہم سب سیرم کے ہاتھوں پر اپنے جان و مال کو ہار دینا پڑے گا۔“

بازار گرم کرتے تھے اور اپنے لشکریوں کے لئے ہمارے ہی علاقوں سے کھانے پینے کے سامان کے علاوہ دوسرا ضرورت کا سامان بھی حاصل کیا کرتے تھے۔ حقیوں کی کیونکہ طاقت بہت زیادہ ہے، لہذا ہم انہیں اپنے علاقوں میں روک کر ہی مطمئن ہو جاتے تھے کہ ہم نے ان کی پیش قدمی کو اپنے مرکزی شہر کی طرف جاری نہیں رہنے دیا۔

”اب جب کہ ایک لشکر میرے بھائی تم بھی لے کر آگئے ہو تو ہم کھل کر اب حقیوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے اور جس طرح ماضی میں وہ ہمارے علاقوں کے اندر پیش قدمی کرتے تھے، اب ہم ان کی سرزمینوں کے اندر یلغار کریں گے اور اپنے لشکریوں کے لئے ضروریات کا سامان حاصل کریں گے۔“

”میں چاہتا ہوں کہ کم از کم حقیوں کی سرزمین کے اندر سولہ سے بیس میل اندر گھسنا جائے۔ جب ہم ایسا کریں گے تو حقی برے افراد خدشہ ہوں گے، وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ سیتانیوں کا کوئی لشکر ان کی سرزمینوں کے اندر گھس کر ان کے خلاف یلغار کرے گا۔ وہ تو یہی یقین رکھتے ہیں کہ ہم حقیوں کے خلاف جارحیت اختیار نہیں کر سکتے۔ اپنے آپ کو صرف دفاع تک محدود کر سکتے ہیں۔ اب جب کہ ہم ان کے علاقوں میں داخل ہوں گے تو یاد رکھیے گا، وہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح اس طرف بڑھیں گے۔“

”سیرم میرے بھائی! یہ تمہاری ہمارے ساتھ حقیوں کے خلاف پہلی کارروائی ہے۔ تم ابھی ان علاقوں سے واقف نہیں ہو، اس بناء پر میں چاہتا ہوں میرا عزیز ساتھی اور بھائی طباش تمہارے ساتھ رہے۔ ان علاقوں میں قیام کرتے ہوئے جب تم یہاں کے محل وقوع اور سرزمینوں کے تشکیب و خراز سے واقف ہو جاؤ گے تو پھر ہم علیحدہ علیحدہ رہتے ہوئے بھی حقیوں کے خلاف دفاعی اور جارحانہ دونوں کارروائیوں کو جاری رکھ سکتے ہیں۔“

سیاس کی اس پوری گفتگو نے سیرم نے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ قصوریہ ویر بعد سیاسی کی تجویز کے مطابق لشکر نے قحی حدود کے اندر پیش قدمی کرنی شروع کی تھی۔

شام تک سیرم، سیاسی اور طباش گھم گھم سولہ سے بیس میل حقیوں کی مملکت کے اندر چلے گئے تھے اور جب سورج غروب ہو گیا، چاروں طرف تاریکی پھیلنے لگی، تب کھانا کھانے کے بعد سیاسی نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ سیرم اور طباش سے علیحدہ ہو کر قحی ہی ایک انتہائی مناسب جگہ گھمات لگا لی تھی، جب کہ سیتانی حقیوں نے آگے

ے بڑے بیچ زنی کا ہنر رکھے والوں کو اپنے سامنے بچانے لگی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد حئیوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور جس ٹہارہ پر سفر کرتے ہوئے وہ آئے تھے، اسی شاہراہ پر شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ سیرم، سیاسی اور طباش تینوں نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ کچھ دور تک بھاگتے حئیوں کا تعاقب کیا۔ اُس کے بعد وہ ایک جگہ رک گئے تھے۔ سیتانیوں کے ہاتھوں حئیوں کی یہ پہلی بدترین اور ذلت آمیز شکست تھی۔ چنانچہ جب حئی سالار اپنے لشکر کو سینٹا ہوا بھاگ گیا، تب ایک جگہ سیرم، سیاسی اور طباش رُکے۔ جب تینوں ایک جگہ اکٹھے ہوئے، تب کچھ دیر تک سیرم عجیب سے انداز میں سیاسی کی طرف دیکھتا رہا۔ اس پر سیاسی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیرم میرے عزیز! تم میری طرف کچھ اس طرح غور سے دیکھ رہے ہو جیسے میں تمہارے لئے اجنبی ہوں۔ میری تمہاری یہ پہلی ملاقات ہے اور تم مجھ سے متعارف ہونے کے منتظر ہو۔“

اس پر مسکراتے ہوئے سیرم اُگے بڑھا، سیاسی اُس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، اُس کی پیشانی چومی، پھر کہنے لگا۔

”قسم مصر کے راع دیوتا کی، اس جنگ میں ایسی کارروائی اس سے پہلے میں نے کسی سالار کی نہیں دیکھی۔“

”میرے عزیز بھائی! جس وقت میں اور طباش بری طرح حئیوں کے خلاف جنگ میں مصروف تھے، یاد رکھنا اس موقع پر حتی ہم پر غالب آنے کی کوشش کر رہے تھے، اُن نے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اور شکست قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔ وہ ایک طرح سے ہم پر چھانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن جس طرح تم نے گھات سے نکل کر ان پر ضرب لگائی، اُس کے بعد ان کے ایک پہلو کی صفوں کی صفیں اٹھتے ہوئے ان کے اٹل کو مفلوج کرنا شروع کیا، تب حتی سمجھے کہ آج کا دن ان کے لئے بدترین شکست کا دن ہے۔ اسی بناء پر حئیوں کا سالار اپنے لشکر کا مزید قتل عام کرانے سے بچنے کے لئے فسادات قبول کرتا ہوا بھاگ گیا ہے۔ میرے عزیز بھائی! میں تیری جرأت مندی، دلیری اور شجاعت کو سلام پیش کرتا ہوں۔ تیرے جیسے ساتھی پر میں زندگی بھر فخر کرتا رہوں گا۔“

اس کے بعد سیرم نے طباش کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

والے لشکر کی نقل و حرکت جاننے کے لئے اپنے کام میں لگ گئے تھے۔ دوسری طرف سیرم اور طباش دونوں نے بھی ایک انتہائی مناسب جگہ پڑاؤ کر لیا تھا اور اُسی جگہ انہوں نے حئیوں سے ٹکرانے کا فیصلہ بھی کیا تھا۔

حئیوں کو جب اپنے مخبروں کے ذریعے یہ خبر ہوئی کہ سیتانیوں کا ایک لشکر اُن کے علاقوں میں سولہ سے بیس میل اندر تک گھس آیا ہے، تب اُن کا پاگل پن اُن کا جنون اپنے عروج پر آگیا تھا۔ حئیوں کا وہ لشکر جو اُس وقت سیتانیوں کے علاقوں کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا، وہ قرن باقرن سے رُکے انکڑائیاں لینے آتش فشاں اور خوفناک خونی انقلاب کی بنیاد رکھتے بدناموں کے غضبناک گردہ کی طرح اُس سمت بڑھا تھا جہاں سیرم اور طباش دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ چنانچہ اُن کے سامنے آتے ہی حئیوں کا وہ لشکر دل کا چین، روح کا صبر قتل، اضطراب و تباہی اور بدبختی کی آہوں میں تبدیل کر دینے والے بغض و عداوت کے بخور اور غیض و غضب کی قہر سامانی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سیرم اور طباش دونوں نے بڑی تیزی سے جوابی کارروائی کی اور وہ بھی حئیوں پر بیداری کے پیغام میں انقلاب کے بخور کھڑے کرتے، ہنگامہ آرائیوں کے طوفانوں، انحطاط و زوال طاری کرتے جھکڑوں، سمندر کے شور کی طرح ہنڈلاتے، ہواؤں کے خطرناک خروش کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

یوں حئیوں کے علاقوں کے اندر ہی دونوں لشکر صراوڑ سے الٹی فضاؤں، جنگل میں دھڑاتے غدایوں، سیال آگ کی صورت پھیلنے مہیب جھکڑوں کی طرح ایک دوسرے پر ضربیں لگانے لگے تھے۔

جنگ شروع ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ چابک اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سیاسی جو گھات میں بٹھا ہوا تھا، نکلا اور حئیوں کے لشکر کے ایک پہلو پر بازوؤں کو بڑبڑا، مقدور کوسنہ کرتے، غم فراق کے قصوں، اجازتوں کی تنہائیوں میں، زندگی کے رنگوں میں زہر گھولتی صحرائی کوئی کرچا شکست کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سیاسی اس طرح گھات سے نکل کر حملہ آور ہونے سے چاروں طرف موت کے گور کو دھندے پھیلنے لگے تھے، زمین کے پتھر بے اڑنے لگے تھے، رزم گاہ کا بدن ہوا ہوئے لگا تھا، موت بیچ و تاب کھاتے دھویں کی طرح بڑے بڑے سورماؤں اور

ایک روز سیرم، سیاست اور طباش تینوں حصوں کے علاقوں میں دور تک حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے اپنے لئے خورد و نوش کے علاوہ ضروریات کا دوسرا سامان جمع کرتے ہوئے واپس اپنے پڑاؤ آئے۔ سامان ذخیروں میں رکھ دیا گیا۔ پھر تینوں ایک خیمے میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد سیرم، سیاست اور طباش دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے بھائیو! میں نے جس وقت تمہارے مرکزی شہر اشوکانی میں آکر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا تو اس وقت تمہارے حکمران متی وزا نے مجھے بتایا تھا کہ سیاست تمہارا تعلق بکسوں گروہ سے ہے، جب کہ طباش کا تعلق امور یوں سے ہے۔ دیکھو میں نے اب تمہارے ساتھ کام کرنا ہے، میرے متعلق تم جانتے ہو کہ میں مصر کے سلطان رعمیس کا سالار ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں مجھے بکسوں اور امور یوں سے متعلق کچھ تفصیل بتاؤ تاکہ مجھے علم ہوتا چاہیے کہ یہ گروہ کون ہیں اور سیاستدانوں کے اندر ان کی کیا حیثیت ہے۔“

اس پر سیرم کی طرف دیکھتے ہوئے طباش کہنے لگا۔

”سیرم میرے بھائی! گو میں امور یوں سے تعلق رکھتا ہوں اور سیاست کا تعلق نہیں ہے لیکن امور یوں اور بکسوں دونوں سے متعلق تفصیل سیاست ہی بتائے گا۔ ان بڑے پرانے گروہ ہیں۔ گو ان کے تمدن اور ان کے مذہب سے اب ہمارا تعلق نہیں ہے لیکن کیونکہ میرے بھائی تم نے تفصیل مانگی ہے، لہذا ہم اس کی تفصیل تم سے دریافت نہیں گئے۔“

طباش کے ان الفاظ کے جواب میں سیرم جب غور سے سیاست کی طرف دیکھنے لگا۔

”سیرم! میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا، تم جہاں ہمارے بھائی ہو، ہمارے لئے

”طباش! اس موقع پر میری نگاہ تم پر بھی پڑی تھی، تم نے بھی حیرت انگیز انداز میں جنگ کے اندر اپنا کردار ادا کیا۔ میں سمجھتا ہوں جس قوم میں تم جیسے سالار ہوں اور انہیں ایک اچھا بڑا تربیت یافتہ لشکر مہیا کر دیا جائے تو پھر بڑی سے بڑی قوم، بڑی سے بڑی عسکری طاقت انہیں اپنے سامنے زیر اور مغلوب نہیں کر سکتی۔“ سیرم نے طباش کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”اب تم دونوں بھائی مجھے یہ مشورہ دو کہ بدترین حالت دینے کے بعد ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“

اس پر سیاست اور طباش دونوں نے مخصوص انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے سیاست کہنے لگا۔

”سیرم! میرے بھائی! اب اپنے پورے لشکر کے ساتھ یہاں پڑاؤ کرتے ہیں۔ صرف آج کا دن اپنے لشکریوں کو سستانے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ کل سے حصوں کے ان علاقوں میں اپنی ترک تاز کی ابتدا کریں گے۔ حصوں کے ان علاقوں سے اپنے لئے اناج کے علاوہ ضروریات زندگی کا دوسرا سامان حاصل کریں گے۔ سیرم میرے بھائی! یاد رکھنا ہم سے شکست اٹھانے کے بعد یہ حتی یوں ہی بیٹھ نہیں جائیں گے۔ انہیں اپنی عسکری طاقت اور قوت پر برا گھمنہ، ناز اور فخر ہے۔ لہذا وہ چند ہی دن میں ایک بڑا لشکر جمع کر ہم سے اپنی اس حکمت کا انتقام لینے کی ضرورت کو محسوس کریں گے۔ لہذا ان کی انتقامی کارروائی کرنے سے پہلے ہمیں انہیں کے علاقوں سے بہت کچھ حاصل کر لینا چاہیے۔“

سیرم نے اس سے اتفاق کیا۔ لہذا تینوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرنا شروع کر دیا تھا۔

ایک سرزمین کی حیثیت رکھتے ہو، میں تمہیں بکسوں اور امور یوں دونوں کے متعلق تفصیل بتاؤں گا۔“

اُس کے بعد امور یوں اور بکسوں سے متعلق جو سیرم کو تفصیل بتائی گئی، اُس کا لبالب اور اُس کی تفصیل، الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ کچھ اس طرح بنتی ہے۔

”جہاں تک امور یوں کا تعلق ہے، تو یہ عربوں کا پہلا قبیلہ تھا جس کے لوگ صحرائے عرب سے نکل کر سننے وطن کی تلاش میں شام کی طرف پہنچے تھے اور وہاں آباد ہوئے۔ وہاں پہنچ کر ان عربوں نے اپنا نام کیا بتایا، اس سے متعلق تو کچھ علم نہیں لیکن جہاں یہ جا کر شام میں پہنچے، وہاں اس کے مشرق کے ہمسایوں یعنی سمیریوں اور عکادیوں نے ان کا نام اموری رکھا اور اُس موقع پر اموریوں نے اپنے لئے ایک شہر آباد کیا۔ وہی شہر ان کا مرکزی شہر تھا اور اُس شہر کا نام ماری تھا جو دریائے خاور کے دہانے سے تھوڑی دور جنوب میں واقع تھا۔

تاریخ کے اوراق میں امور یوں کا پہلا حکمران جس کا نام ہمیں عام طور پر ملتا ہے، وہ سرجون تھا۔ شام میں عربوں کی تاریخ میں یہ پہلا عظیم الشان نام ہے جو ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس کے بعد اموری وسط ایشیا سے نکل کر لبنان اور فلسطین میں بھی نمودار ہوئے گئے۔ آج کل کے نام مثلاً لبنان، صیدان، عسکلان اور عریت یہ سب نام اموری ہیں۔

عرب کے صحراؤں سے نکل کر شام کی طرف جانے سے پہلے امور یوں کی جگہ ان علاقوں میں مختلف غیر عرب گروہ آباد تھے۔ چنانچہ امور یوں نے انہیں زیر اور ماتحت کر کے ان پر عربوں کا سازگ چڑھانے کا سلسلہ شروع کیا اور ان اموری عربوں نے صحرائے عرب سے نکل کر شمال میں ایسی طاقت اور قوت پکڑی کہ سمیری قوم جو اس سے پہلے شمال کی بڑی طاقت اور غیر ماری اور غیر عرب قوت خیال کی جاتی تھی، زیر ہوئی اور اموریوں کے بادشاہ نے سمیریوں کے بادشاہ کو اپنے سامنے زیر کیا۔ جس بادشاہ کو عربوں نے زیر کیا، اُس کا نام لوگال تھا اور اُس کا مرکزی شہر ان تھا۔ اس کا ایک مسکہ آثار قدیمہ سے برآمد ہوا ہے جس میں تحریر لکھی گئی ہے کہ میں نے سورج کے طلوع ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک پوری زمین مسخر کر لی اور میں نے دجلہ اور فرات کے بحر زیریں سے بحر اطلالی تک راستہ سیدھا کر لیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صحرائے عرب سے نکل کر شام میں آباد ہوتے وقت آمد و رفت کے لئے اموری عرب زیادہ تر گدھے اور اونٹ کا استعمال کرتے تھے۔ شروع میں ان امور یوں نے دریاے فرات کے وسطی حصے کے پاس ایک حکومت کی بنیاد رکھی، پھر انہوں نے نہ صرف شام کو بلکہ خاص دواہ دجلہ و فرات کو بھی پامال کر ڈالا اور وہاں اپنی فرہادوانی قائم کی۔ یہ لوگ لگ بھگ دو ہزار ایک سو سال قبل صحرائے عرب سے نکل کر شام کی سرزمینوں میں حکومت کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اُس کے بعد انہوں نے بابل پر بھی قبضہ کر لیا اور بابل کا مشہور اور نامور بادشاہ حورابی بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔

جدید دور میں جب امور یوں کے مرکزی شہر ماری کے آثار ملے اور اُس کی کھدائی کی گئی تو وہاں میں ہزار سے زیادہ لوگوں نمودار ہوئیں جن پر اُس قوم سے متعلق تحریریں تھیں۔ نیوواے باہر کوئی ایسا مقام پیش نہیں کیا جاسکتا جہاں سے اتنی بڑی لوٹیں تحریر کر کے کسی قوم نے دُن کی ہوں اور برآمد ہوئی ہوں۔ امور یوں کی سرزمین میں جو خوشحالی کا دور دورہ تھا تو اس کا ایک سبب یہ تھا کہ انہوں نے بھیجی بازی کے لئے آبادی کا انتظام کر لیا تھا۔ دوسرے یہ کہ ہمسایوں کے ساتھ تجارتی تعلقات تھے۔ خلیج اسکندرونہ کے پاس سمندر زمین کے برے حصے کو کاٹتا ہوا اندر آ گیا تھا جہاں سے دریاے فرات کے مغربی موزنک کوئی ایک سو میل کا فاصلہ ہوگا، یہاں ساحل اور خطہ دواہ کے درمیان زمین میں ایک قدرتی گزرگاہ کی صورت اختیار کر لی تھی اور یہ گزرگاہ تجارت کے علاوہ دوسرے امور کے لئے بھی بڑی سودمند ثابت ہوئی۔ اس کے ذریعے مختلف گروہ کے درمیان میل جول کا عمل شروع ہوگا۔ اس راستے پر پہنچ کر عموماً شمال اور مغربی جانب سے پہاڑوں اور جنوبی جانب سے صحرائی رکاوٹیں ختم ہو جاتی تھیں اور ایک راستہ بن جاتا تھا جو ایک طرف ایک وادی میں پہنچتا تھا، دوسری طرف سمندر کے کنارے لے جاتا تھا اور قدیم گروہ اسے شامی گزرگاہ قرار دیتے تھے۔

یہ گزرگاہ کوہستان طارس کے بائیں واقع تھی۔ لہذا بعض اوقات اسے دامن کوہ بھی قرار دیتے تھے۔ یہ اس خطہ مواصلات کا آخری سرا تھا جو خلیج فارس سے دریائے دجلہ کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف جاتا تھا اور نیوا کے دواہ میں پہنچ کر مغربی جانب مڑ جاتا تھا۔ پھر شام کی بندرگاہوں میں پہنچتا تھا۔

زمانہ ماضی میں اس خطے نے حران، ماری، حلب اور دوسرے بہت سے قدیم شہروں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تھا۔ اسی میدان سے شام کی مسلسل تاریخ کا آغاز ہوا۔ یہ اموری سامی عربوں کے پہلے نمائندہ تھے۔ ان کے بعد بابلی، مصری، آشوری، کلدانی، ایرانی اور مقدونیوں کے بعد دیگرے یہاں آکر آباد ہوئے اور اس راستے کو گزرگاہ کے طور پر استعمال کیا اور اپنے زیر اثر رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

شام میں اپنے قدم مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد ان اموریوں نے اب اپنی توجہ جنوب کی طرف مبذول کی۔ اُس دور تک حیثی شال اور وسطی شام میں قدم جما چکے تھے۔ یہ وہ دور تھا جس وقت مصر پر فرعون اثناتون حکومت کرتا تھا۔ اثناتون نے جنوب کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اگر وہ جنوب کی طرف دھیان دیتا تو حتی اقی طاقت اور قوت نہ بکڑتے۔ بہر حال اثناتون کی بے توجہی کی وجہ سے حتی طاقت بکڑ گئے اور ایک زبردست قوت بن کر تاریخ کی شہ نشین پر نمودار ہو گئے۔ جس وقت حتی زور پکڑ رہے تھے، اُس وقت عربوں کے اور بہت سے گروہ بھی ان سرزمینوں کی طرف آنمو دار ہوئے تھے۔ ان میں کنعانی تھے۔ اس کے علاوہ آرامی اور آشوری بھی تھے۔ کنعانی نام کے عرب تو زیادہ تر فلسطین و لبنان میں داخل ہو کر آباد ہو گئے تھے۔ شال سے توجہ ہٹا کر جب ان اموریوں نے جنوب کی طرف توجہ کی تو انہوں نے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ فلسطین میں اسرائیلیوں کی آمد سے پیشتر پہاڑی علاقوں اور شرق اردن کے تمام باشندوں کو موثر زمین اموری ہی جاتے ہیں۔

جہاں تک ان اموریوں کے مذہب کا تعلق ہے تو اموریوں کا مذہب اپنی ابتدا میں شعل میں دوسرے عربوں سے مختلف نہ تھا، جو طبعی قوتوں کی پرستش کرتے تھے۔ یہی پرستش شام اور عرب کے قدیم خانہ بدوش میں رائج تھی۔ ایک تو قبیلے کا خاص دیوتا تھا جس کا نام امور تھا اور اسی کو جنگ کا دیوتا مانا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سے دیوتا تھے جن کی صفات ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں۔ ان میں سے اکثر بعد ازاں کنعانیوں کے دیوتاؤں میں شامل ہو گئے۔ ان میں سب سے بڑا دیوتا حدوتھا اور یہ بعد کا دیوتا تھا۔

اس کے قبضے میں بارشیں اور آندھیاں تھیں۔ مغربی ایشیا کا یہ عام دیوتا تھا۔ یہ بتل اور رعد کی شکل میں نمایاں کیا جاتا تھا۔ آگے چل کر یہی عظیم الشان عربوں کا لعل دیوتا بن گیا۔

مغربی حصے کے سب سے بڑے دیوتا کی حیثیت میں اس کا نام تھا اور ایک مشہور دیوتا کا نام مارتوتھا جسے آگ سے متعلق سمجھا جاتا تھا۔ مصریوں نے اپنی نئی سلطنت کے زمانے میں اسے کنعانیوں سے لے لیا تھا۔ اس کا نام رشف ایک اور دیوتا تھا جس کی پوجا بابل کے فاتح اموری کرتے تھے۔ دراصل یہ شورا کا دیوتا تھا اور اس کا نام دجن تھا۔ اموریوں کے بڑے دیوتا کی ایک الجیہ بھی تھی جس کا نام عاشرہ تھا۔ اسے عیش و نشاط کی دیوی مانا جاتا تھا۔ گایوس کا نمونہ بھی وہی تھا جو سائوس کی معروف عشتار دیوی میں نظر آتا ہے۔ دیویوں میں اس کا مرتبہ سب سے بلند خیال کیا جاتا تھا۔

جنوبی شام میں اموریوں نے جن مذہبی رسوم کو جاری کیا، ان میں سب سے نمایاں حیثیت مقدس ستون کو حاصل تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ستون قبیلے کے دیوتا کا نمونہ ہوتا تھا اور اسے کسی ایسی جگہ نصب کیا جاتا تھا جو پاک ہوتی تھی۔ مثلاً کوئی غار جس کے پاس چوئے کے پتھر کی قربان گاہ بنائی جاتی تھی اور اسے اوزار سے آلودہ نہ کرنا پڑتا تھا یعنی تراشنا نہ جاتا تھا۔ جن سامی عربوں نے شام میں آکر جگہ سنبھالی، وہ ایسی ہی قربانی کے عادی تھے۔ جہاں تک بکوس گروہ کا تعلق ہے تو یہ عربوں کا ہی ایک گروہ تھا جو صحرائے عرب سے اٹھ کر شمال کی طرف آباد ہوا تھا۔ پہلے یہ لوگ ارض شام میں باکر آباد ہوئے۔ اُس کے بعد طاقت اور قوت بکڑنے کے بعد انہوں نے جنوب کی طرف پیش قدمی شروع کی، یہاں تک کہ یہ لوگ اپنا لشکر لے کر مصر میں داخل ہوئے۔ مصر پر انہوں نے قبضہ کرتے ہوئے اپنی حکومت قائم کر لی۔ مصریوں نے انہیں بکوس یعنی چرواہے بادشاہوں کا نام دیا۔ بعد میں پوری قوم کا نام ہی چرواہے مشہور ہو گیا۔ تاریخ کے ادوار میں یہی لوگ عمالیتی بھی کہا لے ہیں۔ ان بکوس عربوں کو یہ فوجیت حاصل ہے کہ پہلے پہل مصر میں گھوڑے کو انہوں نے ہی متعارف کروایا تھا۔ جنگی رتھیں مانا اور ان میں جنگوں کے دوران گھوڑے کو استعمال کرنا بھی انہی بکوس ہی کا کام ہے۔ بکوس نے جن نئے ہتھیاروں کو رواج دیا، ان میں ایک نئے دار فوادی تلوار، ایک مرکب مکان تھیں۔ یہ چیزیں پہلے پہل دوآبہ جلد اور فرات میں استعمال کیا کرتے تھے۔ ہتھیاروں میں ان کی برتری برنج کے استعمال پر موقوف تھی جس کی تجارت کی ایک گزرگاہ شمالی شام میں تھی۔

بکوس کے تحت مدنیات سے استفادہ شام و مصر میں نئی بلند یوں پر پہنچ گیا۔

جواہرات آرائش، باقی دانت کے کام اور کندہ کاری اور مینا کاری کے فن میں نمایاں ترقی ہوئی۔ ہڈیوں پر کندہ کاری کا سلسلہ شام کے اندرنگی دور میں ہی نمودار ہو چکا تھا۔ بکسوس کے دور میں مینا کاری شروع ہوئی۔ ابتداء میں مینا کاری کے نمونے بہت سادہ تھے۔ مثلاً سیدھے خط کے چھوٹے چھوٹے حلقے بنائے جاتے تھے لیکن لکڑی کے صندوقچوں یا دوسرے سامان پر ہڈی یا باقی دانت سے آرائشی تیل بونے بنائے جاتے تھے۔ ان بکسوس نے مٹی کے برتنوں کے نئے نمونے بھی پیش کئے۔ مصر میں بکسوس کا دور ختم ہونے سے پیشتر فلسطین کے اندر طرف سازای انتہائی کمال کو پہنچ چکی تھی۔

اپنی حفاظت کے لئے بکسوس عجیب و غریب طریقے استعمال کرتے تھے۔ بکسوس نے استحکامات کا نیا نمونہ رائج کیا۔ وہ عام طور پر ایک مستطیل حلقہ بنا لیتے جو تقریباً آدھ میل ہوتا۔ ساتھ ساتھ بڑے بھاری بلند اور ڈھلوان اور دمے سے تیار کر لیتے۔ اس غرض سے بڑی عمدہ عمدہ مٹی تیار کی جاتی تھی۔ مزید یہ حفاظت کے لئے ارد گرد ایک خندق کھود لیتے تھے۔

شام میں بکسوس کے فن تعمیر کا بہترین نمونہ قطنہ شہر میں ملتا ہے جو غالباً بکسوس کا مرکزی شہر رہا ہوگا۔ موجودہ قارش شہر میں بھی کچھ نشانات ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ کرکیش میں استحکامات کی جگہ مٹی کے انبار تو ملتے ہیں لیکن استحکامات کا نقشہ مستطیل نہیں۔ اس کے علاوہ فلسطین میں ہازور، شلیم، لاکیش دوسرے بہت سے مقامات پر بھی بکسوس کے آثار پائے جاتے ہیں۔

شام میں اپنی طاقت اور قوت مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد آخر یہی بکسوس مصر میں داخل ہوئے جہاں ان کے ابتدائی نشانات انیسویں صدی قبل مسیح میں پائے جاتے ہیں۔ مصر میں اُس وقت بارہویں شاہی خاندان کی حکومت تھی لیکن آخر بکسوس وہاں غالب رہے۔

جب بکسوس مصریوں پر غالب رہے تب مصریوں نے آہ و بکا کرتے ہوئے کہا تھا۔

”خدا کی غضب کے جھکڑ... ہمیں آلیا، مشرق کی طرف سے ایک کم گروہ آگیا جس کی آمد سے متعلق ہائل نیاں نہ تھیں۔ وہ ہمارے وطن پر حملہ آور ہوا۔ بزور قوت با آسانی مسلط ہو گیا۔ لڑاؤ نہ ہوئی۔ اس گروہ نے ہمارے حکمرانوں پر قابو پایا۔

ہمارے شہر کو وحشیانہ انداز میں جلایا۔ ہمارے دیوتاؤں کے مندروں کو ڈھا دیا اور پوری ملکی آبادی کے ساتھ انتہائی بے رحمی کا برتاؤ کیا۔“

بکسوس کا مصر میں داخلہ ایک اچھی آمد خیال کیا جانے لگا۔ مثلاً انہی کی وجہ سے مصر میں گھوڑا اور دوسری چیزیں پہنچیں جو مصر کی پرانی یادگاروں میں جاننا نظر آتی ہیں۔ سائنس کے متعلق جو پہلی کتابیں ہمیں ملیں، وہ سترہویں صدی قبل مسیح کے مصر کی ہیں اور اس زمانے میں بکسوس وہاں حکمران تھے۔ مصر کے علم ریاضی کے متعلق ہمارے علم میں نمایاں ترین اضافہ جس کتاب سے ہوا، وہ بکسوس کے تحت پندرہ سو اسی قبل مسیح میں مرتب ہوئی تھی۔ بکسوس نے اپنے دیوتا بعل کو مصریوں کے دیوتا بیت سے ملایا اور اس طرح بعل کی عبادت کے بعد مصری فرعون کے مذہب کا جز بن گئی۔

بکسوس کے زمانے میں مصر کا دارالکومت افاریس تھا جو نیل کے ڈیلٹا میں واقع تھا۔ بعد میں یہی دارالکومت ممفس شہر کو منتقل ہو گیا۔

مصر میں بکسوس کے اندر جو سب سے طاقتور اور بڑا بادشاہ ہوا، وہ پندرہویں حکمران خاندان کا بادشاہ تھا جس کا نام خیام تھا جو مصر اور شام کو ملانے میں کامیاب ہو گیا اور اس طرح اُس نے دونوں ملکوں پر ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کی۔ اس بکسوس بادشاہ کی یادگاریں بابل سے کرکیش تک پھری ہوئی ہیں۔ بابل میں ایک لوح ملی ہے جس پر اُس کا نام کندہ ہے اور کرکیش میں بھی ایک مسل پر اُس کا نام کندہ ہے۔ اس خاندان کے ایک اور بادشاہ افلیس کی یادگاریں بھی بے شمار ملی ہیں۔

بکسوس نے مصر پر لگ بھگ ڈیڑھ سو سال حکومت کی۔ یہاں تک کہ مصر کے شہر تھبیز کے ایک شہزادے امسوس نے آزادی کے لئے جنگ شروع کی۔ یہی امسوس مصر کے اٹھارویں حکمران خاندان کا بانی ہوا۔ لڑائیوں کے بعد افاریس کی جنگ میں امسوس نے فیصلہ کن فتح حاصل کی اور بکسوس کو شکست دے کر مصر سے نکال دیا۔ چنانچہ بکسوس مصر سے نکل کر دوبارہ شام میں آگئے اور یہاں آخر انہوں نے اپنی حالت پھر پہلے کی طرح مضبوط اور مستحکم کر لی۔ یہی امسوس تھا جس نے مصر میں اٹھارویں خاندان کی حکومت قائم کی

اور اسی اٹھارویں حکمران خاندان کے بعد جب انیسواں خاندان مصر پر حکمران ہوا تو اسی انیسویں خاندان کا تیسرا بادشاہ رعیمس تھا جو اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کے دور کا فرعون تھا۔



رعمیس کا سالار سیرم جب بکس اور امور یوں سے متعلق تفصیل جان چکا، تب سیاست اور طباش دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”جس طرح ہمارے ہاں مصر میں سب سے بڑا دیوتا راع ہے اور اُس کی پوجا ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہارے ہاں بھی چھوٹے بڑے دیوتا ہیں؟“

سیرم کے اس سوال پر سیاست کہنے لگا۔

”سیرم! تمہارا اندازہ درست ہے۔ مصریوں کی طرح بکس اور امور یوں کے ہاں بھی بت پرستی ہے لیکن سارے لوگ بت پرست نہیں ہیں۔ بکس اور اموری عربوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دین ابراہیم کے پیروکار ہیں۔ سو میں اور میرا یہ ساتھی طباش بھی بت پرست نہیں بلکہ دین ابراہیم کے ماننے والے ہیں۔“ سیاست یہیں تک کہنے پایا تھا کہ باہر سے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی گئی۔ اس پر سیاست اور طباش دونوں اٹھ کر اپنے اپنے خیمے کی طرف ہو لیے تھے۔



حتیوں کے لشکر کی شکست کی خبر گھنٹیاں بجاتے ہر کاروں اور تجارتی کاروانوں نے ایک طرف مصر کے مرکزی شہر ممفس، دوسری طرف سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکانی، تیسری طرف کاسی یعنی کردوں کے مرکزی شہر بابل اور عبرانی عربوں کے مرکزی شہر شوش تک پہنچا دی تھی۔ حتیوں نے اپنی شکست کو اپنی توہین اور اپنی بے عزتی جانا۔ اسی بنا پر حتیوں کے بادشاہ موتلش نے اپنے لشکر کے سرکردہ لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا تاکہ اس شکست کا انتقام لیا جائے۔ جمع ہونے والوں میں موتلش کا چھوٹا بھائی موٹشلیش بھی تھا جو موتلش کا جانشین اور حتیوں کا آئندہ ہونے والا بادشاہ تھا۔ اس کے علاوہ موٹشلیش کی بڑی بیٹی دلوکر، چھوٹی اور انتہا درجے کی خواہصورت اور حسین بیٹی سریان دونوں بیٹے کاؤک اور اوزمان بھی شامل تھے۔ حتیوں کے بادشاہ موتلش نے سب سے پہلے وہاں جمع ہونے والے لوگوں کا جائزہ لیا، پھر کہنے لگا۔

”ہمارے لشکر کی شکست اور تباہی ہمارے لئے ایک بہت بڑی بے عزتی اور سوائی اور ذلت کا مقام ہے اور ہم اس کا انتقام لئے بغیر نہیں رہیں گے۔ اب تک جو خبریں ہمارے پاس آئی ہیں، ان کے مطابق ہمیں شکست دینے میں سیتانیوں کے سالار سیاست اور طباش کا کوئی اتنا بڑا ہاتھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ مصر کے حکمران رعمیس کا ایک لشکر بھی ان کی مدد کے لئے پہنچ گیا ہے اور رعمیس کا سالار اس ساری مہم کی راہنمائی کر رہا ہے۔ اب ہم اپنی اس شکست کا انتقام کچھ اس طرح لے سکتے ہیں کہ رعمیس اور سیتانیوں کے متحدہ لشکر کو شکست دیں۔ ساتھ ہی رعمیس کے پیچھے ہونے والے سالار سیرم کو شکست دینے کے ساتھ ساتھ اُس کا سر بھی قلم کریں۔ اگر ہمارے خلاف سیتانیوں اور بابل کے کاسیوں کی مدد کے لئے رعمیس تہیہ کر چکا ہے تو پھر رعمیس کی طاقت اور مملکت کی چولیں بھی ہم ہلا کر رکھ دیں گے۔ بابل کے کاسیوں اور اشوکانی

”دوسری قوت بھی عربوں کی ہے اور یہ عیلامی عرب کہلاتے ہیں۔ ان کا مرکزی شہر شوش ہے۔ ان کا بادشاہ آج کل اون تاش ہے۔ یہ بھی بڑی تیزی سے طاقت اور قوت پکڑ رہا ہے اور کسی دور میں بدرکھے گا یہ بھی ان سرزمینوں میں قہر بن کر نمودار ہوگا۔“ (عیلام کے اس بادشاہ اور اون تاش اور اُس کی ملکہ تائیر اسو کے حسین اور خوبصورت لڑکے اب بھی پیرس کے عجائب گھر میں محفوظ ہیں)۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار جب خاموش ہوا، تب حنین کا بادشاہ موتشل غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں تمہاری ان اطلاعات پر تمہیں شاباش دیتا ہوں لیکن میں تم سے یہ کہوں کہ میں نے آشوری عربوں کے متعلق سن رکھا ہے، وہ اتنی بڑی طاقت نہیں ہیں کہ وہ ہم کو گمراہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ جہاں تک شوش کے عیلامی عربوں کا تعلق ہے تو وہ یہاں سے کافی دور ہیں۔ انہوں نے بھی اگر کسی موقع پر ہم سے ٹکرائیں گے تو شوش کی تو پاش پاش ہو جائیں گے۔ اب تم یہ کہو کہ اپنے موجودہ دشمنوں سے بچنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ہم فتح مند بھی رہیں اور اپنے موجودہ دشمنوں سے اپنی اس شکست کا انتقام بھی لے لیں۔“

اس پر وہ سالار کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

”مالک بات یہ ہے کہ ان تینوں دشمنوں سے ایک ایک کر کے نمٹنا جائے۔ جو تجویز اس وقت میرے ذہن میں آئی ہے، وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم ایک کانی بڑا اور جزار مالک بابل شہر کی طرف روانہ کریں۔ بابل پر حملہ آور ہوں۔ بابل کی طرف ہماری پیش قدمی بڑی رازداری سے ہونی چاہئے تاکہ ہماری اس پیش قدمی کی اطلاع نہ سیتانیوں کے بادشاہ متشی وڈا کو ہو، اور نہ ہی رزمیںس کے آنے والے سالار سیرم کو ہونی چاہئے۔ جو اطلاعات مجھے اب تک ملی ہیں، ان کے مطابق سیتاندر کے دونوں نامور سالار سہاس اور لاش اس وقت رزمیںس کے سالار سیرم کے ساتھ ایک کانی بڑے لشکر کو لے کر ہماری طرف اندر خیمہ زن ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ ہمارے سرحدی علاقوں پر ترک تاز اور یلغار کرتے ہوئے اپنے لئے غارت گری کا سامان جمع کر رہے ہیں۔ انہیں ایسا کرنے دیا جائے۔ اس طرح وہ

کے سیتانیوں کو اپنے سامنے زیر کرنے اور انہیں تباہ و برباد کر کے اُن کے سارے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کرنے کے بعد ہم پھر مصر کا رخ کریں گے۔ صحرائے سینا کو روندتے ہوئے مصر کی حدود میں داخل ہوں گے، پھر دیکھیں گے کہ مصر کا فرعون رزمیںس ہمارے لشکر کے بڑھتے ہوئے قدموں کو کیسے روکتا ہے۔“

اس موقع پر موتشل کا ایک سالار اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اس وقت میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اگر تم مجھ سے ہمت پیش کروں۔“ اس پر موتشل خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر تمہارے پاس کوئی اچھی تجویز ہے تو اس کے لئے تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، کوہنم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک ساتھ تینوں قوتوں سے مت ٹکرائیں۔ میں سمجھتا ہوں ایک ساتھ سیتانیوں، کاسیوں اور مصر کے فرعون رزمیںس کی طاقت اور قوت سے ٹکرانا دانش مندی نہیں ہے۔ ہمیں ایک ایک کر کے ان کا خاتمہ کرنا چاہیے، اس لئے کہ ہمارے ہمسائے میں دو اور بڑی قوتیں کرٹ لے رہی ہیں۔ تو یوں چاہئے گا ہمارے ہمسائے میں ایک آتش فشاں لاوا پھٹ رہا ہے اور کسی بھی وقت یہ دو ہمسائے طاقت اور قوت پکڑ کر ہمارے اطراف میں آتش فشاں کی طرح نمودار ہوں گے اور ہر چیز کو اپنے سامنے بہا کر لے جائیں گے۔“

اس پر فکر مند کی اظہار میں موتشل اپنے سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تمہارا اشارہ کن دو قوتوں کی طرف ہے؟“

اس پر وہ سالار کہنے لگا۔

”پہلی قوت آشوری عربوں کی ہے۔ صحرائے عرب سے نکل کر یہ شمال کی طرف آئے اور بالکل خاموشی سے زندگی بسر کرتے رہے۔ کسی سے انہوں نے چھپڑ چھاؤ نہیں کی۔ پہلے ہتھی باڑی کی طرف دھیان دیا، اب انہوں نے اپنی معیشت مضبوط اور مستحکم کر لی ہے۔ یہ ایک انتہائی جنگجو گروہ ہے۔ آپ جانتے ہیں عرب شروع ہی سے سکوار کو اپنی وراثت سمجھ کر قبول کرتا ہے، یہی حال ان آشوریوں کا بھی ہے۔ یہ نینوا شہر کے گرد و نواح میں ایک طاقت اور قوت کی طرح ابھر رہے ہیں اور آنے والے دور میں یہی قوت آتش فشاں کی طرح نمودار ہوگی اور ان کی اقوام کی تباہی کا باعث بن جائے

”پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کا اپنا ارادہ کیا ہے؟“
جواب میں موٹلیش مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر تم میرا ارادہ، میرا عزم ہی جانتا چاہتے ہو تو میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ ہمارا مالدار ٹھیک کہتا ہے۔ ایک وقت ہمیں سیدناؤں، رئیسوں اور باہل والوں سے نہیں ٹکرانا چاہیے۔ ایک ایک سے نبھنا چاہیے اور انہیں ذلت آمیز شکست دے کر ان کے علاقوں پر قبضہ کرنا چاہیے۔“

موٹلیش جب خاموش ہوا، تب موٹلیش بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں آپ کے ان ارادوں کی تائید کرتا ہوں بلکہ اس موقع پر میں آپ سے یہ کہوں گا کہ باہل کی طرف جانے والے لشکر کی کمانداری میں خود کروں گا۔ میرا بیٹا ایک عرصے تک آپ کے پاس رہے گا، آپ کی مدد کرتا رہے گا۔ میں اپنے دوسرے بیٹے اور ماں کو ساتھ لے جاؤں گا اور۔۔۔“

یہاں تک کہتے کہتے موٹلیش کے بھائی موٹلیش کو روک جانا پڑا، اس لئے کہ موٹلیش کی بڑی بیٹی دلوکڑ فوراً بول اٹھی اور اپنے باپ موٹلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اے ہم میں بابا میں بھی آپ کے ساتھ رہوں گی۔“

موٹلیش اپنی بڑی بیٹی کو کوئی جواب نہ دینا ہی چاہتا تھا کہ اُس کی چھوٹی بیٹی جو حسن اور خوبصورتی کا ایک جھمکے ہوئے، اپنے باپ کی طرف سے کہنے لگی۔

”بابا اس لشکر میں، میں بھی شامل ہوں گی۔“

موٹلیش اپنی دونوں بیٹیوں کے ان الفاظ پر مسکرا دیا۔ پھر کہنے لگا۔

”فکر مند نہ ہو، تم دونوں بیٹیاں لشکر میں میرے ساتھ شامل رہو گی بلکہ تمہاری ماں بھی میرے ساتھ جائے گی۔ اس پر دلوکڑ اور سربان بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی تھیں۔ اس کے بعد موٹلیش نے بڑی رازداری میں اپنے چھوٹے بھائی موٹلیش سے گفتگو کی۔ اس کے بعد سب اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ اُس لشکر کی تیاری کا کام سرانجام دیا جائے۔ اس نے باہل شہر پر حملہ آور ہونا تھا۔ ایک ہفتے کی تیاری کے بعد آخر حتمیوں کے بادشاہ اس کا بھائی موٹلیش ایک بہت بڑا لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر موٹلیش سے نکلا۔“

مصرف رہیں گے اور اُن کی اسی مصروفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم ایک جبار لشکر باہل کی طرف روانہ کریں، باہل پر حملہ آور ہوں۔ ایسی سختی کے ساتھ محاصرہ کریں اور ایسے زوردار انداز میں باہل پر حملہ آور ہوں کہ باہلی اُسے برداشت ہی نہ کر سکیں۔ یہ محاصرہ طویل نہیں پکڑنا چاہیے۔ طویل پکڑے گا تو پھر سیرمیتانوں کے سالار سیاست اور طباش کے علاوہ وہ رئیس کا سالار سیرم بھی اُن کی مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارے سارے کام مشکلات کا شکار ہو جائیں گے۔ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ سیرم، سیاست اور طباش کو غیر فائدہ مند ہو اور ہم باہل کو فتح کرنے کے بعد اُسے ہم اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنائیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار نکلا۔ پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

”ناک! اگر ہم نے باہل کو فتح کر لیا تو یاد رکھیے گا، ہماری اس شاندار فتح کی خبر جب سیدناؤں کے بادشاہ متی ودا کو اُس کے مرکزی شہر اشوکا میں اور رئیسوں کے سالار سیرم کو ہوگی تو اُن کے پاؤں تلے سے زمین کھٹکنا شروع ہو جائے گی۔ اُن پر ہمارا رعب اور دبہ طاری ہو جائے گا اور ہمارے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے ایک بار ضرور ہچکچائیں گے۔ چنانچہ باہل کو فتح کرنے اور وہاں اپنی حالت مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد پھر ہمیں ایک جبار لشکر تیار کر کے سیدناؤں کے علاقوں کا رخ کرنا چاہیے۔ لشکر ایسا ہو کہ رئیس کا سالار سیرم اور متی ودا کے دونوں سالار سیاست اور طباش اُس کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ ہم انہیں بدترین شکست دیں اور سیدناؤں کے علاقوں میں پیش قدمی کرتے ہوئے ہم سیدناؤں کے مرکزی شہر اشوکا تک جا پہنچیں اور اُن کے بادشاہ متی ودا کو گرفتار کر کے وہ سزا دیں جو اُس کے لئے عبرت بن جائے۔ کس کس طرح اُس نے حتمیوں کے خلاف مصر کے فرعون رئیس سے مدد طلب کی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار جب خاموش ہوا، تب سربان کا بادشاہ موٹلیش کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پھر اُس نے اپنے بیٹے، بیٹیاں، اپنے چھوٹے بھائی موٹلیش کی طرف دیکھا اور اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”موٹلیش! تم اس سلسلے میں کیا کہتے۔“

اپنے بھائی کے مخاطب کرنے پر سربان نے اپنے منہ سے یہ بات کہنے لگا۔

اُس لشکر میں چند بڑے سالاروں کے علاوہ متوہلیش کا بیٹا لوزمان، دونوں بیٹیاں دلوکز اور سریان کے علاوہ متوہلیش کی بیوی اسورک بھی شامل تھی۔



حتیوں کے بادشاہ کا چائین متوہلیش تلواروں اور ڈھالوں، نیزوں اور برچھوں سے لیس اپنے لشکر کے ساتھ تعصب کے مرضی علاج، مہیب شب کے ہراس، تلبیس ابلہس اور موروثی تھان کے ابام کی طرح کابیوں یعنی کردوں کے شہر بابل پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑھا تھا۔ وہ بڑی رازداری سے سفر کر رہا تھا تاکہ سیتانی علاقوں کی طرف سرحدوں پر بیٹھے سیرم، سیماس اور طباش کو اُس کی اس پیش قدمی کی اطلاع نہ ہو جائے۔ چنانچہ اُس کی یہ رازدارانہ پورش کامیاب ہوئی۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ بابل پہنچا۔ دراصل متوہلیش کو خطرہ تھا کہ اُسے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شمریس کے سالار سیرم کے علاوہ سیتانی سلطنت کے سالاروں کو بھی اُس کی آمد اور بابل پر حملہ آور ہونے کی اطلاع ہو جائے اور وہ بابل والوں کی مدد کے لئے پہنچ کر اُس کے سارے ارادوں کو ناکام بنادیں۔ چنانچہ اپنے لشکر کے ساتھ بابل پہنچتے ہی متوہلیش نے بابل شہر کا محاصرہ کرتے ہوئے شہر پر ظلم کی بہتات، جبر کی فراوانی، ریگتاتوں میں منڈلائی طلسمی شبہاتوں اور شام کی بے انت تارکیوں میں جبر کے تیز بھڑوں کی طرح بابل شہر پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔

دوسری طرف بابل کے بادشاہ برناپور ش کا سپہ سالار ہزال بھی جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا تھا۔ چنانچہ شہر کے اندر محصور رہتے ہوئے اور شہر کی تفصیل کے برجوں کے اندر اپنے لشکر کو متعین کرتے ہوئے ہزار ساکن کر دینے والے عداہوں اور ہواؤں کے دوش پر قضا کی خوبی بارش اور زندگی کے حصار کو توڑ کر ویرانیاں پھیلاتے بگلوں کی طرح نہ صرف بابل شہر کا دفاع کرتا رہا بلکہ فصیل کے اوپر رہتے ہوئے جوانی کارروائی کرتے ہوئے وہ متوہلیش اور اُس کے لشکریوں کو بابل شہر کی فصیل کے قریب نہیں آنے دیتا تھا۔

متوہلیش نے جب دیکھا کہ بابل کا سپہ سالار اعلیٰ ہزال، متوہلیش اور اُس کے لشکریوں کو بابل شہر کی فصیل کے قریب تک نہیں آنے دیتا، جب وہ بڑا مایوس ہوا۔ چنانچہ اپنے لشکر کو اُس نے فصیل سے ذرا ہٹ کر خیمہ زن ہونے کا حکم دیا تھا۔

جب خیمے نصب ہو گئے اور خیموں کا جائزہ لینے کے بعد متوہلیش اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اُس وقت خیمے میں متوہلیش کی بیوی اسورک، دونوں بیٹیاں دلوکز اور بان اور بیٹا لوزمان بیٹھے ہوئے تھے۔ خیمے میں داخل ہونے کے بعد آگے بڑھ کر متوہلیش بھی اُن کے اندر بیٹھ گیا، یہاں تک کہ متوہلیش کی بیوی اسورک کسی قدر افسانہ لہجے میں اپنے شوہر متوہلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اپنے مرکزی شہر سے روانہ ہوتے وقت آپ نے تو کہا تھا کہ بابل شہر کے لشکری کے چند حملوں کو بھی برداشت نہیں کر سکیں گے، ہتھیار ڈال دیں گے اور شہر آپ فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور میں دیکھتی ہوں کہ ہم نے لگا رکھی روڈ تک شہر باز توڑ ملے کیے لیکن ہمارے حملوں کا کوئی رد عمل نہ ہوا۔ آپ نے خیمہ گاہ بھی اس سے بے نصیب نہ کی کہ بہت جلد شہر فتح ہو جائے گا اور آپ شہر میں داخل ہوں گے۔“

ان میں دیکھتی ہوں کہ ہمارے سارے حملے ناکام ہوئے ہیں جن کی بناء پر اب یہاں

”اُن کے لئے کا حکم دیا ہے۔“

اس پر دکھ بھرے انداز میں متوہلیش کہنے لگا۔

”اسورک! تمہارا لکھنا درست ہے۔ میرے انداز سے غلط ثابت ہوئے۔ میں سمجھتا تھا کہ بابل کے پاس کوئی اتنی بڑی عسکری قوت نہیں ہوگی، لہذا ہم ایک ہی دن میں فتح کر کے شہر میں داخل ہوں گے اور شہر کو اپنی گرفت میں لے لیں گے لیکن لکھنا تو یہ کہ شہر پر حملہ آور ہونے کے بعد میں نے اندازہ لگایا ہے کہ بابل شہر کو فتح کرنا آسان نہیں ہے۔ چنانچہ اسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے میں نے اپنے سارے

خیموں کو اپنے خیمے میں بلایا ہے۔ اُن سے صلاح مشورہ کرتا ہوں پھر جس طرح وہ

دیکھتے ہیں، اُس کے مطابق حرکت میں آتے ہوئے بابل کو ضرور فتح کرنے کی

ہماری ہمتی کی جائے گی۔“

یہاں تک کہتے کہتے متوہلیش خاموش ہو گیا۔ اس لئے کہ یکے بعد دیگرے

نے بڑے اُس کے خیمے میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ متوہلیش کے ساتھ اُس

کا نام کرنے والے حتیوں کے دو بڑے سالار تھے۔ ایک کا نام سنوش اور دوسرے

تھا۔ چنانچہ جب سب سالار بیٹھ گئے، تب متوہلیش خصوصیت کے ساتھ

کواردونوں بڑے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! تم نے دیکھا ہم نے چند یوم تک لگاتار بابل پر حملے کیے، اپنی طرف سے ہر کوشش ہر جتن آزمایا کہ کسی نہ کسی طرح بابل شہر کو فتح کر کے شہر میں داخل ہو جائیں لیکن بابل کے سپہ سالار ہزائل نے کمال ہنرمندی سے نہ صرف شہر کا دفاع کیا ہے بلکہ وہ ہمارے خلاف جوانی کا رونا دایاں بھی کرتا رہا ہے۔ اب تم سب کو یہاں اس لئے جمع کیا گیا ہے کہ سب مل کر کوئی ایسی منصوبہ بندی کرو، جس پر عمل کرتے ہوئے ہم بابل شہر کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشلیش جب خاموش ہوا تب اس کے دونوں بڑے سالار سنوش اور گودا کچھ دیر تک اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ صلاح مشورہ کرتے رہے۔ اس کے بعد گودا متوشلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم سب نے مل کر جو فیصلہ کیا ہے، اس کے نتیجے میں ہم ایک تجویز پر متفق ہوئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں بابل شہر کو فتح کرنے کے لئے ہم ہر تجویز پر عمل کر چکے ہیں لیکن بابل کو فتح نہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ بابل کا سپہ سالار ہزائل بھی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ اس نے فیصلے کے ہر حصے کی خوب حفاظت کا انتظام کیا۔ اگر ہم اسی طرح بابل شہر پر حملہ آور ہوتے رہے تو شہر کو فتح نہیں کر پائیں گے لیکن اپنے لشکر کی تعداد دن بدن کم کرتے چلے جائیں گے اور پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ جب ہزائل اندازہ لگائے گا کہ ہماری تعداد کافی کم ہوگئی ہے تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ نکلے گا اور ہم پر ٹوٹ پڑے گا۔ اس وقت ہم اس حالت میں نہیں ہوں گے کہ ہزائل کا مقابلہ کر سکیں۔ لہذا وہ وقت آنے سے پہلے ہمیں کسی ایسی تجویز پر عمل کرنا چاہئے جس سے ہم بابل شہر کو فتح کر سکیں۔“

”اب ہم سب نے جو فیصلہ کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ اب بابل شہر پر دن کے وقت حملے نہیں کیے جائیں گے، رات کے وقت حملوں کی ابتداء کی جائے گی وہ بھی چند یوم بعد۔ اس لئے کہ یہ جو چند یوم کا وقفہ ہوگا اس وقفے کے دوران ہمیں بہت کچھ کرنا ہوگا۔ آپ دیکھیں بابل کے اطراف میں کافی درخت ہیں، انہیں کاٹ کر بابل شہر کی فصیل کے برابر لکڑی کے برج بنائے جائیں، ان برجوں کے ذریعے آگے بڑھا

جائیں۔ ان برجوں کے اندر بیڑھیاں رکھی جائیں جنہیں استعمال کرتے ہوئے ہمارے لشکر کی محفوظ انداز میں شہر کی فصیل کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ایک بار اگر

ہمارے لشکر کی شہر کی فصیل کے اوپر چڑھنا شروع ہوگئے تو پھر بابل شہر کو فتح کرنا ہمارے لئے آسان ہو جائے گا۔

”بابل پر حملہ آور ہونے کا جو طریقہ ہم نے سوچا ہے، یہ تجویز اس کا پہلا حصہ ہے۔ اب میں دوسرے حصے کی طرف آتا ہوں۔ جب لکڑی کے برج تیار ہو جائیں گے تو انہیں شہر پناہ کے شمالی طرف رکھا جائے گا اور ان برجوں کے ذریعے ہمارے لشکر کی شہر کی فصیل پر اترنے کی کوشش کریں گے جب ایسا ہوگا تو بابل کا سپہ سالار اعلیٰ ہزائل، لازم ہے اپنی طاقت اور قوت کو فصیل کے شمالی حصے کی طرف مبذول کرے گا، اس وقت ہمارا پڑاؤ بھی شہر کے شمال میں ہے اور اب تک ہم شہر کے شمالی حصے سے ہی بابل شہر پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔ اس بناء پر ہم جب اپنا پڑاؤ تبدیل نہیں کریں گے تو ہماری ملت عملی سے متعلق اہل بابل کو کوئی شک و شبہ نہیں ہوگا۔“

”جب لکڑی کے برج تیار ہو جائیں گے اور جس رات شہر پر حملہ آور ہونا ہوگا، آپ اپنے پڑاؤ میں رہیں گے۔ پڑاؤ کی حفاظت کے لئے بھی ایک لشکر موجود ہوگا۔ باقی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا: ایک حصہ میرے پاس، دوسرا سنوش کے پاس ہے گا۔ سنوش برجوں کے ذریعے شمال کی طرف سے حملہ آور ہونے والے اپنے لشکر کی امداداری کرے گا جب کہ دوسرے آدھے لشکر کو لے کر رات کی گہری تاریکی میں شہر کی فصیل سے کافی دور رہتے ہوئے شہر کے جنوبی حصے کی طرف چلا جاؤں گا۔ اس وقت ہمارے پڑاؤ میں جو رسوں کی سرہیاں ہیں، وہ میں اپنے ساتھ لیتا جاؤں گا۔“

”حملوں کی ابتداء شمال کی طرف سے سنوش کرے گا، اپنے برجوں کو آگے بڑھائے گا اور برجوں کے ذریعے ہمارے لشکر کی فصیل پر چڑھنا شروع ہو جائیں گے۔“

بابل شہر کے اندر یہ خبریں پھیلیں گی کہ حتی لکڑی کے بڑے بڑے برجوں کے اپنے شمالی سمت سے فصیل پر اترنا شروع ہو گئے ہیں تو یاد رکھیے گا بابل کا سپہ سالار اعلیٰ ہزائل اپنے لشکر کے بڑے حصے کو شمال کی طرف سیٹ دے گا اور ہر صورت میں، ہر حالت میں یہ کوشش کرے گا کہ ہم فصیل کے کسی حصے پر اتر کر اس پر قبضہ نہ کر پائیں۔“

”جب یہ کارروائیاں ہو رہی ہوں گی تو جنوب کی طرف سے میں حرکت میں آؤں گا۔ رسیوں کی بیڑھیوں کی مدد سے میں اور میرے لشکر کی شہر کی فصیل پر چڑھنے والے اور پھر فصیل کے کافی بڑے حصے پر قبضہ کرنے کے بعد ہم زور و شور سے

کردی چاہیے۔“

سنوٹش اور گودا دونوں نے اس سے اتفاق کیا تھا، یہاں تک کہ کچھ سوچتے ہوئے متوشلیش پھر بول اٹھا۔

”میرے عزیز ساتھیو! سیستانوں کی سرحدوں کی طرف بھی اپنے تجربوں اور کامیابیوں کو چسک کر دینا اور انہیں بتانا کہ اگر سیستانوں کا کوئی لشکر یا عزمیں کا جو سالار ایک لشکر لے کر سیستانوں کی مدد کے لئے آیا ہے، وہ حرکت میں آئے تو ہمیں بروقت اطلاع کی جائے بلکہ اُن سے کہا جائے کہ اُن کی نقل و حرکت پر گہری نگاہ رکھی جائے۔ میں چاہتا ہوں بائبل فتح کرنے تک نہ تو اہل بائبل کو سیستانوں سے، نہ ہی عزمیں کے سالار سیرم سے کوئی مدد پہنچے۔ اب باقی ایک قوت رہ جاتی ہے اور وہ عیلامی عربوں کا بادشاہ اون تاش ہے لیکن اون تاش کے ساتھ بائبل والوں کے کوئی اتنے گہرے تعلقات نہیں ہیں کہ اون تاش ہمارے خلاف اہل بائبل کی مدد کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کے مقدر اور اُس کی جھولی میں بھی ہم ناکامیاں اور ذلت آمیز شکست ڈال کر رکھ دیں گے۔“

متوشلیش کی اس تجویز سے سارے حتی سالاروں نے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اُسی روز سے عیسوں نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ رات کے وقت انہوں نے درخت کاٹ کاٹ کر اپنے پڑاؤ میں ڈھیر کا دیئے تھے اور پھر پڑاؤ کے اندر بڑی تیزی سے بائبل شہر کو فتح کرنے کے لئے بڑے بڑے برج بنانا شروع ہو گئے تھے۔

جس وقت شہر سے باہر اپنے پڑاؤ میں متوشلیش اپنے سالاروں کے ساتھ بائبل شہر کو فتح کرنے کے لئے صلاح مشورہ کر رہا تھا، اُسی وقت بائبل کا سپہ سالار ہزراں بائبل نے قصر میں بائبل کے بادشاہ برنا بوش کی خدمت میں حاضر ہوا۔ برنا بوش نے ہزراں کو اپنی تعلیم اور عزت دیتے ہوئے اپنے قریب بٹھایا۔ پھر کمرندی آواز میں ہزراں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”ہزراں یہ جو عیسوں کا نڈی دل لشکر بائبل کے گرد آن موجود ہوا، تو تمہارا کیا اندازہ ہے، کیا یہ ہمیں نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے؟“

برنا بوش نے اس سوال پر کچھ دیر ہزراں کو چتر رہا۔ پھر کہنے لگا۔

”آج میں آپ کی خدمت میں کسی جنگی تدبیر پر گفتگو کرنے کے لئے نہیں آیا۔ میں عیسوں کے لشکر کا جائزہ لے چکا ہوں۔ اتنا بڑا لشکر تھی آج تک کسی قوت کسی شہر کے

آوازیں لگانے لگیں گے کہ عیسوں کا لشکر شہر کی فصیل پر چڑھ کر شہر کے اندر داخل ہوا شروع ہو گیا ہے۔

”جب یہ آوازیں بائبل لشکر کی اور اُن کا سالار اعلیٰ ہزراں سے گا تو شال کی طرزا اُن کا زور کم ہو جائے گا۔ جب ایسا ہوگا تو شالی ست سے بھی ہمارے لشکریوں کو برجوں کے ذریعہ فصیل پر چڑھنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اس طرح شال اور جنوب دونوں جانب سے ہم جیش قندی شروع کر دیں گے اور بائبل کے لشکر کو تہیں نہیں کر کے صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے شہر پر قبضہ کر لیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گودا جب زکا، تب کچھ دیر تک توصیفی اور تعریفی انداز میں متوشلیش باری باری گودا اور سنوٹش کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر باقی سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو کچھ میرے عزیز گودا نے کہا ہے، کیا تم سب اس سے متفق ہو؟“

اس پر جب سارے سالاروں نے اس کی تائید کی تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے متوشلیش کہنے لگا۔

”گودا اور سنوٹش، میرے دونوں عزیز ساتھیو! اب سنو، آنے والی شب کو حرکت میں آیا جائے گا۔ لشکر کا ایک حصہ پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑ دو، باقی لشکر ذریعے بائبل کے نواح میں جو درخت ہیں، انہیں کاٹو اور کاٹنے جانے والے درخت کے تنوں کے ڈھیر اپنے پڑاؤ کے اندر کا دو۔ اس کے بعد ہمارے لشکر کے اندر جو عدا اور کاریگر ہیں، وہ لکڑی کے برج بنانا شروع کر دیں گے جب یہ برج بن جائیں۔ پھر ہم اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے۔ پھر میں دیکھوں گا کہ بائبل کا سپہ سالار ہزراں اور بائبل کا بادشاہ برنا بوش کب تک بائبل کا دفاع کرتے ہیں۔

”گودا اور سنوٹش میرے دونوں ساتھیو! تم نے جو تجویز جیش کی ہے، وہ بائبل فتح کرنے کے لئے بڑا آسان کلیہ قاعدہ ہے۔ تمہاری اس تجویز کو نگاہ میں لیتے ہو میں اب ہی دیکھ رہا ہوں کہ ہم شہر کو بڑی آسانی سے فتح کر لیں گے اور جب شہر فتح تو بائبل کے بادشاہ برنا بوش اور اُس کے ہر دل عزیز سپہ سالار ہزراں دونوں کو زخمی میں بیکڑ کر اور اپنے جنگی تھم میں بٹھا کر اپنے مرکزی شہر فتوشاش کی طرف روانہ کر گئے۔ میرے خیال میں ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ آج سے ہی اپنے کام کی

کا اور اگر میں ایسا نہ کر سکا تو میں بھی اپنے بچے کھینچے ساتھوں کو لے کر آپ کے پاس
بوہستان زاگروس کی طرف چلا آؤں گا۔ وہاں سے مزید اپنے ہم قوم کامیوں کا ایک
اشکر تیار کریں گے اور باہل پر حملہ آور ہو کر عتوں کو نکال باہر کریں گے اور اپنا شہر واپس
لینے کی کوشش کریں گے۔ ایسا کرنے سے پہلے مختلف راستوں سے تیز رفتار قاصد
ہستانوں کے سالار سیاست، طباش اور رعمیس کے سالار سیرم کی طرف بھجوائیں گے
اور عتوں کے خلاف ان سے مدد طلب کریں گے۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرنے
میں کامیاب ہو گئے تو ہم عتوں کو زیادہ دن باہل میں قیام نہیں کرنے دیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد ہڑال نکلا۔ کچھ سوچا، دوبارہ وہ کہہ رہا تھا۔

”ایسا میں آپ کی حفاظت اور سلامتی کے لئے کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ باہل کے
حالات اب دن بدن خفوش اور خطرناک ہونا شروع ہو چکے ہیں گے۔ اگر آپ آج
رات کی تاریکی میں محافظ دستوں کے ساتھ اپنے اہل خانہ اور لواحقین کے ساتھ کوہستان
زاگروس کی طرف چلے جاتے ہیں تو پھر میں کھل کر عتوں کے خلاف حرکت میں آؤں
گا۔ کامیاب ہو گیا تو ہماری خوش قسمتی، ناکام ہوا تو میں کوہستان زاگروس کی طرف آؤں
گا اور سنے سنے سے لے کر کوہستان اور کر کے اپنا شہر واپس لینے کی کوشش کریں گے۔“

باہل کے بادشاہ برناؤش نے اپنے سالار ہڑال کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔
نانچہ وہ اسی رات ہی بڑی رازداری کے ساتھ اپنے اہل خانہ اور لواحقین کے ساتھ چند
محافظ دستوں کے حصار میں باہل شہر سے نکل کر بوہستان کوہستان زاگروس کی طرف چلا
گیا تھا۔

دوسری طرف عتوں نے بھی چند روز تک لگا تار اپنی تیاریوں پر صرف کیے۔ جب
انہوں نے دیکھا کہ تفصیل پر اترنے کے لئے انہوں نے لکڑی کے بوے بڑے بوے اوٹنے
ناگنا لے ہیں، تب انہوں نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ آدھے لشکر کو انہوں نے شہر کے
دہلی سے پرمیتین کیا۔ دوسرے آدھے کے ساتھ انہوں نے شمال سے حملہ آور ہونا
ع کیا۔ ایک چوب والا اشکر تقریباً گھات میں بیٹھا رہا۔ چنانچہ شمال کی طرف سے
حملہ آور ہوتے ہوئے حتی لکڑی کے اُن مضبوط اور موٹے بروجوں کے ذریعے شہر کی تفصیل
نا شروع ہو گئے تھے۔ باہل کے سپہ سالار ہڑال نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی
عتوں کو روکے لیکن عتوں کے مقابلے میں اُس کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی۔ اس

خلاف لے کر نہیں آئے اور وہ باہل کو فتح کیے بغیر جائیں گے بھی نہیں۔“

ہڑال کے ان الفاظ پر برناؤش مزید پریشان ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

”کیا اس موقع پر ہستانوں کا لشکر ہماری مدد کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے علاوہ
رعمیس کا لشکر بھی اُس کے سالار سیرم کی سرکردگی میں ہستانوں کی سرزمینوں میں آیا ہوا
ہے۔ اگر اُسے خبر کی جائے تو کیا ہستانی اور سیرم مل کر اور ہمارے پہلو سے پہلو ملا کر
عتوں کے لشکر کو مار بیٹھنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے؟“

اس پر ہڑال نے ایک لمبا سانس لیا۔ پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

”جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں، وہ درست ہے لیکن میں سارے حالات کا جائزہ لینے
کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ عتوں کو بھی خطرہ تھا جب وہ باہل شہر پر
حملہ آور ہوئے تو رعمیس کے لشکر کے علاوہ ہستانی ہماری مدد کو پہنچیں گے، اس لئے
کہ ماضی میں بھی ہستانوں کے دو بڑے عظیم سالار سیرم اور طباش دونوں ہماری مدد
کرتے رہے ہیں اور اس سلسلے میں ہم اُن دونوں کے لشکر گزار بھی ہیں لیکن اس بار
عتوں نے بڑی دور اندیشی سے کام لیا ہے۔ انہوں نے اپنے مسلح دستے اُن شاہراہوں
اور راستوں پر بٹھا دیئے ہیں جو شاہراہیں باہل سے ہستانوں کے علاقوں کی طرف جاتی
ہیں لہذا اگر کوئی قاصد ہمارا یہ پیغام لے کر ہستانی اور رعمیس کے سالار سیرم کی طرف
جائے کتبہ ہم پر حملہ آور ہو گئے ہیں اور وہ ہماری مدد کریں تو ایسا کوئی قاصد ہستانوں
اور رعمیس کے سالار سیرم تک نہیں پہنچے گا۔ اس لئے کتبہ راستے میں ہی اُس کا کام
تمام کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ہڑال جب خاموش ہوا تب فکر گیری آواز میں برناؤش
کہنے لگا۔ ”ہڑال یہ پہلا موقع ہے میں تمہیں بایں اور افسردہ دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم کوئی
جتنی تدبیر لے کر نہیں آئے تو بولوم کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”میں چاہتا ہوں آج رات کی تاریکی میں آپ اپنے اہل خانہ اور اپنے لواحقین
کے ساتھ باہل سے نکل کر کوہستان زاگروس کی طرف چلے جائیں۔ کوہستان زاگروس
کامیوں کا مرکز ہے۔ وہ ہماری قوم کا ایک طرح سے ماس اور مسکن ہے۔ آپ کوہستان
زاگروس کے دامن میں جا کر قیام کریں۔ میں اگر عتوں کو روک سکے اور اُن سے باہل شہر کو
بچانے میں کامیاب ہوا تو انہیں مار بیٹھا کر آپ کو کوہستان زاگروس سے واپس منکولوں

اپنے بچے کچھ لشکر کو لے کر بابل کا سپہ سالار ہزراں کو ہستان زاگروس کے دامن میں اُس جگہ پہنچا جہاں بی بی بابل کا بادشاہ برناپوش پہنچ کر خیمہ زن ہو چکا تھا۔ ہزراں اپنے لشکریوں کے ساتھ زندہ سلامت پہنچا، تب برناپوش نے اُس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا۔ ہزراں کو پکڑ کر وہ اپنے خیمے میں لے گیا۔ پھر ہزراں نے دو مختصر سے حالات برناپوش سے کہہ دیئے تھے جن کے تحت قتی بابل کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ مارے حالات ہزراں سے سننے کے بعد برناپوش کچھ دیر اداس رہا۔ گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر ہزراں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہزراں، تمہاری حیثیت میرے ہاں ایک بیٹے کی سی ہے، میں جانتا ہوں تو ابھی تم میں اتنا برا نہیں لیکن تیرا تجربہ، تیری جتنی ہنرمندی، تیری زندگی کے ماہ و سال سے نہیں زیادہ ہے۔ دیکھ بچے، عتیوں کے ہاتھوں اس شکست کو اپنے دل پر مت لینا، اب تو مجھے یہ بتا کہ تو کیا کرنا چاہتا ہے۔ جیسا تو چاہے گا، ویسا ہی میں کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

برناپوش جب خاموش ہوا تب ہزراں اپنا گلہ صاف کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”بابل سے نکل کر آپ کی طرف آتے ہوئے میں نے تیز رفتار قاصد سیتانیوں کی طرف روانہ کئے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا ہے کہ بڑے محتاط ہو کر سیتانیوں کے ملاتے کی طرف جائیں۔ راستے میں جگہ جگہ دستوں نے شاہراہوں اور راستوں کی نگرانی کر رکھی ہوگی۔ میں نے زیادہ نہیں، صرف دو قاصد روانہ کئے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ دیوتاؤں اور مندروں کی بہتری اور اُن کی پوجا پات کا پرچار کرنے والوں کے ہمیں میں سیتانیوں کا رخ کریں گے۔ جو خبریں اب تک ہمارے پاس میسماں اور لہاس کے متعلق آئی تھیں، اُن کے مطابق مصر کے فرعون رمیسس کے سپہ سالار میرم

موقع پر اس نے جب اپنے لشکر کے بڑے حصے کو سمیٹنے ہوئے فسیل کے شمالی علاقے پر متعین کیا تو شمال کی طرف سے ہزراں نے عتیوں کو آگے نہیں بڑھنے دیا لیکن اتنی دیر تک رسیوں کی سڑھیاں لگا کر جنوب سے بھی حتی شہر کی فسیل پر چڑھنا شروع ہو گئے تھے۔

یہ صورتحال بابل کے سپہ سالار ہزراں کے لئے غیر متوقع تھی۔ اب اس کے لشکری فسیل کے اوپر ادھر ادھر بھاگ دوڑ کرتے ہوئے عتیوں کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس موقع پر ہزراں نے بڑا اچھا قدم اٹھایا۔ اُس نے اپنے لشکریوں کا زیادہ نقصان نہ ہونے دیا، لشکریوں کو اُس نے فسیل سے نیچے اتر جانے کا حکم دیا اور پھر جس قدر لشکری اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا، انہیں لے کر وہ شہر پناہ کے شرقی دروازے سے نکل کر بڑی تیزی سے کوہستان زاگروس کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہولیا تھا۔

ہزراں کی خوش قسمتی کہ عتیوں کو خبر تک نہ ہوئی کہ ہزراں شہر خالی کر کے اور اپنے بچے کچھ لشکریوں کو لے کر شہر چھوڑ کر بھاگ چکا ہے۔ انہیں ابھی تک یہ بھی خبر نہ ہوئی تھی کہ چند دن پہلے بابل کا بادشاہ برناپوش بھی بابل چھوڑ کر جا چکا ہے۔ بہر حال تاریخ کے اوراق واضح طور پر نشاندہی کرتے ہیں کہ آخر عتیوں نے بابل شہر فتح کر لیا اور یہ پہلا موقع تھا کہ حتی بابل شہر کو فتح کرنے کے بعد وہاں حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

عتیوں کے بادشاہ مٹلیش کا بھائی مٹولیش جب اپنے لشکر کے ساتھ بابل شہر میں داخل ہوا تو بابل کی فتح پر اُس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اُس کا بیٹا لوزمان اس موقع پر اُس کے ساتھ تھا۔ دونوں بیٹیاں دلوگز اور حسین اور خوبصورت سریان بھی اپنے باپ کے ساتھ بابل شہر میں داخل ہوئی تھیں اور سب بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ یوں بابل شہر کو فتح کرنے کے بعد مٹولیش نے چند یوم تک بابل کے نظم و نسق کو اپنے طور طریقوں کے مطابق درست کیا۔ اُس کے بعد اپنے پورے لشکر کے ساتھ اُکو نے بابل کے نواح میں خیمہ زن ہو کر قیام کر لیا جب کہ شہر کی سکران اُس نے اپنی بڑی بیٹی دلوگز کو بنا دیا تھا۔

نور کوئی قدم اٹھائیں گے۔ اُن کے ساتھ ہمارا دین ابراہیمی کا ایک رشتہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں اسی رشتے کے تحت جب میرے قاصد انہیں خبر دیں گے کہ جتنی ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں اور ہم سے باہل شہر بچیں لیا ہے تو مجھے امید ہے کہ وہ آگش فضا کی طرح بھڑک اٹھیں گے اور ہماری مدد کے لئے وہ ضرور وقت ضائع کے بغیر کارروائی کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔ اب میں کل کو ہستان زاگروس میں داخل ہو جاؤں گا اور بے لشکریوں کی برائی کا کام شروع کر دوں گا۔ ساتھ ہی میں اُن قاصدوں کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گا جنہیں میں نے سیاسی اور طباشی کی طرف روانہ کیا ہے۔“

کوہستان زاگروس باہل کے کانے مشرق میں پڑتا تھا۔ یہ ایک کافی لمبا اور بلند پہاڑی سلسلہ ہے۔ اسے کوہستان زاگروس کے علاوہ کوہستان کردستان بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ بہر حال ہزال اگلے روز زاگروس یا کوہستان کردستان میں داخل ہوا۔ وہاں سے والے کامیوں کو جب خبر ہوئی کہ اُن کا سالار باہل سے اُن کے پاس پہنچا ہے تو انہوں نے شاندار انداز میں اُس کا استقبال کیا۔ ہزال نے جب اُن پر انکشاف کیا کہ اس طرح حتیٰ اُن پر حملہ آور ہونے اور باہل فتح کر لیا تو یہ خبریں کر کامیوں کے اندر غم و نفرت کی لہر دوڑ گئی تھی۔ چنانچہ ہزال کے کہنے پر کاسی جوق در جوق اُس کے لشکر میں شامل ہونا شروع ہو گئے تھے اور ہزال نے اُن کی بہترین تربیت کا کام شروع کر دیا تھا۔



رعمیس کے سالار سیرم کے ساتھ سیاسی اور طباشی دونوں نے ابھی تک حتیوں - علاقوں میں ہی قیام کر رکھا تھا اور وہ وہاں سے اپنے لئے خورد و نوش اور دوسری ضروریات زندگی کا سامان جمع کرتے جا رہے تھے۔ چونکہ حتیوں نے انہیں نظر انداز کرتے ہوئے پہلے باہل کو بھگایا تھا اور باہل انہوں نے فتح کر لیا تھا، لہذا اب تک ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے۔ اسی دوران ایک روز جب کہ سیرم، سیاسی اور لشکری حتیوں کے علاقے سے جمع ہونے والے سامان کا جائزہ لے رہے تھے کہ انہیں باہل کے سپہ سالار ہزال کے قاصدوں کے آنے کی اطلاع دی گئی۔

اس اطلاع پر سیاسی اور طباشی چونکے تھے۔ سیرم غور سے اُن دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے اُن دونوں کو مخاطب کیا۔

”میں نے تم دونوں بھائیوں کے چہروں سے اندازہ لگایا، میں نے دیکھا یہ خبریں

ساتھ سیاسی اور طباشی دونوں نے حتیوں کے علاقوں میں قیام کر رکھا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے قاصدوں کو تاکید کے ساتھ کہا تھا کہ وہ سیناتوں کے مرکزی شہر اشوکانی میں اُن کے بادشاہ حتی ورا کی طرف نہ جائیں بلکہ سیدے حتیوں کے علاقے میں اُس جگہ جائیں جہاں سیرم، سیاسی اور طباشی نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے اور اُن کے نام میں نے اپنے قاصدوں کو پیغام بھی دے دیا ہے کہ کس طرح حتی بہت بڑی تعداد میں ہم پر حملہ آور ہوئے، باہل کو انہوں نے فتح کر لیا اور کس طرح میں اور باہل کا بادشاہ باہل سے نکل کر کوہستان زاگروس کی طرف جا چکے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ پیغام سننے کے بعد سیاسی اور طباشی ہی نہیں، رعمیس کا سپہ سالار سیرم بھی حرکت میں آئے گا اور حتیوں سے ہنسنے کے لئے ضرور ہماری مدد کو پکیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ہزال نکلا۔ دوبارہ اپنے سلسلہ کام کو بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”آئی دیر تک میں بھی بکا نہیں بیٹھوں گا۔ آپ جہاں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں، یہیں رہیں۔ کوہستان زاگروس میں میری قوم کے اُن گنت کاسی بستے ہیں۔ میری ایک پکار پر وہ ہزاروں کی تعداد میں میرا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور جب تک میرے قاصد واپس آکر مجھے سیرم، سیاسی اور طباشی کا کوئی پیغام نہیں دیتے۔ اُس وقت تک میں اپنے کاسی ساتھیوں کی تربیت کا بہترین کام سرانجام دے دوں گا اور انہیں اس بات کی تربیت دینے میں کامیاب ہو جاؤں گا کہ جنگ کے دوران انہیں کس طرح میرا ساتھ دینا ہے اور کس انداز میں حتیوں پر ضرب لگانی ہے۔“

ہزال کی اس گفتگو سے باہل کا بادشاہ برناوور خوش ہو گیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

”ہزال، اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور نگر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ باہل کے خزانے میں جو کچھ تھا وہ تو نکال کر میں اپنے ساتھ لے آیا ہوں، اسی رقم کو ہم نئے لشکری بھرتی کرنے پر صرف کریں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم باہل واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

برناوور جب خاموش ہوا تب چھاتی تانے ہوئے ہزال کہنے لگا۔

”ابراہیم کے رب کو منظور ہوا تو ان وحشی حتیوں کو مار مار کر ہم باہل سے نکال باہر کریں گے۔ میں پریشان نہیں ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں سیاسی اور طباشی

”نہیں کیا کرتا ہے۔“

اس پر سیماں نے اُن دونوں قاصدوں کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

”تم دونوں ایک لمبا سفر طے کر کے آئے ہو، اس لئے دو دن ہمارے پڑاؤ کے اندر قیام کرو۔ اُس کے بعد یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ سیدھا کوہستان زاگروس کا بُرخ کرو، وہاں ہِزَال کی خدمت میں حاضر ہو اور اُس سے کہو کہ جس قدر لشکری کوہستان زاگروس سے جمع کر چکا ہے، انہیں لے کر بابل کا بُرخ کرے، تمہاری روانگی کے ایک ہفتے بعد ہم بھی بابل کا بُرخ کریں گے۔ پھر دیکھیں کہ عیسوں کے بادشاہ کا بھائی، متھلیش کب تک ہمارے سامنے بابل کا دفاع کرتا ہے۔ اُسے نہ صرف یہ کہ بابل کے بادشاہ برنابورس کے لئے بابل خالی کرنا ہوگا بلکہ اپنے لشکریوں کا قتل عام بھی کروانا ہوگا۔“ اُس کے بعد کچھ دیر تک اُن قاصدوں کے ساتھ ہِزَال کے پیغام کے سلسلے میں سیماں کی اُن کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی۔ پھر وہ دونوں قاصد سیماں کے ایک چھوٹے بازار کے ساتھ آرام کرنے کے لئے چلے گئے تھے۔

دو دن بعد وہ قاصد عیسوں کی سرزمینوں سے کوہستان زاگروس کی طرف کوچ کر رہے تھے جب کہ اسی روز سیماں اور طباش نے بھی اپنے حصے کے لشکر میں سے کچھ فوجوں کو بابل کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ بابل فتح کرنے والے متھلیش اور اُس کے لشکریوں کا نگاہ رکھیں اور اُس کے ایک ہفتے بعد سیرم، سیماں اور طباش نے بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ بابل کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

ہِزَال کے قاصد جب کوہستان زاگروس میں اُس کے پاس پہنچے اور سیماں کا پیغام سنا، تب ہِزَال کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جس قدر کہ اس لشکر وہ اپنے گرد جمع کر چکا تھا، انہیں لے کر وہ کوہستان زاگروس سے نکلا اور اُس جگہ آیا جہاں بابل کے بادشاہ برنابورس نے قیام کر رکھا تھا۔ برنابورس کے پاس آکر ہِزَال نے جب اُسے سیماں کا پیغام سنایا، تب برنابورس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور وہ ہِزَال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہِزَال یوں جانو، یہ ہماری خوش بختی ہے کہ سیماں اور طباش دونوں ہماری مدد کرنے والے آدھے ہو گئے ہیں۔ اُن کے ساتھ اگر رئیس کا سالار سیرم بھی آ رہا ہے تو میرا دل جتنا ہے کہ متھلیش زیادہ دن بابل میں اُن کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا اور بابل اُسے جلی کرتا پڑے گا۔“ برنابورس جب خاموش ہوا تب سب پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے

کرم دونوں کے چہروں پر بے اطمینانی کی لہریں بھٹی تھیں۔ کیا تم دونوں کسی حادثے کی توقع رکھتے ہو؟“

اس پر سیماں نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

”سیرم! میرے بھائی، تمہارا اندازہ درست ہے، ہِزَال ایک بہت اچھا انسان ہے، وہ میرا ہم عمر ہی ہے لیکن جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ میرے اور طباش کے ساتھ وہ بھائیوں جیسا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے تم ہمارے ساتھ سلوک کرتے ہو۔ میں سمجھتا ہوں اُس نے جو قاصد ہماری طرف روانہ کیے ہیں تو وہ بغیر کسی وجہ اور علت کے نکلیں آئے۔ سیرم کے خیال میں وہ کسی مصیبت سے دوچار ہوا ہے۔“

اتنی دیر تک سیرم کے کہنے پر ہِزَال نے دونوں قاصدوں کو اُن کے سامنے لاکھڑا کیا تھا۔ سیماں اور طباش چونکہ دونوں بابل میں ہِزَال کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے عیسوں کے خلاف کام کرتے رہے تھے، اس لئے اُن کے والے دونوں قاصد سیماں اور طباش کو اُن کے چہروں سے پہچانتے تھے۔ چنانچہ اُن دو قاصدوں میں سے ایک سیماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں آپ اور طباش دونوں کو تو جانتا ہوں، آپ کے ساتھ جو تیسرے صاحب ہیں، میرے خیال میں یہ مصر کے سالار سیرم ہیں۔“

اس پر مسکراتے ہوئے جب سیرم نے اپنی گردن اثبات میں ہلائی، تب وہ قاصد بولا اور کہنے لگا۔

”میں اپنے سپہ سالار ہِزَال سے ایک برا پیغام لے کر آیا ہوں۔“ اُس کے بعد اُس قاصد نے عیسوں کے بابل پر حملہ آور ہونے، شہر کو فتح کرنے اور شہر خالی کر کے بابل کے بادشاہ برنابورس اور سپہ سالار ہِزَال کے کوہستان زاگروس کی طرف چلے جانے کی داستان تفصیل سے کہہ دی تھی۔

”میرے دونوں عزیز بھائیوں! میں بابل کے سپہ سالار ہِزَال اور اُس کے مزاج سے واقف نہیں ہوں۔ تم دونوں اس کے خوب جاننے والے ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں جو فیصلہ تم دونوں کرو گے، وہ میرے لئے آخری ہوگا۔ یہاں تک کہنے کے بعد سیرم اُکا، پھر دوبارہ سیماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہِزَال کے ان قاصدوں کو جو جواب دینا چاہتے ہو، وہ دو، پھر میں دیکھتا ہوں

اُس نے اپنی بیٹی دلوکز کی مدد کے لئے باہل ہی میں چھوڑا جب کہ لشکر بھی آپس میں تقسیم کر لیا گیا۔ لشکر کا ایک بڑا حصہ باہل کی حفاظت کے لئے دلوکز اور بڑے سالار گورد کی سرکردگی میں رکھا گیا جب کہ لشکر کے باقی حصے کے ساتھ متوشلیش اپنے بیٹے لوزمان، بیوی اسورک، چھوٹی بیٹی سریان اور اپنے سالار سنوش کے ساتھ باہل شہر سے نکل کر اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف روانہ ہوا تھا۔



سیرم، سیاست اور طباش اپنے لشکر کے ساتھ باہل کی طرف کوچ کر رہے تھے کہ باسنے کی طرف سے اُن کے وہ خبر آ گئے جنہیں انہوں نے باہل پر نگاہ رکھنے کے لئے اتار کیا تھا۔ اُن کی آمد پر سیرم، سیاست اور طباش نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ وہ خبر قیام آئے، پھر سیاست کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔

”آپ نے جس مقصد کے لئے ہمیں بھیجا تھا، اُس سلسلے میں ہم ایک اچھی خبر لے کر آئے ہیں۔ متوشلیش نے باہل شہر میں اپنی بیوی دلوکز کو وہاں کا حاکم مقرر کیا ہے۔ لشکر کا ایک حصہ اور اپنا ایک بڑا سالار گورد باہل ہی میں رکھا ہے اور باقی لشکر اور بالاروں کو لے کر وہ باہل سے نکلا ہے اور اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف روانہ ہوا ہے۔“

یہ خبر سن کر سیاست کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ پھر سیرم اور طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے خیال میں حتیوں پر ضرب لگانے کے لئے اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ اپنے انجی مجروس کی راہنمائی میں ہمیں اپنی پیش قدمی میں تیزی پیدا کرنی چاہیے اور متوشلیش پر حملہ آور ہو کر اُسے گرفتار کر لینا چاہیے تاکہ اُسے پتا چلے کہ باہل پر ضرب لگانے کے کیا نتائج نکلتے ہیں۔“

سیرم اور طباش دونوں نے سیاست کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اپنے اُن اہل راہنمائی میں وہ حرکت میں آئے اور بڑی تیزی سے اُس شاہراہ کی طرف گئے تھے جس شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے متوشلیش اپنے لشکر کے ساتھ باہل سے اپنے مرکزی شہر خوشاش کا رخ کر رہا تھا۔

راہنمائی کرنے والوں نے جب سیرم، سیاست اور طباش کو بتایا کہ اب وہ شاہراہ

ہزراں کہنے لگا۔

”قاصدوں نے مجھے بتایا ہے کہ جس روز وہ سیاست اور طباش کے ہاں سے روانہ ہوئے تھے تو سیاست نے کہا تھا کہ وہ اُن کی روانگی کے ایک ہفتے بعد باہل کی طرف کوچ کرے گا، ساتھ ہی سیاست نے اپنے کچھ خبر بھی باہل کی طرف روانہ کئے تھے۔ میرے خیال میں ایسا اُس نے متوشلیش اور اُس کے لشکریوں پر نگاہ رکھنے کے لئے کیا ہے۔ بہر حال میں اب بڑی رازداری کے ساتھ آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے باہل کی طرف کوچ کروں گا۔ میری روانگی کے بعد آپ بھی ایک دن کا وقت ڈالنے کے بعد جودست، آپ کے ساتھ ہیں، اُن حافظ دستوں کو لے کر باہل کی طرف کوچ کر جائیے گا۔“ اور میں اس رفتار سے باہل کی طرف بڑھوں گا کہ میرے ہاں پہنچنے تک سیاست، طباش اور سیرم بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ جائیں۔ اُس کے بعد جب ہم سب مل کر حتیوں پر ضرب لگائیں گے تو متوشلیش کے پاس صرف دو ہی راستے رہ جائیں گے۔ اول یہ کہ وہ ہمارے سامنے سرختم کر دے اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دے، دوم یہ کہ شکست اٹھا کر بھاگے یا اپنا سرختم کرانے کے لئے تیار ہو جائے۔“

ہزراں کی اس گفتگو نے باہل کے بادشاہ برناووش کو خوش کر دیا تھا۔ چنانچہ آئے والی شب ہزراں نے اپنے لشکر کے ساتھ برناووش کے پڑاؤ ہی میں بسر کی اور اگلے روز صبح وہ کاسیوں کے لشکر کو لے کر باہل کی طرف روانہ ہوا تھا۔

دوسری طرف سیرم، سیاست اور طباش بھی اپنے لشکر کے ساتھ باہل کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ حتیوں کے بادشاہ متوشلیش نے کیمیک اُن دنوں اپنی بیوی اسورک، بیٹے لوزمان، دونوں بیٹیوں دلوکز اور سریان کے علاوہ اپنے دو بہترین سالاروں سنوش اور گورد کے ساتھ باہل شہر میں قیام کر رکھا تھا۔ شہر کا نظم و نسق انہوں نے اپنے طور طریقوں پر چلانا شروع کر دیا تھا۔ متوشلیش نے شاید یہ خیال کیا تھا کہ اُس کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد ہزراں کہیں دور کی سرزمینوں میں چلا گیا ہے اور دوبارہ باہل شہر واپس لینے کی کوشش نہیں کرے گا، نہ ہی اُسے یہ خبر تھی کہ باہل کا سابق بادشاہ برناووش کہاں چلا گیا ہے۔ بس وہ اس پر ہی مطمئن تھا کہ اُس نے باہل فتح کر لیا ہے۔ چنانچہ ہفتوں تک باہل میں قیام کرنے کے بعد آخر اُس نے باہل کا نظم و نسق اور باہل کی حکمرانی اپنی بیٹی دلوکز کے حوالے کی اور اپنے دو بڑے سالاروں میں سے گورد کو

سیاس مسکرا دیا۔ پھر طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”طباش میرے بھائی! تم سیرم کے ساتھ ہو، اب آؤ دشمن کی طرف پیش قدمی
 کریں اور اسے بتائیں بابل کو فتح کرنے کے کیا بنیادیں خیز نتائج سامنے آتے ہیں۔“
 اس کے ساتھ ہی عتیوں اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھے تو عتیوں کے لشکر کے
 سب جاکر سیرم اور طباش دونوں نے صلاح مشورہ کرنے کے بعد بڑے ہولناک انداز
 میں پہلے نعرے بلند کئے، اُس کے بعد وہ عتیوں کے لشکر پر کالی راتوں کے دروازے پر
 ادا دی، گرجتی دھماکتی آندھیوں، مرگ کے نادیہ گلوں، شور قیامت کی گونج کی
 طغیانی مملہ آور ہوئے تھے۔ جواب میں حتی خواہشوں کے منہ زور سمندر تک کوغشی میں
 لپکتے، اچھالنے جذبوں اور دکھ، کرب اور درد کے طوفان کھڑے کرتے، بے رحم گھنے
 دھواں اب اور غلوں کی سدرخ آزمائش کی طرح سیرم اور طباش کے لشکر پر ٹوٹ پڑے
 تھے۔
 اتنی دیر تک دوسری کارروائی شروع ہوئی۔ سیاسی آدمی اور طوفان کی طرح اپنے
 دشمن کے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ عتیوں کے لشکر کے پچھلے حصے پر تھوڑا، آتشیں صدائیں
 مار رہی، بھورے لاوے کی ایسی تینوں، بے کراں صحراؤں کی ویرانوں کی رگ رگ
 میں بچھ جانے والے خوف کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔
 ان دیرانوں میں دونوں لشکر ایک دوسرے پر غاروں میں چھپتے پھیلے، آگ
 اور دھواں کے پیغام، حوصلہ شکنی کے سیلاب، ذلت اور رسوائی کی خوفناک کی طرح حملہ آور
 ہو گئے تھے۔ عتیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ پہلے ہی حملے میں وہ سیاسی
 اور طباش کو مار بیٹھا لیکن اُن کے تیرے حملے انہیں ایسا کرنے نہیں دے رہے تھے
 ۔ چار آہستہ آہستہ حتی جن کے لشکر کی گلوں کے برج جیسے حرب آزمائش اور آتشیں کوف
 کے نچاؤ عناصر خیال کئے جاتے تھے، سیرم، سیاسی اور طباش اُن کی سلامتی کے گوشوں
 کی بانی کیفیت کی طرح وارد ہونا شروع ہو گئے تھے۔
 لشکر کے اگلے حصے کو سیرم اور طباش نے خوب کاٹا تھا جب کہ عتیوں کے لشکر کے
 جہازات پر سیاسی باجبروت پاسپاؤں انقلاب آفرین مہربانوں کی طرح حملہ آور
 ہوئے، عتیوں کو قربانیت کے جذبوں، ہمدردی کے دھماکوں میں ڈبوئے لگا تھا۔
 سیرم اور طباش دونوں نے عتیوں کے لشکر کے اگلے حصے کو نقصان پہنچا رہا تھا۔

قریب ہی ہے جس شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے عتیوں کا لشکر اپنے مرکزی شہر کی طرف جا
 رہا تھا۔ چنانچہ وہاں سیرم اور طباش دونوں کو اشارہ کرتے ہوئے سیاسی نے لشکر کو رگ
 جانے کے لئے کہا تھا۔ اس پر پورا لشکر رک گیا۔ پھر اپنے دائیں بائیں آن کھڑے
 ہوئے والے سیرم اور طباش دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔
 ”میرے عزیز ساتھیو اور بھائیو! جیسا کہ ہمارے راہبر بتا چکے ہیں کہ اب وہ
 شاہراہ قریب ہے جس پر سفر کرتے ہوئے عتیوں کا لشکر جا رہا ہے۔ لہذا اُن پر حملہ آور
 ہونے کی منصوبہ بندی ہمیں یہیں طے کر لینی چاہیے۔ سیرم میرے بھائی! عتیوں پر
 سامنے کی طرف سے حملہ نہیں کیا جائے گا۔ ایسی صورت میں وہ اپنی سلامتی کی خاطر اور
 راستہ حاصل کرنے کی خاطر اپنی جانوں پر فیصلے ہوئے ہمارے نقصان کا باعث بن سکتے
 ہیں۔ لشکر دو حصوں میں رہے گا۔ سیرم اور طباش کا لشکر میری کمانداری میں، تمہارے حصے
 کا لشکر تمہارے پاس رہے گا، تم عتیوں کے لشکر کے اگلے حصے پر ضرب لگانا، انہیں اپنے
 ساتھ مصروف رکھنے کی کوشش کرنا، میں پچھلے حصے پر ضرب لگاؤں گا اور کوشش کروں گا
 کہ زیادہ سے زیادہ عتیوں کو نقصان پہنچایا جائے۔ اگر ہم اس انداز میں اُن پر ضرب
 لگانے میں کامیاب ہو گئے تو میرے بھائی! ہم ان سے بابل پر حملہ آور ہونے کا انتقام
 لے سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں حتی اپنی جائیں بچا کر بابل نہیں بلکہ اپنے مرکزی شہر کا
 زخ کریں گے، وہ بھاگ جائیں گے جب ہم پلٹ کر بابل کا زخ کریں گے۔ بابل
 میں جو حتی اپنے سالار گورو کو پھنسا کر آئے ہیں، اُس کی جو ہم حالت کریں گے، وہ زمانہ
 دیکھے گا۔ اس لئے کہ اُس وقت تک ہمارا بھائی بڑا بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ
 چکا ہوگا اور مجھے امید ہے کہ جس انداز میں عتیوں نے بابل شہر فتح کیا تھا، ایسے ہی انداز
 میں ہم بابل شہر اُن سے واپس لے کر دوبارہ جہاز اور بابل کے بادشاہ برتابورس کے
 حوالے کر دیں گے۔“

اس مرتبہ بڑے غور سے سیاسی کی طرف دیکھتے ہوئے سیرم کہنے لگا۔

”سیاس بھائی! میری ایک بات مانو جو لشکر تمہارے اور طباش کے پاس ہے، اُس
 کی کمانداری تم اکیلے کر دو گے، طباش کو میرے ساتھ کر دو، اس لئے کہ فی الحال میں ان
 قانون سے واقف نہیں ہوں۔ میری راہنمائی طباش کرتا رہے گا اور پھر طباش کو میں نے
 دیکھا، دشمن پر ضرب لگانے کا ہنر یہ مجھ سے بھی کہیں بہتر جانتا ہے۔“

حتیوں کے لشکر کے پچھلے حصے میں نہ صرف یہ کہ متوشلیش کی خوبصورت اور حسین بیٹی سریان سخر کر رہی تھی بلکہ لشکر کا خورد و نوش اور ضروریات کا جو سامان تھا، وہ بھی لشکر کے پچھلے حصے ہی میں تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد جب حتیوں نے دیکھا، ان کی شکست کے آثار نمایاں اور واضح طور پر دکھائی دینے لگے ہیں۔ تیر، متوشلیش نے پسپائی اور فرار کا حکم دیا، جس پر حتی اپنی جانیں بچاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ سیرم اور طباش نے پچھ و دو تک ان کا تعاقب کر کے ان پر مزید خوف اور وحشت طاری کی جب کہ سیرماس نے نہ صرف یہ کہ حتیوں کے لشکر کے خورد و نوش کے ذخائر پر قبضہ کر لیا بلکہ متوشلیش کی بیٹی جو انتہا درجہ کی خوبصورت اور حسین تھی، نام جس کا سریان تھا، اُسے بھی گرفتار کر لیا تھا۔ اس موقع پر سریان نے بڑی راز داری سے کام لیا، اُس نے گرفتار ہوتے وقت سیرماس پر یہ انکشاف نہیں کیا تھا کہ وہ متوشلیش کی بیٹی ہے اور اُسے گرفتار کرنے کے بعد سیرماس نے اپنے ایک سالار کی مگرانی میں دے دیا تھا تا کہ اس پر نگاہ رکھی جائے اور وہ بھاگنے نہ پائے۔ اُس کے بعد سیرم، سیرماس اور طباش تینوں اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ بابل کی طرف بڑھے تھے۔

(۶) (۷) (۸)

بابل شہر کی حتی حکمران دلوکر اور اُس کے ساتھ کام کرنے والے حتی سالار گوردو کو، شلیش اور اُس کے لشکر کی تباہی اور شکست کی خبر اس وقت ہوئی جس وقت سیرماس، م اور طباش تینوں اپنا لشکر لے کر بابل پہنچ گئے تھے اور شہر کے ایک طرف انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ دوسری طرف ہزار کو بھی اطلاع ہو گئی تھی کہ وہ تینوں اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے ہیں۔ لہذا ہزار نے بھی بابل کی طرف پیش قدمی کی۔ ان کے لشکر کے پیچھے آنے والے بابل کے بادشاہ برناوروش نے بھی اپنی رفتاری تیزی اور وہ کسی ہزار سے آن ملا تھا۔ چنانچہ ہزار اور برناوروش دونوں اُس جگہ آئے جہاں سیرماس، م اور طباش نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ سیرم، ہزار اور بابل کے بادشاہ اورش کو نہیں جانتا تھا لیکن سیرماس اور طباش دونوں جانتے تھے۔ چنانچہ تینوں نے لشکر - باہر نکل کر بابل کے سابق بادشاہ برناوروش اور اُس کے سپہ سالار ہزار کا استقبال کیا۔ ہزار اور برناوروش بڑے پُر جوش انداز میں سیرماس اور طباش سے ملے۔ سیرماس نے ان سے سیرم کا تعارف کروایا۔ پھر ہزار کے حکم پر اُس کا لشکر بھی، وہاں خیمہ زن کیا گیا تھا۔ جب کہ سب سیرم کے خیمے میں داخل ہوئے۔

اس موقع پر لشکر کا آغاز سیرماس نے کیا اور ہزار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ہزار میرے بھائی! پہلے ہم تم سے اور محترم برناوروش سے معذرت خواہ ہیں کہ تم تم کو گلوں کی مدد کے لئے نہ پہنچ سکے اور حتی بابل پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس پر بڑی طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے ہزار کہنے لگا۔

سیرماس میرے بھائی! اس سلسلے میں تم میں سے کسی کا قصور یا خطا نہیں ہے۔ حتی اپنا نیک بابل شہر پر حملہ آور ہوئے تھے۔ حملہ آور ہوتے وقت انہوں نے تم کی طرف جانے والے سارے راستے مسدود کر دیئے تھے، وہاں اپنے مسلح دستے

جب یہ برج تیار ہو گئے، تب سیاسی، سیرم، طباش اور ہزال اپنے کچھ چھوٹے ہزاروں کے ساتھ وہاں جمع ہوئے۔ اس موقع پر ہزال کی طرف دیکھتے ہوئے سیاسی لہنگا۔

”ہزال میرے بھائی! جب کہ ہم نے باہل پر چڑھائی کرنے کی اپنی تیاری مکمل کر لی ہے، تو میں یہ معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں کہ تم کس حصے سے شہر پر حملہ آور ہونا چاہتے ہو گے۔“ سیاسی کے ان الفاظ پر ہزال نے تھوڑی دیر تک مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں منصوبہ بندی میرے بھائی اس وقت تم چاہتے ہو، وہ کہو اُس کے بعد میں اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔“

اس پر سیاسی کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو میں نے جو سوچ رکھا ہے، سنو! میں چاہتا ہوں تم، سیرم اور اہل تینوں باہل شہر کے شالی جانب رہو، چھوٹے سے بھی اپنے کام کی ابتداء شالی طرف سے ہی کی تھی، لہذا ان برجوں کے ساتھ تم شمال کی طرف سے حملہ آور ہونا۔ حملہ رات کی وقت کیا جائے گا۔ تمہارے حملہ آور ہونے سے پہلے میں اپنے حصے کے لشکر کو میسٹا وال باہل شہر کے جنوب میں ایسے مقام پر چلا جاؤں گا جہاں شہر کی فیصل پر پہرہ دینے والوں کو میرا کوئی لشکر دکھائی نہ دے۔“

”دیکھو جب تم پوری طاقت اور قوت کے ساتھ شمال کی طرف سے حملہ آور ہو گے، چھوٹے سے لشکر جو گور کی کمانداری میں کام کر رہا ہوگا، وہ زیادہ سے زیادہ شمال کی طرف ہٹے گا، جب وہ ایسا کریں گے، میں باہل کی شہر پناہ کے نزدیک آؤں گا اور سب کو قتل کیے ہوئے رسوں کی سیز حصوں کے ذریعے شہر پناہ پر چڑھ جاؤں گا اور سب کو قتل کروں گا۔“

اس موقع پر سوائے سے انداز میں ہزال نے پہلے سیرم اور اُس کے بعد طباش کی طرف دیکھا۔ اس پر طباش بولا اور کہنے لگا۔

”ہزال ہمارے محترم بھائی! جو کچھ سیاسی نے کہا ہے، اس سے ہم اتفاق کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو مجھے امید ہے، وقت ضائع کے بغیر ہم باہل کو فتح کر لیں اور آنے والی فتح باہل شہر کے اندر سونج کی کرنیں چھوٹیں کوئیں ہمارے لشکر کو دیکھیں

مقرر کر دیئے تھے جن کی بناء پر باہل کے سقوط کی خبر تم تک نہ پہنچ سکی۔ بہر حال میں اپنے اور محترم برتاؤ پر شکیانہ کی طرف سے تم تینوں کا شکراز رہوں کہ آپ ہماری مدد کے لئے یہاں آئے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اب ہم باہل کو فتح کرنے میں زیادہ دن نہیں لیں گے۔“

ہزال کے ان الفاظ کے جواب میں سیاسی کہنے لگا۔

”دراصل مشعلیش نے باہل کی حکمرانی اپنی بڑی بیٹی دلوز کے حوالے کی ہے۔ جب کہ چھوٹوں کا ایک سردار گور باہل میں چھوٹوں کے لشکر کا سالار اعلیٰ ہے۔ ایسا کرنے کے بعد مشعلیش لشکر کے ایک حصے کو لے کر اپنے مرکزی شہر فتاش کی طرف روانہ ہوا تھا۔ ہمارے مخبروں نے ہمیں اُس کی روانگی کی اطلاع کر دی تھی۔ چنانچہ ہم تینوں اُن حملہ آور ہوئے۔ باہل سے فتاش کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہم نے مشعلیش کے بدترین شکست دی۔ اُس کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو کھٹ کر رکھ دیا اور مشعلیش کے پاس رسد کا جس قدر سامان تھا، اُس پر قبضہ کر لیا ہے، مشعلیش بچے بچے لشکر کو لے کر شکست اٹھا کر بھاگ گیا ہے۔ اب اس کا کائنات کے مالک اور خداوند دس نے چاہا یہی حالت ہم دلوز اور اُس کے سپ سالار گور کی بھی کریں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیاسی زکا۔ دوبارہ ہزال کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”ہزال! پہلے یہ بتاؤ، ان چھوٹوں نے باہل شہر پر کیسے قبضہ کیا؟“ اس پر ہزال نے مختصر سے الفاظ میں چھوٹوں کے باہل پر قبضہ کرنے کی تفصیل بتا دی تھی۔ اس پر سیاسی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”جس طرح وہ باہل پر حملہ آور ہوئے، اب اُسی انداز میں ہم باہل پر نزول کریں گے۔ جو طریقہ انہوں نے اپنایا تھا، اُسی ہی اپناتے ہوئے ہم باہل اُن سے واپس لے لیں گے۔ اُس کے بعد دیکھیں گے کہ کتنی کیسے اور کب دوبارہ باہل کی طرف اپنی میلی نگاہ کر دیکھنے کی جرأت اور جرات کرتے ہیں۔“

تھوڑی دیر تک سب بیٹھ کر باہل پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی کرتے رہے۔ چنانچہ وہ دن اور آنے والی شب کو آکر آیا گیا۔ اُس کے بعد ہزال کی حکمرانی میں طرح بڑے بڑے برج تعمیر ہونا شروع ہو گئے تھے جیسے برج چھوٹوں نے بنا کر باہل کو فتح کیا تھا۔

کی طرح بابل شہر کی تفصیل کے قریب آیا۔

رسوں کی جڑیہوں کے ذریعے سیاسی اور اُس کے لشکری تفصیل پر چڑھنا شروع ہوئے، اُن کی آن میں سیاسی کا تقریباً سارا لشکر تفصیل پر چڑھ گیا تھا۔ اُس کے بعد تفصیل کے جنوبی، مغربی اور شرقی حصے میں جس قدر پہرہ دینے والے تھے، اُن کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ جب ایسا ہوا تب تفصیل کے اوپر اور شہر کے اندر یہ خبریں خوف و ہراس پھیلانے لگی تھیں کہ سیتانیوں کا ایک لشکر تو شمال کی طرف سے چڑھ آیا تھا جس سے حتیٰ نزدیک زامین۔ ایک اور لشکر جنوب کی سمت سے بھی آگیا ہے اور اُس نے تفصیل کے جنوبی، شرقی اور غربی حصوں پر ایک طرح سے قبضہ کر لیا ہے، وہاں جس قدر حتیٰ محافظ تھے، اُن کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

اس خبر نے نہ صرف شہر میں حتیوں کے اندر خوف و ہراس پھیلادیا تھا جو شہر کے نظم و نسق کو درست کرنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے بلکہ جو لشکری شمالی سمت مقابلہ کر رہے تھے، وہ بھی حوصلہ ہارنے لگے تھے۔

آخر یہ بھی خبریں آئیں کہ جنوب کی طرف سے حملہ آور ہونے والے تفصیل سے نیچے اتر کر شہر کے جو محافظ تھے ہیں، اُن کا قتل عام کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ یہ صورت حال دلوکز اور گور دونوں کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ دونوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا، اس مشورے میں اپنے چھوٹے سالاروں کو بھی ساتھ لایا، اُس کے بعد جس وقت شہر کے اندر شور و غوغا، ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی، دلوکز، گور کچھ چھوٹے سالار اور کچھ بچے کچھ لشکری شہر پناہ کا غربی دروازہ کھول کر بڑی رازداری سے بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اُن کے بھاگنے کے بعد صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے شہر پر سیاسی اور ہزلاں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ سیاسی، طباش اور سیرم نے اپنے لشکر کے ساتھ بابل شہر کے نواح میں اپنی خیمہ گاہ میں قیام کر لیا تھا جب کہ ہزلاں بابل کے بادشاہ براہوش کے ساتھ مل کر پہلے کی طرح بابل کا نظم و نسق درست کرنے میں لگ گیا تھا اور متیوں کے ہاتھوں بابل کے فتح ہونے کے بعد جو نقصان ہوا یا جن لوگوں کو نقصان برداشت کرنا پڑا، اُس کی بڑی تیزی سے تلافی کی جانے لگی تھی۔

چند روز تک ایسے ہی حالات رہے اور جس روز سیاسی، طباش اور سیرم نے اپنے لشکر کو لے کر سیتانیوں کے مرکزی شہر اشکانی کی طرف روانہ ہوا تھا، اُس سے ایک

ٹی۔

طباش کے ان الفاظ پر ہزلاں متفق ہو گیا۔

چنانچہ آنے والی شب کو کام کی ابتداء کی گئی۔ جب رات گہری ہو گئی، چادروں طرف اندھیرے کی چادر نے ہر چیز کو ڈھانپ لیا، تب سیاسی لشکر کے ایک حصے کے ساتھ بابل شہر کے جنوب میں تفصیل سے اتنی دور چلا گیا کہ تفصیل پر پہرہ دینے والوں کو دکھائی نہ دے۔ اُس کے ایسا کرنے کے بعد ہزلاں، طباش اور سیرم نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ برجون کو حرکت میں لاتے ہوئے آگے بڑھے اور شہر پر انہوں نے حملے شروع کر دیئے تھے۔

یہ صورت حال حتیوں کی حکمران دلوکز اور اُس کے سالار گور کے لئے بڑی پریشان تھی۔ اس لئے کہ حملے اُس وقت شروع کئے گئے تھے جس وقت دلوکز کا باپ متوخلیش لشکر کا ایک حصہ لے کر وہاں سے جا چکا تھا اور پھر یہ انکشاف بھی دلوکز اور گور کے لئے بڑا پریشان تھا کہ راستے میں سیتانیوں کے ایک لشکر نے متوخلیش کو شکست دی اور متوخلیش شکست اٹھا کر اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا۔

اب جب شمال کی طرف سے حملوں کی ابتداء ہوئی تب حتیوں کا سالار گور زور زور سے پکارتے ہوئے شمالی سمت سے ہونے والے حملوں کو روکنے کا حکم دینے لگا تھا۔ اس موقع پر حتیوں کی حکمران دلوکز بھی تفصیل کے اوپر ایک محفوظ برج پر چڑھ آئی تھی اور اپنی موجودگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بلند کر کے لگتی گئی۔ اب صورت حال یہ پیدا ہوئی کہ سیرم، طباش اور ہزلاں تینوں کیلئے بعد دیگرے وقفے وقفے سے برجون کے ذریعے زوردار حملے کرتے اور تفصیل پر اترنے کی کوشش کرتے آخر اسی جدوجہد میں وہ اپنے کچھ لشکریوں کو تفصیل پر اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ ایسا ہونا تھا کہ تفصیل کے اوپر حتیوں کے ساتھ جنگ چمک کر جب حتیوں کو خبر ہوئی کہ حملہ آوروں کے لشکر نے ایک حصہ تفصیل پر چڑھ آیا ہے، تب مغرب، جنوب اور شرق کی سمت جو لشکری تھے، وہ اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی تیزی سے شمال کی طرف سٹے تھے۔ یہی وہ اتحاد نہایت جلدی جو اس سے پہلے ہزلاں سے سرزد ہوئی تھی جس سے فائدہ اٹھا کر حتیوں نے بابل شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب یہی غلطی حتی بھی دہراتے رہے تھے۔ چنانچہ ان کی غلطیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیاسی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان

”تمہارا اندازہ درست ہے، لشکر کل یہاں سے اپنے مرکزی شہر اشوکائی کی طرف کوچ کرے گا۔“

اس کے ساتھ ہی وہ سالار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سیاسی کے خیمے میں داخل ہوا۔ اُس وقت سیاسی اپنے خیمے میں اکیلا تھا۔ سیاسی نے اُسے اپنے قریب بٹھایا۔ تب اُس سالار نے جو گفتگو سریان کے ساتھ ہوئی تھی، وہ تفصیل کے ساتھ سیاسی سے کہہ دی تھی۔

اس پر سیاسی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

”کیا تم نے اُس لڑکی کی حفاظت کا انتظام خوب کر رکھا ہے۔“ اس پر وہ سالار کہنے لگا۔

”اُس کے خیمے کے گرد ہمہ وقت پہرہ رہتا ہے۔ امیر آپ مطمئن رہیں، وہ بھاگ نہیں سکتی۔“

جواب میں سیاسی مسکرایا اور کہنے لگا۔

”اچھا تم جاؤ، میں اُس لڑکی سے مل لوں گا اور دیکھ لوں گا کہ وہ کیا کہتی ہے۔“ اس پر وہ سالار سیاسی کے خیمے سے نکل گیا۔ سیاسی کچھ دیر تک اپنے خیمے میں بیٹھ کر گہری سوچوں میں کھویا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور اُس خیمے کی طرف بڑھا جس میں تھوڑی سی شہزادی سریان کو رکھا گیا تھا۔

سیاس جب اُس خیمے میں داخل ہوا تو اُسے دیکھتے ہی سریان اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہاتھ کے اشارے سے سیاسی نے اُسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس پر سریان ہچکچاتے ہوئے بیٹھ گئی تھی۔ اب تک وہ کھانا کھا چکی تھی اور خالی برتن اٹھا کر اُس نے ایک طرف رکھ دیئے تھے۔ سیاسی اُس سے ذرا فاصلہ رکھ کر درہ ہو بیٹھا۔ پھر اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرا وہ چھوٹا سالار جسے میں نے تم پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کر رکھا ہے جو تمہاری ساری ضرورتوں کا خیال رکھتا ہے، اُس کا کہنا ہے کہ تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔“

اس پر سریان نے لمحہ بھر کے لئے غور سے سیاسی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”آپ کا اندازہ درست ہے، میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ کب تک

روز پہلے جس چھوٹے سالار کی نگہداشت میں تھیں اُس کی شہزادی سریان کو رکھا گیا تھا۔ وہ سالار جب سریان کا کھانا لے کر آگیا اور کھانا جب اُس نے اُس کے خیمے میں رکھا، تب سریان نے اُسے مخاطب کیا۔

”دیکھ بھائی! میں تیری بڑی شکرگزار ہوں کہ تو میری اتنی دیکھ بھال اور خدمت کر رہا ہے، میں عجیب سی حالت میں ہوں۔ دن رات میرے خیمے کے گرد پہرہ رہتا ہے، نہ کسی سے بات کر سکتی ہوں، نہ مل سکتی ہوں۔ بھائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تمہارے جس سالار نے مجھے گرفتار کیا تھا، تم مجھے اُس کے سامنے پیش کرو۔ میں اُس سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

اس پر وہ چھوٹا سالار سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تمہارا کہنا درست ہے۔ تمہیں کھانا دینے کے بعد میں واپس اپنے امیر کی طرف جاتا ہوں اور تمہارا یہ پیغام اُن تک پہنچاتا ہوں۔ اُس کے بعد جو فیصلہ وہ کرتے ہیں، اُس سے میں تمہیں آگاہ کر دوں گا۔“

اُس سالار کے اس جواب پر سریان کو کسی حد تک خوشی ہوئی تھی۔ پھر اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”تمہارے جس سالار نے مجھے گرفتار کیا تھا، اُس کا نام کیا ہے؟“

”اُس کا نام سیاسی ہے۔“ غور سے سریان کی طرف دیکھتے ہوئے اُس نے کہا تھا۔

سیریان نے دوسرا سوال پوچھا۔

”وہ کون ہے اور لشکر میں اُس کی کیا حیثیت ہے؟“

اس پر چھوٹا سالار پھر ہلکا ہلکا اور کہنے لگا۔

”وہ سیاستوں کے لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ ہے۔“ سالار کے اس جواب پر کچھ دیر

تک سریان سوچوں میں کھوئی رہی۔ پھر کہنے لگی۔

”بھائی! اُس سالار سے میرے متعلق بات کرنا، میں ہر صورت میں آج اس موضوع پر اُس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ اس لئے کہ میں نے سنا ہے تمہارا لشکر کل

یہاں سے کوچ کرے گا۔“

اس پر وہ سالار مسکرایا، کہنے لگا۔

ہم تمہارے جسم، تمہاری جان، تمہاری عزت و آبرو سب کی حفاظت کریں گے۔“
سیاس کے ان الفاظ سے سریان کو کچھ حوصلہ ہوا تھا کہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور یہ کہ اُس کی عزت بھی محفوظ رہے گی۔ چنانچہ اپنے سکون کی خاطر اُس نے پھر سیاسی مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

”اگر دو سال مجھے اشوکانی شہر میں قیدی کی حیثیت سے گزار دیں تو پھر میرا قیام کہاں ہوگا۔ جہاں میرا قیام ہوگا، وہ مجھ سے قیدیوں کی سی مشقت نہ لیں گے۔ اگر ایسا کریں گے تو کیا یہ میرے ساتھ زیادتی نہ ہوگی۔“

سریان کے ان سارے سوالوں کے جواب میں سیاسی بڑی نرمی سے اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ایسا کچھ نہیں ہوگا خاتون! تمہیں کسی زندان میں نہیں ڈالا جائے گا۔ میری حویلی میں رکھا جائے گا۔“

”آپ کی حویلی میں؟“ حیرت سے سیاسی کی طرف دیکھتے ہوئے سریان نے پوچھ لیا تھا۔

”ہاں، میری حویلی میں، وہاں تم محفوظ بلکہ عزت اور احترام کے ساتھ اپنا وقت گزار سکو گی۔“

”وہاں مجھے کتنے لوگوں کے ساتھ رہنا ہوگا اور کتنے لوگوں کی خدمت کرنا ہوگی، اس لئے کہ میں جنگی قیدی اور اسیر ہوں اور اسیر ایک طرح سے غلام لوٹری کے برابر ہی ہوتا ہے۔“

اس پر سیاسی پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

”تمہاری حیثیت نہ لوٹری، نہ ہی اسیر اور قیدی کی سی ہوگی۔ جہاں تک تمہارے اس سوال کا تعلق ہے کہ میری حویلی میں تمہیں کتنے لوگوں کی خدمت کرنا ہوگی تو اُس

نے لئے میں تم پر وضاحت کر دوں کہ ہم گھر کے دو ہی افراد ہیں، ایک میں اور دوسری میری ماں۔ میری ماں کا نام طہمہ ہے۔ تمہیں اُس کے پاس رہنا ہوگا۔ دو سال پورے

رہنے کے بعد تم جہاں کوگی، میں تمہیں چھوڑ کر آؤں گا گھر میں ایک اور فرد بھی ہے۔

ان کا نام برزہ ہے۔ پہلے وہ ہماری خادمہ تھی، اب وہ میری ماں جیسی ہے۔“

سیاس کے خاموش ہونے پر سریان غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

یہاں مجھے اپنے فکرمیں ایک قیدی اور اسیر کی حیثیت سے رکھنا چاہیں گے۔ کیا میری رہائی کا کوئی معاملہ ہو سکتا ہے؟“ سریان نے اب تک کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ حویلی کی شہزادی ہے۔ بہر حال، یہی ظاہر کرتی رہی کہ وہ فکرمیں شامل ایک عام لڑکی ہے۔ وہ ایسا کر کے شاید اپنے لئے زیادہ مسائل کھڑے نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اُس کی گفتگو سن کر سیاسی کچھ دیر سوچتا رہا، پھر کہنے لگا۔

”دیکھو تمہیں ہمیشہ کے لئے ہم غلام بنا کر نہیں رکھیں گے، تم نے اپنے علاقوں کی طرف جانا ہے لیکن ایک اسیر اور قیدی کی حیثیت سے تمہیں اپنی سزا سے ضرور گزرنا ہے۔“

سیاس کے ان الفاظ نے سریان کو پریشان کر دیا تھا۔ کہنے لگی۔
”کیسی سزا؟“

اس پر سیاسی ہنسی دے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اس سلسلے میں تمہیں دو سال ہمارے مرکزی شہر اشوکانی میں رہنا ہوگا۔ اُس کے بعد تمہاری رہائی کا سامان کیا جاسکتا ہے۔ ایسا عموماً ہمارے ہاں جنگی قیدیوں کے لئے کیا جاتا ہے، قید ہونے والے خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کے ساتھ ہم یہی طریقہ اپناتے ہیں۔ سیاسی کی اس گفتگو کو سریان نے غور سے سنا تھا اور ایک طرح سے وہ گھبراہٹ اور فکر مند کی شکل ہوئی تھی۔ آخر اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگی۔

”اگر مجھے دو سال ایک قیدی اور اسیر کی حیثیت سے رہنا ہے تو کیا مجھے اشوکانی شہر کے زندان میں ڈال دیا جائے گا۔ اگر ایسا ہوگا تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ مجھ جیسی بے بس لڑکی کے ساتھ بڑی زیادتی ہوگی۔ اس لئے کہ میں نہ تو لوگوں کو نقصان پہنچا سکتی ہوں اور نہ ہی میری وجہ سے حویلی کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔“

سریان جب خاموش ہوئی تو اُس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔
”مطمئن رہو، تمہیں زندان میں نہیں ڈالا جائے گا، تمہیں بڑی عزت اور بڑے

احترام کے ساتھ رکھا جائے گا۔ ایسی جگہ رکھا جائے گا جہاں عزت تمہاری آبرو کی بھی حفاظت کی جائے گی۔ ایک بات خاتون نگاہ نہ رکھنا، ہمارے ہاں کسی نے اگر تم پر غلط

نگاہ ڈالنے کی کوشش کی، تمہیں جسمانی نقصان پہنچانا چاہا، تمہیں تمہاری عزت، تمہارے ناموس سے محروم کرنا چاہا تو ایسا شخص اپنی جان سے ہاتھ جوڑے گا، زہر نہیں رہے گا۔

”محترم برنابورش اور ہڑال شہر سے نکل کر آپ کے خیمے میں آئے ہیں۔ کسی اہم سبب پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ سیرم اور طباش بھی وہاں پہنچ چکے ہیں۔ لہذا میں نے مجھے آپ کو بلانے کے لئے بھیجا ہے۔“

اس پر فیصلہ کن انداز میں سریان کی طرف دیکھتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔
 ”خاتون مطمئن رہ، تیری حیثیت ہمارے مرکزی شہر اشوکانی میں نہ خاندان لونڈی میں ہوگی اور نہ ہی اسیر اور قیدی کی سی۔ نہ ہی تم پر جبر کیا جائے گا اور نہ ہی تم پر ظلم ہوگا۔ تمہاری جان تمہارے جسم کی حفاظت کے ساتھ ساتھ، تمہاری عزت اور آبرو کی حفاظت کا بہترین اہتمام ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی سیاسی سریان کے خیمے سے نکل گیا۔“



گئی۔
 ”آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دو سال مجھے آپ کی ماں کی خدمت کرنا ہوگی۔“

”کوئی خدمت نہیں کرنا ہوگی۔“ سیاسی نے بڑی نرمی سے اُسے جواب دیتے ہوئے کہا تھا۔

”میری ماں تم سے کوئی خدمت نہیں لے گی۔ دیکھو جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہم گھر کے دو افراد ہیں، ایک میں اور میری ماں، ایک ہماری پرانی ملازمہ ہے، نام اُس کا برزہ ہے۔ گھر کے سارے کام وہی کرتی ہے، گو وہ ملازمہ ہے لیکن میری ماں اُسے بھی ملازمہ خیال نہیں کرتی۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ میری ماں اپنے اور اُس کے لئے کھانا تیار کر دیتی ہے۔ برزہ کو آرام کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ چنانچہ تمہیں بھی اُن کے ساتھ رہنا ہوگا۔ مجھے امید ہے، وہ دونوں تم سے کوئی کام نہیں لیں گی۔ جہاں تک برزہ کا تعلق ہے، تو اُس بیماری کے ماں باپ حویوں کے حملہ آور ہونے کے باعث چند سال پہلے مارے گئے تھے، وہ اب تک بے آسرا خاتون ہے۔ عمر اُس کی ذہل چکی ہے لیکن بہت مہربان ہے اور وہ تمہارا بڑا خیال رکھے گی۔“

”میرا بڑا خیال رکھے گی یا مجھے موت کے گھاٹ اتار دے گی۔“ سریان نے غور سے سیاسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ ”اس لئے کہ اگر اُس کے اہل خانہ کو حویوں نے قتل کیا تھا، میرا تعلق بھی حویوں سے ہے اور جب برزہ نام کی اُس خاتون کو یہ پتا چلے گا کہ میں قید ہونے والی ایک حتی لڑکی ہوں تو وہ میرا سرن سے جدا کر دے گی۔“

اس پر سیاسی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”کچھ بھی نہیں ہوگا، یہ تمہارا وہم ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری ماں ہی نہیں برزہ بھی تمہارا بہترین خیال رکھے گی۔ اُس گھر میں رہتے ہوئے اگر تم کوئی کام نہ کرنا چاہو تو تم پر کوئی جبر نہیں ہوگا۔ ہاں اگر تم اپنی مرضی اور اپنی خوشی سے میری ماں اور برزہ کا کوئی کام کر دو تو یہ تمہاری صوابدید پر منحصر ہے۔ جبر تم پر کوئی نہیں کرے گا۔ یہ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں۔“

سیاسی اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لئے کہ اُسی لئے خیمے کے دروازے پر ایک مسلح جوان نمودار ہوا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

نے کی ضرورت نہیں ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیماس جب رکاب کچھ سوچتے ہوئے بابل کا بادشاہ
برناپورش پھر بول اٹھا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں نے آپ سب کو اس لئے یہاں جمع کیا ہے کہ حضیوں
متعلق گفتگو کی جائے۔ میں حضیوں کی فطرت سے بڑی اچھی طرح واقف ہوں۔ سیرم
انہیں نہیں جانتا، ہزال، سیماس اور طباش اُن سے خوب واقف ہیں۔ تم تینوں نے جو
بابل سے خستہ شاش کی طرف جانے والی شاہراہ پر حضیوں کے لشکر کو شکست دی ہے تو میں
اپنے تجربے کی بناء پر تم لوگوں سے کہوں کہ اس شکست کے بعد جتنی خاموشی نہیں بیٹھیں
تو ہمارے خلاف انھیں سے اور ہم سے بڑا خوفناک انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔
”اس پر مستزاد یہ کہ خوشنیش کے پیچھے پیچھے جب اُس کی بیٹی دلوکز اور سپہ سالار
اور بھی اپنے شکست خوردہ لشکر کو لے کر اپنے مرکزی شہر خستہ شاش میں داخل ہوں گے
میں سمجھتا ہوں حضیوں کے انتقام لینے کی حس پہلے کی نسبت ڈگنی ہو جائے گی۔ ہزال،
ماس اور طباش اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس وقت حضیوں کی طاقت اور قوت اپنے
دشمن پر ہے اور وہ اپنی اسی قوت کے نشہ میں ہی اپنے ہمسایوں سے ٹکراتے پھرتے
ہیں۔ تم یہ چاہتے تھے کہ پہلے سینیاتی سلطنت کو اپنے سامنے زیر کریں۔ اُس کے بعد
اس کی حدود کا رخ کریں، چونکہ بابل کی سلطنت سینیاتیوں کے درمیان دفاعی معاہدہ
پر اور دونوں قوتیں دشمن کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں، اس بناء پر حضیوں
نے اپنی جنگی منصوبہ بندی کو تبدیل کیا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ پہلے بابل کو سرنگوں کیا
جائے۔ اُس کے بعد سینیاتیوں پر ضرب لگا کر انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا جائے اور
پھر اس کا رخ کیا جائے اور بحر خرونگ یعنی ساحری علاقہ جس میں صحرائے سینا شامل
ہوتی سلطنت میں شامل کر لیا جائے۔ میں تمہیں کابھی شکر گزار ہوں کہ اُس نے
اپنی سرکردگی میں ان کے لشکر ہماری مدد کے لئے بھیج دیا لیکن ساتھ ہی میں تم لوگوں کو
علامہ کرتا ہوں کہ بہت جلد یہ جتنی ہمارے لئے کوئی نیا محاذ جنگ کھولے گی کوشش کریں
تو ہو سکتا ہے، اس بارہ ایک نہیں کی محاذ کھولیں گے۔ جہاں تک بابل کا تعلق ہے تو
میں ضرورت میں ایک بار پھر فتح کرنے کی کوشش کریں گے، اس لئے کہ دلوکز کو جو
نہ شکست دے کر اُس کے سالار کو دور کے ساتھ نکالا ہے تو اسے جتنی اپنی بڑی ب

سیماس جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اُس کے خیمے میں بابل کا بادشاہ
برناپورش، اُس کا سپہ سالار ہزال، سیرم، طباش اور کچھ دوسرے سالار بیٹھے ہوئے تھے۔
سیماس جب خیمے میں داخل ہوا تو ہاتھ کے اشارے سے بابل کے بادشاہ برناپورش نے
اُسے آگے بڑھ کر اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس پر سیماس برناپورش اور ہزال
دونوں کے درمیان ہو بیٹھا تھا۔ کچھ دیر تک خیمے میں خاموشی رہی۔ پھر گفتگو کا آغاز
برناپورش نے کیا اور سیماس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیماس! اس سے پہلے میں سیرم اور طباش دونوں کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ بیچے!
تم تینوں کی حیثیت میرے ہاں بیٹوں کی سی ہے، ایسی ہی جیسے میں ہزال کو اپنا بیٹا سمجھتا
ہوں۔ جس طرح حتی ہم پر حملہ آور ہوئے اور مجھے اور ہزال دونوں کو انہوں نے بے بس
کر کے کوہستان زاگروس کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع
پر اگر تم تینوں حرکت میں نہ آتے تو میں اور ہزال اپنی طاقت اور قوت کے بل بوتے پر
حضیوں سے دوبارہ بابل شہر حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوتے۔ اس کے لئے میں ایک
بار پھر تم تینوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔“

یہاں تک کہتے کہتے برناپورش کو زک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اُس کی طرف دیکھتے
ہوئے بڑی انکساری میں سیماس بول اٹھا۔

”آپ کو نہ ہمارا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت ہے، نہ ہی آپ کو اس سلسلے میں
احسان مند ہونا چاہیے۔ جہاں تک ہزال کا تعلق ہے، تو اس سے پہلے بھی اُس کی حیثیت
میرے اور طباش کے ساتھ بھائی کی سی تھی، آئندہ بھی ایسی ہی رہے گی اور اب تو اس
بھائی چارے میں سیرم بھی شامل ہو چکا ہے۔ حضیوں کے خلاف بابل شہر حاصل کرنے
میں آپ لوگوں کی مدد کرنا ہمارے فرائض میں شامل تھا۔ اس بناء پر کسی کو کسی کا شکر یہ ادا

کہنے لگا۔

”تختم برتابورش! ہم نے یہ کوشش کرنی ہے کہ آنے والے دور میں حتیٰ نہ باہل پر
ہاں نہیں اور نہ سیتانیوں کے علاقوں کو میلی لگا دے دیکھ سکیں۔ اس کے لئے ہمیں کچھ
ہاں تہا میر بھی کرنا ہوں گی۔ آپ ہڑال کے ساتھ مل کر اپنے کچھ خبر مقرر کیجئے گا، ایسا
ہاں اور طباش بھی کریں گے اور یہ خبر آپس میں رابطہ اور تعلق رکھیں گے۔ اس کے علاوہ
ہاں ہی کچھ خبروں کو جو کما کرنے میں بڑے تیز ہیں اور ہماری سلطنت کے اندر اُن
ہاں بڑی قابل اعتماد اور قابل اعتبار ہے، انہیں حلیوں کے علاقوں کی طرف
ہاں گی۔ حتیٰ اگر باہل کے لئے یا سیتانیوں کے علاقوں کے لئے نقل و حرکت کرتے
ہاں خبر ہمیں اطلاع دیں گے۔ اس طرح اُن خبروں کی فراہم کردہ اطلاع اُن خبروں
ہاں ہمارے مرکزی شہر اشوکانی کے علاوہ باہل بھی پہنچ جائے گی جو خبر آپس میں
ہاں تعلق رکھیں گے اور جن کا تعلق باہل اور اشوکانی سے ہوگا۔

”اس موقع پر میں آپ لوگوں سے یہ بھی کہوں گا کہ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو باہل
ہاں کی خبر پیل پل کی خبریں باہل اور اشوکانی تک پہنچائیں گے۔ اس طرح ہم
ہاں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور مستعد ہو جائیں گے۔

”اب اس کے بعد ایک تیرا پہلو بھی اٹھ کھڑا ہوگا اور وہ پہلو سیرم سے تعلق رکھتا
ہاں خبر اطلاع کریں گے کہ حتیٰ باہل پر ہمارے مرکزی شہر اشوکانی پر ضرب لگانے
ہاں دوں رکھتے ہیں یا ان دونوں علاقوں میں سے کسی کی بھی طرف پیش قدمی کرنے کی
ہاں بند کر چکے ہیں، تب سیرم اپنے تیز رفتار قاصدوں کو اپنے مرکزی شہر ممفس میں
ہاں کی طرف روانہ کر دے گا، اس کے بعد یہ خبریں سن کر عیس کیے روجل کا اظہار
ہاں اس کی عکاسی مجھ سے بہتر سیرم کر سکتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیماس جب خاموش ہوا، تب چھاتی تانتے ہوئے سیرم
ہاں۔

”میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب میری طرف سے روانہ کئے ہوئے
ہاں سے جا کر یہ کہیں گے کہ حتیٰ سیتانیوں یا باہل پر لشکر کشی کے ارادے
ہاں ہیں یا وہ یلغار کرنے کے درپے ہیں تو رعمیس عین سے نہیں دیکھنے گا۔ میں پھر
ہاں ہوں کہ جب یہ خبر ممفس شہر میں رعمیس کے پاس پہنچے گی تو رعمیس اسی

عزتی اور بڑی رسوائی خیال کریں گے۔ لہذا جتنی بھی قوت صرف کرتا پڑی، وہ قوت
صرف کرتے ہوئے حتیٰ ایک بار پھر باہل پر اپنی گرفت کرنے کی کوشش کریں گے۔“
”مٹی چونکہ یہ بھی سمجھ گئے ہیں کہ اگر وہ باہل پر حملہ کرتے ہیں تو پھر سیتانی
سلطنت کا لشکر بھی حرکت میں آئے گا۔ مٹی، سیماس اور طباش کی جنگی ہنرمندی سے
خوب واقف ہیں اور اب انہیں یہ بھی پتا چل چکا ہے کہ رعمیس کا ایک لشکر بھی اُس کے
سالار سیرم کی کمانداری میں یہاں پہنچ چکا ہے۔ اس لئے وہ ایک نہیں دو محاذ کھولیں گے۔
”ایک لشکر وہ باہل کی طرف روانہ کریں گے تاکہ پہلے کی طرح وہ پھر باہل پر
قبضہ کر لیں۔ مجھے اور ہڑال کو وہاں سے چلنا کریں۔ دوسرا لشکر وہ سیتانیوں کی طرف
روانہ کریں گے تاکہ سیتانیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھتے
ہوئے پہلے باہل پر قبضہ کر لیں اور جب باہل پر اُن کی گرفت ہو جائے تو پھر باہل کی
طرف جانے والی قوت کو بھی سیتانیوں کی طرف منتقل کرتے ہوئے سیتانیوں کے
علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا جائے تاکہ آنے والے دور میں یہ دونوں قوتیں حلیوں کے خلاف
سر نہ اٹھاسکیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد برتابورش زکا۔ کچھ سوچا، پھر سب کی طرف دیکھتے ہوئے
کہنے لگا۔

”میں نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ چکا۔ اب میرے بچو! تم تباؤ، حلیوں کی مستقبل کی
پورش اور اُن کے سطوں سے بچنے کے لئے ہمیں کیا تہا میر کرنی چاہئیں؟“

اس موقع پر سیماس نے بڑے غور سے سیرم کی طرف دیکھا جب کہ ہڑال اور
طباش دونوں سیماس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جواب میں سیرم مسکراتے ہوئے کہہ رہا
تھا۔

”سیماس ان علاقوں میں تم ہی ہمارے راہنما، راہبر اور بڑے سالار ہو۔ سیماس
تم جانتے ہو میں ابھی ان سارے علاقوں سے اچھی طرح واقف نہیں اور میں تمہاری اور
طباش کی راہنمائی کے بغیر حلیوں کے خلاف کوئی بڑی کارروائی نہیں کر سکتا۔ ہاں حلیوں کا
لشکر کہیں پڑاؤ کئے ہوئے ہو اور اُس پر ضرب لگانی ہو تو پھر آپ لوگ مجھے سب سے
آگے رکھ سکتے ہیں اور پھر دیکھیں گے کہ میں اُن پر کیسے ضرب لگاتا ہوں۔“ سیرم جب
خاموش ہوا تب کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد سیماس بول اٹھا اور برتابورش کی طرف

”تمہیں یہ فیصلہ کر لینا چاہیے تھا کہ موٹھلیش کو کھٹک دیتے ہوئے جو سامان ہمیں ملا۔ اس کے مالک ہزال اور بنا پورش ہیں اور ہجرتم دیکھتے، میں اور طباش تمہارے اس معاملے کے خلاف ایک حرف نہ بولتے۔“

سیرم کے ان الفاظ کے جواب میں سیماس نے اُس کا شکر یہ ادا کیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ وہ سامان سارے کا سارا برنا پورش اور ہزال کے حوالے کیا جائے گا۔

اس موقع پر پہلی بار ہزال بولا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جیسا کہ برنا پورش نے اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا، یہ معاملہ تو بالکل طے ہے اپنی باہل سے ہر صورت میں انتقام لینے کی کوشش کریں گے، اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گا کہ وہ یہ بھی کوشش کر سکتے ہیں کہ پہلے ایک لشکر یہ تانوں کی سرحدوں کی طرف روانہ کریں تاکہ آپ لوگوں کو مصروف جنگ رکھتے ہوئے ایک لشکر باہل کی طرف روانہ نہ کریں تاکہ آپ لوگوں کو خبر ہی نہ ہو کہ جن جن کے کسی لشکر نے باہل کو بھی ہدف بنایا۔“

”ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ اس لئے کہ ان حالات میں تو ہمارے ہجرتم مل رہا تھا کام نہیں کر سکیں گے۔ حتیٰ ان کی تاکہ بندی کر سکتے ہیں یا انہیں گرفتار کر کے ان اطلاعات کے سارے تعلق اور رابطوں کو منقطع کر سکتے ہیں۔“

ہزال جو کہنا چاہتا تھا کہ چپکا، تب سیماس اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہزال میرے عزیز بھائی! جو کچھ تم کہہ چکے ہو، یہ ایک حقیقت ہے اور حتیٰ یقیناً اس کی لڑیں گے لیکن ایک بات اپنے ذہن میں بٹھا کر رکھنا، جس وقت جن جن نے سرحدوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تو ہم از خود کچھ جانیں گے کہ حتیٰ بیک وقت اس کو اور تم لوگوں کو اپنا ہدف بنا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارے مرکزی شہر ایک اور لشکر طباش کی کمانداری میں آجائے گا اور طباش سیرم کے ساتھ مل کر سیتانی طاقت پر جن جن کی راہ روکتا رہے گا۔ اس وقت ہمارا جو لشکر میری اور طباش کی راہ میں کام کر رہا ہے، خداوند قدوس نے چاہا تو اُس لشکر کو لے کر میں تم لوگوں کی مدد کے لئے پہنچوں گا اور پھر میں دیکھوں گا کہ حتیٰ دوبارہ باہل پر کیسے قبضہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہزال میرے بھائی! بالکل مطمئن رہنا، اگر جن جن نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو جن جن کو جو لشکر باہل کی طرف جائے گا، ان میں سے کوئی بھی تمہاری بچ

وقت ایک لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے گا۔ آندھی اور طوفان کی طرح ان جن جن سے ٹکرانے کے لئے شمال کا رخ کرے گا۔ جہاں تک ہماری عسکری طاقت کا تعلق ہے تو اُس میں سے ایک چھوٹا سا لشکر لے کر آپ لوگوں کی مدد کے لئے آیا ہوں اور آتے والے دور میں اگر جن جن نے زیادہ پر پزے پھیلائے کی کوشش کی تو میں آپ کو یہ بھی یقین دلاؤں گا کہ کریمیں ایسا بڑا لشکر لے کر جن جن کے مقابل آئے گا جس کی حتیٰ اُمید تک نہیں کر سکتے۔“

سیرم کے خاموش ہونے پر سیماس نے سیرم کی طرف دیکھا اور اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیرم میرے بھائی! اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں ایک فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ میرا بھائی طباش اس سے اتفاق کرے گا۔“

طباش غور سے سیماس کی طرف دیکھتے لگا تھا جب کہ سیرم سوالیہ سے انداز میں سیماس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے بھائی! کیا فیصلہ؟“

اس پر سیماس بولا اور کہنے لگا۔

”یہ جو ہم نے موٹھلیش کے لشکر پر حملہ کیا تھا اور اُسے کھٹک دی تھی، اُس کی شکست کے دوران اُس کی ضروریات اور خورد و نوش کا سارا سامان ہمارے قبضے میں آ گیا تھا۔ وہ سارا سامان اس وقت ہمارے پاس محفوظ ہے۔ میں چاہتا ہوں، وہ سارا سامان محترم برنا پورش اور ہزال کے حوالے کر دیا جائے، اس لئے کہ باہل پر حملہ آور ہو کر جن جن نے جو نقصان پہنچایا ہے، اس سامان کی صورت میں نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔ برنا پورش اور ہزال دونوں مل کر پھر باہل کی پہلی قوت کو بحال کر لیں گے۔“

سیماس کے ان الفاظ پر برنا پورش اور ہزال بڑی اپنائیت سے اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سب سے پہلے طباش نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور کہنے لگا۔

”میں تو دست بردار ہوتا ہوں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ اس کی اس حرکت پر سب کھٹکھٹا کر ہنس دیئے۔ پھر سیرم کہنے لگا۔

”سیماس میرے بھائی! تم بہت بڑی زیادتی کر رہے ہو، اس سلسلے میں نہ جن جن سے مجھ سے مشورہ لینے کی ضرورت تھی، نہ طباش سے کچھ جاننے کی وقت کرنی چاہیے تھی۔“

کر واپس اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف نہیں جاسکے گا۔“
سیاس کے خاموش ہونے پر بڑی طمانیت اور بڑی آسودگی میں برٹاپورش ا۔
خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے لگا۔

”میں سمجھتا ہوں جن عوامل اور جن خطرات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہاں
ہوئے تھے، اُن کا سہا ب کرنے کے لئے بہت کچھ کر لیا ہے۔ آج شام کا کھانا پور
کے پورے لشکر کا بائل کا طرف سے ہوگا۔ یہ بائل دوبارہ لینے کی خوشی میں ہے۔“
کے ساتھ ہی آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد برٹاپورش اور ہڑال دونوں اٹھ
بائل شہر کی طرف چلے گئے تھے۔ اُس روز شام کا کھانا برٹاپورش اور ہڑال کی طرف
تھا اور پورے لشکر کی تواضع اور دعوت شاندار انداز میں کی گئی تھی۔ اُس سے اگلے
سیاس، طباش اور سیم اپنے لشکر کو لے کر بائل سے سینتائیوں کے مرکزی شہر اشوکانی
طرف کوچ کر گئے تھے۔“



اشوکانی شہر میں سیاس ایک روز حسین اور خوب صورت سریان کے ساتھ ایک
ہیلی کے دروازے پر رکا۔ دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر چکے تھے اور گھوڑوں کی باگیں
انہوں نے پکڑ رکھی تھیں۔ سیاس نے آگے بڑھ کر جب حویلی کے دروازے پر دستک
دی تو پہلی دستک پر کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ اس موقع پر سریان جو سیاس کے قریب ہی
ٹھہری تھی، سیاس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں یا یہ حویلی کسی اور کی
ہے۔ آپ نے دستک دی ہے، دروازہ کوئی کھولتا ہی نہیں ہے۔“

سریان کے ان الفاظ پر سیاس مسکرا دیا اور کہنے لگا۔
”کھل جائے گا، تم پریشان اور فکر مند نہ ہو۔ اس لمحہ حویلی کا دروازہ کھل گیا۔
دروازہ کھولنے والی دھلی ہوئی عمر کی ایک ناتواں خاتون تھی اور وہ خاتون سیاس
یان کے ساتھ دیکھتے ہوئے کسی قدر تعجب اور حیرت کا اظہار کر رہی تھی۔ اُس کے اس
انداز پر سیاس مسکرا رہا تھا جب کہ سریان کسی قدر پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ دروازہ
محل کردہ خاتون پیچھے ہٹ گئی۔ اس موقع پر سریان کی طرف دیکھتے ہوئے سیاس
کہنے لگا۔

”یہ خاتون جس نے دروازہ کھولا ہے، برزہ ہے جس کا میں نے تم سے ذکر کیا
تھا۔“

اسی دوران برزہ نام کی وہ خاتون آگے بڑھی، سریان کو اُس نے اپنے ساتھ لپٹ
ا اُس کی پیشانی چومی، کہنے لگی۔

”بھئی، میں نہیں جانتی تو کون ہے، کہاں سے آئی ہے، تیرا نام کیا ہے۔ پر اس
لی میں داخل ہوتے وقت میں تم سے یہ کہوں گی کہ تیری حیثیت ہماری بیٹی کی سی

دیکھو یہ لڑکی حتیٰ ضرور ہے لیکن یہ نہ ہی ہماری بچرم ہے نہ ہمارے لئے نقصان کا باعث ہے۔ اس لئے... یہاں تک کہتے کہتے سیاسی کوڑک جانا پڑا۔ اس لئے بڑی شفقت اور پیار میں برزہ سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”مجھے اس لڑکی سے کیا شکوہ، کیا گلہ ہو سکتا ہے۔ سب حتیٰ ایک جیسے تو نہیں ہیں۔ یہ اگر ہمارے ہاں دو سال رہے گی تو یہاں میری بیٹی کی حیثیت سے ہوگی۔“

برزہ کے ان الفاظ پر سریان کے چہرے پر بھی ہلکا سا شہم نمودار ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ سیاسی کی ماں طامہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں عتیوں کے ایک سالار کی بیٹی ہوں۔ لشکر میں شامل ہوتی تھی۔ میرا باپ جنگ کے دوران مارا گیا اور میں گرفتار ہو گئی۔“

یہ بات بنا کر سریان نے اپنا آپ چھپانے کی کوشش کی تھی۔ اُس نے یہ انکشاف نہیں کیا تھا کہ وہ عتیوں کے بادشاہ متوش کی بیٹی ہے۔

سریان جب خاموش ہوئی تب اُس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی شفقت سے طامہ کہنے لگی۔

”میری بچی! تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ برزہ پہلے ہی کہہ چکی ہے کہ تمہاری حیثیت اس حویلی میں ایک بیٹی کی سی ہوگی۔ تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھا جائے گا۔ یہاں تمہیں کوئی تکلیف، کوئی ٹھک نہیں ہوگا۔ ایک بات اور یاد رکھنا میری بیٹی! اگر سیاسی کی طرف سے تمہیں کوئی شایستگی یا شکوہ ہو تو مجھے بتانا، میں تیرے سامنے اس سے ایسی باز پرس کروں گی کہ کانوں کو ہاتھ لگائے گا۔“

طامہ کے ان الفاظ پر سریان کھل کر مسکرا دی تھی، کہنے لگی۔

”اماں، آپ اور برزہ کی گفتگو نے مجھے مطمئن اور خوش کر دیا ہے۔ جس وقت میں دلی میں محترم سپاس کے ساتھ داخل ہو رہی تھی، میرے دل اور میرے ذہن میں شب سے دوسرے تھے، مجھانے اس حویلی کے رہنے والے میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ آپ دونوں کی گفتگو کے بعد میں یوں محسوس کر رہی ہوں جیسے میں اپنے ہی گھر میں رہ رہی ہوں۔ میں آپ دونوں کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بتائی کہہ کر پکارا اور اپنی شفقت سے میرے ساتھ گفتگو کی۔“

سریان جب خاموش ہوئی، تب سیاسی اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہے۔“
برزہ کے ان الفاظ پر سریان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ

اچانک حویلی کے اندرونی حصے سے ایک اور دھلی ہوئی عمر کی خاتون تقریباً بھاگتی ہوئی اُن کے پاس آئی۔ اُسے دیکھتے ہی سیاسی نے اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور اُس کی طرف بھاگا۔ وہ سیاسی کی ماں طامہ تھی۔ آگے بڑھ کر اُس نے سیاسی کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اُس کی پیدائش اور چہرہ چومنا، گلے لگنا پھر جب اُس نے اُسے علیحدہ کیا اور اُس کی نگاہ سریان پر پڑی تو پہلے اُس نے جستجو بھری ایک نگاہ سیاسی پر ڈالی۔ سیاسی اپنی ماں کے دیکھنے کے انداز کو سمجھ گیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

”اماں آپ اس لڑکی کو ایک انتہائی معزز مہمان سمجھ کر حویلی میں لائیں۔ دیکھیں خوف زدہ نہ ہو گئی۔ جس وقت برزہ سے ملے گی تو برزہ نے اسے بتائی کہ تمہاری یہ کھل گئی تھی لیکن اب جب آپ حویلی سے نکلی ہیں تو یہ سوچ رہی ہوگی کہ مجھانے آپ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گی۔ ذرا آگے بڑھ کر اس سے ملیں اور خود اسے حویلی کے اندر لے کر آئیں۔“

اس پر سیاسی کی ماں طامہ مسکرا دی۔ آگے بڑھی، اُس کے ساتھ ساتھ سیاسی بھی آگے بڑھا، سریان کے قریب جا کر سریان سے سیاسی نے اُس کے گھوڑے کی باگ لے لی۔ اتنی دیر تک طامہ بھی پہنچ گئی۔ سریان کو اُس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا جس طرح برزہ نے اُسے پیار کیا تھا۔ اسی طرح طامہ نے بھی پیار کیا۔ پھر سریان کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اندر لائی۔ اس موقع پر سیاسی اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں اس کا نام سریان ہے۔ اماں اس کا تعلق عتیوں سے ہے۔ میں نہیں جانتی عتیوں کے ہاں یہ کس کی بیٹی ہے، تاہم یہ جنگ کے دوران گرفتار ہوئی۔ اماں گرفتاری کے بعد میرا اس کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا تھا کہ یہ دو سال یہاں ہمارے ہاں رہے گی۔ آپ کی خدمت کرے گی، اس کے بعد جہاں یہ کہے گی، اسے باعزت طور پر وہاں بھیجا دیا جائے گا۔“

عتیوں کا نام کر اُسی وقت برزہ پر لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ اُس کی یہ کیفیت دیکھ کر

وئے سیاسی اُس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

”برزہ! تم میری ماں کی جگہ ہو اور میں تمہیں ماں ہی کہہ کر مخاطب کرتا ہوں۔“

اس پر متوہلیش دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

”بیٹی! راستے میں سینٹائنوں کا لشکر ہم پر حملہ آور ہوا، لشکر کی کمانداری اُن کے ہاں رہی۔ سیاسی اور طباش کر رہے تھے۔ اُن کے ہاتھوں ہمیں بد قسمتی سے شکست اٹھانا پڑی۔ لشکر کا پچھلا حصہ اور اس کا سارا سامان ہم سے علیحدہ ہو گیا اور انہوں نے قبضہ کر لیا۔ میں سمجھا تھا کہ اگر پچھلا حصہ علیحدہ ہوا ہے تو پچھلے حصے ہی میں سریان تھی۔ میں نے سوچ رہا تھا کہ سریان کسی نہ کسی طرح بھاگ کر تمہارے پاس باہل چلی گئی ہوگی لیکن اُن نے یہ بتا کر کہ سریان کا مجھے علم نہیں، مجھے اور زیادہ پریشانی اور فکر میں ڈال دیا ہے۔ اُن کا مطلب ہے وہ کاموں میں سے ایک ہے: اڈل سریان حملہ آور سینٹائنوں کے ہاتھوں ماری گئی ہے یا قیدی بنا دی گئی ہے۔“

عین اسی موقع پر اُس کمرے میں متوہلیش کی بیوی اسورک بھی داخل ہوئی تھی۔ بلیوہ دلوکڑ سے گلے ملی، جب اُسے پتا چلا کہ سریان نہیں کھو گئی ہے، تب اُس کے دکھ اور غم کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر عتیوں کا بادشاہ متوہلیش بولا اور اپنے بھائی متوہلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”متوہلیش! اپنے کچھ آدمی اور مخبر مقرر کرو جو جگہ جگہ ہماری بیٹی سریان کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ ہم ہر صورت میں یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ ہماری بیٹی جان اگر زندہ ہے تو کہاں ہے، اگر ماری جا چکی ہے تو اُس کی لاش کیوں نہیں ملی۔ بہ حال، کچھ لوگوں کو مقرر کرو جو سریان کو تلاش کریں اور تلاش کرنے والے لوگ ایسے ہوں جنہوں نے اس سے پہلے سریان کو کبھی دیکھا ہو۔“

عتیوں کے بادشاہ متوہلیش کی اس تجویز سے اُس کے بھائی متوہلیش اور اہل خانہ نے اتفاق کیا تھا۔ اس موقع پر متوہلیش نے اپنے چھوٹے بھائی متوہلیش کی بیوی اسورک کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”میری بہن! تم اُنھ کر اب اپنی خواب گاہ کی طرف چلی جاؤ۔“ پھر اُس نے متوہلیش کو مخاطب کر کے کہا۔

”میرے بھائی! تم ابھی حکم جاری کرو، اپنے سالاروں اور امراء اور ذمہ دار اہل خانہ سے کہو کہ یہاں فی الفور میرے پاس آکر جمع ہو جائیں۔ میری بیٹی دلوکڑ بھی یہاں جمع ہو رہی ہے۔“

”اماں! اس کے پاس کپڑے بھی نہیں ہیں، اس کے پاس یہی ایک لباس ہے جو اس نے پہن رکھا ہے اور یہی یہ دھو دھو کر پہنتی رہی ہے۔ اس پر طماہ اپنی جگہ پر اُنھ کھڑی ہوئی۔ برزہ کو بھی اٹھنے کے لئے کہا۔ اس کے کہنے پر برزہ بھی کھڑی ہوئی۔ پھر طماہ، سیاسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بے میں اور برزہ دونوں سریان کو اپنے ساتھ بازار لے جا رہی ہیں، اس کی پسند کے بلبوسات لے کر آئیں گی اور جس طرح یہ چاہے گی، اسے سی کر دیں گی۔ میرے بیٹے، تم اتنی دیر تک دھو کر لباس تبدیل کرلو، پھر ہم واپس آکر کھانا تیار کرتے ہیں، پھر سب اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔“

سیمان نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اس کی ماں طماہ اور برزہ دونوں سریان کو لے کر کوچی لے نکل گئی تھیں۔



اپنے مرکزی شہر خوشاش کے قصر میں عتیوں کا بادشاہ متوہلیش اپنے بھائی متوہلیش اپنے دونوں بیٹیوں کاوک اور لوزمان کے ساتھ بیٹھا متوہلیش اور اُس کے دونوں بیٹوں کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ اُسے اُس کے مخبروں نے عتیوں کے ہاتھوں باہل شہر چھن جانے اور متوہلیش کی بیٹی دلوکڑ کے خوشاش میں داخل ہونے کی اطلاع کی تھی۔

باہل کے چھن جانے کی خبر سن کر متوہلیش اور متوہلیش دونوں بھائی گہری اداسی میں ڈوب گئے تھے۔ کچھ دیر تک گہری خاموشی رہی، یہاں تک کہ اُسی کمرے میں متوہلیش کی بیٹی اور متوہلیش کی خوب صورت بیٹی دلوکڑ داخل ہوئی۔ سب سے وہ باری باری ملی، جب وہ اپنے باپ کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ تب اُس کا باپ اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیٹی! تو اکیلی ہی آئی ہے، سریان کہاں ہے۔ اپنے باپ متوہلیش کے ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں دلوکڑ نے اُس کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگی۔

”بابا! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“ پھر آپ نے باہل میں رکھا تھا۔ میرے ساتھ صرف گور تھا۔ سریان اور بھائی امان کو لے کر تو آپ واپس اپنے مرکزی شہر کی طرف آئے تھے اور اب آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ سریان کہاں ہے؟“

لشکریوں کی تیاری، نئے لشکری بھرتی کرنے اور ان کی تربیت کے کام کے علاوہ اپنی جنگی رتھوں کا بھی جائزہ لیا جائے جو جنگی رتھ اس قابل ہیں کہ انہیں جنگ میں استعمال کیا جائے انہیں برقرار رکھا جائے اور وہ رتھ جن کے کل پرزے ڈھیلے ہو گئے ہیں اور وہ کمزور ہو گئے ہیں، ان کی جگہ نئے رتھ بنائے جائیں اور پہلے کی نسبت جنگی رتھوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ دیکھو آنے والے دور میں ہمیں مصر کے فرعون رمیسس سے بھی لڑنا پڑ سکتا ہے۔ ایک ماہ بعد جب ہم لشکر لے کر یہاں سے نکلیں گے اور ایک وقت سیٹائوں اور بابلیوں پر ضرب لگائیں گے تو اس وقت تک تو رمیسس یہاں نہیں پہنچ پائے گا لیکن جب اسے یہ خبر پہنچے گی کہ ہم نے ایک طرف بائبل کو دوبارہ سرنگوں کر کے اپنی حکومت قائم کر لی ہے اور ساتھ ہی اس کے سالار سیرم کو شکست دینے کے بعد ہم سیٹائوں کے علاقوں میں داخل ہو کر ان کی بہت سی سرزمینوں پر قبضہ کر رکھے ہیں۔ تب رمیسس اپنے لیے خطرہ محسوس کرے گا۔ اس لئے کہ مصری یہ اندیشہ رکھتے ہیں کہ ہم سیٹائوں کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد صحرائے سینا کو روندنے ہوئے مصر کا زرخیز زمینیں گے اور مصریوں کو بھی اپنا بیاں گزارنا کر رہیں گے۔ اگر مصریوں کا یہ سوچنا ہے تو اس نو، دہم کی بجائی جاتا ہوں کہ سیٹائوں کو اپنے سامنے زیر کرنے اور بائبل پر دوبارہ قبضہ کرنے کے بعد ہم اپنے جہاز لشکر کے ساتھ جنوب کا زرخیز کریں اور صحرائے سینا سے مارنے کے بعد مصر پر اپنی ضرب لگائیں گے کہ کہیں بھی کسی بھی مقام پر مصریوں کے دست نہ پہنچے دیں۔ یہ جو میں نے ایک ماہ تیاری کی مہلت دی ہے تو اس ایک ماہ کے دوران جہاز لشکریوں کی تعداد بڑھائی جائے گی، وہاں جنگی رتھوں، گھوڑوں اور جنگ کرنے کے ضرورت کے دوسرے سامان میں بھی اضافہ کیا جائے گا اور ان سارے کاموں کی نگرانی، میں خود اور میرا بھائی متوشلیش کریں گے۔ لشکر اتبازا تیاریاں کی جائے کہ ایک ماہ بعد جو لشکر ہمارے پاس ہوگا۔ اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا: ایک حصہ یہاں پر مرکزی شہر خٹوشاش میں چھوڑیں گے۔ میرا بیٹھیا کاؤک یہاں قیام کرے گا۔ دوسری امر کی دیکھ یہاں کے علاوہ اپنے مرکزی شہر کی حفاظت کا انتظام بھی کرے گا۔ تیسری میں اور میرا بھائی اپنے سالاروں کے ساتھ بائبل لشکروں کو لے کر نکلیں گے۔ چوتھی میں لشکر پھر دوسروں میں تقسیم ہوگا: ایک حصہ کو میرا بھائی متوشلیش اور اس کا بیٹا لے کر بائبل کا زرخیز کریں گے اور جس طرح پہلے انہوں نے بائبل کو فتح کیا تھا،

اس پر متوشلیش نے اپنے بیٹے کاؤک کی طرف دیکھا، جس پر اٹھ کر وہ باہر چلا گئے اور تھوڑی دیر بعد رتھوں کے بڑے بڑے سالار اور امراء اپنے بادشاہ متوشلیش کے سامنے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ شاید کاؤک نے سب کی طرف بیٹھ دیا تھا۔ چنانچہ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو ایک غائر اور گہری نگاہ متوشلیش نے سب پر ڈالی۔ اس کے بعد وہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھے دو باتوں کا بے حد دیکھ اور صدمہ ہوا ہے: پہلی یہ کہ بائبل سے ہمارے مرکزی شہر خٹوشاش کی طرف آنے والی شاہراہ پر سیٹائوں اور مصریوں کے لشکریوں کے ہاتھوں میرے بھائی متوشلیش کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اس نکرار کے دوران میری بیٹی اور میرے بھائی متوشلیش کی بیٹی سریان ہم سے کھو گئی ہے۔ اس کا کچھ پتا نہیں چلا، وہ ماری گئی ہے یا اٹھائی گئی ہے۔“

”دوسرا حادثہ جس کا مجھے بے حد صدمہ ہوا ہے، وہ یہ کہ بائبل کا شہر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ ایک چھوٹی سی قوم جس نے ان علاقوں کے لوگ کا سی کہتے ہیں اور جن کی ہمارے سامنے کوئی اہمیت اور کوئی وقعت ہی نہیں ہے۔ ان سے ہم نے بائبل شہر چھینا اور اس پر حیرت کی بات یہ کہ کامیوں نے پھر اپنا بائبل شہر ہم سے چھین لیا۔ یہ حادثہ صرف میرے لئے ہی افسوسناک نہیں، میرے بھائی اور اہل خانہ کے لئے بھی ایسا ہے بلکہ اس میں رتھوں کی توہین، رسوائی اور ذلت کا پہلو بھی دکھتا ہے کہ بائبل شہر کو فتح کرنے کے بعد کامیوں کے مقابلے میں ہم اس کی حفاظت نہ کر سکے۔ اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں تمہیں ایک مہینے کی مہلت دیتا ہوں، اپنی پوری تیاریاں کر لو اور میں دو لشکر لے کر یہاں سے نکلوں گا: ایک لشکر سیٹائوں کی سرحد پر پہنچے گا اور سیٹائوں کے لشکر اور سالاروں کے علاوہ مصر کے فرعون رمیسس کے لشکر کو وہاں اپنے ساتھ مصروف رکھے گا جب کہ ہمارا دوسرا لشکر ایک بار پھر بائبل پر حملہ آور ہوگا اور بائبل پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں اپنی مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کرے گا، لشکر کا دوسرا حصہ سیٹائوں اور مصریوں پر ضرب لگانے کے بعد سیٹائوں کے مرکزی شہر اشوکانی کی طرف پیش قدمی کرے گا اور یوں سیٹائوں کو اپنے سامنے پھٹنے پر مجبور کیا جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشلیش زکا، کچھ سوچا، پھر دوبارہ وہ اپنے سالاروں اور امراء کو کہہ رہا تھا۔

دوبارہ اس شہر کو فتح کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کریں گے اور میری بھیجی دلوں کو بھی اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ اس لشکر میں شامل ہوں گی۔

”دوسرا حصہ میں اپنی کمانداری میں رکھوں گا۔ میرے ساتھ بڑے سالاروں میں سے گورو اور سنوٹ ہوں گے۔ چنانچہ میں سیدستانوں پر حملہ آور ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ سیدستانوں پر یلغار کرتے ہوئے میں اُن کے مرکزی شہر اشوکا کی تک یلغار اور ترک تاز کرتا چلا جاؤں گا اور کوئی میری اور میرے لشکر کی راہ روکنے کی ہمت، جرأت اور جسارت نہیں ہوگی۔“

اپنے بادشاہ کی اس تجویز سے سارے حتی سالاروں، امراء اور عمائدین سلطنت نے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد موہن نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور اُس کی ہدایت کے مطابق حتی بڑی تیزی سے اپنی جنگی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔



سیماس کی حویلی کے اصطبل میں بندھے گھوڑوں کے دانے، چارے اور پانی کا اہتمام کرنے کے بعد برزہ حویلی کے اندرونی حصے کی طرف گئی تو اُس وقت سیماس کی ماں طمام دیوان خانے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ برزہ دیوان خانے میں داخل ہوئی اور حیرت سے طمام کی طرف دیکھتے ہوئے اُس نے پوچھا۔

”یہ سریان ابھی تک نہیں اُٹھی۔“

اس پر طمام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”برزہ! سریان اپنے بچپن سے نکل کر جوانی کی حدود میں داخل ہو رہی ہے اور یہ وہ عمر ہے جس میں نیند اٹھ کر آتی ہے اور ہر شے، ہر اندیشے اور ہر خطرے سے بے خبر رہنے لگتی ہے۔ سریان اس وقت گہری نیند سوئی ہوئی ہے۔ برزہ میں دو ایک بار اُن کی خواب گاہ کی طرف گئی، وہ چونکہ گہری نیند سوئی ہوئی تھی اس لئے میں نے اُسے دکانا پسند نہیں کیا۔“ اس پر ٹھکرات کا اظہار کرتے ہوئے برزہ کہنے لگی۔

”طمام میری بہن! سورج اُٹا چڑھ آیا ہے، پہلے تو وہ اس وقت تک اُٹھ جاتی تھی۔ میں نے صبح کا کھانا تیار کر کے رکھا ہوا ہے، ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اُٹھنے لگی تو ہم بھی اُس کے ساتھ کھانا کھا لیں گی۔“

اس پر طمام مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”لگتا ہے تمہیں بھوک لگی ہوئی ہے۔ اچھا جاؤ اُسے جگاؤ، اتنی لمبی نیند بھی اچھی نہیں ہوتی۔“

اس پر برزہ مسکراتے ہوئے دیوان خانے سے باہر نکلی۔ اُس کمرے کے دروازے آئی جو کمرہ سریان کی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ برزہ نے دیکھا سفید رنگ کی یاد اوڑھے سریان گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ برزہ آگے بڑھی، اُس کا شانہ پکڑ کر

لکھنا کھلا کسویرے ہی تیار کر دیا تھا۔ جانے سے پہلے وہ تمہاری طرف آیا بھی، وہ مل کر جانا چاہتا تھا لیکن جب اس نے دیکھا کہ تم گہری نیند سوئی ہو تو وہ چلا گیا۔

اس پر غور سے ہرزہ کی طرف دیکھتے ہوئے سریان کہنے لگی۔

”اماں! اگر یہ بات سچی تو آپ نے مجھے جگا دیا ہوتا یا مجھے خود جگا دیتے۔ اماں! اب پھر خطرات منڈلانے لگے ہیں۔ حتیٰ اور سیستان پھر آپس میں ٹکرائیں گے۔ ان قوم کا خواہ مخواہ نقصان ہوگا۔“ اس پر ہرزہ دھمکے انداز میں کہنے لگی۔

”اچھا تو طہارت خانے کی طرف جا، طہار دیوان خانے میں بیٹھی بڑی بے چینی گزارا ہی انتظار کر رہی ہے۔“

اس پر سریان چوکی بھاگنے کے انداز میں طہارت خانے کی طرف جاتے ہوئے پہنچی۔

”اماں! آپ جا کر اماں طہارہ کے پاس بیٹھ جائیں۔ کوئی کام نہیں کرنا، میں اب خانے سے نکلتی ہوں، سارا کھانا خود لگاتی ہوں، پھر تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھاتی ہیں۔“

اس پر ہرزہ کہنے لگی۔

”تو یہ زحمت نہ کر، تو تیار ہو کر سیدھی دیوان خانے میں آ۔ اتنی دیر تک میں سب دیکھ رہی ہوں، ہاں لگاتی ہوں۔“

اب میں سریان اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں! کبھی آپ میری بات بھی مان جایا کریں۔ آپ جو کام کرتی ہیں تو مجھے گناہ لگتی ہیں۔ اماں یہاں آپ لوگوں کے پاس رہتے ہوئے میں کافی ابھی چیزیں کھا رہی ہوں۔ اس لئے کہ حیوان اور آپ لوگوں کے رہنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے کہ جہاں حتیٰ بہت سے بتوں کی پوجا بات کی جاتی ہے، وہاں سیستانیوں میں سے اکثر لوگ جن میں آپ لوگ سفر نہیں ہیں، اس لئے کہ ان کو ماننے والے ہیں جو اس ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ بہر حال

میں کوئی کام نہ کرنا، میں دیر نہیں لگاؤں گی، جلد آتی ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی وہ دیوان خانے کی طرف چلی گئی تھی۔

جب آہستہ سے بلایا، جب سریان ہزہ بڑا کر اٹھ بیٹھی اور ہرزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں! کیا ہوا، آپ نے آج مجھے جلدی نہیں دگا، یا؟“

اس پر ہرزہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”بہن! پہلے اٹھو، پھر تمہیں خود ہی احساس ہو جائے گا کہ میں نے تمہیں سویرے جگا دیا ہے یا تم خود بھی نیند سوئی رہی ہو۔“ اس پر سریان سکرائی۔ حیرت کے انداز میں اپنی خواب گاہ کی کھڑکی کے باہر دیکھا۔ پھر اپنے بال درست کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں! لگتا ہے وقت کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔ میں دیکھتی ہوں باہر تو دھوپ تیز ہو رہی ہے۔ پھر اس نے ایک دم چادر ہٹائی۔ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس موقع پر ہرزہ اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اب تو طہارت خانے میں جا، نہانا، تو نہا لے، ورنہ منہ ہاتھ دھو کے دیوان خانے کی طرف آجا، وہاں سب بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ میں نے کافی دیر سے کھانا تیار کر کے رکھا ہوا ہے۔ وہ بھی ٹھنڈا ہو گیا ہوگا۔“

ہرزہ کے ان الفاظ پر سریان کچھ فکر مند ہوئی اور اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اماں! اگر یہ بات ہے تو آپ نے مجھے سویرے جگا دیا ہوتا۔ چونکہ رات کو میں کافی دیر تک آپ، اماں طہارہ اور سیاسی کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی رہی تھی، اس لئے بیدار ہونے میں یہ تاخیر ہوئی۔ اس کا مطلب ہے ابھی تک اماں طہارہ اور سیاسی نے بھی کھانا نہیں کھایا ہوگا۔“

اس پر ہرزہ کہنے لگی۔

”اس وقت گھر میں صرف میں اور طہارہ ہیں، سیاسی جا چکے ہیں۔“

ہرزہ کے ان الفاظ پر سریان چوکی اور کہنے لگی۔

”کہاں جا چکے ہیں اماں! میں یہ تو جانتی ہوں، انہیں آج کوچ کرنا تھا لیکن انہوں نے صبح کا کھانا کھا کر جانا تھا اور بھی تو۔“

یہاں تک کہتے کہتے سریان کو کڑک جانا پڑا اس کے کڑواہٹ بولی اٹھی۔

”بہن! تو نے اب بھی وقت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔ تم سے یہ کہوں گی کہ دوپہر ہونے والی ہے۔ سیاسی نے کیونکہ صبح سویرے روانہ ہونا تھا۔ چنانچہ میں نے

بوکر اُسے دوبارہ فتح کرے اور دوسرا حصہ سیدتانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اُس کے مرکزی شہر کی طرف پیش قدمی کرتا چلا جائے۔

چنانچہ یہ خبریں ملنے کے بعد سب سے پہلے سیرم نے تیز رفتار قاصد مصر میں نہیں کی طرف روانہ کئے تھے اور اُسے صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ اُس کے بعد سیرم، سیاست اور طباشیر بھی اپنے لشکر کو لے کر سیدستانی علاقوں کی سرحد پر جا کر خیمہ زن ہو گئے تھے۔

اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد آخر حتموں کے بادشاہ موتلش نے لشکر کی روانگی کا ایک دن مقرر کیا۔ اُس دن اُن کے مرکزی شہر خوشاش سے باہر جس قدر نگاہ کام کرتی تھی، مسلح جوانوں، گھوڑوں کے سرہری سردکھائی دیتے تھے۔ آخر خوشاش شہر کے نواح میں لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا: ایک حصہ موتلش نے اپنے بھائی متولیش کے بیٹے کاؤک کی سرکردگی میں اپنے مرکزی شہر میں رکھا تا کہ کسی ناگہانی صورت میں مرکزی قلعہ کا دفاع کیا جائے اور دوسرے دو حصوں کو مزید دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے نے بائیں پر حملہ آور ہونا تھا اور دوسرا حصہ سیدتانوں پر ضرب لگانے کے لئے تیار ہونا تھا۔

ابھی اس تقسیم کا کام ہو ہی رہا تھا کہ کچھ گھڑسوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے لشکر گاہ میں داخل ہوئے۔ سید سہ سے اُس طرف گئے جہاں حتموں کا بادشاہ موتلش، اُس کا بھائی متولیش اور متولیش کے دونوں بیٹے کاؤک، لوزمان اور بیبی دلوکر سالاروں میں سے دور، سنو اور دیگر بڑے چھوٹے سالار وہاں کھڑے تھے۔ آنے والے اُن گھڑداروں کو دیکھ کر سب چونکے تھے، اس لئے کہ وہ اُن کے منبر تھے۔ قریب آ کر وہ معجزوں سے اترے۔ ایک ساتھ اجماعی انداز میں انہوں نے موتلش اور اُس کے بھائی متولیش کی طرف دیکھا، پھر اُن میں سے ایک سب کی نمائندگی کرتے ہوئے موتلش کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”نامک! ہم ایک اجماعی اہم خبر لے کر آئے ہیں۔“

اُس خبر کے ان الفاظ پر غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے موتلش کہنے لگا۔

”یہی اہم خبر؟“

اُس پر آنے والا اپنے ہونٹوں پر زبان بھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

اُس کا کہنا مانتے ہوئے برزہ دیوان خانے کی طرف گئی اور جب طعام کے سامنے بیٹھی، جب طعام اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”کیا ہوا؟ لگتا ہے سریان ابھی نہیں ہے۔“

اُس پر برزہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”اٹھ تو کئی ہے، طبہرات خانے کی طرف گئی ہے لیکن مجھے سختی سے منع کر دیا ہے کہ میں کھانے کی کوئی چیز نہ لگاؤں، وہ خود کام کرے گی۔ اُس کا کہنا ہے کہ میں سارے کام کر کے اُسے گناہ گار کرتی ہوں۔“

اُس پر طعام کچھ دیر تک مسکراتی رہی، پھر کہنے لگی۔

”سریان یہاں آنے کے بعد کافی تبدیلی ہوئی ہے۔ جس وقت وہ یہاں آئی تھی تو اُس کے آداب، اُس کے رقص سمن کے طریقے بڑے اُکھر پین سے تھے لیکن اب وہ بڑی شائستہ ہو گئی ہے اور خصوصیت کے ساتھ اُس نے اپنے آپ کو ہمارے رہتے سہنے والی رسومات اور آداب میں ڈھال لیا ہے۔“

طعام اور برزہ نے تھوڑی دیر ہی دیوان خانے میں گفتگو کی ہوگی کہ سریان کھانے کا طشت اٹھائے دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ طشت اُن دونوں کے سامنے رکھا۔ پھر تقریباً بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ پانی کی ٹھیلی اور مٹی کے سرخ کورے پیالے لے کر آئی۔ پھر تینوں وہاں بیٹھ کر کھانا کھانے کی مجلس۔

کھانا کھانے کے بعد تینوں انہیں اور حتموں کی ایک طرف جو باغ تھا، اُس کے پھل دار پودوں کو پانی دینے لگی تھیں۔



سیاس، طباشیر اور سیرم کے خبر انہیں خبریں دے چکے تھے کہ حتیٰ جو بڑے زور غور سے جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ نئے نئے جنگی تیار کر رہے ہیں اور اپنے لشکریوں میں بھی اضافہ کر رہے ہیں اور اُن کا منصوبہ یہ ہے کہ ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے اُسے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے: تین حصوں میں سے ایک اُن کے مرکزی شہر خوشاش میں رہے اور اُس کی کمانداری حتموں کے بادشاہ موتلش کا بیٹا کاؤک کرے، جب کہ باقی لشکر کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جائے: ایک حصہ بائیں پر حملہ آور

”ہم آپ کی خدمت میں یہ خبر پیش کرنا چاہتے ہیں کہ مصر کا حکمران رعمیس ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح صحرائے سینا کو روندنا ہوا شمال کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ ہم پر حملہ آور ہوگا۔“

اس خبر سے ان الفاظ پر موتش ہی نہیں، اس کا چھوٹا بھائی موتشیش بھی چونکا تھا۔ سارے سالار بھی حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ عیون کا بادشاہ موتش اپنے بھائی موتشیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”یہ جو مصر کا فرعون رعمیس اپنا لشکر لے کر شمال کی طرف کوچ کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہے، اُسے ہماری جنگی تیاریوں کا علم ہو چکا ہے۔“
جواب میں چھوٹا بھائی موتشیش کہنے لگا۔

”بھائی، آپ کا اندازہ درست ہے۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ رعمیس کے جاسوس ہمارے اندر بڑی تیزی سے کام کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں انہوں نے ہی رعمیس کو ہماری جنگی تیاریوں کی اطلاع کر دی ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کام سیتانیوں نے کیا ہو اور انہوں نے ہی رعمیس کو ہماری ان جنگی تیاریوں کی اطلاع کر دی ہو۔“
موتشیش جب خاموش ہوا تو موتش چھاتی تانے ہوئے کہنے لگا۔

”مگر رعمیس اپنا لشکر لے کر آ رہا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس بار ہم کسی بھی قوت کو اپنے سامنے ٹھہرنے اور ٹکے نہیں دیں گے۔ ہم نے جو اپنی جنگی منصوبہ بندی کر رکھی ہے، ہر صورت میں اُسے تکمیل تک پہنچائیں گے۔ باہل پر ہر صورت میں ہم نے قبضہ کرنا ہے۔ ہمارے لئے یہ بڑی رسوائی کی بات ہے کہ اتنی بڑی اور عظیم حق سلطنت سے کامیوں کا ایک چھوٹا سا گروہ باہل شہر بچیں لے۔ ایسا ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اس بناء پر باہل کو دوبارہ اپنی گرفت میں ہر صورت میں ہم نے لینا ہے، اسی میں ہماری عزت اور ہمارا وقار ہے۔“

”سیتانیوں پر بھی ہم نے ضرب لگانی ہے، اس لئے کہ سیتانی دن بے دن طاقت اور قوت پکڑتے جا رہے ہیں اور جب تک ہم انہیں اُن کے مرکزی شہر اشوکا تک روندتے چلے نہیں جاتے، اُس وقت تک وہ ہمارے مطیع اور فرمانبردار بن کر نہیں رہیں گے۔“

”جہاں تک مصر کے فرعون رعمیس کا تعلق ہے تو اُسے بھی آنے دیں، اگر اسے

بھی جیت لیں گے۔ میرا دل کہتا ہے کہ رعمیس کو ہم بدترین شکست دیں گے اور جس طرح رعمیس اپنے لشکر کے ساتھ صحرائے سینا کو روندنا ہوا شمال کی طرف بڑھ رہا ہے، چند دن بعد اسی انداز میں ہمارا لشکر صحرائے سینا کو روندنا ہوا جنوب کا رخ کر رہا ہوگا۔“

موتش کی اس گفتگو سے اُس کے سارے امراء اور سالار خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ موتش نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہا شروع کیا۔

”فی الحال اپنی، باہل اور سیتانیوں کی مہم کو اتوا میں ڈالتے ہیں۔ اس وقت جو لشکر ہمارے پاس ہے، اُس میں تیسرا حصہ نکال کر میں اپنے پیچھے کاوک کی کمانداری میں لے جاتا ہوں اور وہ اپنے مرکزی شہر میں قیام کرے گا اور سلطنت کے تحفظ کا کام سرانجام دے گا جب کہ باقی لشکر کو لے کر ہم جنوب کا رخ کریں گے۔ پہلے رعمیس کی راہ دکھانے کے لئے اس پر ضرب لگائیں گے، اُس کے مقدر میں ناکامی کے سکے ڈالتے ہوئے اور اُسے کامیابی اور فتح مندی سے محروم کر کے اُس کی چھاتی پر شکست کے داغ لگاتے ہوئے، اُس کے علاقوں میں داخل ہو کر اُس کی عسکری طاقت کو مکمل طور پر روندیں گے۔ اُن کے کچھ علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے اُن کا نظم و نسق منبیا لے کے بعد واپس آئیں گے۔ اُس کے بعد اپنے دونوں اہداف کو نشانہ بنائیں گے یعنی باہل اور سیتانی بادشاہتیں۔ اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں سے جنوب کی طرف توجہ کرنا چاہیے جس قدر ہم جنوب کی طرف جاسکتے ہیں، اتنی ہی دور جا کر ہمیں اُن کی راہ روکتے ہوئے اُس سے ٹکرانا چاہیے۔“

موتش کے چھوٹے بھائی موتشیش کے علاوہ سارے سالاروں اور امراء نے اس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر لشکر کا تیسرا حصہ علیحدہ کر کے موتش نے اپنے پیچھے کاوک کی سرکردگی میں دیا۔ پھر اُسے مرکزی شہر خوشاش میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اپنی خریدی تیاریوں کو آخری شکل دینے کے بعد موتش، اُس کا بھائی موتشیش سالاروں اور امراء کو لے کر بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھے تھے اس وقت انہوں نے بادشاہ موتش نے اپنے مرکزی شہر سے دور فرعون رعمیس کی راہ کا تہیہ کر لیا تھا۔

”میری طرف سیرم، سیاسی اور طباش تیتوں نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ اپنی

سرحدوں پر قیام کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس بھی رزمیہ کے نمائندے پہنچے اور انہوں نے ان عتیوں کو رزمیہ کے آنے کی خبر دی۔ چنانچہ وہ عتیوں بھی اپنے لشکر کو حرکت میں لائے اور بڑی تیزی سے انہوں نے رزمیہ سے جا ملنے کے لئے جنوب مغرب کے رخ پر پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

(۹) (۱۰)

مصر کا فرعون رزمیہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے شمال کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کے مجبوروں نے اُسے یہ اطلاع دی کہ عتیوں کا ایک لشکر اپنے بادشاہ متیش کی سرکردگی میں بڑی برق رفتاری کے ساتھ جنوب کا رخ کر چکے ہوئے ہے۔ چنانچہ رزمیہ نے عتیوں کی سرحدوں پر پہنچ کر اپنے لشکر کو روک دیا، ہاں اُس نے پڑاؤ کر لیا۔ شاید ایسا کر کے رزمیہ عتیوں سے ٹکرانے سے پہلے اپنے لشکر کو آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا۔

اس روز رزمیہ نے عتیوں کی سرحدوں کے قریب پڑاؤ کیا تھا، اُسی روز اُس نے اپنے لشکر کے ساتھ سیرم، سیماں اور طباش بھی داخل ہوئے تھے۔ چنانچہ اُس نے اپنے بڑے سالار توحس اور دوسرے چھوٹے سالاروں کے ساتھ شاندار دھڑلے میں اُن کا استقبال کیا۔ رزمیہ کے قریب آکر سیرم، سیماں اور طباش اپنے عتیوں سے اتر گئے تھے۔ پہلے سب ایک دوسرے سے پر جوش انداز میں ملے۔ اُس دھڑلے میں سالار سیرم، فرعون رزمیہ کو مخاطب کر کے ساتھ ہی سیماں اور طباش کی طرف بڑھتے ہوئے اُن کا تعارف کر دیا تھا۔ اس تعارف کے بعد رزمیہ اور بڑا سالار اُن کے ساتھ ایک بار پھر آگے بڑھے، بڑے پر جوش انداز میں باری باری انہوں نے ایک دوسرے کو مخاطب کیا۔ اس موقع پر رزمیہ سیماں اور طباش دونوں کو مخاطب کرتا ہوا تھا۔

اُن دونوں کی جرأت مندی کے قیام اور تم دونوں کی شجاعت بھری داستانیں مجھے اپنی شہر مفس میں ملتی رہی ہیں۔ میں تم دونوں کی شجاعت کو سلام پیش کرتا ہوں۔ تم دونوں کی کارکردگی سے خوش ہوں کہ تم نے اب تک عتیوں کی طاقت کو کمزور کیا ہے۔ میں اس لحاظ سے بھی تمہاری تعریف کرتا ہوں کہ عتیوں نے بائبل پر قبضہ

بچ دیتا ہوں۔ عتیوں پر ضرب لگانے اور اُن سے بچنے کے لئے تم میں سے کسی کے ہاں کوئی تجویز ہو تو کہے۔ اُس کے بعد جو منصوبہ بندی میں سے سوچ رکھی ہے، اُس سے میں اُس کا تقابلی جائزہ لوں گا، موازنہ کروں گا اور جو بھی تدبیر بہتر سوچنا اور عمل ہوگی، اُس پر عمل کرتے ہوئے عتیوں کا مقابلہ کیا جائے گا۔“

رعمیس کے اس سوال پر سب دیکھ کر دسوچتے رہے، یہاں تک کہ سیاسی رعمیس نے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مصر کے عظیم بادشاہ! اس وقت میرے پاس ایک تجویز ہے، وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اور ساتھ ہی میرا دل کہتا ہے کہ وہ تجویز نہ صرف یہ کہ آپ کو پسند آئے گی بلکہ اُس پر عمل کرتے ہوئے ہم عتیوں کو اپنے سامنے ٹھٹھتے پر مجبور کر سکتے ہیں۔“

سیاس کے ان الفاظ پر رعمیس نے خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا تھا۔ ساتھ ہی ہونے والے بڑے سالار اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر سیاسی نے کہا شروع کیا۔

”میں آپ کے لشکر کا جائزہ لے رہا ہوں۔ کافی بڑا لشکر ہے اور جو لشکر ہم اور سیرم لے کر آئے ہیں، اُس کی وجہ سے تعداد میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ جو لشکر آپ مصر لے کر آئے ہیں، اُسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور پہلے وہی تین حصے دشمن پر طرہائیں گے۔ وسطی حصے میں آپ خود ہیں، دائیں حصے کی کمانداری سیرم اور بائیں حصے کی کمانداری جوسم کے حوالے کر دی جائے۔ جو لشکر میں اور طباش اپنے مرکزی شہر اٹھانہ سے لے کر آئے ہیں، وہ آپ کے لشکر کے پیچھے پڑاؤ میں رہے گا۔ جب جنگ کی ابتداء ہو جائے گی، لڑائی کی پہلی خوب گرم ہو جائے گی، تب آپ اپنے لشکر کو ہٹانے سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، حرکت میں لائیں گے۔ آدھے لشکر کے ساتھ میں آپ کے لشکر کے پشتی حصے سے ہوتا ہوا، دائیں جانب جاؤں گا۔ اپنے لشکر کے دائیں اگلے آخری حصوں سے گزرنے کے بعد عتیوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر ٹوٹ پڑوں گا۔ انہیں ناقابلِ تعاون نقصان پہنچاؤں گا۔ لشکر کا دوسرا حصہ طباش کی کمانداری میں لے کر آئیں۔ میری طرح وہ بھی آپ کے لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے ہوئے بائیں جانب جائے گا۔ پھر اپنے لشکر کے بائیں پہلو کے قریب سے گزرتا ہوا، عتیوں کے لشکر کے دائیں اگلے اٹھانہ اور ہونے لگا۔

”میرے اور طباش کے اس طرح حملہ آور ہونے سے یاد رکھیے گا، جتنی بوکھلا جائیں

کر لیا اور بائیں کے بادشاہ برتابورش اور اُن کے سالار ہزائل کو نکال باہر کیا۔ تم لوگوں، ہزائل اور برتابورش کے ساتھ مل کر عتیوں کو شکست دی اور بائیں کا پھر برتابورش کو باد بنا دیا۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عتیوں کے خلاف یہ فتح شاندار فتح کبھی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ بائیں شہر کو فتح کرنے کے بعد یقیناً عتیوں وہاں اپنی حالت مضبوط اور مستحکم کر لی ہوگی لیکن تم لوگوں نے انہیں شکست دے کر خالی کرنے اور بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رعمیس زکا۔ پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم سیرم میرے ساتھ میرے نیچے میں آؤ۔ میں آنے والی جنگ سے مطلع سب کے ساتھ مل کر منصوبہ بندی کرنا چاہتا ہوں۔ اُس کے بعد تم اپنے نیچے میں آرام کر لینا۔ میں چاہتا ہوں عتیوں کی آمد سے پہلے پہلے میرا سارے کا سارا لشکر کر کے بالکل تازہ دم اور مستعد ہو جائے۔“

اس پر سب خاموشی سے رعمیس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ چنانچہ رعمیس سارے کر شاہی نیچے میں داخل ہوا۔ ایک بہت بڑا نیچہ تھا جس میں کافی آدمیوں کے کی گنجائش تھی اور نشستوں کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ چنانچہ جب سب نشستوں پر گئے، جب رعمیس سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نے راستے میں عتیوں سے ٹکرانے کے لئے ایک منصوبہ بندی کی تھی۔ منصوبہ بندی میں، میں نے سیاسی اور طباش دونوں کو نمایاں طور پر رکھا تھا، اس لئے ان دونوں کی کارگزاری اُس قاصد نے مجھے بڑے اچھے الفاظ میں سنائی جس کا سیرم نے عتیوں کی پیش قدمی کے متعلق اطلاع دینے کے لئے میری طرف روانہ کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب عتیوں کا لشکر ہمارے سامنے آکر پڑاؤ کرے تو دونوں نکلے کے ساتھ جنگ کی ابتداء نہ کی جائے۔ انہیں سستانے آرام کرنے کا موقع فراہم کر دیا جائے تاکہ کل کو انہیں ہمارے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ یہ کام نہ کر سکیں کہ اُن کے لشکر کو آرام کرنے کا موقع نہ ملے، اس بناء پر وہ مصریوں سے شکست گئے۔“

”چنانچہ جتنی جب جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اپنے لشکر کو استوار کرنا کریں گے، جب ہم بھی اپنے لشکر کی ترتیب کو آخری شکل دیں گے۔ پہلے میں تم

آسمان اور پہل ہے، کامیابی اور فتح مندی بھی یقینی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رمعیس زکا۔ پھر سارے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیاس نے جو جنگی منصوبہ بندی پیش کی ہے، میرے نزدیک وہ بڑی پہل اور بڑی مودت ہے۔ تم سارے سالاروں میں اگر کوئی اس تجویز پر اتفاق رائے نہیں رکھتا، اعتراض کھڑا کرنا چاہتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر اپنے اعتراض پیش کرے۔ اگر وہ اعتراضات قابل قبول ہوئے تو یقیناً انہیں رفع کر کے جن کی برادری اور شکست کا اہتمام کیا جائے گا۔“

رمعیس کے سارے سالاروں نے جب سیاسی کی پیش کردہ منصوبہ بندی سے اتفاق کیا، تب رمعیس نے بڑی پسندیدگی اور طمانیت کا اظہار کیا۔ اُس کے بعد سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے رمعیس کہنے لگا۔

”میرے خیال میں اب انھو، میرے ساتھ چلو۔ پہلے اپنی خیمہ گاہ کا جائزہ لیں، اسے خیمے نصب ہو گئے ہیں کہ نہیں اور پھر یہ بھی دیکھیں کہ لشکر کے لئے کھانے کی برادری کا بھی اہتمام کیا جا رہا ہے کہ نہیں۔“ چنانچہ رمعیس جب اپنی نشست سے اٹھا، تب سارے سالار بھی اٹھے اور رمعیس کے ساتھ وہ اپنی خیمہ گاہ کا جائزہ لینے لگے تھے۔

دوسری طرف جی آندھی اور طوفان کی طرح جنوب کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے رمعیس کے لشکر کے بالکل سامنے ایک خیمہ زن ہوئے۔ ایک دن اور ایک رات پہلے لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے۔ اُس سے اگلے روز رمعیس اپنے بیوی بچوں کو اپنے لشکر کے سامنے لایا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ رمعیس جن کی خلاف ورزی اہتمام کرنا چاہتا تھا۔ اس کے رد عمل میں جی بھی اپنے اُن گت رتھوں کو اپنے سامنے سامنے لے آئے تھے۔ دونوں لشکروں کے رتھ موٹی اور مضبوط لکڑیوں کے بنائے گئے تھے، جن کے اندر رتھ کے گھوڑوں کو بانٹنے والے سائیس کے لئے بڑی جگہ بنائی گئی تھی جو تیروں سے محفوظ تھیں اور اُس جنگی رتھ کے پیچھے سورما کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے ٹکراتے اور ایک دوسرے پر ضرب لگاتے تھے۔

ایسے میں جن کی طرف سے رمعیس کے لشکر سے رتھوں کے بیچ میں سے ہوتا ہوا ایک جنگجو نکلا۔ وہ ایک نہایت توانا سیاہ گھوڑے پر سوار تھا اور اُس کا گھوڑا گلیں کرتا ہوا اُس کے اشارے

کے لئے کہ جن کی طرف سے پہلے ہی اپنے ساتھ بری طرح مصروف کر رہا ہوگا اور آپ لوگوں کے حملوں کو پہلے ہی جی اسنے اپنے لئے بوجھ اور برادری کا پیش خیمہ خیال کر رہے ہوں گے، اس پر جب ہم اچانک یعنی میں اور طہاش پڑاؤ سے نکل کر اُن کے لشکر کے دائیں بائیں بازو پر حملہ آور ہوں گے تو یاد رکھیے گا، جن کی لشکر کی تنظیم ختم ہو جائے گی۔ اُن کے اندر افراتفری و بد نظمی پھیل جائے گی۔ اسی افراتفری اور بد نظمی ہم اور زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔ تیز چلنے کرتے ہوئے اُن کی افراتفری اور بد نظمی میں اضافہ کریں گے۔ میرے خیال میں ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو جی زیادہ دم تک ہمارے سامنے ٹھہریں گے نہیں، اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف بھاگنے کی بات کریں گے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو کچھ دور تک ہم اُن کا تعاقب کریں گے، پھر لوٹیں گے اور اُن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیں گے۔

”اگر ایسا ہو سکتا ہے تو یاد رکھیے گا، یہ جن کی بہت بڑی ضرب ہوگی۔ ہو سکتا ہے آئے والے دور میں وہ کچھ عرصہ خاموشی اختیار کئے رہیں۔ حالانکہ اُن سے ایسے کرنے کی امید نہیں ہے، اس لئے کہ اُن کے پاس اُن گت تربیت یافتہ جنگجو ہیں۔ چنانچہ انہیں اگر ہمارے ہاتھوں ناقابل طاقی نقصان اٹھانا پڑتا ہے، تب بھی وہ بہت جلد اپنے شکست خوردہ لشکر میں سے لشکر کی بھرتی کرتے ہوئے پہلے کی طرح ایک جراتور تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بہر حال فی الوقت میرے ذہن میں یہی تصور ہے اور میں سمجھتا ہوں، اس پر عمل کر کے یقیناً فتح مندی ہمارے قدم چومے گی۔ نا کامیابی اور نارا دیاں اپنے سبب جن کی کے لشکروں میں گرائیں گی۔“

سیاس جب خاموش ہوا، تب کچھ دیر تک رمعیس بڑی توصیفی اور انتہائی پسندیدہ انداز میں اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

”سیاس! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے جن کی سے جنگ کرنے کے لئے ایک جنگی منصوبہ بندی کی تفصیل کہی ہے، اس سے پہلے میں نے اپنے ذہن میں حصول سے بننے کے لئے جو منصوبہ بندی کی تھی، میں سمجھتا ہوں، تمہاری جنگی منصوبہ بندی اُن کے مقابلے میں کئی زیادہ پسندیدہ، اعلیٰ، ارفع اور فتح مندی کے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ جو تجویز یا منصوبہ بندی جن کی پر ضرب لگانے کے لئے میں نے سوچ رکھی تھی اُس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ سیاسی جو کچھ تم نے کہا ہے، میں سمجھتا ہوں، اُس پر عمل کرنا

مسیح کے اجازت دینے پر یہاں سے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اپنے گھوڑے کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اس کے پیچھے سے گھوڑے کو ہانکتا ہوا، وہ دونوں لشکروں کے وسطی حصے میں آگے بڑھا تھا، ساتھ ہی اپنے سر کو اپنے گھوڑے کے سینے کی طرف کسی قدر جھکا کر دیکھتا تھا۔

”تو زمین اور آسمان کو پیدا کرنے والے تو ہی اندھی ظلمت کی کہانیوں کو چاہتوں گے کہ ان کی خوشبو میں، تو ہی پوئلہجی ظیالات کی مٹلی چادر کو سانسوں کی مہک میں، تو ہی ادا کیے والوں کو محبت کی لذت کے حرم میں تبدیل کرتا ہے۔ اے مالک کائنات! تو ہی ادا کرتا ہے، تار سرائی کے ڈھکے کو، اداسی کی ٹخنوں کو، قبرستانوں کی چپ کو، سکون کی لہروں، اور ان کے ستاروں جیسی آسودگی میں تبدیل کر دیتا ہے۔“

”اے مالک کن! مجھے ہمت دے کہ میں ہر سمت دام بچھانے والوں کے خلاف اپنی برائی آندھیوں کی طرح حرکت میں آؤں۔ ان کے لبو کی حرارت کو بھاپ لے لوں اور انہیں نمنناک چوب کی طرح سلگنے پر مجبور کر دوں۔ اے میرے خالق و مالک! ان کی تیر کی حمایت سے بے مضیر انسانوں کے گرد ہوں پر نبض کی جنبش لانے والوں کے خلاف رگوں میں لبو کی گردش کی طرح حرکت میں آؤں، ان کے چہروں پر طغیانی میں لہریں لگاؤں، ان کے ہاتھوں پر اداسی کی لہریں پھیلا دوں۔“

”یہاں تک کہنے کے بعد یہاں سے اٹھ کر دوڑا۔ دم لیا، پھر وہ دوبارہ اپنے مالک، اپنے مالک کو یاد کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔“

”زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے! تو ابراہیم (علیہ السلام) اور ان سے پہلے والوں اور انہوں اور بعد میں آنے والے سارے رسولوں کی صداقت کے صدقے میں ہمت دے کہ میں اس انفرادی مقابلے میں اپنے مد مقابل کی حالت کلیوں کی باتوں، خواہشوں کی شکستگی سے بھی بدتر بنا کر رکھوں۔ اے اللہ! میری مدد فرما کہ میں ان لوگوں کو غلامیوں کے قہقروں، ان کے عزائم کو سزاؤں کی داستانوں، ان کے مقاصد کو غلامی کی کہانیوں میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔“

”اے میرے معبود! میری تجھ سے استدعا ہے کہ تو اپنی ذات کے تقدس کے طفلانہ باتوں کی منزلوں کی مسافت جیسی کامیابی، روشن راستوں کی کہکشاؤں جیسی

پر آگے بڑھا تھا۔ چنانچہ دونوں لشکروں کے درمیانی حصے میں آنے کے بعد اُس رزمیہ کے لشکر کو مقابلہ کرتے ہوئے اپنے لئے انفرادی مقابلے کا مد مقابل مانگا۔

اس موقع پر رزمیہ، اُس کے دونوں بڑے سالار ہیرم اور توس کے علاوہ سیاسی اور طباش بھی قریب ہی کھڑے تھے۔ جب حشوں کے لشکر سے وہ جنگجو اور سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتا ہوا دونوں لشکروں کے بیچ میں آیا اور انفرادی مقابلے کے لئے اپنا مد مقابل مانگا، تب یہاں سے اپنے گھوڑے کو اڑا لیا۔ رزمیہ کے سامنے آیا اور رزمیہ سے اُس نے انفرادی مقابلے کے لئے نکلے۔ اُس نے اجازت طلب کی۔ اس پر رزمیہ جواب طلب سے انداز میں اپنے سالار ہیرم کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ ہیرم رزمیہ کے اس طرح دیکھنے کے عمل کو سمجھ گیا تھا۔ چنانچہ مکر سے ہوئے کہنے لگا۔

”آپ بے فکر ہو کر اس میدان میں اترنے دیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں یہ ہماری فتح مندی اور کامیابی کا باعث بنے گا۔ میں اس کے ساتھ ایک عرصہ کام کر چکا ہوں۔ ہم میں سے کوئی بھی اس کے مقابل کی جنگی بہرہ مندی نہیں جانتا۔“

ہیرم کے ان الفاظ پر رزمیہ کے چہرے پر قسم بخوار ہوا، کہنے لگا۔

”ہیرم میں نے تمہاری طرف اس لئے نہیں دیکھا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں سے اُسے انفرادی مقابلے کو اجازت دوں تو آنے والے دور میں یہاں، سکس، اموری یہ الزام تو نہیں دھریں گے کہ رزمیہ نے حشوں کے ساتھ انفرادی مقابلے کے لئے کسی اپنے سالار کو نہیں میدانوں کے سالار یہاں کو میدان میں اُتارا تھا۔“

رزمیہ کے ان الفاظ کا جواب ہیرم نے ابھی دیا ہی نہیں تھا کہ بیچ میں یہاں سے کہنے لگا۔

”آپ ایسے موضوع پر قلعی نہ سوچیں، اس وقت نہ ہم یہاں ہیں نہ اموری یہاں نہ سکس ہیں، بس یوں جائیں آپ کے لشکر کا ایک حصہ ہیں اور آپ کے لشکر کے ایک سالار کی حیثیت سے میرا حق بنتا ہے کہ حشوں کی طرف سے نکل کر انفرادی مقابلے کے لئے نکلانے والے کے مقابلے میں جاؤں۔“

یہاں سے ان الفاظ سے رزمیہ خوش ہو گیا تھا۔ چنانچہ اُس نے یہاں سے انفرادی مقابلے پر اترنے کی اجازت دے دی تھی۔

فوزمندی عطا فرما۔ اسے ابراہیم (علیہ السلام) کے رب امیری مدد فرما کہ میں قضا بین کر دشمن پر وارد ہوں اور اسے لوہے کی دگام چڑھا کر رکھ دوں۔ اس کے دل اور ذہن کی ستیزہ کاری میں اس کے سینوں میں طوفان کے تلاطم اور اس کے ارادوں میں یورش افلاس کے گولو بھردوں۔ اے اللہ! تو اپنے اہل مدد ہونے کے صدقے میں میری مدد فرما۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیماس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ رفتار تیز کر دی، پھر وہ آگے بڑھا، چٹوئیں کی طرف سے جو مقابلہ کرنے کے لئے نکلا تھا جب وہ اس کے سامنے آیا تب وہ حتی سیماس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نہیں جانتا تیرا تعلق کن سرزمینوں سے ہے، اس لئے کہ رعمیس کے لشکر میں اس وقت مصری بھی ہیں، سینیائی بھی ہیں، بابوسی بھی ہیں، اموری بھی ہیں، اب تو بتا تیرا تعلق کس گروہ سے ہے۔ جہاں میرا تعلق ہے، میرا تعلق تو جانتا ہے، میں حتی ہوں۔ نام بتانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، اس لئے کہ تھوڑی دیر بعد جب میں تیرا خاتمہ ہی کروں گا تو پھر تجھے میرا نام جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم تو اپنا تعارف کرواتا کہ میں جانو تو کس گروہ سے نکل کر میرے مقابل آیا ہے۔“

جواب میں بڑا فطریہ سیماس کے چہرے پر نمودار ہوا اور حتی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”زیادہ نہ اترا، اور نہ ہی زیادہ گھمنڈ اور تکبر میں جا، اس لئے کہ جہاں تو اس وقت کھڑا ہے یہ موت کا میدان ہے جس کے اندر بڑے بڑے سورما، بڑے بڑے گھمنڈ اور تکبر کرنے والے خون میں ڈوب کر زمین پر بے حس و حرکت لیٹ جاتے ہیں۔ سن! میرا نام سیماس ہے، میرا تعلق عربوں کے گروہ یکوس سے ہے۔ اس وقت ہم سب اپنی شناخت بھول کر رعمیس کے لشکر میں شامل ہیں۔ لہذا تو مجھے میرے انفرادی تعارف سے نہ بچان، صرف یہ جان کہ میں رعمیس کے لشکر کا ایک سالار ہوں اور تیرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے نکلا ہوں۔“

اس پر وہ حتی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اچھا ہوا تم نے اپنا نام بتادیا، اس لئے کہ تیرا نام ہم جنوں کے اندر اجنبی نہیں ہے۔ اس لئے کہ ماضی میں تیرا نام ہمارے مرکز کی شہر خوشامش میں بڑا گونجن رہا ہے،

اس لئے کہ تو نے کئی بار ہمارے لشکریوں کو پسپا کیا اور اپنی حدود میں داخل نہ ہونے دیا۔ ہم بھٹتا ہوں کہ حالات اُن واقعات کی سزا دینے کے لئے تمہیں گھیت کر میرے مات لے آئیں ہیں اور اُن حالات کی سزا میں تجھے اس میدان میں ایسی دوں گا کہ ان آئے والی تسلیں بھی یاد رکھیں گی کہ کسی یکوس کے ساتھ کسی حتی نے ایسا سلوک کیا

وہ حتی جب خاموش ہوا، تب قہر بھرے انداز میں اُس کی طرف دیکھتے ہوئے

”لو! کیا! میں تجھے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ زیادہ گھمنڈ اور تکبر کی گفتگو نہ کر، اپنی حدود اور اپنی ذہال سنبھال، میں تجھے پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں تاکہ ہارنے کے

بہانہ نہ ہو، ہر صورت میں تیرا سر کاٹنا ہے اور اپنی فتح مند کی اور اپنی کامیابیوں کا اعلان کرنے ہوئے واپس اپنے لشکر میں جانا ہے۔ وقت کم ہے، آ مقابلی کی ابتدا کریں۔ پھر اس اُن کائنات کا مالک کس کے ہتھرو کو ستاروں کی طرح چمکاتا ہے اور کس کی تقدیر کو بدنامہ راتوں کے سیاہ اندھروں سا کر کے رکھتا ہے۔“

سیماس کی اس گفتگو سے وہ حتی تاؤ کھا گیا تھا۔ چنانچہ ایک قہر بھری نگاہ اُس نے اُس پر ڈالی۔ ذہال کو سامنے کیا، تلوار پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسے لہرایا،

فوراں کو ایڑ لگائی اور سیماس کی طرف بڑھا۔

اُس نے ایک انتہائی ہولناک وار اپنی تلوار کا سیاس پر کیا جسے سیماس نے اپنی

اعمال پر پایا، جوابی حملہ کیا اور اُس کی جوابی ضرب سے اُس حتی کی ذہال ہر طرح گونج

پڑی۔

بہت دیر تک دونوں اپنے گھوڑوں کو دائیں بائیں آگے پیچھے کرتے ہوئے ایک

ایک اپنے گھوڑے سے کود گیا تھا اور چونکی حتیٰ اٹھ کر سیدھا کھڑا ہوا، سیاسی نے اُس پر اپنی تلوار سے وار کرنے شروع کر دیے تھے۔ حتیٰ چونکہ بولکھا ہٹ کا شکار تھا، جارحیت پر اُس اترا، اُس دفاع تک محدود رہے ہوئے اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹا رہا اور سیاسی کے ہاتھ لیوا اور روکتا رہا۔ ایک موقع پر سیاسی اُسے ڈھال مارنے کے لئے اپنی ڈھال کو اُس کے چہرے کے قریب لایا چونکہ سیاسی کی ڈھال اُس حتیٰ کی آنکھوں کے سامنے آئی تھی، اُس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیاسی نے ایک جست لگائی اور دوسرے اُس کے لئے اُس کی تلوار بلند ہو کر اُس حتیٰ کے شانے پر گری تھی اور شانے پر اُس نے اپنی امانت کے لئے جو خول چڑھا رکھے تھے، انہیں کاٹتے ہوئے شانے پر خاصا گہرا گھاؤ لگائی تھی۔

سیاسی کے اس عمل سے رعسین کے لشکر کی زوردار انداز میں سیاسی کی تعریف آتی ہے جو نعرے بلند کرنے لگے تھے۔ دوسری طرف حتیوں کے لشکر میں اُس وقت اپنی آپ طاری ہو گئی تھی جسی وقت حتیٰ اپنے گھوڑے سے پیچھے گرتا تھا اور اب جب وہاں نے اُس کے شانے پر ضرب لگا کر شانے پر چڑھے ہوئے خول کو کاٹتے ہوئے اٹھا دیا گیا تھا، تب حتیوں کے لشکر کی حالت ایسی تھی جیسے سب کسان پ سوکھ گیا ہو۔ اُس کے بعد سیاسی نے لگا تار اور تابوتوں سے اُس حتیٰ پر کرنے شروع کر دیے۔ وہ شانے پر گھاؤ لگنے کی وجہ سے وہ پہلے ہی تھلا رہا تھا۔ شدید کرب اور درد کا شکار تھا، اب جو سیاسی نے اُس پر تیز اور جان لیوا حملے کرنے شروع کئے جب وہ اُن حملوں کو دیکھتا اور اس عمل کے دوران ایک بار اُس نے ٹھوکر کھائی اور ٹھوکر کھاتے ہی وہ زمین پر گر گیا۔ سیاسی نے آگے بڑھ کر اُس کی تلوار پر پاؤں رکھ دیا۔ چمکتا چمکتا کر اُس نے ایک طرف بھینک دی، ساتھ ہی اُس کے بائیں ہاتھ پر اپنے پاؤں کی ایسی مار ماری کہ وہ حال بھی اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر درد جاگری۔

اُس موقع پر زمین پر لیٹے ہوئے حتیٰ کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ وہ کانپ رہا تھا، کپکپا رہا تھا۔ اب یہاں تک کہ غصہ تک لپچے میں اُسے مخاطب کر کے سیاسی کہنے لگا۔

”میں تیرا نام نہیں پوچھوں گا اور نہ ہی میں نے شروع میں تیرا نام پوچھا تھا، نہ ہی تو اُن دنوں اپنا نام بتانے کی زحمت اٹھائی تھی۔ سو کہ شروع میں جو تو نے لاف زنی کی، جو غصہ اور تکبر میں ڈوبی گفتگو کی، اُس کا خیا نہ تجھے کیسا بھگتنا پڑ رہا ہے۔ میں نے

آیا تھا کہ میں تیرے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکوں گا اور تو میرا سر کاٹ کر اپنی کامیابی اور اپنی فوجمندی کا اعلان کرتے ہوئے اپنے لشکر میں واپس چلا جائے گا۔ سن! تیرے سامنے آنے کے ساتھ ہی میں نے تجھ سے کہا تھا کہ یہ موت کا میدان ہے، اب تک میں جو تیرے ساتھ لڑتا رہا ہوں تو میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ تو کس پائے کا بیج زن ہے۔ میں تیری طاقت اور قوت کو بھی جان چکا ہوں۔ میں نے یہ بھی اندازہ لگا لیا ہے کہ تیرا گھوڑا کس طرح اور کس انداز میں تیرا مطیع اور فرمانبردار ہو کر میرے خلاف حرکت میں آنے میں تیری مدد کرتا ہے۔ سن حتیٰ، اصل مقابلہ تو اب ہوگا، اس لئے کہ میں نے تیری جانچ تمام کر دی۔ اب تیرا کام تمام کر دوں گا۔“

سیاسی کی اس گفتگو کے جواب میں اُس حتیٰ نے ایک تہقیر لگایا، پھر کہنے لگا۔

”یہ سب زبانی باتیں ہیں، عملی انداز میں جب میرے خلاف حرکت میں آئے گا، یاد رکھنا میں تجھے تیرے خون میں نہلا کر رکھ دوں گا۔“

سیاسی نے اُس کے الفاظ کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے گھوڑے کو تھوڑا سا پیچھے ہٹایا، پھر ایک دم اُس نے بڑے وحشی انداز میں اپنے خدائے واحد کی تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ پھر اُس نے اپنے گھوڑے کی اگلی دائیں ٹانگ کے اوپر ہی جسے میں خاص انداز میں مہین لگائی تھی کہ گھوڑا ہتھنیا، تنھے پھر چڑھائے، دو چار بار کونٹیاں تبدیل کیں، اگلی ٹانگیں اٹھا کر وحشت کا اظہار کیا، اُس کے بعد اس تیزی سے بھاگا کہ حتیٰ سمجھ نہ سکا کہ سیاسی کیا کرنے والا ہے، وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ تاہم اپنی تلوار اور ڈھال اُس نے اپنے سامنے کر لی تھی تاکہ آسانی سے سیاسی کے حملے کو روک سکے۔

سیاسی کا گھوڑا جب بھاگتا ہوا آیا تو اُس حتیٰ کے گھوڑے کے ساتھ اُس نے بڑی بری طرح اپنی چھاتی لکرائی تھی۔ حتیٰ یہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے سیاسی کے وار کو اپنی ڈھال پر لینا ہے اور پھر جوابی کارروائی کرنی ہے لیکن جب سیاسی کے گھوڑے نے پورے زور اور قوت سے اپنا سینہ حتیٰ کے گھوڑے کے سینے سے ٹکرایا، تب حتیٰ کا گھوڑا اپنا توازن کھو بیٹھا۔ ایک طرف لڑکھا، اُس کے اس طرح توازن کھونے سے حتیٰ کسی قدر پریشان ہو گیا تھا۔ مین اُس موقع پر سیاسی نے اپنی تلوار کا دست اس زور سے اُس حتیٰ کے شانے پر چڑھے لوہے کے خول پر مارا کہ حتیٰ اپنے گھوڑے سے پیچھے گر گیا۔

یہ صورت حال حتیٰ کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ اتنی دیر تک سیاسی بھی جست

تھے کہا تھا کہ تکبر اور گھمنڈ کی گفتگو مت کر، اس لئے کہ یہ موت کا میدان ہے اور اس میدان میں بڑے بڑے سورما ہوں ڈوب کر زمین پر چت ہو جاتے ہیں۔ سو یہی حالت اس وقت تیری بھی ہے۔ اگر تیرا میرا کوئی انفرادی مقابلہ اس بناء پر ہوتا کہ میرے ساتھ تیری دشمنی ہوتی یا تیرے میرے درمیان کوئی قبلی عداوت ہوتی تو شاید اس حالت میں تجھے چھوڑ دیتا، معاف کر دیتا، جانے دیتا لیکن اب دو لشکر ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اور تو چونکہ از خود انفرادی مقابلے کے لئے نکلا اور لٹکارتا تھا، لہذا انفرادی مقابلے کے جو اصول ہیں، اُس کے تحت میں تجھے معاف نہیں کر سکتا۔

اس کے ساتھ ہی سیاست نے اپنی تلوار بلند کر کے گرائی اور اُس حتیٰ کی اُس نے گردن کاٹ کر رکھ دی۔ پھر وہ چلا، اُس کی تلوار ڈھال پر قید کر کے اُس کے گھوڑے کی زین سے لٹکایا، پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور حتیٰ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر واپس اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

جب وہ رعمیس کے پاس سے گزر رہے لگا تو رعمیس نے نہیں، اُس کے دونوں بڑے سالاروں تومس اور بیرم نے بھی اُس کی طرف شکر گزاری کے انداز میں دیکھا۔ پھر رعمیس اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیاس! میرے سامنے جو تعریف بیرم نے تمہاری کی تھی، میں سمجھتا ہوں، نم اس تعریف سے کہیں اعلیٰ، ارفع اور بلند ترین ہو۔ جو کارروائی تم نے حتیوں کے اس سورما کے خلاف ڈالی ہے، ایسی کارروائی ہر شیخ زن، ہر شیر باز نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے میں تمہیں جتنی داد دوں، جتنی بھی تعریف کروں، کم ہے۔“

اس پر سیاسی نے رعمیس کا شکر یہ ادا کیا۔ اُس کے بعد وہ لشکر کے پشتی حصے کی طرف چلا گیا تھا۔

انفرادی مقابلہ ہارنے کے بعد حتیوں کے بادشاہ موتلش اور اُس کے بھائی موتلش میں ایک دم رعمیس کے لشکر پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی تھی۔ اس لئے کہ انہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ انفرادی مقابلہ ہارنے کے بعد کہیں اُس کے لشکر کی آپس میں کھسپہ پھسپہ کرتے ہوئے اپنی اپنی انفرادی مقابلے کی کھست پر گفتگو نہ کریں اور لشکر کی حوصلہ نہ ہار بیٹھیں۔ اس بناء پر اپنے لشکر کو وہ حرکت میں لائے اور وقت کے جوش مارتے سمندر میں وہ خونی قصے کہانیاں، لہو کی حکایتیں اور کھانیاں کھڑی کرتی، دکانی سنگتی

اپنی اپنی طرح رعمیس کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف رعمیس نے جو لشکر سامنے رکھا تھا، اُسے تین حصوں میں تقسیم کیا تھا: ایک حصہ اپنے پاس رکھا تھا، دایمیں جانب بیرم تھا اور بائیں حصے کی کماندار تومس کر رہا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے اپنے لشکر کے ساتھ رعمیس حرکت میں آیا اور زندگی کے اہلکاروں کی ساری عمارتیں مٹانے، دکھوں کے کرب خیز رقصوں کے اندھیرے کی بھاری دھند میں رقص کرتی کوئی شعاؤں کی طرح حتیوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

اُس کے ساتھ ہی ساتھ بیرم بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا۔ چنانچہ موتلش پر ہر شے کی کوکھ میں خوف انگیزی جیت ناک اڑچوں اور سرگ وزنیوں کے اڑنے مڑنے کے کرتی فغص بھری قوتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

تومس کے پیچھے ہی پیچھے دوسرا سالار تومس بھی اپنی کارروائی ڈالنے ہوئے حتیوں کے پاس کے سارے سندیہ بے پال کرتے، اندیشوں کے سیل بے ایمان اور جیسوں کی لہریں اٹھاتے ہوئے ستم کشی کے عداوبوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے ہر شے کے شعور پر بربادی کی کہر چھانے لگی تھی، انسانی بے ثباتی طاری کرتی، جھلکتی سنگتی سنگتی لہریں یوں اچانک دکھانے لگی تھیں کہ ان کے صحرائیں بھٹاؤں کے شیطاں ناچ اٹھے ہوں۔

پھر دیر تک دونوں لشکر بڑے ہولناک انداز میں ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے، ایک بعد ایک نئے انتقام کی ابتداء ہوئی۔ اس لئے کہ رعمیس کے لشکر کے پشتی حصے میں وہ لشکر جو سیاسی اور طباش کے پاس تھا سب اُن دونوں نے دھو حصوں میں تقسیم کر دیے، انہوں نے اپنے اپنے حصے کو لے کر دائیں بائیں مختلف سمتوں کی طرف روانہ ہوئے۔

پانچ گھنٹوں کے بعد حتیوں کے لشکر کے دایمیں پہلو پر سیاسی بے حرارت اور بے پروائی کے افسانہ کار ناموں کے سرسام اور ہر گشتہ بخت کرتی فطرت کی پر اسرار لہریں اپنی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ دوسری سمت یعنی بائیں جانب سے طباش اپنے حصے کے لشکر کی سانسیں تک بوجھل کرتی، چٹکناڑی آنکھوں اور سرکش لہروں پر بھی طاری کر دینے والی موت کی طاقتور قوت کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

بائیں سامنے کی طرف سے رعمیس، بیرم اور تومس حتیوں پر ناقابلِ برداشت

ضرر میں لگا رہے تھے اور انہوں نے پہلے ہی حلیوں پر اپنا اثر ڈالتے ہوئے اپنے آپ کو اُن پر بھاری ثابت کرنا شروع کر دیا تھا۔ اُس کے بعد جب حلیوں کے لشکر کے دائیں پہلو پر سیاست اور بائیں پہلو پر طباش حملہ آور ہوا، تب حلیوں کی توجہ ہٹ گئی۔ پہلے اُن کی پوری توجہ اپنے سامنے حملہ آور ہوتے رئیس، سیرم اور خوش پر تھی اور وہ اپنی پوری طاقت اور قوت صرف کرتے ہوئے اُن کے حملوں کو روکنے کے ساتھ ساتھ اُن پر جارحیت بھی اختیار کئے ہوئے تھے۔ اب جب دائیں بائیں سے بھی سیاست اور طباش کی صورت میں ان پر حملوں کی ابتداء ہوئی، تب حلیوں کے اندر تصرف یہ کہ سراسیمگی اور اخلاقی پھیلنا شروع ہوئی جب کہ اُن کے لشکر کی تنظیم بھی برباد ہونا شروع ہو گئی تھی۔

حلیوں کی بد قسمتی کہ اُن کے دائیں اور بائیں جانب کوئی بڑا سالار نہیں تھا جو اُس سمت کے لشکر یوں کی تنظیم درست کرتا اور جوانی کا ردائی کرتے ہوئے سیاست اور طباش کے خلاف حرکت میں آتا۔ اس موقع پر اگر حلیوں کے سالار سامنے کی طرف سے بٹتے اور دائیں بائیں اپنی توجہ مرکوز کرتے تو یقیناً سامنے کی طرف سے رئیس اُن پر بوجھ بن جاتا اور اُن کی ناکامی یقینی ہو جاتی۔

چنانچہ اس صورت حال سے سیاست اور طباش نے پورا فائدہ اٹھایا اور حلیوں کے دائیں بائیں پہلوؤں کو بری طرح روندتے ہوئے اور اُس سمت سے حلیوں کی صفوں کی صفوں کو پال کرتے ہوئے اُن کے اندر دی ہصے کی طرف بڑھے تھے۔

تھوڑی ہی دیر کی مزید جنگ کے بعد حتی لشکریوں کے اندر یہ افواہ پھیلنا شروع ہو گئی کہ سامنے کی طرف سے تو رئیس اپنے دو بہترین سالاروں کے ساتھ اُن پر دباؤ ڈال رہا ہے جب کہ دائیں بائیں سے سیدانی سالار سیاست اور طباش دونوں حملہ آور ہوتے ہوئے بڑی تیزی سے اُن کے لشکر کے مرکزی ہصے کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے ہیں۔

اس خبر نے حلیوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور وہ یہ سوچنے لگے تھے کہ اگر سیاست اور طباش واقعی اُن کے لشکر یوں کا قتل عام کرتے ہوئے اُن کے لشکر کے مرکز کی طرف بڑھتے چلے گئے تو اس طرح وہ حلیوں کے لشکر کو درجوں میں تقسیم کر دیں گے اور ایسی صورت میں حلیوں کے لشکر کا کوئی بھی حصہ بچ نہیں پائے گا۔

اس فتنی کیفیت کو دور کرنے اور حلیوں کی پہلی جنگجو یا نہ فطرت اور جذبے کو بحال کرنے کے لئے حلیوں کا بادشاہ موتیش اور اُس کا بھائی موتیشلیش اور موتیشلیش کی بیٹی اور بیٹے زور زور سے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو رئیس کے لشکر پر جان لیوا حملے کرنے کی ترغیب دینے لگے تھے۔

لیکن اب حلیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ اُن پر صرف سامنے کی طرف سے نہیں نہیں لگائی جا رہی تھیں بلکہ دائیں بائیں سے بھی رئیس کے لشکر اُن کے سر کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور وہ اس کو کش میں ہیں کہ اُن کے لشکر کو وہ حلیوں میں تقسیم کر کے اُن کا قتل عام شروع کر دیں۔

یہ صورت حال بڑی حوصلہ شکن تھی۔ موتیش اُس کے بھائی اور سالاروں نے اپنے لشکریوں کو بڑا سنبھالا دینے کی کوشش کی لیکن اُن کو ناکامی ہوئی۔ چنانچہ گھست قبول کرتے ہوئے سامنے کی طرف سے حتی بھاگے۔ پہلوؤں کی طرف سے پہلے ہی اُن کی صفوں کی صفیں سیاست اور طباش نے برباد کر دی تھیں۔ جب حتی لشکر کے اندر اس طرح کی فتنی پہلی، تب رئیس کے لشکر کے علاوہ دائیں بائیں سے سیاست اور طباش نے حلیوں پر ایک عام سابلہ بول دیا تھا اور اس لیے اور حملے کے دوران حلیوں کا بادشاہ موتیش بھی اس طرح زخمی ہوا تھا۔ چنانچہ حتی اپنے زخمی بادشاہ کو اٹھا کر پیچھے ہٹ گئے، موتیش قبول کر لی اور ایک طرح سے وہ چند میل پیچھے اپنی سر زمینوں کی طرف چلے گئے۔ حلیوں کے لشکر کی تعداد اب بھی کیونکہ بہت زیادہ تھی، لہذا رئیس نے اپنے لشکر کو ساتھ حلیوں کا تعاقب نہیں کیا۔ تاہم اُس نے حلیوں کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کر لیا۔

دوسری طرف حتی بڑی تیزی اور برق رفتاری سے پسپائی اختیار کرتے ہوئے لگ بھگ اندر میل پیچھے ہٹ گئے تھے۔ وہاں جا کر انہوں نے قیام کیا تھا۔ جہاں انہوں نے قیام کیا تھا، وہ اُن کے لئے بڑی محفوظ جگہ تھی۔ کئی چھٹی زمین تھی، جگہ جگہ اونچے نیچے تھی۔ اُن ٹیلوں کے پیچھے اور کئی چھٹی زمین کے اندر حلیوں کے بادشاہ موتیش کے ساتھ موتیشلیش اور اُس کے سالاروں نے اپنے تیرے انداز بٹھا دیئے تھے تاکہ رئیس اگر حلیوں کے ساتھ اُن کی سر زمینوں میں پیش قدمی کرے تو ان پر تیر اندازی کرے۔ اُن کی پیش قدمی کو روکا جاسکے۔

مقابلہ کرنے کے لئے اتنی بہتر نہیں جتنی اچھی جگہ کی میں تمہیں نشانہ دہی کرنے لگا ہوں۔“

”سن میرے بھائی! پیچھے ہٹ کر قادش شہر کے قریب چلا جا۔ قادش شہر میں داخل نہ ہونا، قادش شہر کے نواح میں جو کوہستانی سلسلے ہیں، وہاں بھی اونچے نیچے کافی ٹیلے ہیں۔ وہاں اپنے لشکر کو استوار کرنا۔ یاد رکھنا، ایک بار ہمیں شکست دینے اور پسپا کرنے کے بعد رعمیس ضرور ہمارے علاقوں کے اندر پیش قدمی کرے گا تاکہ ہمیں اپنے مائے بھٹکے اور ہمیں صلح کرنے پر مجبور کرے۔ ایسا وہ اس لئے چاہے گا کہ وہ دو فائدہ حاصل کرے: پہلا یہ کہ ہم اسے خراج دیتے پر مجبور ہو جائیں۔ دوسرا یہ کہ وہ ہم سے یہ جزیری معاہدہ کر لے کہ آنے والے دور میں ہم کبھی بائبل کے کاسیوں اور سیرتانیوں پر حملہ آور نہیں ہوں گے۔ میرے بعد کبھی کسی موقع پر تم بہت ہی مجبور اور بے بس ہو جاؤ، تب بھی رعمیس کے ساتھ کبھی یہ معاہدہ نہ کرنا کہ آنے والے دور میں متیوں، کاسیوں اور سیرتانیوں پر ضرب نہیں لگائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد موتشل رکا۔ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

”سن موتشل میرے بھائی! یوں سمجھنا یہ پسپائی، یہ شکست عارضی ہے اور اس مائیں شکست کا ہر صورت میں ہم نے انتقام رعمیس سے لینا ہے۔ یہ ہمارا قوی فرض مانا جائے کہ ہم پہلے بائبل کے کاسیوں اور ساتھ ہی اپنے جنوب میں بسنے والے امانیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نہ صرف اپنا تسلط اور فرمانبرداری بائبل کے علاقوں پر اپنی مملکت اور ہو کر قبضہ کریں اور ایسا کرنے کے بعد ہم مزید جنوب میں رعمیس کے علاقوں کی طرف بڑھیں۔ جس روز متیوں نے مصری علاقوں میں داخل ہو کر رعمیس کو شکست دی، میں سمجھوں گا وہ دن متیوں کے لئے سب سے زیادہ مقدس اور سب سے قیمتی دن ہوگا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد موتشل خاموش ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اس کی آواز ڈوبنے لگی۔ یہاں تک کہ بڑی مشکل سے بولے ہوئے اس نے پھر اپنے چھوٹے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا تھا۔

”میرے بعد اپنے سارے سالاروں کے علاوہ اپنے اہل خانہ اور خاندان کا خیال رکھنا۔ میں نے متیوں کی طاقت اور قوت میں بڑی جدوجہد کر کے اضافہ کیا ہے۔ اس

تیر انداز بٹھانے اور انہیں تیار اور مستعد کرنے کے بعد موتشل اور اس سالار اس جگہ آئے جہاں متیوں نے اپنے زخمی بادشاہ موتشل کو رکھا ہوا تھا۔ موتشل زخمی تھا۔ اس موقع پر اس کے پاس کچھ سالاروں کے علاوہ اس کے بھائی موتشلش آجی بھی دلوکر اور بیٹا لوزمان بیٹھے ہوئے تھے۔ موتشلش بھی جب آگے بڑھ کر اپنے بھائی موتشل کے پاس بیٹھ گیا۔ تب موتشل کچھ دیر تک بڑے غور سے موتشلش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں سمجھتا ہوں، یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ رعمیس کے ہاتھوں ہمیں شکست ہو پسپائی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کی وجہ رعمیس کی طاقت اور قوت نہیں بلکہ ہماری منصوبہ بندی کی کم مائیگی ہے۔ رعمیس نے ہمارے مقابلے میں بہتر اور اچھی منصوبہ بندی کی جس کی بناء پر وہ کامیاب رہا۔“

”موتشلش میرے بھائی! یہ شکست ہمارے لئے بڑی بدنامی اور رسوائی کا باعث بنے گی۔ اس شکست کی خبر جب ہمارے مرکزی شہر خوشاش پہنچے گی تو ہمارے لوگ بدول ہو جائیں گے اور ان پر ایک طرح سے مصر کے فرعون رعمیس کا رعب اور دہم چھا جائے گا جب کہ میں ایسا ہرگز نہیں چاہتا۔“

”موتشلش! میں اپنے زخم بھی دیکھ چکا ہوں، اپنی حالت کا بھی اندازہ لگا چکا ہوں۔ میرے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ مرنے سے پہلے میرے بھائی! میں سب کے سامنے تمہیں متیوں کا بادشاہ بناتا ہوں، اس لئے کہ تمہیں اپنا جانشین تو میں پہلے ہی مقرر کر چکا تھا۔ میرے بھائی، متیوں کو رعمیس کے مقابلے میں کامیاب کرنے کے لئے میں تمہیں ایک وصیت بھی کرتا ہوں۔“

”مجھے کسی نے بتایا ہے کہ یہاں جو ٹیلے ہیں، ان کے پیچھے کئی چھینی زمینیں ہیں۔ اس کے اندر بھی تو نے حفاظت اور تحفظ کی خاطر اپنے تیر انداز بٹھا دیئے ہیں۔ اگر تم نے تو نے اچھا کیا ہے لیکن یہاں زیادہ دیر قیام نہ کرنا، یہاں تم زیادہ دن رعمیس کی راہ نہیں روک سکو گے، اس لئے کہ تمہارے پڑاؤ پر اب تک رعمیس قبضہ کر لیا ہوگا۔ تم ایسا کرو، تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرو۔ میرے خیال میں رعمیس اپنے لشکر کے ساتھ تمہارا تعاقب نہیں کرے گا۔ وہ اس وقت ہمارے پڑاؤ پر چڑھ کر کوسمیت رہا ہوگا۔ جس جگہ تم نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا ہے، یہ جگہ رعمیس

”گور میں چاہتا ہوں۔“

”متوخلیش کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ گور ایک بار پھر بول اٹھا۔

”آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں، میں سمجھ گیا ہوں۔ جہاں تک میرا خیال ہے کہ اس خیمے میں منگوانے چائیں۔ لشکر کے ساتھ ہی پڑاؤ کرنا چاہئے اور لشکریوں کے اندر ازانی چاہئے کہ تھوڑی دیر تک پانچ دنوں تک مصر کا حکمران رعمیس ان علاقوں کا نئے لڑے گا اور ہم نے اس پر حملہ آور ہو کر اُسے شکست دینی ہے۔ ہماری جس خیمہ گاہ اس نے قبضہ کیا ہے، وہ واپس لینے کے ساتھ ساتھ رعمیس کی خیمہ گاہ اور اُس کے اہل بیروں پر قبضہ کرنا ہے۔

یہ پہلی وجہ ہے جو ہماری فتح مندی اور کامیابی کا درکھول سکتی ہے۔ اگر ہم ایک اور وجہ لیں تو پھر میرے خیال میں ہم اپنی کامیابی اور کامرانی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔“

اس پر بے پناہ خوشی کے علاوہ محسوس ہونے لگا۔

”میں تمہاری اس تجویز کو قبول کرتا ہوں کہ فی الحال اپنے مرکزی شہر سے اس کے خیمے طلب نہیں کرتے۔ اب تم کہتے ہو کہ ہم ایک اور کام کریں تو ہم اپنا باہیالی اور فتح مندی کو یقینی بنا سکتے ہیں تو ذرا وہ دوسری تجویز بھی کہہ دو جس پر عمل لے ہم ایسا کر سکتے ہیں۔“

نواب میں گور نے پہلے اپنے ارد گرد کھڑے چھوٹے بڑے سالاروں کی طرف اشارہ کیا، جنہوں پر زبان پھیری، اُس کے بعد نئے بادشاہ متوخلیش کو مخاطب کرتے ہوئے۔

”میں چاہتا ہوں آپ ابھی اسی وقت تیز رفتار قاصد اپنے مرکزی شہر خوشامش میں اپنے کاک کی طرف روانہ کریں۔ آپ جانتے ہیں کہ جو لشکر اس وقت ہمارے پاس ہے، قاصد میں یہ لشکر رعمیس کے لشکر سے کم نہیں ہے، اس کے باوجود ہم ایک کامیابی برپا کر لیں تو اپنی کامیابی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔

اپنے بیٹے کاک سے کہیں کہ وہ ایک لشکر اپنے جہانیدہ اور تربیت یافتہ سالاروں کی مدد سے یہاں قادی کی طرف روانہ کرے۔ اُس لشکر کو ایک میل پیچھے گھات میں لٹکایا جائے۔ محترم متوخلیش یہ بات تو طے شدہ ہے کہ رعمیس ہمارے علاقوں میں

طاقت اور قوت کو برباد نہ ہونے دینا، جس روز تم باہلیوں اور سیرتانیوں اور رعمیس کے خلاف کامیاب ضرب لگاؤ گے، اُس روز تمہیں کے لئے عید اور خوشی کا دن قرار دینا آخری بار میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے بعد اپنی کم ہونے والی بیٹی سریان کو بڑی تک وددہ اور محنت سے تلاش کرنے کی کوشش کرنا اور جس نے اُسے اٹھایا ہو جس نے اُسے انوکھا کیا ہو یا جس نے اُسے ختم کر دیا ہو، تم بھی اُس کا سرکٹ کر رہنا۔ دیکھو یہاں لڑیا دیر قائم نہ کرنا فوراً لشکر کو سینوں، قادی شہر کی طرف ہلو، اس لئے کہ.....“

اس سے آگے کہتے کہتے متوخلیش کی آواز دب گئی تھی، اس پر متوخلیش بے چارہ ہو کر آگے بڑھا، متوخلیش کا جائزہ لیا، اُس کی آواز بند ہو گئی تھی، وہ ہونٹ ہلاتا رہا تھا لیکن اُس کی آواز نکل نہ رہی تھی۔ کچھ دیر تک ایسا ہی ساں رہا، اُس کے بعد متوخلیش کی گردن ڈھل گئی اور وہ ختم ہو گیا۔

اس موقع پر متوخلیش کے حکم پر جتنی بڑی تیزی سے حرکت میں آئے۔ مرہ والے بادشاہ متوخلیش کی لاش کو مرکزی شہر خوشامش کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا جب کہ خود متوخلیش لشکر لے کر اپنے مرنے والے بھائی کی وصیت کے مطابق قادی شہر کی طرف گیا تھا۔

متوخلیش نے قادی شہر کے نواح میں ایک انتہائی مناسب جگہ اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا۔ وہ جانتا تھا کہ رعمیس اُس کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے، اپنے لشکریوں کو کچھ ستانا یا موقع فراہم کرنے کے بعد ضرورتاً رعمیس کی سرزمینوں کے اندر پیش قدمی کرے گا اور متوخلیش پر اپنی شرائط مسلط کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس بناء پر متوخلیش نے ایک ایک جگہ اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا۔ جو جگہ جنگ کے دوران اُس کے لئے بڑی سودمند ثابت ہو سکتی تھی۔ اس موقع پر متوخلیش کے بڑے سالاروں میں سے گور اور سنوش اور کاک دوسرے اُس جگہ آئے جہاں متوخلیش کا نیا بادشاہ متوخلیش، اُس کا بیٹا لوزمان اور بیٹی لوزمان کھڑے ہوئے تھے۔ تینوں کسی قدر پریشان تھے۔ سارے سالار آ کر اُن کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس موقع پر بڑا سالار گور متوخلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نے سنا ہے آپ اپنے مرکزی شہر سے لشکریوں کے لئے نئے خیمے طلب کرنے لگے ہیں۔ میرے خیال میں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

اس موقع پر متوخلیش نے فوراً گور کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

کے اندر ایک افراتفری اور بد نظمی کی کیفیت طاری ہوئی جس سے ہمارے لشکر ہی بد دل ہو گئے، ادھر اُدھر جا میں بچانے کے لئے دیکھنے لگے اور یہی جنگی منصوبہ بندی رزمیں کے مقابلے میں ہماری ناکامی کا باعث بن گئی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گورد جب خاموش ہوا، تب کچھ دیر تک خاموش رہ کر متوشلیش سوچتا رہا، اُس کے بعد باری باری اُس نے ایک گہری نگاہ اپنی بیٹی دلوکز، اپنے بیٹے لومان، سنوٹ، گورد اور دوسرے سالاروں پر ڈالی، پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”گورد نے جو تجویز پیش کی ہے، وہ میرے تو دل کو لگتی ہے۔ اب تم سب لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرو اور مجھے اپنے خیالات سے آگاہ کرو۔ میں چاہتا ہوں ہم سب مل کر رزمیں کے خلاف کوئی ایسی منصوبہ بندی کریں جس پر ہم سب متفق ہوں اور وہ منصوبہ بندی ہماری کامیابی اور ہماری شاندار فتح کی علامت بن جائے۔“

اس موقع پر سب سے پہلے متوشلیش کا بڑا سالار سنوٹ بولا اور کہنے لگا۔
”جہاں تک میرا خیال ہے، میں گورد کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں، میرے خیال میں جو کچھ گورد نے کہا ہے، اس پر عمل کیا جائے تو رزمیں کے مقابلے میں ہماری فتح اور ہماری کامیابی یقینی ہو سکتی ہے۔“

سنوٹ کے بعد متوشلیش کی بیٹی دلوکز بولی اور کہنے لگی۔

”گورد کا کہنا بالکل درست ہے، ایسا ہی کر کے ہم رزمیں کو شکست دے سکتے ہیں اور اسے واپس مصر کی طرف بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔“

اپنے دوسرے بڑے سالار سنوٹ اور بیٹی دلوکز کے خیالات سن کر متوشلیش نے ہنسی کا اظہار کیا، پھر کہنے لگا۔

”اگر تم سب لوگوں کی یہی رائے، یہی مشورہ ہے تو پھر اسی پر عمل کیا جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشلیش نے پھر کچھ سوچا، اُس کے بعد کہنے لگا۔

”ایک منصوبہ بندی تو طے ہوئی، اب یہ سوچو کہ جوتا زہ لشکر ہمارے مرکزی شہر نہ شاش کی طرف سے آئے گا اور جسے ہم نے رزمیں کے خلاف اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کے لئے گھات میں بھٹاتا ہے، اُس لشکر کی کمانداری کون کرے گا؟“

اس موقع پر پھر متوشلیش کا دوسرا بڑا سالار سنوٹ بولا اور کہنے لگا۔

پیش قدمی کرے گا اور ادھر ہی آئے گا جہاں ہم نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جگہ جس کا ہم نے انتخاب کیا ہے، رزمیں سے ٹکرانے کے لئے بڑی سودمند ہے، اگر یہاں ہمیں فتح ہوگی تو ہماری خوش قسمتی ہوگی، اس فتح کی صورت میں ہم دور تک رزمیں اور اُس کے لشکر کا تعاقب کرتے چلے جائیں گے اور رزمیں کو کچھ کر مصر کی طرف بھاگنے نہیں دیں گے۔

اور اگر رزمیں کے مقابلے میں پہلے کی طرح ہمیں ہار پائی اختیار کرنا پڑی، ہمیں شکست کا سامنا ہوا تو ہم رزمیں کے لشکریوں پر ضرب لگاتے اور اپنا دفاع کرتے ہوئے پیچھے ہٹنے چلے جائیں گے۔ اس طرح رزمیں کے لشکر کے حوصلے بلند ہو جائیں گے، وہ یہ سمجھیں گے کہ پہلے کی طرح انہوں نے پھر ہمیں شکست دی ہے جس کے نتیجے میں ہم پسپا ہونا شروع ہو گئے ہیں۔

چنانچہ پیا ہوتے ہوئے ہم اس جگہ پہلے چائیں گے جہاں اپنے مرکزی شہر خوشاش سے آنے والا ہمارا لشکر گھات میں بیٹھا ہوگا، وہاں پہنچ کر ہم رک جائیں گے اور ہار پائی بند کرتے ہوئے رزمیں کے لشکر پر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی زور زور سے نعرے بلند کرنے لگیں گے، یہ نعرے گھات میں بیٹھے ہمارے اُس لشکر کے لئے اشارہ ہوگا کہ اُسے بھی باہر نکل کر رزمیں کے لشکر پر حملہ آور ہونا چاہئے۔ اس موقع پر جب سامنے کی طرف سے ہم ضرب لگائیں گے اور پہلوؤں کی طرف سے گھات میں بیٹھے والا ہمارا لشکر رزمیں پر حملہ آور ہوگا تو یاد رکھئے کہ ہماری کامیابی یقینی ہو جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گورد نے کچھ سوچا، دوبارہ اپنے بادشاہ متوشلیش کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”آپ جانتے ہیں پہلی جنگ میں یہی طریقہ استعمال کرتے ہوئے رزمیں نے

ہمارے خلاف جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ اُس نے اپنے دو بڑے سالاروں سیرم اور تومس کو اپنے ساتھ دائیں بائیں رکھا اور ان کے ساتھ ہی ہم سے ٹکرایا لیکن سیرم تومس کے دونوں سالاروں سیراس اور طباش کو اُس نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اپنے

عقب میں رکھا اور جب جنگ زوروں پر آئی تو وہی سیراس اور طباش لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہمارے لشکر کے دائیں بائیں پہلو پر ٹوٹ پڑے۔ اس طرح ہمارے لشکر

”میرے خیال میں اُس لشکر کی کمانداری گودر ہی کے نوالے کرنی چاہئے۔ اس سے بہتر کوئی بھی اُس لشکر کی کمانداری نہیں کر سکے گا اور اس سے بہتر انداز میں کوئی بھی وہاں سے اُٹھ کر رمیس کے لشکر پر ضرب نہیں لگا سکے گا، میرے خیال میں گودر کو اگر اُس لشکر کے ساتھ گھات سے نکل کر رمیس کے لشکر پر اچانک حملہ آور ہونے کا موقع دیا جائے تو گودر اپنی گزشتہ شکست کو شاندار فتح میں بدل سکتا ہے۔“

چنانچہ متوہلش نے اس سے اتفاق کیا۔ تیز رفتار قاصد اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف روانہ کئے۔ وہاں سے ایک تازہ دم لشکر منکوا۔ اُس لشکر کو گودر کی کمانداری میں دیا اور اُسے ایک انتہائی مناسب اور معقول جگہ گھات میں بٹھا دیا تھا۔ اُس کے بعد متوہلش اپنے لشکر کے ساتھ رمیس کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا۔ اس طرح متوہلش نے ایک بار پھر اپنے سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد رمیس سے نکل کر اپنی ناکامی کو کامیابی میں تبدیل کرنے کا تجربہ کر لیا تھا۔

③ ③ ③

سیاس کی حویلی میں ایک روز حسین اور خوبصورت سریان دیوان خانے میں ایلی بیٹی تھی کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس پر سریان چونگی۔ دیوان خانے سے نکل کر حویلی سے صدر دروازے کی طرف گئی۔ دروازے کے اندر ایک چھوٹا دراز تھا۔ اُس پر آنکھ لگا کر جب اُس نے باہر دیکھا تو ہلکا سا تھم اُس کے چہرے پر نمودار ہوا۔ اس لئے کہ حویلی کے دروازے سے باہر اُس وقت طباش کی ماں شیرات اور اُس کی بہن یاش دونوں کھڑی تھیں۔ چونکہ اُن دونوں کا سیاسی کے ہاں خوب آنا جانا تھا، چنانچہ سریان اُن سے آشنا تھی۔ انہیں دیکھتے ہی سریان نے دروازہ کھول دیا۔ شیرات اور یاش دونوں مسکراتی ہوئی حویلی میں داخل ہوئیں۔ سریان سے بیٹیں۔ اُن کا بہترین استقبال کرتے ہوئے دونوں کو سریان دیوان خانے میں لے گئی۔ جب وہ دیوان خانے میں بیٹھ گئیں تب طباش کی ماں شیرات، سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹی! اس وقت غلامہ اور برزہ کہاں ہیں، گھر میں اُن کی کہیں سے آواز نہیں آئی دے رہی؟“

اس پر سریان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ کا اندازہ درست ہے، وہ دونوں اس وقت بازار گئی ہوئی ہیں۔ گھر کا کچھ سامان خریدنا تھا، اس لئے۔“

یہاں تک کہتے کہتے سریان کو رک جاتا پڑا، اس لئے کہ طباش کی ماں شیرات سے نور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹی، تجھے یہاں ہمارے ہاں رہتے ہوئے دو سال ہونے کو ہیں۔ کیا دو سال بعد بیٹی تو واپس چلی جائے گی؟“

سریان جب بیٹھ گئی جب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے طباش کی ماں اس کے لئے گئی۔

”بہٹی، بیش ٹھیک کہتی ہے۔ بیٹھو، ہم ایک انتہائی اہم اور ضروری کام کے سلسلے میں ہیں۔ شیرات یہیں تک کہتے کہتے رک گئی تھی۔ اس لئے کہ حویلی کے دروازے پر لکھی ہوئی تھی۔ اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سریان اپنی جگہ پر ابھی اور ابھی اور بیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میرے خیال میں اماں اور برزہ آگئی ہیں۔ میں دروازہ کھولتی ہوں۔“ اس کے سامنے وہ تیز قدم اٹھاتی ہوئی دیوان خانے سے نکل گئی تھی۔ جب اس نے دروازہ کھولا تو حویلی میں واقعی طہارہ اور برزہ داخل ہوئیں۔ دونوں کافی سامان اٹھائے ہوئے تھیں۔ اس پر سریان فوراً حرکت میں آئی۔ طہارہ نے جو سامان اٹھایا ہوا تھا، وہ اس سے اس نے لینا چاہا تب طہارہ پیار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بہٹی، رہنے دو میں لے جاتی ہوں۔“ اس پر سریان کہنے لگی۔

”اماں! آپ مجھے گناہ گار کرتی ہیں۔ سارا سامان مجھے دے دیں۔ اس پر طہارہ کہنے لگتی ہے کہ سارا سامان اُسے تھا دیا۔ پھر سریان برزہ کی طرف بڑھی اور کہنے لگی۔ آپ بھی یہ سارا سامان مجھے دیں، میں اٹھا لوں گی۔“

اس پر بھٹی کی چپت بڑے پیار سے انداز میں طہارہ نے سریان کے گال پر لگا کر کہنے لگی۔

”بہٹی! یہ کیا کر رہی ہو، جو سامان تم نے مجھ سے لیا ہے، تم وہی اٹھاؤ، برزہ جو سامان اٹھائے ہوئے ہو، اس میں سے ادھا میں لے لیتی ہوں، اب چلو۔“

اس پر مسکراتے ہوئے سریان کہنے لگی۔

”اندرا شیرات اور بیش دونوں ماں بیٹی آئی ہوئی ہیں اور وہ ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہیں۔“

اس پر طہارہ اور برزہ دونوں خوشی کا اظہار کرتی ہوئی بڑی تیزی سے سریان کے سامنے بڑھنے لگی تھیں۔

شیرات کے اس عجیب سے سوال پر سریان گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ طباش کی بہن اور شیرات کی بیٹی بیش جو اس سے بالکل سریان کے پہلو سے پہلو ملا کر بیٹھی ہوئی تھی، اپنا بازو سریان کے شانے پر رکھتے ہوئے اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اماں، تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو، کوئی اور موضوع چھیڑو، یہ موضوع شروع کر کے میں تنہی ہوں، سریان کو تم نے پریشان کر دیا ہے، ایک لمبھن میں ڈال دیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بیش لڑکی۔ پھر دوبارہ اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میری بے بسی بہن سریان کو یہ بتاؤ ہم کس مقصد کے تحت آئی ہیں۔“

اس پر سریان فوراً استغیثہ ہوئے کہنے لگی۔

”کیا اماں سے کوئی ضروری کام ہے؟“

اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شیرات کہنے لگی۔

”بہٹی، بات یہ ہے کہ ہم نے تمہارا۔ بھائی طباش کے لئے ایک لڑکی پسند کی ہے۔ میں چاہتی ہوں طہارہ اور برزہ دونوں کو آج شام کے وقت ساتھ لے کر جاؤں، اگر وہ بھی لڑکی پسند کریں تو پھر میں چاہتی ہوں طباش کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔“ اس پر سریان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ تحویلی دیر نہیں وہ ابھی آتی ہیں تو آپ انہیں ساتھ لے جائیے گا۔“

اس پر سریان ابھی اور شیرات کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں آپ کے لئے کھانے کو کچھ لاتی ہوں۔“

اس پر بیش فوراً حرکت میں آئی، سریان کا بازو پکڑ کر اس نے اُسے کھینچتے ہوئے پھر اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور کہنے لگی۔

”میری بہن! تم تو ایسے کر رہی ہو جیسے ہم بہت دور سے آئی ہیں۔ ہماری تمہاری حویلی کی دیوار آپس میں ملتی ہے۔ ٹھیک ہے ہمسایوں کے حقوق ہوتے ہیں، میری بہن! تمہیں اس وقت کچھ لانے کی ضرورت نہیں ہے میں اور میری ماں جانتی ہیں کہ اس وقت تم تازہ یا خشک پھل لائیں جو چیزیں تم دوک، یہی ہماری حویلی میں بھی ہیں۔ اس لئے تمہیں اٹھ کر کہیں جانے اور زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، یہیں میرے پاس

اس پر شیرات مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”میری بہن! وہاں بھی تمہارا ہی کھانا ہے، میں اور پاش اب جاتی ہیں اور شام کا کھانا کھانے کے بعد ہم دونوں ماں بیٹی بیٹیں آجائیں گی اور یہیں سے اُس لڑکی کو بچھنے چلیں گی۔“

اٹھنے اٹھنے شیرات کو کوئی بات سوچھی، چند لمحوں تک غور سے اُس نے طہارہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”طہارہ میری بہن، اس میں کوئی شک نہیں کہ سیاسی، طباش سے کافی چھوٹا ہے لیکن میری بہن اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گی کہ تم بھی سیاسی کے لئے کسی لڑکی کا انتخاب کرو، میں چاہتی ہوں کہ طباش اور سیاسی دونوں کی شادیاں اکٹھی کر دی جائیں۔“ اس پر طہارہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”شیرات! تو ٹھیک کہتی ہے۔ میری بھی خواہش ہے کہ سیاسی کی شادی جلد ہو جائے۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے، میری نگاہ میں ایک لڑکی ہے، آج جس لڑکی کو تم نے طباش کے لئے پسند کیا ہے، اُسے دیکھیں گی، اُس کے بعد میں تم سے اُس لڑکی کا ذکر کروں گی جسے میں اپنے بیٹے سیاسی کے لئے پسند کر چکی ہوں۔“ اس پر شیرات اور پاش دونوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اُس کے بعد وہ دونوں ماں بیٹی اٹھ کر وہاں سے نکلیں اور اپنی حویلی کی طرف چلی گئیں جہاں بالکل سیاسی کی حویلی کے ساتھ ہی تھی۔ اُن دونوں ماں بیٹی کے جانے کے بعد طہارہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ پہلے ایک گہری نگاہ اُس نے اپنے سانسے بیٹھی سریان پر ڈالی پھر برزہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”برزہ میری بہن! یہ سارا سامان سریان کو دکھاؤ اور پھر یہ سارا سامان سریان خود ہی منتقل کر لی۔“ میں ذرا طہارت خانے میں جاتی ہوں اور ہاتھ منہ دھو کر آتی ہوں۔“ اس کے ساتھ ہی طہارہ اُس کمرے سے نکل گئی تھی۔

طہارہ کے جانے کے بعد برزہ کچھ دیر تک سارا سامان جو طہارہ اور وہ خرید کر لائی تھیں، سریان کو دکھاتی رہیں، اُس سامان میں زیادہ تر سامان سریان کے لئے تھا۔ اُس نے لئے کپڑے اور ضروریات کا دوسرا سامان، طرح طرح کے جوتے اور زیورات اور آئین کا سامان تھا۔ کچھ سامان سیاسی، طہارہ اور برزہ کے لئے بھی تھا۔ سارا سامان اُن کے بعد سریان بے پناہ خوشی اور کسی قدر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

تینوں سامان اٹھائے دیوان خانے میں داخل ہوئیں۔ تینوں نے سامان ایک طرف رکھ دیا۔ پہلے شیرات اور پاش، طہارہ اور برزہ ملیں، یہاں تک کہ طہارہ طباش کی ماں شیرات کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”سریان نے مجھے بتایا ہے کہ تم ماں بیٹی کسی انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آئی ہو۔ خیر تم تو ہے؟“ اس پر طباش کی ماں شیرات بولی اور کہنے لگی۔

”جو کچھ سریان نے کہا ہے، ٹھیک ہی ہے۔ طہارہ! بات دراصل یہ ہے کہ میں نے اپنے بیٹے طباش کے لئے ایک لڑکی دیکھی ہے۔ میں چاہتی ہوں آج شام یا کل تم اور برزہ دونوں میرے ساتھ چلو، تم بھی لڑکی کو دیکھو۔ اگر تم دونوں اُسے پسند کرو تو پھر میں طباش کے ساتھ اُس کی بات چلی کروں۔“

شیرات کے ان الفاظ پر طہارہ کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا تھا۔ برزہ بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ پھر طہارہ نے شیرات کو مخاطب کیا۔

”پہلے یہ بتاؤ کہ جولا کی تم نے دیکھی ہے، کہاں رہتی ہے؟“ اس پر شیرات کہنے لگی۔

”میرے خیال میں تم اُس لڑکی کو جانتی ہو گی اور اُس کے ماں باپ بھی تمہارے جاننے والے ہوں گے۔ ہمارے ہاں سے تھوڑی ہی دور ہیں۔ بہر حال آج شام کو تم میرے ساتھ چلو گی تو تم خود ہی جان جاؤ گی کہ وہ لوگ کون ہیں۔“ اس پر طہارہ کہنے لگی۔

”اگر تم دونوں ماں بیٹی نے اُس لڑکی کو دیکھ لیا ہے اور پسند کر لیا ہے تو پھر میرے خیال میں تمہیں یہ معاملہ طے کر لینا چاہئے تھا، اس لئے کہ میں سمجھتی ہوں جس لڑکی کو تم ماں بیٹی پسند کرو گی، اُسے یقیناً میں اور برزہ بھی پسند کریں گی۔ بہر حال تمہاری چونک خواہش ہے، اس بناء پر شام کا کھانا کھانے کے بعد اُس لڑکی کو دیکھنے چلیں گے۔ سریان اور پاش دونوں کو ساتھ لے جائیں گی۔“

اس پر شیرات اور پاش دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ اس پر شیرات اٹھی اور کہنے لگی۔

”میں اور پاش جاتی ہیں، گھر کے کام کاج کے علاوہ کھانا بھی تیار کرتا ہے۔ شام کے کھانے کے بعد پھر سب اکٹھے چلیں گے۔“ اس موقع پر طہارہ بولی اور کہنے لگی۔

”شیرات غصہ جانے دو، یہیں بیٹھی رہو، شام کا کھانا ہمارے ساتھ ہی کھانا۔“

اس کے بعد طماہ نے ایک خاص انداز میں برزہ کی طرف دیکھا۔ شاید طماہ اور اس کے درمیان کسی خاص موضوع پر پہلے ہی بات ہو چکی تھی۔ اس موقع پر برزہ ابھی اور اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے کہنے لگی۔

”سریان! میری بیٹی! تو ذرا میرے ساتھ آ۔“

اس کے ساتھ ہی سریان چپ چاپ برزہ کے ساتھ ہوئی تھی جب کہ طماہ اسی لمحہ پہنچتی تھی جس نشست سے وہ اٹھ کر گئی تھی۔

سریان کا ہاتھ پکڑے ہی پکڑے برزہ اُسے ساتھ والے کمرے میں لے گئی۔ اس پریشان تھی کہ سریان نے اُس سے کیا گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ نچوڑتا دوسرے کمرے میں لے جا کر برزہ نے سریان کو اپنے قریب بٹھایا۔ پھر اُسے مخاطب کر کے

سریان! میری بیٹی! تو بران ماننا آج تم سے ایک انتہائی بلکہ یوں جانو کہ اس موقع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

سریان بوکھلائی گئی تھی، حیرت سے برزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

اماں! میں موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں، کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی، مجھ سے کوئی بات ہوئی؟ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں اماں طماہ سے معافی مانگ لوں گی۔“

برزہ نے تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر کہنے لگی۔

”میری بیٹی! کوئی بات نہیں جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں، وہ پہلے سن، پھر اُس کا جواب دینا۔“

اس پر سریان غور سے برزہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ برزہ نے دکھ انداز میں سریان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”بیٹی! تجھے یہاں رہنے ہوئے دو سال ہوئے کو آئے ہیں، میری بیٹی! میں اور تمہیں اپنی بیٹی اپنی جی بھینھ لگی ہیں۔ طماہ بڑی پریشان ہے کہ سریان اب

اس کی بجائے گئی اور یہ گھر ویران اور سوتا ہو جائے گا۔ تمہارے آنے سے اس گھر میں رونق آئی ہے، تمہارے جانے کے بعد وہ رونق پھر اس گھر میں کبھی لوٹ کر نہیں آئے گی۔ بیٹی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تو نہیں رہے جا، لوٹ کر اُھر نہ جانے جہاں تو جانا

چاہے؟ اس گھر کی بیٹی کی حیثیت سے رہے؟ میری بیٹی! یہ صرف میری نہیں طماہ کی

”اماں! برزہ! اس میں تو سارا سامان میرے لئے ہی ہے۔ اماں نے اپنے، سیاسی اور آپ کے لئے کچھ نہیں خریدا؟ تمہوڑا تمہوڑا تینوں کے لئے سامان ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے آج آپ دونوں میرے لئے ہی سامان خریدنے کی تھیں اور پھر یہ بھی دیکھیں جو میرے لئے سامان خریدا گیا ہے، یہ بہت زیادہ قیمتی ہے اور ایسا سامان ہے جو زیادہ تر شادی اور اچھے مواقع پر پہنا جاتا ہے۔ دیکھو برزہ! طماہ اماں کا ایک ہی بیٹا سیاسی ہے اور وہ اماں کو بھی بڑا عزیز اور پیارا۔ زیادہ سامان تو ان کے لئے آنا چاہئے تھا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سریان زکی، بھرغور سے برزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں! برزہ! آپ بران ماننے کا، کبھی میں آپ کو اماں کہہ دیتی ہوں، کبھی آپ کا نام برزہ کہہ کر مخاطب کرتی ہوں اور ڈرتی ہوں کہ کہیں آپ بران مان جائیں۔“

اس موقع پر برزہ نے آگے بڑھ کر سریان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ اُس کی پیشانی اور گال چومے، پھر کہنے لگی۔

”میری بیٹی! تو میری جان ہے، آج سے بعد تو صرف تو اور اماں کہہ سکتے ہو۔ میرا نام لے کر مخاطب کیا کر۔ یوں جانو جب تم مجھے میرا نام لے کر مخاطب کرتی ہے تو تمہارا یہ انداز مخاطب میرے لئے خوشی اور طمانیت کا باعث بنتا ہے۔“

میں اس موقع پر منہ ہاتھ دھو کر طماہ بھی دیوان خانے میں داخل ہوئی تھی۔ پھر بڑے پیارے انداز میں سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”سریان! میری بیٹی! کیا یہ سامان تمہیں پسند آیا؟“

اس پر سریان ابھی، پہلے طماہ سے گلے ملی پھر بڑے پیارے انداز میں اپنا سر طماہ کے شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔

”اماں! آپ یہ سارا سامان تو میرے لئے خریدا کر لائی ہیں، اپنے لئے، برزہ کے لئے اور سیاسی کے لئے کیا خریدا ہے؟“

اس پر طماہ نے سریان کے شانے پکڑ کر اُسے علیحدہ کیا، اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا، پھر کہنے لگی۔

”بیٹی! تیری خوشی اب ہماری خوشی ہے، میں سمجھتی ہوں اگر تو خوش ہے تو پھر ہم

بھی خواہش ہے۔“

برزہ کے ان الفاظ پر سریان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر گہری سوچوں میں ڈوبے ہوئے کہنے لگی۔

”کس رشتے کے تحت؟“

اس پر برزہ سکرائی اور کہنے لگی۔

”میری بیٹی! اگر ہم تمہیں سیاسی سے بیاہ دیں تو کیا تو اس رشتے کے لئے ہمارے لئے کبہ دے گی؟“

برزہ کے ان الفاظ پر سریان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آنکھوں میں ایک آنسو چمک اٹھی تھی، چہرہ گل اٹھا تھا۔ پھر برزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”برزہ! جو کچھ آپ نے کہا ہے، کیا آپ نے سوچ سمجھ کر کہا ہے؟ کیا اماں اس رشتے پر راضی ہو جائے گی۔ کیا سیاسی اس پر راضی ہوں گے؟“

اس پر برزہ کہنے لگی۔

”پہلے تو اپنے خیالات کا اظہار کر، پھر میں تیرے خیالات کے رد عمل کے طور پر کہوں گی۔“

اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار میں سریان کہنے لگی۔

”اماں! جہاں تک سیاسی کا تعلق ہے تو یوں جانو میں انہیں گزشتہ ایک سال کا زائد عرصے سے چاہنے لگی ہوں۔ اماں میں تو دل ہی دل میں انہیں اپنی زندگی کی ساتھی بنا چکی ہوں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آج تک نہ میں نے اس کا اظہار سیاسی

سے کیا، نہ آپ سے اور نہ ہی اماں سے۔ جب کبھی بھی وہ میرے کمرے میں آیا کرتا تھا تو میں ایک ہی دعا مانگا کرتی تھی، کاش سیاسی میری زندگی کا ساتھی بن جائے

میں اس خوشی میں اُن کی بیوی کی حیثیت سے خوش و خرم زندگی بسر کروں۔“

سریان کے ان الفاظ پر برزہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اُس نے سریان کو گلے لگائی، بلی بارے سے چوما، پھر کہنے لگی۔

”بیٹی، جہاں تک سیاسی کا تعلق ہے تو وہ بھی یوں جانو تمہیں پسند کرتا ہے۔“

حیرت کا اظہار کرتے ہوئے سریان نے پوچھ لیا۔

”آپ کو کیسے خبر ہوئی کہ سیاسی مجھے پسند کرتے ہیں؟ حالانکہ انہوں نے کبھی

”اس کے لئے میں تمہیں ثبوت تو نہیں دے سکتی لیکن جب سیاسی آئے گا تو خود وہ اس سے پوچھ لیتا۔ دیکھو تمہاری اماں طہارہ کا یہ خیال ہے کہ وہ تمہیں پہلے ہی اپنی بیٹی بنا چکی ہے، اُس کی بڑی خواہش ہے کہ تو سیاسی کی بیوی کی حیثیت سے اس گھر کی شہزادی بنے۔ جب وہ یہ سوچتی ہے کہ دو سال پورے ہونے کے بعد تو واپس چلی جائے گی، اور پھر وہاں پریشان ہو جائی ہے اور میں تم سے یہ بھی کہوں کہ دو سال پورے ہونے کے بعد اگر تو واپس چلی گئی تو یہ طہارہ بیمار ہو جائے گی اور زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکے گی۔ اُن کے لئے کہ وہ تم سے مانوس ہو چکی ہے، تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکے گی۔“

اس پر سریان خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”برزہ! میں اب واپس نہیں جاؤں گی، اماں طہارہ اگر مجھے یہیں رکھنا چاہتی ہیں تو میں ان کی خوش قسمتی ہوگی۔ اب میں سیاسی کی آمد کا انتظار کروں گی۔ جب وہ واپس آئے گا تو میں اُن سے اس موضوع پر بات کروں گی۔ اگر انہوں نے یہ اشارہ دیا کہ

میں پسند کرتے ہیں تو اماں یوں جانو میں سمجھوں گی کہ مجھے جیسی کوئی خوش قسمت اور

خوش قسمت ملا ہے۔ میں نہیں۔ اماں! اب اٹھو دیوان خانے میں چلیں، اماں طہارہ

میں جانے لگی۔ اماں نے آپ کو اسی موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے

کہا ہے، اٹھو چلیں۔“

اس پر برزہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سریان اور برزہ دونوں دیوان خانے میں داخل

ہوئے۔ اُن کی آمد پر طہارہ بڑے غور اور سوالیہ سے انداز میں اُن دونوں کی طرف دیکھنے

لگی۔ اس موقع پر مسکراتے ہوئے سریان آگے بڑھی، پہلے طہارہ کے پیلو میں بیٹھی،

پھر کہنے لگی۔ اپنا منہ طہارہ کے کان کے قریب لے آئی، پھر کہنے لگی۔

”اماں آپ کو پریشان ہونے، مگر منہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سریان

کو پسند کرتی ہوں، میں آپ کے پاس آپ کی بیٹی کی حیثیت سے رہوں

اماں جب واپس آئیں گے تو میں خود اُن سے گفتگو کروں گی۔ اگر انہوں نے

یہ اشارہ دیا کہ وہ مجھے پسند کرتے ہیں تو اماں میں آپ کی بیٹی اور اُن کی بیوی

ہوں گی۔ آپ کے ساتھ ساری زندگی یہاں گزار دوں گی۔“

سریان کے ان الفاظ پر طماس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اپنے دونوں بازو اُس پھیلائے اور سریان کو اپنے ساتھ پکڑتے ہوئے بے پناہ انداز میں اُسے پیار کرتی تھی۔

(۴) (۵) (۶)

حتیوں کے بادشاہ متبلش اور اُس کے لشکر کو بدترین شکست دینے کے بعد رئیس نے سب سے پہلے متبلش کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا تھا۔ پڑاؤ سے ملنے والی اکثر ایسا لشکریوں میں تقسیم کر دی گئی تھیں۔ اُس کے بعد رئیس نے حکم دیا کہ لشکر چار دن تک وہیں قیام کرے گا تاکہ دشمنوں کے زخم کچھ بہتر ہو جائیں۔ لشکری تھکاوٹ دور لائیں، سست لیں۔ اُس کے بعد رئیس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ آگے بڑھے گا اور شاہوں پر ضرب لگانے کے لئے اُن کے مرکزی شہر خوشاش کا رخ کرے گا۔ رئیس کو یہی خبر ہو چکی تھی کہ حتیوں کا بادشاہ متبلش جنگ کے دوران زخمی ہونے کے بعد مر چکا ہے اور اب حتیوں نے متبلش کے چھوٹے بھائی متوشلیش کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے۔ اُنہیں کو اُس کے خبروں نے یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ متوشلیش نے قادش شہر کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا ہے۔ چنانچہ رئیس بھی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ لشکر کو تمام دینے اور ستانے کے بعد وہ بھی اب قادش شہر کے نواح ہی کا رخ کرے گا۔

رئیس نے جس روز اپنے لشکر کے ساتھ دوبارہ حتیوں سے ٹکرانے کے لئے قادش شہر کا رخ کرنا تھا، اسی روز اُس کی روانگی سے کچھ پہلے مصر کی طرف سے اُس کے ایک لشکر اپنے گھوڑوں کو سر پیٹ دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے۔ اُن کی آمد پر رئیس، سیرم، قادش اور دوسرے مصری سالار بڑے پریشان ہوئے تھے۔ اسلئے کہ اس موقع پر قادش کے پاس خوش، سیرم، سیماس، طباش اور دوسرے سارے سالار بیٹھے ہوئے تھے اور وہ کوچ کرنے کے بعد حتیوں سے ٹکرانے سے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔

چنانچہ مصر کی طرف سے آنے والے وہ گھڑسوار جب قریب آ کر اپنے گھوڑوں کو اترے، تب انہوں نے ایک ساتھ بڑے شاندار انداز میں زمین کی طرف جھکتے ہوئے رئیس کو تعظیم دی۔ پھر اُن میں سے ایک رئیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے اے۔ اُس کے بعد مصر کی طرف لوٹیں گے اور اسوہ قبائل کی سرکوبی کریں گے۔“
یہاں تک کہنے کے بعد رعمیس زکا۔ اُس کے بعد اُس کی نگاہیں سیاسی پر جم گئیں۔

”سیاس سنو! کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ مرکزی شہر اسیلے جاؤں اور وہاں تمہیں اپنے لشکریوں کا سالار اعلیٰ مقرر کروں، جنگوں کے دوران تمہاری کارگزاری سارے سالاروں پر نمایاں اور حاوی ہوتی ہے۔ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے جو جتنی میدان میں امتزاج تھا جس طرح تم نے اُسے اپنے سامنے زیر کیا، اسی اُن کی کارگزاری نے یوں جانو اخلاقی طور پر مجھے زیر کر لیا۔ اگر اُنے والے دور میں جتنی جتنیوں کی طرف سے سیتانیوں اور کاسیوں کو خطرات لاحق نہ ہوتے تو میں تمہیں اسیلے جاؤں گا۔ اُن کو اپنے ساتھ مسخرے لے جاتا اور وہاں تمہیں اپنے لشکریوں کا سالار مقرر کرتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مصر کی نسبت یہاں سیتانیوں کو تمہاری زیادہ ضرورت

یہاں تک کہنے کے بعد رعمیس زکا۔ اُس کے بعد باری باری سیاسی اور طباش کی باتوں پر دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیاس اور طباش! جو کچھ میں اب کہنے لگا ہوں، دونوں غور سے سننا۔ میں ایک اہم سب سے ساتھ لے کر ان جتنوں کو زیر ضرور کروں گا۔ انہیں زیر کرنے کے بعد اگر وہ سب سے ساتھ مل کر معاہدہ کرتے ہیں اور میرے مطیع اور فرمانبردار رہنے کا عہد کرتے ہیں، پھر میں اپنے لشکر کو لے کر مصر کی طرف لوٹ جاؤں گا۔ اس لئے کہ مصر میں میری ضرورت ہے۔ اگر جتنوں کا معاملہ پیش آیا ہوتا تو جس وقت اُنے والے جتنوں میں نے جتنا کہ مغرب کی طرف سے دُشمنی اسوہ قبائل مشرق کی طرف نمودار ہو کر اُن کے سامنے شروع ہو گئے ہیں، تو میں اُسی وقت اپنے لشکر کے ساتھ مصر کی طرف کوچ کرتا لیکن اب حالات مختلف ہیں۔ اگر میں اس موقع پر جتنوں کی اس مہم کو اچھوڑ چھوڑاؤں چلا گیا تو جتنی یہ جتنیں گئے کہ میں بزدل تھا، اس مہم کو اچھوڑ کر بھاگ گیا۔ لیکن اُن اور کاسیوں کو میں نے جتنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جب کہ میں ایسا ہرگز نہ کرتا۔ میں برصورت میں ایک جتنوں کو اپنے سامنے زیر کرنا چاہتا ہوں۔ ایسا نہایت جلد کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ میں وقت ضائع نہ کروں بغیر واپس بھی جانا چاہتا

”مالک! اہم ایک بری خبر لے کر آئے ہیں۔ ہماری مغربی حدود پر دُشمنی اسوہ قبائل نے حملے شروع کر دیئے ہیں۔ لہذا ہم اپنے مرکزی شہر ممفس سے بھی خبر لے کر آئے ہیں کہ مصر کو اب مغرب کی طرف سے اسوہ قبائل سے خطرہ کھڑا ہوا ہے۔“
یہ خبر سن کر رعمیس جو کچھ پریشان ہو گیا تھا، اُنے والے اُن گھڑسواروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم آرام کرو، لشکر کے اندر ہی رہو اور جب لشکر یہاں سے واپسی کے لئے کوچ کرے گا تو تم ہمارے ساتھ ہی چلو گے۔“ اس پر رعمیس کے اشارے پر اُس کا ایک سالار اُنے والے اُن گھڑسواروں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اُن کے جانے کے بعد رعمیس کچھ دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ اُس کے بعد باری باری اُس نے گہری نگاہ اپنے بڑے سالاروں سیرم، جوس اور دوسروں پر ڈالی تھی، پھر کہنے لگا۔

”جہاں تک مغرب کی طرف سے حملہ آور ہونے والے اسوہ قبائل کا تعلق ہے تو مصر میں ہمارا اس قدر لشکر موجود ہے کہ اُن کے سامنے اپنا دفاع کرتا رہے گا۔ اگر جارحیت اختیار نہیں کر سکتا تو کم از کم ان دُشمنی قبائل کو اپنے مرکزی شہر کی طرف نہیں آئے دے گا اور مجھے امید ہے کہ اس وقت تک میں جتنوں سے نبت کرواؤں اپنے مرکزی شہر کی طرف جانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔“

دراصل یہ اسوہ نام کے دُشمنی قبائل موجودہ لیبیا کی سرزمینوں سے اٹھا کرتے تھے۔ یہ ایک طرح سے اُن گت خانہ بدوش قبائل تھے اور ضروریات زندگی کا سامان حاصل کرنے کے لئے اکثر و بیشتر مشرق کی آبادیوں کو اپنا ہدف بنایا کرتے تھے اور کبھی کبھی وہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ آباد شہروں اور بستیوں پر بھی حملہ آور ہو جاتے تھے اور وہاں سے بھی لوٹ مار کے اپنے لئے فوائد حاصل کرتے تھے۔

مصر کی طرف سے اُنے والے اُن گھڑسواروں کے جانے کے بعد رعمیس نے اپنے سالار جوس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”جوس! مصر کی طرف سے ہمارے جس قدر یہ خبر آئے ہیں، ان میں سے آدھے اپنے پاس ہی رکھنا اور باقی آدھوں کو کل یہاں سے مصر کی طرف روانہ کر دینا اور وہاں اپنے سالاروں کو ان کے ذریعے اطلاع دینا کہ کئی اہمال ہم جتنوں کے خلاف برسرِ عمل ہیں اور جلد ہم جتنوں کے ساتھ کوئی فیصلہ کن معرکہ کر کے انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار

طعن گذہیں مردار پر ٹوٹی ہیں، اُن کو ہٹایا جائے تو بار بار لپک کر پھر آتی ہیں، جانی نہیں، یہی حالت ان وحشی اسو یہ قبائل کی بھی ہے۔ اپنا ضرورت کا سامان حاصل کرنے کے لئے جس علاقے کو وہ منتخب کرتے ہیں، بار بار اُس پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اگر ان کوئی طاقت آتی ہے اور اُن کا مقابلہ کرتی ہے تو وحشی طور پر پیچھے ہٹتے ہیں، اُس کے بعد پھر تیاری کر کے آتے ہیں۔ تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہیں، دوبارہ پیچھے ہٹتے ہیں، پھر پیش قدمی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رعمیس رکا۔ دوبارہ سیاسی اور طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ پہلا موقع نہیں کہ یہ وحشی اسو یہ قبائل مصر کو اپنا ہدف بنا رہے ہیں۔ اس سے پہلے ہی بار مصر پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ میری حکومت سے پہلے ہیراچچا اور میرا باپ مصر پر حملہ کرتے تھے۔ اُن کے دور حکومت میں بھی یہ کئی بار مصر کو اپنا ہدف بنا چکے ہیں۔“

اب ہماری بدقسمتی ہے کہ جس وقت اسو یہ قبائل مغرب کی طرف سے نکل کر حملہ آور ہوتے ہیں۔ یہ ہم اپنی مملکت کے اندر ایک داخلی خطرہ بھی محسوس کرنا شروع کر دیتے ہیں تو ہمارے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے جو ہماری مملکت کے اندر افراتفری کا باعث بن سکتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رعمیس جب خاموش ہوا تو اُس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کسی قدر حیرت میں سیاسی کہنے لگا۔

”آپ کی سلطنت کے اندر کون سا خطرہ ہے جسے آپ اپنے لئے خیال کرتے ہیں اور آپ کی مملکت کے اندر افراتفری کا باعث بن سکتا ہے؟“

اس پر رعمیس دھڑکھڑکے انداز میں کہنے لگا۔

”یہ بنی اسرائیل ہیں جو مصر کے اندر لاکھوں کی تعداد میں پہنچ چکے ہیں۔ ہم لوگ ان کو بیشتر کوشش کرتے ہیں کہ انہیں مصروف رکھا جائے لیکن اُن کی تعداد کچھ ایسی تیزی سے بڑھ گئی ہے کہ وہ کسی بھی وقت ہمارے لئے خطرے کا جرس بنا سکتے ہیں اور ہم ان کو قابو نہیں کرنے دیں گے۔ جس روز ایسا ہوا، ہم ان اسرائیلیوں کا وہ قتل عام کریں گے کہ ان کی بھرپور یاد رکھیں گے۔ بہر حال میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میرے بعد تم اور

ہوں۔ اگر پہلی ہی ضرب پر حقی کوئی پر اسن معاہدہ کرنے کی پیشکش کرتے ہیں تو میں اُسے مان جاؤں گا تسلیم کر لوں گا۔“

تم دونوں میری بات غور سے سنو! حتیٰ اگر مجھ سے زہر ہوتے ہیں اور میری اطاعت اختیار کرتے ہیں تو میں اپنے لشکر کو لے کر چلا جاؤں گا۔ پھر یاد رکھنا میرے جانے کے بعد یہ حتیٰ یوینی نہیں بنیں گے۔ میری نسبت تم ان کی فطرت سے زیادہ آگاہ ہو، میرے جانے کے بعد یہ ضرور تمہارے اور کاسیوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔

ان لوگوں کو اس بات کا بھی دکھ اور صدمہ ہے کہ انہوں نے بابل پر قبضہ کیا تھا اور تمہاری مدد سے کاسی پھر بابل پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جہاں تک ان حتیوں کو میں سمجھا ہوں، یاد رکھنا میرے جانے کے بعد ایک بار پھر بابل کو اپنا ہدف بنائیں گے اور بابل واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے کہ یہ حتیٰ بڑے متمم مزاج قسم کے لوگ ہیں۔ اس کے علاوہ ان حتیوں کو یہ خبر ہوگی کہ میں نے یہاں سے جانے میں اس لئے جلدی کی ہے کہ مغربی صحرائوں سے وحشی اسو یہ قبائل اٹھ کر ہماری سرزمینوں پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ تب یاد رکھنا ان حتیوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی جب یہ خیال کریں گے کہ میں مصر میں اسو یہ قبائل کے خلاف برسرِ پیکار ہو گیا ہوں۔ بری طرح مصروف ہوں اور حتیٰ سیاستدانوں، کاسیوں کے خلاف کوئی کارروائی کرتے ہیں تو میں کوئی جوانی کارروائی نہیں کر سکوں گا، جب یہ سیاستدان اور کاسیوں پر چڑھ دوڑنے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں اگر تمہارا بادشاہ حتیٰ وزا یہاں ہوتا تو میں ایک بھائی کی حیثیت سے اُسے بھی یہی سمجھاتا کہ میرے جانے کے بعد حتیوں کی طرف سے بڑے محتاط رہنا۔“

”اگر اسو یہ قبائل کی طرف سے حملہ شروع نہ ہوتے تو سنو میں تم دونوں کے ساتھ حیرم کو اُسی لشکر کے ساتھ چھوڑ کر جاتا جو لشکر یہ مصر سے لے کر آیا تھا لیکن اب حالات ایسے ہیں کہ مجھے حیرم کو اپنے ساتھ واپس لے جانا پڑا ہے، اس لئے کہ اسو یہ قبائل بڑے وحشی ہیں، عدوی لحاظ سے بھی اُن کا کوئی شائبہ نہیں۔ اس بناء پر ہمیں شاید ایک عرصہ اُن کے خلاف برسرِ پیکار رہنا پڑے۔“

”جہاں تک اسو یہ قبائل کا تعلق ہے تو وہ بڑے ضدی اور ہٹ دھرم ہیں جس

نوی کیا۔

رعمیس بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اپنے رہبروں کی راہنمائی میں قاش شہر کی طرف بڑھا تھا۔ اس لئے کہ اُس کے منبر اُسے اطلاع دے چکے تھے کہ میں کا بادشاہ مولش مر چکا ہے، اُس کی جگہ متولیش عیسوں نے اپنا بادشاہ بنالیا ہے۔ متولیش نے اپنے لشکر کے ساتھ قاش شہر کے نواح میں پڑاؤ کر رکھا ہے اور وہ اُنہیں سے دودو گنا تھک کر آنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہے۔ آپس خروں کو سامنے لائے ہوئے رعمیس نے بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے قاش شہر کے نواحی علاقوں کا رخ کیا تھا جہاں متولیش اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر کے ہوئے

ما

رعمیس بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتا ہوا اُس جگہ پہنچا جہاں قاش شہر کے نواح میں متولیش نے پڑاؤ کیا ہوا تھا اور متولیش کے سامنے رعمیس نے اپنا پڑاؤ نصب کرنے کا حکم دے دیا تھا اور اُس کا یہ حکم ملنے ہی اُن کی آن میں وہاں خروں کا شہر آباد کیا گیا تھا اور رعمیس کے حکم پر اُس کے لشکر کا ایک حصہ عیسوں پر نگاہ رکھنے کے لئے اپنا تیار اور مستعد کر دیا تھا۔ اگلے روز صبح ہی صبح عیسوں نے اپنے لشکر کے اندر بڑے بے طبل بجانا شروع کر دیئے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ رعمیس کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے بالکل تیار اور آمادہ ہو چکے ہیں۔

جس وقت حتی جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے بڑے بڑے طبل پیٹ رہے تھے، عیسوں انداز میں نعرے بلند کر رہے تھے، رعمیس نے بھی اپنے لشکر کو تیار اور مستعد کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس موقع پر سالار اُس کے پاس لشکر کے سامنے آن کھڑے ہوئے اور دوسری طرف حتی بھی آپس میں صلاح مشورہ کر رہے تھے۔ پھر رعمیس نے اپنے سامنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”جس ترتیب اور ترکیب کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے گزشتہ جنگ میں عیسوں کو ہار دیا تھی، اب وہ ترتیب اور ترکیب یہاں تو کام نہیں دے سکتی۔ اس لئے حتی سے واقف ہو چکے ہیں، اُس کا توڑ اور سد باب کریں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رعمیس جب خاموش ہوا تب اُس کی طرف دیکھتے ہوئے

سالار بول اٹھا۔

لباش دونوں تیار اور ہمہ وقت مستعد رہنا۔ میری طرف سے اپنے بادشاہ متی وڑا سے کہنا میرے جانے کے بعد کچھ عرصے تو شاید حتی اپنی تیاریوں میں لگے رہیں، اس لئے کم از کم ایک ہجرت ہونے والا ہے، اُس گھراؤ کے دوران میں اُن کی طاقت اور قوت کم میں کچل کر رکھ دوں گا۔ اُس کے بعد انہیں سیتانیوں اور کاسیوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کچھ وقت چاہئے ہوگا چنانچہ اس وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیتانی اور کاسی بھی اپنی عسکری تیاری کو آخری شکل دیں اور کل گریمر سے بعد ان عیسوں کا مقابلہ کرنا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رعمیس لڑکا، دوبارہ اپنی گفتگو آگے بڑھاتے ہوئے وہ

کہہ رہا تھا۔

”میں سمجھتا ہوں یہ سیتانی حکمران متی وڑا کی خوش قسمتی ہے کہ اُسے سیاسی اور طباش تم دونوں جیسے سالار ملے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف بابل کے کاسی حکمران برناورش کی خوش قسمتی ہے کہ اُسے ہزال جیسا سالار میسر ہے۔ بچو! اس موقع پر میں تم دونوں کو ایک اور مشورہ دوں گا، میرے جانے کے بعد بابل کے بادشاہ برناورش اور اس کے سالار ہزال سے رابطہ رکھنا، اگر کبھی حتی سیتانیوں کو اپنا ہدف بنانا چاہیں تو برناورش اور ہزال تمہاری مدد کریں اور اگر کسی موقع پر حتی برناورش اور ہزال پر چڑھ دوڑیں، بابل واپس لینا چاہیں تو تم اپنی طاقت اور قوت کے ساتھ حرکت میں آتے ہوئے کاسیوں کی مدد کرنا۔ اگر ان سرزمینوں میں تم دونوں تو ہیں ایسا کرے گے تو عیسوں کے مقابلے میں بچے رہو گے۔ اگر ایسا نہیں کرے گے تو یاد رکھنا یہ حتی تمہارے لئے تباہی اور بربادی کا باعث بننے کی کوشش کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ تم دونوں مل کر ان کے سامنے ایسا بند باندھو گے کہ یہ سیتانیوں کو نقصان پہنچا سکیں اور نہ جنوب میں صحرائے سینا کا رخ کر سکیں۔ میں اپنی طرف سے کوشش کروں گا کہ میں سیتانیوں اور کاسیوں سے برابر رابطے میں رہوں اور نگاہ رکھوں گا کہ اُنے والے درمیان میں حتی سیتانیوں اور کاسیوں کے لئے بڑے نقصان کا باعث نہ بن سکیں۔“

مرے خیال میں اب لشکر کے کوچ کی تیاریوں کو آخری شکل دیں۔“

رعمیس کے کہنے پر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر بعد لشکر نے وہاں سے

نملہ آور ہوگا پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ضرب لگائے گا اور جب ہم دیکھیں گے کہ جتنوں کے حملوں کو ہم نے روک دیا ہے اور جتنوں پر ہم نے جان لیوا ضربیں لگانا شروع کر دی ہیں، تب میں اپنا مخصوص نعرہ بلند کروں گا، اس نعرے کو اس سے پہلے بائیں اور سرم دونوں جانتے اور سمجھتے ہیں اور میں جومس کو بھی اس کی تفصیل بتا دوں گا، نعرہ بلند ہونے کے بعد میں آگے دائیں طرف سے ہوتا ہوا جتنوں کے لشکر کے بائیں طرف سے ذرا دبائیں ہوتے ہوئے جتنوں کے لشکر کے دائیں پہلو پر حملوں کی ابتدا کر دے گا۔ اس طرح یوں بھی وہی صورت حال سامنے آجائے گی جس پر عمل کرتے ہوئے گزشتہ جنگ میں ہم نے جتنوں کو شکست دی تھی۔“

جس وقت میں اور طباش دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر دائیں بائیں ہوتے ہوئے جتنوں کے لشکر کے پہلو پر ضرب لگائیں گے، جب آپ، سرم اور جومس سامنے کی طرف سے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دینا تاکہ جتنوں کو آپ پوری طرح اپنے ساتھ مصروف رکھیں۔ اس دوران میں اور طباش بھی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ جتنوں کے دونوں پہلوؤں کے لشکروں کی صفوں کو ادھیر کر دکھ دیں گے اور جب ایسا ہوگا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں فتح اور کامیابی ہمارے ہی قدم چومے گی۔“

جب تک سیاسی پولٹا رہا، سارے سالار بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے رہے جب کہ خود رئیس بھی بڑے انتہاک سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ ماں جب خاموش ہوا تو کچھ دیر تو صحنی انداز میں اس کی طرف دیکھنے کے بعد جتنوں نے اسے مخاطب کیا۔

”سیاس میرے عزیز! جو کچھ تو نے کہا ہے، اس پر ہم حرف بہ حرف عمل کریں۔ میں سمجھتا ہوں ایسا کرنے میں ہی ہماری کامیابی اور ہماری فتح ہندی یقینی ہو سکتی ہے۔“ اس کے بعد جومصوبہ بندی سیاسی نے بتائی تھی، رئیس اپنے سالاروں کے ماتحت لڑا کر اسی کے مطابق اپنے لشکر کو ترتیب دینے لگا تھا۔

کچھ دیر تک دونوں لشکر اپنی صفیں درست کرتے رہے۔ آخر کے بعد حملہ آور جتنوں نے میں پہلے جتنوں کے سر بادشاہ متوہشیں نے کی اور وہ اپنے بارے میں لشکر کو آگے بڑھا سوار رئیس کے لشکر پر سرحد کو بے روادار کی عداوتوں کی خوبی نما توں اور زندگی

”آپ کا کہنا درست ہے، لیکن ہم اس سے ملتی جلتی ایک ترتیب اور تجویز پر عمل اگر کریں تو پہلے کی طرح جتنوں کو دوبارہ بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔“

سیاس کے ان الفاظ پر رئیس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ غور سے اس کی طرف دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر تمہارے ذہن میں ایسی کوئی تجویز ہے تو کہو، اس پر ہر صورت میں عمل کیا جائے گا۔ اس لئے کہ میں نے دیکھا ہے اور ساتھ ہی سمجھتے ہیں بھی بتا چکا ہے کہ تمہارا تجویز کردہ منصوبہ ہندی اکثر کامیابی اور کامرانی کا باعث بنتی ہے۔“

رئیس جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔

”اس دفعہ اپنے لشکر کے پیچھے چھوٹیں، رکھا جائے گا۔ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کریں: درمیانی حصہ اپنے پاس رکھیں، لشکر کے بائیں جانب کی کمانداری جومس کریں۔ جومس کے ساتھ میرے ساتھی طباش کو رکھیں، ساتھ ہی اہتمام کر دیا جائے گا کہ جومس کے تحت جو لشکر ہوگا، پہلے سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک حصہ شروع میں سارے کا سارا جومس کے تحت کام کرے گا اور جب مخصوص اشارہ دیا جائے گا، چارہ آدھا لشکر تو جومس کے تحت کام کرتا رہے گا، باقی آدھا لشکر طباش کی کمانداری میں آکر اپنے زرخ پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار ہو جائے گا۔“

”اسی طرح دائیں پہلو کی کمانداری پوری کی پوری آپ سرم کو دیں۔ میں سرم کے ساتھ کام کروں گا اور جب مخصوص اشارہ کیا جائے گا تو جومس کے لشکر کی طرف دائیں بازو کا لشکر بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ اس کی تقسیم کا اہتمام جنگ شروع کرنے سے پہلے ہی کر دیا جائے گا اور بائیں پہلو کی طرح دائیں طرف ہی آدھا حصہ سرم کے تحت اور باقی آدھا حصہ میرے تحت کام کرنا شروع کر دے گا۔“

یہاں تک کہتے کے بعد سیاسی دم لینے کے لئے رکا۔ اس دوران رئیس، سرم، جومس اور طباش بڑے غور اور جستجوئے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے سیاسی نے پھر کمان شروع کیا۔

”جب جتنوں کے ساتھ ہمارا کمان شروع ہوگا تو ہمارا پورے کا پورا لشکر پہلے

ساتھ گھات میں بٹھا رکھا تھا۔

رعمیس، سیاسی اور باقی سالار بھی سمجھے کہ متوہلیش اور اُس کے سالار اُن کے مخالفوں کے دباؤ کو برداشت نہیں کر سکے، لہذا پیچھے ہٹنا شروع ہوئے ہیں، لہذا انہوں نے متوہلیش کو قاتل شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ متوہلیش کا بادشاہ متوہلیش انہیں اُس بلے لے گیا جہاں اُس کا سالار کو درگھات میں بیٹھا تھا۔ چنانچہ جو متوہلیش وہاں پہنچا، گور آندھی اور طوفان کی طرح اپنی گھات سے نکلا اور بڑے پرچوں انداز میں اُن کی نعرے بلند کرتا ہوا وہ رعمیس کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ ساتھ ہی متوہلیش بھی پلٹا اور پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اُس نے رعمیس پر حملہ کر دیا تھا۔

اس موقع پر رعمیس اور اُس کے لشکر کی کچھ بڑے، پریشان ہوئے، تھوڑا سا پسپا ہوئے لیکن پھر ایک دم بدم بولے ہرے متوہلیش اور گھات میں بیٹھے ہوئے اُس نے سالار دونوں کو پیچھے ہٹنے اور ایک طرح سے شکست قبول کرنے پر مجبور کر چکے تھے۔ بادھ دیر کی حد جب تک کے بعد شکست متوہلیش کے مقتدر میں لکھی گئی اور متوہلیش اپنے لشکر کو سنبھالتا ہوا پیچھے ہٹ گیا تھا۔

متوہلیش کو اب پتا چل گیا تھا کہ وہ رعمیس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہذا لشکر لے کر واپس ہٹ گیا۔ دوسری طرف رعمیس کو بھی واپس جانے کی جلدی تھی، اس لئے کہ اُس نے علاقوں کے مغرب سے اٹھنے والے وحشی اسویہ قبائل اُس کے علاقوں پر ضربیں لگا رہے تھے۔ چنانچہ اس موقع پر متوہلیش نے رعمیس سے صلح کی درخواست کی۔ رعمیس تو ویسی بیبی جانتا تھا، اس لئے کہ اُس کے مغربی علاقوں پر اسویہ نام کے وحشی قبائل حملہ آور ہو رہے تھے اور وہ وقت ضائع کئے بغیر مصر کی طرف چلے جانا چاہتا تھا۔ جب متوہلیش کی طرف سے صلح کی درخواست کی گئی تو رعمیس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر متوہلیش کا ایک دہمسچی رعمیس کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ صلح کی شرائط طے کی جائیں۔ چنانچہ رعمیس نے وہ علاقے جن پر متوہلیش کا قبضہ تھا، وہ انہیں کے تسلط میں دے دیئے، تاہم یہ شرط طے پائی کہ متوہلیش کا بادشاہ متوہلیش اپنی بیٹی دلوکو کو رعمیس کے ہاتھ میں دے دے گا۔ اس طرح دونوں حکومتوں کے درمیان ایک رشتہ، رابطہ اور صلح قائم ہو گئی۔

چنانچہ جو زمین لکھتے ہیں کہ متوہلیش نے اس شرط کو قبول کر لیا اور اس طرح متوہلیش

کے سفر کو موت سے دوچار کرتے، رنگوں میں پھلنے لہو کے شراروں اور بدستوں کی بیجان خیز یوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

متوہلیش کے جواب میں رعمیس بھی اپنے لشکر کو آگے بڑھاتا ہوا اُن پر حیات کے پردے میں موت کھڑی کرتے کا بی صدیوں کے شعلوں اور شام کے مانتی سائیں مٹا تاہ کن طوفانی گولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

یوں قاتل شہر کے نواح میں دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ کچھ دیر تک ہولناک انداز میں ٹکراؤ جاری رہا۔ اُس کے بعد وہی کچھ ہوا جو ہونے والا تھا، جس کی وجہ سے متوہلیش کے مقتدر میں شکست لکھی جانی تھی۔ اس لئے کہ پہلے سے طے شدہ منصوبہ بندی کے تحت اپنے اپنے حصے کے لشکر یوں کے ساتھ سیاسی اور طباش لے دائیں بائیں ہٹنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ پہلے طباش متوہلیش کے لشکر کے دائیں پہلو کی طرف گیا، اور اُس پہلو کی حتی صفوں پر وہ اپنے لہو سے خلوص اور جاں نثاری کی تاریں لکھتے سرخروشی کی قدیلیں روشن کرنے والے مجاہدوں اور خطرناکات کے گرد بکھڑے کرتی تھیں کی قہرمانیت کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس کے تھوڑی ہی دیر بعد دائیں جانب سے سیاسی بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور وہ متوہلیش کے لشکر کے بائیں پہلو پر دل کی دھڑکنوں کو بے ربط کرتی۔ گرم تند آتش فشاں لہروں اور نفس کو قہقہہ کی لرزشوں میں ڈبوئے سرخ شعلوں کے نقص کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

یوں ایک بار پھر لشکر کی ایک دوسرے کا مہلوم کاٹنے لگے تھے۔ گو متوہلیش بڑا چوکس اور چوکنا تھا اور رعمیس کو وہ پہلے ہی منصوبہ بندی دھرائے نہیں دیتا جانتا تھا۔ لیکن رعمیس نے اُس منصوبہ بندی کوئی شکل دیتے ہوئے اس پر عمل کر لیا تھا، اب جب کہ متوہلیش کے لشکر کے دائیں پہلو پر سیاسی اور بائیں پہلو پر طباش نے ضربیں لگا کر شروع کر دیں تب پہلے جنگ کی طرح متوہلیش کے لشکر کے اندر بدھتی اور افراتفری مچا لینے لگی۔ اس موقع پر متوہلیش اور اُس کے سالاروں نے اپنے لشکر یوں کو بہت سنبھال دینے کی کوشش کی لیکن ایسا نہ ہوا۔ متوہلیش نے جب دیکھا کہ اگر حالات ایسے ہی رہے تو اُس کی شکست یقینی ہو جائے گی، لہذا اُس نے پسپائی اختیار کی۔ آہستہ آہستہ وہ اس سمت بڑھنے لگا تھا جہاں اُس نے اپنے بہترین سالار، رگود، کو لشکر کے ایک حصے کے

نہ اتاری اور سریان کو تھمتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم یہ خرتیں لے کر دیوان خانے میں اماں کے پاس جاؤ، میں گھوڑے کو اصطبل میں باندھ کر آتا ہوں۔“

اس پر سریان مانی گئی اور جو خرتیں اُسے سیاسی نے تھمائی تھیں، وہ لے کر حویلی میں داخل ہوئی۔ جب وہ دیوان خانے کے دروازے پر آئی تب بڑے شوق سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے طماہ نے پوچھا۔

”مٹی کون آیا ہے اور تو یہ بڑی بڑی خرتیں کیا پکڑے ہوئے ہے؟“

اس پر خوش اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے سریان کہنے لگی۔

”اماں! سیاسی آئے ہیں، انہوں نے اپنی زین سے بندھی ہوئی دونوں خرتیں لے کر لایا ہیں اور خود گھوڑا باندھنے کے لئے اصطبل کی طرف گئے ہیں۔“

یہ سن کر طماہ اور برزہ دونوں بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ اتنی دیر تک اصطبل میں گھوڑے کو باندھ کر سیاسی بھی جب وہاں آیا تب طماہ اور برزہ نے باری باری اٹھ کر اُسے چار کھیر۔ پھر سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے۔ اس موقع پر سریان اپنی جگہ سے نہ اُٹھی اور سیاسی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میں آپ کا ایک لباس طہارت خانے میں رکھتی ہوں، اٹھ کر نہالیں، اُس کے واسطے مل کر کھانا کھا لیں گے۔“

اس پر سیاسی چپ چاپ اٹھ کر سریان کے ساتھ ہو گیا۔ سریان نے اُسے ایک نیا لباس نکال کر دیا جسے لے کر وہ طہارت خانے کی طرف چلا گیا تھا۔ اس موقع پر آواز نہ لگ سکی۔

سریان جب دیوان خانے میں داخل ہوئی تو طماہ نے اپنے پہلو میں ہاتھ رکھتے ہوئے اُسے جھنجھے کے لئے کہا۔ سریان جب بیٹھ گئی تب طماہ بڑی خوشی اور مسرت میں سریان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”سریان! میں اس لحاظ سے تو تیری شکر گزار ہوں کہ تو اپنی رائے کا اظہار کر چکی ہے۔ سیاسی کو پسند کرتی ہے اور اُس کی زندگی کی ساسی بنا جاتی ہے۔ مٹی! اُسے اب اس موضوع پر تم سے بات ہوئی تھی تو تم نے کہا تھا کہ تم اس موضوع پر سیاسی کو مت متاثر کرو گئی۔ مٹی! ابھی وہ تمہارے نکلتا ہے تو اس موضوع پر اُس سے بات کرو۔ یہ

کے بادشاہ کی بیٹی رعیں کے عقد میں دے دی گئی۔ چنانچہ سلج کی یہ شرائط طے ہونے کے بعد مٹی اپنے مرکزی شہر شو شاش کی طرف چلے گئے، رعیں اپنے دونوں سالاروں جوئس اور سرم کے ساتھ لشکر کو لے کر مصر کی طرف کوچ کر گیا جب کہ سیاسی اور طہاش دونوں سیاستدانوں کا لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر اشکانی کا رخ کر رہے تھے۔



سیاس نے ایک روز اپنے گھوڑے سے اتر کر اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دی تھی۔ دوسری دستک دینے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی کہ دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی سریان تھی۔ سریان نے جب دیکھا کہ دروازے سے باہر سیاسی اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا ہے، جب اُس کی خوشی، اُس کی مسرت کی کوئی انتہا نہیں اور اُس کی خوشی اُس کی آنکھوں کی روشنی اور اُس کے چہرے کے نشانات سے بھی تاک بھانک کر رہی تھی۔ دروازے پر سیاسی کو دیکھتے ہوئے سریان نے پورا دروازہ کھول دیا۔ خود بھی ہٹ کر کھڑی ہوئی۔ سیاسی جب حویلی میں داخل ہوا، تب وہی آواز میں اُسے مخاطب کر کے سریان کہنے لگی۔

”دُزار کئے۔“

اس پر سیاسی چونکتے ہوئے رک گیا۔ سریان نے جلدی جلدی دروازہ بند کر دیا پھر چلی، سیاسی کے قریب آئی۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اُس نے گھوڑے کی باگ لینا چاہا۔ ساتھ ہی سیاسی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”گھوڑے کی زین کے ساتھ جو آپ کی خرتیں ہیں، وہ آپ اتار کے دیوان خانے کی طرف چلیں، وہاں اماں اور برزہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ میں آپ کا گھوڑا اصطبل میں باندھ کر آتی ہوں۔“

اس پر بڑے پیارے انداز میں سیاسی نے ہلکی سی ایک چپٹ اُس کے سر پر لگائی۔ پھر کہنے لگا۔

”سریان! گھوڑے کو اصطبل میں باندھنا تمہارا کام نہیں ہے۔ یاد رکھنا اس گھر میں تم اپنی ہو، نہ ہی آتشا، پھر تم یہ کام کیوں کرو گی؟ ہم تمہیں اپنے گھر کا ایک فرد مانتے ہیں۔ لہذا۔۔۔“

یہاں تک کہتے کہتے سیاسی رک گیا۔ گھوڑے کے ساتھ بندھی ہوئی خرتیں

”یقیناً ایک ایسی لڑکی ہے جو میری زندگی کا ساقی بنے سے انکار کر سکتی ہے۔“

اس پر سیماس کو کریدنے کے لئے جتو بھرے انداز میں سریان کہنے لگی۔

”وہ لڑکی کیسی ہے جسے اپنے دل میں آپ نے بٹھا رکھا ہے۔“

”وہ لڑکی جس کی طرف میرا اشارہ ہے، وہ اللہ زخوں کی سربراہ، گل بدنوں کی مان ہے، اس کے رخساروں کی سرفی، اس کی زلفوں کا سایہ پارنگی، شملوں اور دقتی ف ن ما اس کا چہرہ دیکھنے والے کو روک دیتا ہے، جب کہ جو ایک نگاہ اس پر ڈالے ٹک کر رہ جائے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد سیماس جب دم پلٹنے کے لئے رُکا، تب اِن بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”کیا وہ ایسی ہی خوب صورت ہے جسے آپ نے اپنے دل میں بٹھا رکھا ہے؟“

اس پر مسکراتے ہوئے سیماس کہنے لگا۔

”وہ بندگیوں کے فکارسرخی خوبصورت، الماس و گوبری سرکش، سرخ پتھروں کی انجی جاذب نظر اور شوق کی کھڑکی موجوں جیسی حسین اور پر جمال ہے۔ میں یوں جانو گی کہ ایک بار اس لڑکی کا چہرہ دیکھ لے اُسی کا ہو کر رہ جائے۔“

سیماس جب خاموش ہوا، تب وہ بارہ سریان نے اُسے مخاطب کر کے پوچھا۔

”ایسی نیاب لڑکی آپ کو کہاں ملی اور اس وقت وہ کہاں رہتی ہے؟“

اس پر سیماس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”اس لحاظ سے تو میں خوش قسمت ہوں، وہ لڑکی مجھے ملی لیکن میں اپنے آپ کو مکمل قسمت نہیں کہوں گا۔ خوش قسمت میں اپنے آپ کو اس وقت شاکر کروں گا جب وہ مجھے اپنی زندگی کا ساقی بنانے کے لئے تیار ہو جائے گی۔ ویسے وہ لڑکی اسی شہر میں ہے۔“

”کیا آپ مجھے اُس کا پتا نہیں گے کہ میں اُس سے رابطہ کروں۔ ہو سکتا ہے میں آپ کی زندگی کا ساقی بنانے پر آمادہ کروں۔“

اس پر سیماس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سریان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں اُس لڑکی کے پاس لے کر چلتا ہوں۔“

سیماس کے ان الفاظ پر سریان پریشان اور فکر مند سی ہوئی تھی کہ سیماس اُسے کہاں لے کر جائے گا۔ تاہم وہ اُس کے کہنے پر کھڑی ہو گئی تھی۔ چہرہ اُس کا

جاننے کی کوشش کرو کہ کیا اُس کے دل میں تمہارے لئے کوئی جگہ ہے؟ یہ تو میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ کسی اور لڑکی کو پسند نہیں کرتا، نہ ہی اُس کے ذہن میں کوئی ایسی لڑکی ہے۔ ہاں اگر تم دونوں مل کر آپس میں کوئی معاملہ طے کر لو اور اگر ایسا ہو جائے تو پھر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔“

طمانہ کی اس تجویز سے سریان نے اتفاق کیا تھا، پھر وہ دیوان خانے سے نکل کر گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب سیماس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ آئیں میں ایک انتہائی اہم موضوع آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں اور اُس کے لئے مجھے اماں نے اجازت بھی دی ہے۔“

سریان کی اس گفتگو پر جتو بھرے انداز میں سیماس اُس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

پھر چپ چاپ سریان کے ساتھ ہو گیا۔ سریان اُسے ایک کمرے میں لے گئی۔ ایک نشست پر بیٹھی تو قریب ہی نشست پر سیماس کو بھی بیٹھنے کے لئے کہا۔ سیماس جب بیٹھ گیا، تب گفتگو کا آغاز سریان نے کیا اور سیماس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ کی غیر موجودگی میں طباش کی شادی اسی محلے کی ایک لڑکی سے طے ہو گئی ہے اور اُس کی ماں اور بہن اُس کی واپسی کی انتظار کر رہی ہیں اور میرے خیال میں

چند روز تک وہ دونوں ماں بیٹی طباش کی شادی کر دیں گی۔ اب اماں نے مجھے یہ اجازت دی ہے کہ میں آپ سے پوچھوں کہ آپ کے ذہن میں کوئی ایسی لڑکی ہے جسے آپ پسند

کرتے ہوں۔ اُسے اپنی زندگی کا ساقی بنانا چاہتے ہوں، اس لئے کہ اماں چاہتی ہے کہ جب طباش کی شادی ہو تو اُس کے ساتھ آپ کی شادی کا بھی اہتمام کر دیا جائے۔“

اس موقع پر لڑکھ بھر کے بڑے غور سے سیماس نے سریان کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

”اگر طباش کی کہیں شادی طے ہو گئی ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ میرے ذہن میں ایک لڑکی تو ہے لیکن پتا نہیں وہ مجھ سے رشتہ طے کرنے پر آمادہ

ہوتی ہے کہ نہیں؟“

اس پر بڑے تعجب سے سیماس کی طرف دیکھتے ہوئے سریان کہنے لگی۔

”کیا کوئی ایسی لڑکی بھی ہے جو آپ جیسے بہترین سالار، آپ جیسے عمدہ بیچ زن، جرأت مند بہادر، دلیر اور شیریں زبان کو اپنی زندگی کا ساقی بنانے سے انکار کر دے۔“

اس پر طمہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں کو گلے لگا کر پہلے اُن کی پیشانیاں میں، پھر کہنے لگی۔

”بیٹے! میں تو اپنے دل میں یہ پہلے ہی فیصلہ کر چکی ہوں۔“ اس پر ماں کی خوشی مایا اظہار کرتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔

”اماں! ہم دونوں نے آپس میں بات کی ہے اور ہم دونوں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہم شادی کر لیں گے۔ اماں! سریان کے لئے میرے دل میں کتنی جگہ ہے، میں بیان نہیں کر سکتا۔ سریان نے بھی اپنے جذبات کا اظہار کر دیا۔ یہ بھی مجھے پسند کرتی ہے۔ اماں! اس سے بہتر بیٹی آپ کو کہیں سے بھی نہیں ملے گی۔“ اس پر طمہ بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”اگر اس سے بہتر بیٹی مجھے نہیں مل سکتی تو بیٹا جی، اس سے بہتر بیوی تمہیں بھی نہیں مل سکتی۔ تم ابھی اور اسی وقت بازار جاؤ، ذمیروں میٹھا پیڑ لے کر آؤ اور پورے محلے میں پیڑ تقسیم کیا جائے گا اور ساتھ یہ بھی اعلان کر دیا جائے گا کہ سیاسی اور سریان اُن کا رشتہ طے کر دیا گیا ہے۔ بیٹے جب طباش کی شادی ہوگی تو اُسی روز تم دونوں کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس پر سریان کی طرف دیکھتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔

”سریان! میں نے تمہیں دو فریضیں دی تھیں، ان میں بہت ساساماں ہے۔ ان میں اللہ کی اور کچھ قیمتی جواہرات بھی ہیں جو جنگ کے دوران میرے حصے میں آئے، وہ میں نے ساتھ مل کر نکال لو۔ میں بازار جاتا ہوں اور میٹھا پیڑ لے کر آتا ہوں۔“

سیاس کے ان الفاظ کے جواب میں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سریان اثبات میں گردن ہلاتی تھی جب کہ سیاسی تقریباً بھگائے ہوئے حویلی سے نکل گیا۔



اور اس سا ہو گیا تھا۔ تاہم اُس کے پیچھے پیچھے ہوتی تھی۔ سیاسی اُسے ساتھ والے کمرے میں لے کر گیا۔ سریان اُس کے پیچھے تھی۔ پھر ایک دم ہاتھ بڑھا کر سیاسی نے سریان کا بازو پکڑا۔ اُسے ٹھوڑا سا کھینچ کر کمرے کی دیوار کے سامنے جو تہ آور آئینہ تھا، اُس کے سامنے کھڑا کر دیا، پھر کہنے لگا۔

”یہ آئینہ جس جولاہی تمہیں دکھائی دے رہی ہے، یہی میری پسند کی لڑکی ہے۔ کما تم اُسے میری زندگی کا ساتھی بننے پر آمادہ کر سکتی؟“

سیاس کے ان الفاظ پر سریان ایسی خوش ہوئی کہ مسکرا دی۔ کچھ دیر تک وہ معمولی انداز میں وہ سیاسی کی طرف دیکھتی رہی، پھر اپنے بازو کی طرف دیکھا جو ابھی تک سیاسی کی گرفت میں تھا۔ پھر خوش کن انداز میں کہنے لگی۔

”اب میرے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے جس لڑکی کو آپ پسند کرتے ہیں۔ اُس کا بازو ہی آپ نے تھام لیا ہے۔ اب وہ لڑکی جو آپ کو پسند کرتی ہے، وہ آپ کے اپنا بازو تو نہیں پھیرائے گی۔ اس لئے کہ آپ اُس کی زندگی کے ہونے والے ساتھی ہیں۔“

آپ برا نہ مانے گا، آپ کی غیر موجودگی میں اماں نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا تھا کہ میں آپ کی زندگی کا ساتھی بننے کے لئے تیار ہوں کہ نہیں؟ اس پر میں نے اپنی آدائی کا اظہار کیا تھا اور اماں نے کہا تھا کہ جب آپ لوٹ کر آئیں تو میں آپ سے پوچھوں کہ کیا آپ کے دل میں میرے لئے جگہ ہے؟ اماں کہتی تھیں کہ اگر ایسا ہو جائے تو پھر وہ میری اور آپ کی شادی کا اہتمام کر دیں گی۔ بالکل اُسی روز جس روز طباش بھائی کی شادی ہوگی۔“

اس پر سیاسی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو میرے ساتھ آؤ۔“

ساتھ ہی سیاسی نے پھر سریان کا بازو پکڑ لیا اور اُس کا بازو پکڑے ہی پکڑے اُسے اپنے ساتھ دیوان خانے میں لایا۔ اُن دونوں کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے طمہ اور برزہ خوشی سے جھوم اٹھی تھیں۔ پھر سیاسی نے اپنی ماں طمہ کی طرف دیکھتے ہوئے

کہنا شروع کیا۔

”اماں! اگر میں اس سریان کو اپنی زندگی کا ساتھی بناتا چاہوں تو کیسا رہے گا؟“

میں شام کا رُخ کرنے لگے۔ ان قبائل میں فلسطینی بھی تھے جو فیکس اور تری کے راستے
پہنچے اور بہت سے قبائل انہوں نے پامال کر کے رکھ دیا۔ ان لوگوں نے ارض شام
پامال کر لیں جانے کو ترجیح دی۔ ان ہی کی نسبت سے یہ علاقہ پہلے فلسطینا نہ اُس
نہ بعد فلسطین مشہور ہوا۔ کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ فلسطین میں آباد ہونے والے ان
لوگوں میں سے کچھ لوگ یونان اور ایشیائے کوچک سے آئے اور بعض قبرص سے بھی
آئے تھے۔

چنانچہ ارض شام کے ساحل پر آباد ہونے کے بعد ان فلسطینیوں نے ساحل پر قصبہ
اور غزہ سے لے کر یافا کے جنوب تک جو ساحل تھا، اُس پر اپنی گرفت کی اور وہاں
ان نے پانچ بڑے شہروں میں قدم بھانے شروع کر دیے۔ ان پانچ بڑے شہروں
میں توبس، مسکان، اشود، عکروہ اور حبت کا نام لیا جاتا ہے۔ یہ مارے شہریوں کے
نہاد گروہ تھے اور ان کے نام بھی سامی ہیں۔ یہاں ان ہجرت کرنے والے فلسطینیوں
کا اثر قریب کر لیا۔ ان فلسطینیوں کی خواہش یہ تھی کہ وہ ساحل سے نزدیک تر ہیں۔
ان کی نسبت ایک ایسا مقام تھا جو زیادہ اندرون ملک میں واقع تھا۔ ساحل سے قریب تر
جہاں پہلے یہ تھی کہ وہ سمندر سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکتے تھے اور عقبی
جہاں ان میں انہوروں کی کاشت کر سکتے تھے۔

گوہ قریل کو ان فلسطینیوں اور ان کے شمالی ہمسائے فونیقیوں کے علاقے میں حد
میں کی حیثیت حاصل تھی۔ فلسطینیوں نے یہاں کافی نوآبادیاں بنائی تھیں۔ اُس کے
میں ایک اپنے ساحلی علاقے سے آہستہ آہستہ اندرون ملک کی طرف پیش قدمی کرنے
اور چنانچہ انہوں نے بہت سے کنعانی شہروں پر قبضہ کر لیا اور ان کی آبادیوں سے
میں رملو لے۔ اس موقع پر مصر کے قدیم حکمرانوں نے ان کے خلاف مہموں اور جبری
میں سے بھی کام لیا لیکن وہ ان فلسطینیوں کو پوری طرح زیر نہ کر سکے۔

کچھ مؤرخین کہتے ہیں کہ ان قدیم فلسطینیوں نے جو مٹی کے ظرف نمونے
میں، اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یونانی جزیروں خصوصاً کریٹ سے آئے
ہے۔ ان کی عورتیں بھی ان کے ساتھ آئی تھیں۔ ابتدا میں وہ مقامی آبادیوں سے الگ
رہے۔ گویا وہ اپنی فوجی گروہ تھے جو مختلف چھاؤنیوں میں تقسیم تھے اور ایک
دوسری قوت کی نمائندگی کر رہے تھے۔ ان کے پانچ شہروں میں پانچ ہی حکومتیں بن

رعمیس اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے مصر کی طرف لوٹا تھا۔ چونکہ مغرب
کی طرف سے نمودار ہونے والے وحشی اور جنگجو اسو یہ قبائل مصر کی مغربی سرحدوں پر حملہ
آور ہو کر اپنے لئے ضروریات زندگی کے علاوہ سواری اور خوراک کے جانور بھی ہاتھ
شروع کرنے لگے تھے۔ رعمیس چاہتا تھا کہ ان وحشی قبائل کی سرکوبی
کرے لیکن کیونکہ رعمیس کو ایک لمبا سفر طے کر کے مصر پہنچنا تھا، لہذا اُس کے مصر
سے پہلے یہ پہلے اسو یہ قبائل اپنی وحشیانہ اور اپنی جنگجوئی کا کارروائیاں مکمل کر کے اور مصر
کے علاقوں سے اپنے لئے ضرورت کا کافی سامان سمیٹ کر واپس اپنے صحرائی علاقوں کو
طرف چلے گئے تھے۔

رعمیس جب اپنے لشکر کے ساتھ مصر پہنچا تو اُس وقت تک اسو یہ قبائل مصر
سرحدوں کو چھوڑ کر جا چکے تھے۔ رعمیس نے کچھ کا سامن لیا کہ اسو یہ قبائل خود ہی جا
ہیں لیکن اسی دوران اُس کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس لئے کہ فلسطین
میں مصریوں کے مفادات کو نقصان پہنچنے لگا تھا اور فلسطینی اپنے علاقوں سے نکل کر مصر
علاقوں کو روندتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے لگے تھے۔ چنانچہ رعمیس نے وہ
نہیں لیا۔ صرف چند روز تک اپنے لشکر کو مصر میں سستانے کا موقع فراہم کیا۔ اُس کے
بعد وہ فلسطینیوں کی سرکوبی کے لئے پھر یافا اور شام کا رُخ کیا تھا۔

جہاں تک فلسطین کے رہنے والے ان جنگجوؤں کا تعلق تھا تو کچھ مؤرخین کا خیال
ہے کہ یہ فلسطینی ایشیائے کوچک اور بحر اٹلیکین کے علاقے میں رہتے تھے اور تیرہویں صدی
کے آخر یا بارہویں صدی کے اوائل میں کچھ ایسی غیر واضح منتقل و حرکت شروع ہوئی جس
کے نتیجے میں بہت سے قبیلے وہاں سے اٹھ کر اپنی قیام گاہیں بدلنے لگے اور نسبتاً
اضطراب والے علاقوں کی طرف نکل پڑے۔ چنانچہ ان مہاجرین کے بڑے بڑے گروہ

وہی نے آغاز میں لوہے کا استعمال شروع کیا تھا جیسا کہ متوحش کش کی خط و کتابت سے واضح ہوتا ہے۔ اس وقت تک لوہا صرف بحر اسود کے کنارے کی بعض کالوں سے نکالا جاتا تھا۔ شام میں اس دھات کا عام استعمال فلسطینیوں کی آمد سے پیشتر شروع نہ ہوا۔ لوہا پگھلانے اور صاف کرنے کا علم یہودیوں کی طرح فلسطینی بھی بڑے اہتمام سے فراہم کرتے تھے۔ تاہم کعانی عربوں نے انہی فلسطینیوں سے اپنی تھکنوں کے علاوہ لوہے کا استعمال سیکھا لیا تھا۔ اسی بناء پر ان کعانیوں نے بھی اپنے ہمسائے قبائل اور اقوام پر غالب آنا شروع کر دیا تھا۔

عصر کے خلاف فلسطینیوں کی بغاوت بڑی اہم اور بے خطر خیال کی جاتی تھی۔ اس لئے کہ فلسطینیوں کے پاس جلد نام کا ایک اہم شہر تھا جس سے مصریوں کی طاقت اہستہ اہستہ اس کی تفصیل یکھو اس طرح ہے کہ جبکہ شہر کی نسبت سے ہی شام اور مصر کے درمیان تعلقات نے مضبوطی پکڑی۔ جلد کو جھیل بھی کہا جاتا تھا جبکہ مصری اس شہر کو اپنا نام سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ دو فوجی عربوں نے کھنا نام کے اس شہر کا نام بدل کر اسے عربی نام دیا اور اسے کھنا کے بجائے جھیل کہنا شروع کر دیا۔ یہ ساری یعنی عربی نام اب بھی جھیل کی شکل میں موجود ہے۔ اس کا یونانی نام نیلوس ہوا کرتا تھا جس کا مطلب ہے نیل کی شاخ۔ یہ نام تاہم بائبل میں باقی رہا۔ اسی جلد نام کی بندرگاہ سے لبنان کے دیوداد وادی نیل بھیجے جاتے تھے۔ وہاں سے اس لکڑی سے معبد، چکار، پہنچا اور آلات بنائے جاتے تھے اور اپنی درجے کا فرنیچر بھی اسی لکڑی سے بناتا تھا۔ مصر کا فرعون جو ایک بھگد دو ہزار سات سو پچاس قبل مسیح میں گزرا تھا، اس نے ایک مرتبہ اس کی غرض سے دیوداد سے بھرے ہوئے چائیس جہاز اسی جلد نام کی بندرگاہ سے روانہ کیے تھے۔ مصر اور شام کے درمیان تعلقات کی پہلی تحریری شہادت جو عیسائیں حاصل کرتی ہے، وہ اسی فرعون کے عہد حکومت کی ہے۔ لکڑی کے علاوہ جلد سے شراب اور تیل کی برتنوں کو بھیجا جاتا تھا تاکہ لاشوں کو محفوظ کرنے میں استعمال ہو۔ اس کے بدلے میں فلسطین کے لوگ سونا، دھاتوں کی بنی ہوئی دوسری چیزیں اور ہیرا و پیرس یعنی اُس کا ذخیرہ خریدتے تھے۔ بعد میں فرعون خوفو جو دو ہزار سات سو پچاس قبل مسیح میں گزرا تھا، اس کا نام بہت شہرت حاصل کر چکا تھا کہ اُس نے مصر میں سب سے بڑا اہرام تعمیر کرایا۔ اس کے لئے اُس نے لکڑی اسی جلد بندرگاہ سے منگوائی۔ اس نے جنگی ظروف پر

لکھیں۔ ہر ایک کا حاکم الگ تھا اور ان سب نے ایک وفاقی کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان پانچ شہروں میں اشدود کو سب سے زیادہ برتری حاصل تھی۔ لہذا فلسطین کے بجائے یہاں بسنے والے لوگوں کو اشدود کی کے نام سے بھی پکارا جانے لگا تھا۔

جہاں تک فلسطینیوں کے جسمانی خدوخال کا تعلق ہے تو مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ اس کے نزدیک مٹی کا ایک تابوت ملا جس کے بالائی حصے پر وہاں کے حاکم کی نشان دہانی ہوتی تھی۔ اس کے لب زیریں پر چھوٹی چھوٹی داڑھی تھی، بال گندھے ہوئے تھے۔ یہی وہ فلسطینی تھے جنہوں نے بعد کے دور میں گیارہویں صدی کے نصف پہلی میں فلسطینیوں کی قوت کو کمال عروج پر پہنچا دیا تھا اور انہوں نے دس سو پچاس قبل مسیح کے قریب عبرانیوں کو شکست دی اور تابوت سلیمان سے چھین لیا جسے وہ اپنے شہر اشدود لے گئے۔ سن دس سو میں کے آس پاس انہوں نے پہاڑی علاقے میں چوکاں قائم کر لیں۔ طاقت کے عہد میں دس سو چار قبل مسیح میں ان کی سرحد صرف اندرون ملک میں بیت شان تک پہنچ گئی تھی۔ اس دور میں ان فلسطینیوں کو فلسطین میں بسنے والی ساری اقوام پر برتری حاصل تھی۔

کچھ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان فلسطینیوں کی برتری کا اصل سبب یہ تھا کہ ان کے مسلحہ اہلی درجے کے تھے اور وہ دھاتوں کو پگھلا کر ضرورت کے مطابق جارحانہ اور دفاعی اسلحہ تیار کر لیتے تھے۔ اس لئے کہ فلسطینیوں کے جاہل بادشاہ جالوت کی کہانی ایک مسئلہ فلسطینی کا نقشہ پیش کرتی ہے یعنی اس کے بھانے کی چھڑی ایسی تھی جسے جولائے شہیر۔ اس کے نیزے کا پھل چھو مسخا لے کر تھا۔ اُس کی ڈھال اتنی بھاری تھی کہ ایک انڈھل اسے اٹھائے اٹھائے آگے چلتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ان فلسطینیوں کو لوہا پگھلا کر اس سے کام لینے کا علم تھا اور وہ اس فن میں بیکانہ حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ دوسری اقوام اپنے آلات زراعت، نیزے، بھالے، کلہاڑیاں، کمادیں صرف انہیں کے کاریگروں سے تیار کراتے تھے اور جنگ کے دوران میں دوسری اقوام کے لئے یہ امر بڑا مشکل ہو جاتا تھا۔ اس لئے کہ لوہے کے اوزار اور اسلحہ جات انہیں ان فلسطینیوں سے لینے پڑتے تھے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ فلسطینیوں کی آمد سے پیشتر ہی یہودیوں نے تیرہ

چنانچہ ان حالات میں جب فرعون رمیس کے خلاف ان فلسطینیوں نے بغاوت اُسٹری کی، تب فرعون رمیس اپنے ہزار لشکر کے ساتھ ان لوگوں کو سبق سکھانے کے لیے بڑی تیزی سے شال کی طرف بڑھا تھا۔



حتیوں کا بادشاہ متوخلیش ایک روز اپنے مرکزی شہر کے قصر میں اپنے دونوں کاؤک اور لوزمان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں قصر کے آبی کمرے میں حتیوں نے دونوں بڑے سالار گورد اور سنوش داخل ہوئے۔ دروازے پر آکر رُکے۔ پھر گورد متوخلیش کو تعظیم دیتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیا آپ نے ہم دونوں کو طلب کیا ہے۔“

اس پر متوخلیش نے اثبات میں گردن ہلائی۔ ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے اُن ہاندر آکر بیٹھنے کے لئے کہا تھا۔

چنانچہ گورد اور سنوش دونوں آگے بڑھ کر متوخلیش کے سامنے اُن نشستوں پر بیٹھ گئے۔ یہاں متوخلیش کے دونوں بیٹے کاؤک اور لوزمان بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر گنگٹو کا آغاز متوخلیش نے کیا اور یہ پناہ خوشی کا تاثر دیتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”اس سے پہلے میں اپنے دونوں بیٹوں سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا جس موضوع کے لئے تم لوگوں کو بلایا ہے۔ میں تم لوگوں کو یہ اچھی خبر سنانا چاہتا ہوں کہ فلسطین میں ہمارے لوگوں نے مصریوں کے مفادات کو ناقابل طاقی نقصان پہنچایا ہے۔ اسی ہندرگا پر کھڑے بہت سے مصری جہازوں کو آگ لگا دی ہے۔ ان جہازوں کے اور مصر جانے کے لئے جو سامان لدا ہوا تھا، وہ بھی لوٹ لیا گیا ہے اور پھر ہمارے ہی دونوں نے چاروں طرف یہ بھی افواہ پھیلا دی ہے کہ فلسطینی نے جو اس سے پہلے مصر کے باج گزار اور ایک طرح کے ماتحت بن کر زندگی بسر کر رہے تھے، مصریوں کے خلاف بغاوت اور سرکشی اختیار کر چکے ہیں اور اب وہ مصریوں کی اطاعت کا جو اتار چکے

یہاں تک کہنے کے بعد متوخلیش جب رُکا، تب خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا جیٹا کاؤک بول اٹھا، کہنے لگا۔

”یہ جو ہم نے فلسطین میں مصریوں کے مفادات کو نقصان پہنچایا ہے اور فلسطین

اچاننا کندہ کرا کے نذر کے طور پر جلد شہر کی دیوی کے لئے بھیجا تھا۔ اہل مصر اس دیوی کو اپنے ہاں کی دیوی سے ملاتے تھے۔ اس طرح یہ بادشاہ کی سیدہ بن گئی۔ اس کے علاوہ مصر کے پانچویں شاہی خاندان کے فرعون ساخواری نے بنفس میں مدفن کی غرض سے ایک نیل تعمیر کروایا تھا، اس میں ایک مہم کی تصویر بنائی گئی تھی جو بیرونی ملکوں کی تسخیر کے لئے بھیجی گئی تھی۔ اس مہم کے ساتھ مال قیمت کا نقشہ بھی پیش کیا گیا تھا۔ اس تصویر میں کھائی کو زبوں کے اندر زبوں کا تخیل بھی دکھایا گیا تھا اور یہ ساری چیزیں عموماً نکلوی پر بنائی جاتی تھیں اور یہ ساری نکلوی جلدی سے آتی تھی۔ اس کے علاوہ فرعون اوتسی جو در ہزار تین سو پچاس قبل مسیح میں شاہ گزرا، اس نے اپنے بحری بیڑے کے ذریعے سے جلد شہر پر قبضہ بھی کر لیا تھا اور یہ قبضہ اُس نے اس بناء پر کیا تھا کہ مصری تجارت کے لئے یہ شہر بڑی اہمیت اختیار کر گیا تھا۔

اس کے بعد مصر کے چھٹے شاہی خاندان کے کتبات میں جہاں بحر روم کے اعلان آمد و رفت کا ذکر ملتا ہے، وہاں جلد کے جہازوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اسی خاندان سے ہمیں فلسطین اور شام میں بڑی مہموں کے مفصل حالات پہلے پہل معلوم ہوتے ہیں۔ ان مہموں کی ابتدا بیسویں صدی قبل مسیح میں ہوئی تھی اور پہلی مہم کا سالار ایک سپہ سالار تھا جس کا نام اونی تھا اور جو مصر کے فرعون پانی اول کا سالار تھا۔ اس کا ایک کتبہ بھی ملا ہے۔ اُس طرز میں بتایا گیا ہے کہ اس سالار نے ایشیا، مصر اونی باشندوں سے جنگ کی۔ شالی جانب دور تک چلا گیا، ان کے قلعے تباہ کر دیئے، انجیر اور انگور کے باغات کاٹ ڈالے اور اپنی فوج کو محفوظ واپس لے آیا۔

مصر میں بارہویں حکمران خاندان کا دور بڑا اہم خیال کیا جاتا ہے۔ یہ فرعون نام، صرف ارضی فلسطین بلکہ فلسطین کے علاوہ دوسرے حصوں پر قبضہ کا مدعی تھا۔ اس لئے کہ یہ فرعون بھی اپنی نکلوی کی ضرورت فلسطین کی ہندرگا جلد سے ہی پوری کیا کرتا تھا۔ بہر حال مصر کے فرعون ہر دور میں چونکہ فلسطین کو اپنا تابع ملک اور اپنا مطیع و فرمانبردار علاقہ خیال کرتے تھے، اس لئے کہ فلسطین میں اگر کوئی باغی گروہ غالب آتا تھا تو پھر لبنان کے ساتھ مصر کی تجارت بند ہو جاتی جو مصر کے لئے نقصان کا باعث تھی۔ اس لئے کہ جلد وہ ہندرگا تھی جہاں سے ہر قسم کا سامان جو لبنان اور دوسرے علاقوں سے تعلق رکھتا تھا، اسی ہندرگا جلد سے جہازوں کے ذریعے مصر تک پہنچایا جاتا تھا۔

ماہوں پر مغرب سے اٹھنے والے اسویہ نام کے دشمن قبائل حملہ آور ہو چکے ہیں اور وہ ہم کو قابض کرنے کے بعد اسی لئے جلدی جلدی واپس چلا گیا تھا تاکہ اُن دشمن قبائل نہ بٹ سکے اور انہیں اپنے علاقوں سے نکال باہر کرے۔ لہذا ان حالات میں فلسطین کو اندر ہم جس قدر بھی مصریوں کے خلاف کارروائیاں کریں، رعمیس کوئی جوابی دہائی کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ میرا اندازہ ہے کہ وہ عرصہ تک اسویہ ماہوں کے ساتھ الجھتا رہے گا۔“

یہاں تک کہتے کہتے متوشلیش کو روک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اُس کا دربان دروازے پر ہوا۔ کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔ اس پر متوشلیش نے اُسے اجازت دی۔ جب وہ باہر زمین کی طرف خوب جھکتے ہوئے متوشلیش کو تعظیم دیتے ہوئے گئے۔

”مالک! کچھ خبر آئی ہے، وہ فلسطین کی طرف سے آئے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔“

اس پر متوشلیش نے دربان کو حکم دیا کہ اُن لوگوں کو فی الفور اس کے سامنے لایا جائے۔ چنانچہ دربان وہاں سے جھٹ گیا اور تین اشخاص کو لا کر اُس نے متوشلیش کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اس پر متوشلیش نے اُن تینوں کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے انہیں تالاب کیا۔

”تم فلسطین سے ہمارے لئے کیا خبر لے کر آئے ہو؟“

اس پر اُن میں سے ایک اپنے دونوں ہاتھوں کی نمائندگی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”مالک! فلسطین میں مصریوں کے مفادات کو بے پناہ نقصان پہنچایا گیا ہے لیکن اب ایک بری خبر بھی سننے میں آ رہی ہے۔“

”وہ کیا؟“ متوشلیش نے چونکے کے انداز میں پوچھ لیا تھا۔ اس پر وہی خبر پھر اُن اٹھا۔

”مالک! جو خبریں ہم تک پہنچی ہیں، وہ یہ ہیں کہ مصر کا حکمران رعمیس یہاں سے واپس اس لئے گیا تھا کہ اُس کی مملکت پر مغرب سے نمودار ہونے والے دشمن اسویہ ماہل نے حملہ کیا تھا لیکن رعمیس کی خوش قسمتی، جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ اپنی زمینوں میں پہنچا تو اس وقت تک وہ دشمن اسویہ قبائل اپنی کارروائیاں مکمل کر کے تالاب میں اپنے دور افتادہ ٹھکانوں کی طرف جا چکے تھے۔ اسی دوران رعمیس کو فلسطین

میں اپنے آری بھیج کر وہاں مصریوں کے خلاف بغاوت کھڑی کی ہے، تو کیا ایسا موجود حالات میں غیر مناسب نہیں، اس لئے کہ ہم نے اپنی بہن دلوکر کو مصر کے حکمران رعمیس کے حرم میں داخل کر دیا ہے، اب اُس سے ہمارا ایک رشتہ اور تعلق ہے۔“

اس پر ناپنیدیدگی کا اظہار کرتے ہوئے متوشلیش کہنے لگا۔

”میں نے اپنی بیٹی دلوکر کا رشتہ رعمیس کو بخشی ہے تو نہیں دیا۔ پہلے ہمارا اُس کے ساتھ گھراؤ ہوا جس میں کامیاب وہ رہا۔ اُس کے بعد ہم نے پوری تیاری کی، گور گھاتا میں بھی بھجایا اور ہمیں یقین تھا کہ ہم اس بار رعمیس کو شکست دے کر بھگا۔“

میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن شاید حالات، جن ہمارے خلاف تھے۔ لہذا دوسری بار قادش کے باہر بھی ہمیں رعمیس کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اسی شکست کے نتیجے میں رعمیس نے ہم پر اُس وقت شرافت مسلما کیں، جس وقت ہم نے اُس سے اُس کی درخواست کی تھی۔ اس لئے کہ اُس وقت ہم نے درخواست نہ کرتے تو رعمیس اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے علاقوں میں پیش قدمی شروع کر دیتا اور اُس وقت ہمارے حالات ایسے ہتھ کہ ہم اپنے مرکزی شہر قادش تک اُس کی راہ روکنے کے قابل نہ ہوتے۔ اب ہمارے ہم نے رعمیس کی شرافت کو تسلیم کر لیا اور اُن شرافت میں سے ایک شرط بھی تھی کہ میں اپنی بیٹی دلوکر کو رعمیس کے حرم میں داخل کر دوں۔ چنانچہ مجھے مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا کر کے ہم رعمیس کے باج گزار، اُس کے ماتحت، اُس کے تابع فرمان ہو گئے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ قادش اور اس سے پہلے جو اُس کے ہاتھوں ہمیں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا، اُس سے ہم اپنی دو شکستوں کا انتقام لیں گے۔“

اب تک جو اطلاعات ملی ہیں، اُن کے مطابق فلسطین میں مصریوں کے مفادات کو ناقابل عافی نقصان پہنچایا گیا ہے اور پھر چاروں طرف یہ اعلانِ خبریں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں کہ فلسطینیوں نے مصریوں کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیا ہے حالانکہ فلسطین کے اندر یہ ساری کارروائیاں ہمارے لوگوں کی نصیب، اس لئے کہ میں کسی بھی صورت پرندہیں کروں گا کہ فلسطین ہمیشہ کے لئے مصریوں کے تحت اور اُن کے تابع فرمان ہو کر رہ جائے۔ اس وقت جس قدر نقصانات پہنچا کئے ہیں، ہمیں پہنچانا چاہئے۔ ان حالات میں رعمیس اپنے لشکر کے ساتھ فلسطین کا رخ نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ اُس کے

ہاں موجود تھے۔ چنانچہ مؤرخین یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فلسطین کی آبادی میں حتی ماسر حضرت ابراہیم کے زمانے میں بھی موجود تھے۔

بلکہ مؤرخین مزید انکشاف کرتے ہیں کہ فلسطین کا موجودہ شہر جرون بھی کسی دور میں عتیوں کا ہی شہر تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عیسو جو حضرت اسحاق کا بڑا بھائی تھا، اُس کی بیویاں حتی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی بنی اسرائیل نے حتی عورتوں سے ازدواجی تعلقات پیدا کئے۔

آثار قدیمہ میں جو چھویں صدی قبل مسیح کے جن نذرانوں کا سراغ ملا ہے نیز جو مہرین اور ہتھیار برآمد ہوئے ہیں، اُن سے حتی اثرات کا واضح ثبوت ملتا ہے، اس کے علاوہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حرم میں بھی حتی خواتین موجود تھیں۔ یہاں تک کہ اللہ کے نبی حتی ایل کی کتاب میں بے وفایہ و ظلم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ جملہ فرمایا گیا تھا۔

”تیرا باپ اموری تھا اور تیری ماں حتی تھی۔“ عتیوں کو چونکہ اپنی عسکری طاقت پر اتنا زور دیا اور گھمنڈ تھا، لہذا وہ رعسین سے اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام فلسطین ہی میں لینا چاہتے تھے۔ اس لیے حتی سلطنت اصلاً جاگیردار امور کی حکومت تھی جس نے مختلف اور متنوع قومی عناصر پر اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ اس کی عسکری کامیابیوں کا راز بکسوں و یوں کی طرح گھوڑوں اور جنگی رتھوں کے استعمال میں مضمر تھا۔ پھر ان عتیوں کے اہم جات بھی خاص تھے، جو جنگی رتھ کے استعمال کرتے تھے ہر رتھ میں تین سوار ہوتے تھے۔ ایک رتھ چلانے والا، دوسرا ڈھال والا، تیسرا جنگجو۔

ان کی ڈھال مرہ ہوتی تھی۔ حتی میدان جنگ میں پیادہ فوج سے بھی کام لیتے تھے اور اس فوج کے مختلف حصوں کی سالاری امیر یا سردار کرتے تھے۔ کسان، جنگی تیر، بیسیاں اور غم دار کواریں بھی ان کے اسلئے میں شامل تھیں۔ چنانچہ یہ لوہے کے استعمال سے واقف تھے۔ لہذا اسے ان اسلئے کی بنیاد پر وہ ایک طرح کے گھمنڈ اور تکبر میں تھے۔ اس گھمنڈ اور تکبر کے تحت عتیوں کے بادشاہ متوشلیش نے فلسطین کو فروغ رعسین کے لئے گورکھ دھندہ بنانے کی کوشش کی تھی۔



میں اُس کے خلاف بغاوت اٹھنے اور مصری مفادات کو بے پناہ نقصان پہنچنے کی خبر ملی۔ چنانچہ جو لشکر رعسین یہاں سے لے کر مصر واپس گیا تھا، اُس لشکر کو لے کر اب رعسین ایک بار پھر برق رفتاری سے فلسطین پر ضرب لگانے کے لئے شمال کا رخ کئے ہوئے ہے۔“

آئے والا وہ خبر یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا، تب متوشلیش کچھ دم تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اس موقع پر اُس کے دونوں بیٹے کاؤک اور لوزمان کے علاوہ اُس کے دونوں بڑے سالار گور اور سنوٹ بھی بڑے غور سے اُس کی طرف دیکھ جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ متوشلیش نے اپنے سالار گور کو مخاطب کیا۔

”گور! آج بلکہ اسی وقت تیز رفتار قاصد فلسطین میں اپنے نمائندوں کی طرف روانہ کرو اور اُن سے کہو کہ وہ خوب مسخ ہو کر رعسین کے خلاف فلسطینی صفوں میں داخل ہو جائیں اور کوشش کریں کہ رعسین کو فلسطینیوں کے خلاف کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ اس لئے کہ اگر رعسین کامیاب ہوا تو پھر فلسطین میں عتیوں کے مفادات کو کچھ نقصان پہنچے گا اور فلسطین ایک ایسی سرزمین ہے جو ہمارے علاقوں سے ملحق ہے اور مصر سے کافی دور ہے اور پھر فلسطین میں ہمارے لوگ اُن گنت تعداد میں آباد ہیں۔ اگر رعسین اس مہم میں کامیاب ہوتا ہے تو پھر یوں جائیں فلسطین میں ہم نام ہوں گے اور فلسطین میں جو اس وقت حتی بیٹھے ہوئے ہیں، اُن کا مستقبل بھی تاریک ہو کر رہ جائے گا۔“

متوشلیش کے کہنے پر گور اور سنوٹ دونوں وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے تاکہ فلسطین میں جو عتیوں کے نمائندے تھے، اُن کو یہ پیغام پہنچایا جائے کہ وہ رعسین کے خلاف اپنے مسلح دستوں کے ساتھ فلسطینیوں کی بھرپور مدد کریں۔ گور اور سنوٹ کے جانے کے بعد جو خبر رعسین کی آمد کی خبر آئے تھے، وہ بھی وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

عتیوں کا بادشاہ متوشلیش جو فلسطین کے اندر رعسین کے خلاف کارروائیوں میں مصروف تھا وہ اپنے آپ کو حتی بجانب خیال کرتا تھا۔ بے شک یہ حتی اتنا طویل کے باشندے تھے لیکن فلسطین کے اندر بھی ان کے مفادات تھے، اس میں کوئی شک نہیں کہ فلسطین کبھی حتی سلطنت میں شامل نہ ہوا، تاہم مؤرخین کے بقول وہاں حتی عناصر کم خاص کثرت تھی۔ یہاں تک کہ عہد نامہ قدیم میں حتی کی اصطلاح فلسطین کے نام غیر ساری باشندوں کے لئے استعمال کی جاتی تھی جو عبرانیوں کی فتح اور تسلط سے پہلے

ہندوؤں کی حیثیت سے یا یوپیوں کی حیثیت سے بکثرت حاصل کی جاتی تھیں۔ اس وجہ سے بالائی طبقے کے چروں کی حیثیت میں نمایاں تبدیلی آگئی تھی۔ امیروں یا بادشاہوں کے حرم میں عموماً سیستانی، منچی، شامی، فونیقی شہزادیاں ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ شام اور فلسطین میں مصریوں کا سب سے بڑا مفاد کلوزی تھا جو فلسطین ہی کی بندرگاہوں کے ذریعے مصر کو جاتی تھی۔ مصر میں جو موجودہ کھدائی ہوئی ہے، اُن میں بادشاہی مقبروں میں صویر کی کلوزیوں کے ٹکڑے ملے ہیں۔ اس کے علاوہ مصر کے پہلے شاہی خاندانوں کے مقبروں کی تعمیر میں جو شہتیر استعمال ہوئے، وہ بھی فلسطین کے راستے شام ہی سے لائے گئے تھے۔ مصر کی بعض باقیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شامی اجناس بکثرت مصر میں آگئی جاتی تھیں اور جن کی کمی پختی ہوئی وہ بھی شام سے حاصل کی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ شامی کارگر بڑی قیمتی اور عمدہ چیزیں مصریوں کے لئے بناتے تھے۔ مثلاً مزین ہتھیار اور زردوزی کپڑے، نازک گلہ تے، عمدہ فرنیچر، ایسے ہتھیار، جن پر سونے اور چاندی کا کام ہوتا تھا۔ شام میں جوان کاموں کے ماہر تھے وہ مصری نہ صرف اپنے ہاتھ مصر میں بھی لے جاتے تھے بلکہ شام میں بھی اُن کے بنائے ہوئے نقش گل پونوں اور دوسری اشیاء سے مستفید ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی مصریوں کے لئے شام میں بڑے مفادات تھے۔ مثلاً سب سے پہلے انہیں شامیوں نے معدنیات کے برتنوں میں مصنوعی پھول بنانے کا سلسلہ جاری کیا جو مصر میں پراپندہ ہوا تھا۔ صویر کا گوند، عام گوند، شہد اور تیل مصر اور دوسرے ملکوں کو بھیجنے کے لئے شامی تاجر مٹی کے ایسے برتن استعمال کرتے تھے جو یونپے سے نوکدار ہوتے تھے۔

موجودہ دور میں مصر اور فلسطین کے جملہ شہروں میں جو کھدائی ہوئی، اُن میں سے ایسے برتنوں کے بہت سے ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں، اس کے علاوہ فرعونوں کی قبروں سے بھی مٹی کے ایسے کوڑے ملے ہیں جن پر چمک پیدا کرنے والا روغن بھرا ہوا تھا۔ ظاہر ہے یہ شمالی شام سے منگائے جاتے تھے۔ چمک اور جلا پیدا کرنے والے روغن کا اُن شمالی شام میں ہوتا تھا اور انہیں سے یہ کریم اور مصر میں پہنچا تھا۔ انہیں شامی ہارنوں کی وجہ سے مصریوں میں بہت جلد ایسی فنی اور خوبصورت چیزوں کے لئے مانس ذوق پیدا ہو گیا جو جنگوں کے سلسلے میں یا سیاحت اور تجارت کے سلسلے میں باہر لائیں گئیں۔ چنانچہ مصری کارنگروں نے ان کی نقالی شروع کر دی۔

جہاں مصریوں کے فلسطین میں مفادات تھے، وہاں مصریوں کے اُن سے بڑھ کر مفادات تھے۔ اس لئے کہ مصریوں کے فلسطین ہی میں نہیں شام میں بھی بڑے مفادات تھے اور ان کی کمی وجوہات تھیں۔ اس کی پہلی وجہ یہ تھی کہ زمزمین سے پہلے وہیں کچھ مصری فرعونوں نے شام کو مصری سلطنت میں شامل کر لیا تھا اور اس طرح کہ شام اور مصر ایک سلطنت کے نظم و نسق کے تحت تھے۔ ایسا کر کے مصری شام میں کوئی زیادہ دخل اندازی نہیں دیتے تھے بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ مصر سے شام کی طرف جانے والی شاہراہیں جو اُن کے لئے تجارت کے درگاہ تھیں، اُن کے لشکریوں کی وجہ سے محفوظ رہیں، اس مقصد کے لئے مصریوں نے شام تک فوجی چوکیاں قائم کیں۔ اس کے علاوہ شام کے بڑے بڑے شہروں کے اندر مصریوں نے اپنے ناظر مقرر کئے جو وہاں کے حالات پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جنوبی شام میں فرعون کے اعلیٰ نمائندوں کا مرکز غزہ تھا اور یہ فلسطین کا بڑا اہم شہر تھا، ان نمائندوں کے تحت وہاں کے لوگوں سے خراج جمع کرنے کے فرائض سرانجام ہوتے تھے۔ دوسری وجہ یہ کہ مصریوں اور شامیوں کے کچھ دیوی دیوتا بھی آپس میں ملتے تھے، اس طرح اُن کا آپس کا ایک مذہبی رشتہ بھی تھا۔ تیرھویں صدی قبل مسیح کے وسط میں مصر میں شام کی مختار دیوی کی پوجا پات ہوتی تھی اور مختار دیوی کے لئے مصر میں ایک مندر بھی تیار کیا گیا تھا۔

تیسری وجہ مصریوں کے لئے اپنے مفادات کو محفوظ کرنے کی یہ بھی تھی کہ شامی لڑکیاں اپنے حسن اور اپنی خوبصورتی کی وجہ سے مصر میں بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں جب کہ مصری لڑکیوں کو شام میں یہ درجہ نصیب نہیں تھا۔ جب مصری سلطنت بقل مؤرخین کمال عروج پر پہنچی ہوئی تھی تو شامی لڑکیاں یوغال کے طور پر

اے جواب بھی موجود ہیں لیکن کافی فرسودہ ہو چکے ہیں اور ان کی تحریر صحیح طور پر پڑھی نہیں جاسکتی۔

اس کے بعد وہ چٹان جس پر رئیس نے تین کتبوں کی صورت میں تحریریں لکھوائی تھیں، جواب بھی موجود ہیں، بعد میں یہی چٹان ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گئی۔ اس آواز آنے والے دور میں اُس چٹان پر کتبے لکھنے کا ایک سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا۔ بہت سی اقوام اور فاتحوں نے اُس چٹان پر اپنی کامیابی اور فتح مندی کے کتبے لکرائے۔ سن اٹیس سو سینتالیس میں اتحادیوں نے برطانیہ، امریکہ، روس اور فرانس کے اُسے اُسے فرعون کی چٹان پر ایک تحریر کندہ کرائی تھی۔

اس کے بعد اس افسس سو جھپا لیس میں لبنانؤں نے بھی فرعون کی بی بیروں
تے ہوئے اپنی کامیابیوں کا کتبہ اُس چٹان پر تحریر کروایا۔ اس طرح فرعون کی وہ
لبنان کتبہ کا ایک طرح کا عجائب گھر بن گئی۔ اُس کے بعد بہت سی اقوام نے اُس
پاؤں پر اپنی کامیابی اور فتح مندی کے کتبہ تحریر کر دوائے۔ ان میں سے چھ اشہاری کتبے
موجود ہیں۔ یہ اشہاریوں کے بادشاہ امرمدون نے تھے جو اکبر قبل مسیح میں روم
لے۔ اس کے بعد بابل کے بادشاہ بخت نصر کا کتبہ بھی اُس چٹان پر موجود ہے۔ اس
ساتھ ساتھ ایک یونانی کتبہ ہے اور پھر متعدد الاطینی کتبے ہیں۔ ایک کتبہ عربی میں ہے۔
ان میں سے بھی ایک قدیم مصری کتبے کو متا کر اُس کی جگہ اپنا کتبہ تحریر کروایا جس کے
فرانسیسیوں نے لبنان پر اپنے قبضے کا اندراج کروایا۔ ایک اور کتبہ فرانسیسی برٹل
نے تحریر کروایا۔ اس کے بعد برطانیہ کے برٹل الین بی نے بھی فرعون کی اسی
چٹان پر ایک کتبہ انگریزی میں بھی تحریر کروایا۔ بہر حال فرعون رعمیس کے فلسطین پر حملہ
کے بعد اور پھر فلسطین کو روندتے ہوئے اپنی فتوحات کے سلسلے کو حیرت تک
لانے جانے کی وجہ سے جہاں رعمیس نے فلسطین کو پھر سے اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا
دیا۔ فلسطین میں حثیوں کے مفادات کو کافی نقصان پہنچایا، فلسطینیوں کو اپنا مطیع اور
فرمانبردار بنانے کے بعد چند پندرہ رعمیس نے اپنے لشکر کے ساتھ انیس علاقوں میں
ایک ایک اُس نے جب دیکھا کہ اب کوئی ایسی طاقت نہیں جو اُس کے مفادات کو اُن
دلوں میں نقصان پہنچاتے تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ واپس مصر کی طرف چلا گیا تھا۔

ان چیزوں کے علاوہ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ساراؤں میں مشہور ساز عود سب سے پہلے مصر کے حکمران تھوسس کی فتوحات کے بعد نمودار ہوا، اس میں جو بھاری پسند ہو تے تھے۔ ان کی وضع قطع شامی تھی۔ ستار کو باریک شاہی خاندان کے ساری بدو مصر لے گئے۔ اٹھارہویں شاہی خاندان کے زمانے میں سب سے مصر کے اندر عام ہو گیا اور یہ سب شام ہی سے مصر میں گیا تھا۔ بہر حال شام اور فلسطین میں تینوں کے نسب مصری اپنے مفادات زیادہ سمجھتے تھے۔ اسی بناء پر مصر کے فرعون رعمیس کو جب خبر ہوئی کہ فلسطین میں اس کے خلاف بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی ہے، مصریوں کے مفادات کو بچانہ نقصان پہنچایا گیا ہے اور یہ کہ فلسطین میں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جو آثار کر پیک دیا گیا ہے۔ جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح جنوب کی طرف بڑھا تھا۔

رمیس فلسطین میں داخل ہوا تو حیوں نے مقامی فلسطینیوں کو جنہیں جنگ بڑا وسیع تجربہ تھا، آگے رکھا۔ اُن کی پشت پناہی کی، خود پیچھے رہے، ایسا کر کے وہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ مصریوں کے خلاف جو بغاوت اُٹھی ہے، اس میں صرف فلسطینی شامل ہیں اور سرکے اور گردہ اور قوم کا عمل دخل نہیں لیکن رمیس ایسی قوت اور طاقت کے ساتھ فلسطین میں داخل ہوا کہ جس پر بالکل شک نے رمیس کا مقابلہ کیا جس کے اندر آگے فلسطینی اور پیچھے حتیٰ تھے، اُسے رمیس نے بدترین شکست دی۔ اُس کے بعد فلسطین میں جو لشکر بھی رمیس کے آگے آیا، رمیس اُسے روندنا ہوا چلا گیا۔ اُٹھا تھا رمیس کی جنگی روح فلسطین میں اپنی پوری خونخواری اور انتقام کے ساتھ حرکت میں آئی تھی۔ رمیس کے فلسطین پر حملہ آور ہونے سے متعلق لگتا تھا جیسے فلسطین کے اندر آتش فشاں پھٹ پڑے ہوں، اس لئے کہ رمیس انتہائی غصہ اور غصے کی حالت میں فلسطین میں داخل ہوا تھا۔ حیوں نے فلسطینیوں کے ساتھ مل کر رمیس کی راہ روکنے کی کوشش کی۔ رمیس جو لشکر بھی رمیس کے سامنے آیا، رمیس اُسے روندنا ہوا شمال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ فلسطین میں رمیس کی ان فتوحات سے متعلق مؤرخین نقشہ پیکھ اس طرح سمجھتے ہیں۔ رمیس شمال کی طرف بڑھتے ہوئے بیروت سے چند میل شمال نہر القلاب کے دبانے پر جا پہنچا۔ وہاں ایک کھیتیانی سلسلہ سمندر کے اندر دور تک چلا گیا ہے۔ یہاں بڑی بڑی چٹانیں تھیں، ان چٹانوں میں سے ایک چٹان پر رمیس نے تین کتبے کرائے۔

ہیتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں اپنا دھبہ جھوٹ بتاتی ہوں لیکن پہلے آپ وعدہ کریں، آپ مجھ سے ناراض نہیں ہوں گی، خفا نہیں ہوں گی۔ ساتھ ہی میں سیاست سے بھی کہوں گی، وہ ناراضگی کا اظہار نہ کریں۔ اس لئے کہ اب آپ لوگ میرے سب کچھ ہیں اور آپ لوگوں کی ناراضگی میرے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طہامہ جب خاموش ہوئی۔ تب غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے سیاست بول اٹھا۔

”تمہیں تمہیں پانا ہنسنے کی ضرورت نہیں ہے، تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو، کہو ہم تم سے ایسا ناراض ہوں گے۔“

اس کے بعد طہامہ نے بھی جب سر بیان کو حوصلہ دایا، تب سر بیان بولی اور کہنے لگی۔

”میں نے آپ لوگوں کے سامنے جھوٹ بولا تھا کہ میں حنیوں کے ایک سردار کی بیوی ہوں اور یہ کہ میرا باپ جنگ کے دوران مارا گیا تھا اور میں گرفتار ہو گئی۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔“

سر بیان کے ان الفاظ پر سیاست، طہامہ اور برزہ تینوں تجسس بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ سیاست نے سر بیان کو مخاطب کیا:

”اگر حقیقت یہ نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟“

اس پر سر بیان نے پہلے باری باری ایک عاجزانہ نگاہ اُن تینوں کے چہرے پر ڈالی، کہنے لگی۔

”حقیقت یہ ہے کہ میں حنیوں کے بادشاہ متوخلیش کی بیٹی ہوں۔ میری بڑی بہن تمام لوگوں سے میرے دو بھائی ہیں، ایک کا نام کاوک، دوسرے کا نام بولماز ہے۔“

اسی ماں کا نام اسوکہ ہے۔ جس وقت میرا باپ متوخلیش ایک لشکر کے ساتھ بائبل نکل کر واپس اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف جا رہا تھا، اُس وقت میں لشکر کے

پچھلے حصے میں تھی اور جنگ کے دوران گرفتار ہو گئی۔ اب تک میں آپ لوگوں پر

اشفاق کرتی رہی ہوں کہ میں حنیوں کے ایک سالار کی بیٹی ہوں۔ یہ میں نے اپنے

جس روز سیاست اور سر بیان کی شادی کا اہتمام کیا جاتا تھا، اُس روز سیاست تیار ہو کر جب اُٹھنے کی طرف جانے لگا، دیوان خانے کے سامنے سے جب وہ گزرا تو دیوان خانے میں برزہ کے ساتھ بیٹھی اُس کی ماں طہامہ نے اُسے مخاطب کیا۔

”بیٹے کہاں جا رہے ہو؟“

اس پر دیوان خانے کے دروازے کے سامنے سیاست رک گیا۔ سر بیان بھی اُس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ وہ بھی سیاست کے قریب آ کر دیوان خانے کے دروازے پر رک گئی۔ پھر سیاست اپنی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اماں ہم گھڑ دوڑ کے لیے جا رہے ہیں۔ اس پر طہامہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، کہنے لگی۔

”بیٹے! آج تم دونوں کی شادی ہے، تم دونوں کے علاوہ طباش کی بھی شادی ہے۔ طباش کی ماں اور بہن کبہر ہی تھیں کہ اُس کی شادی کا اہتمام بھی ہماری حویلی میں کیا جائے گا۔ اس بنا پر بیٹے میں کہتی ہوں، آج تم دونوں گھڑ دوڑ کے لیے نہ جاؤ۔“

اپنی ماں کے ان الفاظ کے جواب پر سیاست نے مز کر سر بیان کی طرف دیکھا

اس پر سر بیان بولی اور کہنے لگی۔

”اماں ٹھیک کہتی ہیں، میرے خیال میں آج ہمیں گھڑ دوڑ کے لیے نہیں جانا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی سر بیان دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ اُس کے پیچھے

سیاست بھی داخل ہوا اور دونوں طہامہ اور برزہ کے سامنے بیٹھ گئے تھے۔ کچھ دیر خاموش رہی۔ اس دوران سر بیان کچھ سوچتی رہی۔ اُس کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار نمودار

ہوئے تھے۔ اس موقع پر سیاست بھی اُس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر یہاں تک کہ سر بیان نے طہامہ کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

”اماں یہاں آپ لوگوں کے پاس آنے کے بعد میں نے ایک جھوٹ بولا تھا میں سمجھتی ہوں، میں نے اچھا نہیں کیا تھا اور مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس جھوٹ

درگزر کریں گے اور مجھے معاف کر دیں گے۔“

سر بیان کے ان الفاظ پر طہامہ چونکی تھی۔ غور سے اُس نے سر بیان کی طرف دیکھا

پھر کہنے لگی۔

”بیٹی! تو نے کون سا جھوٹ بولا تھا۔“ اس پر سر بیان غور سے طہامہ کی طرف

اٹھا رہی ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ آپ لوگ مجھ سے ناراض نہیں ہوں گے۔“
یہاں تک کہنے کے بعد سریان جب خاموش ہوئی تب اُس کی طرف دیکھتے ہوئے طماہ بڑی محبت اور چاہت میں سریان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”جی! تو نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ اس راز سے پردہ اٹھا کر تو نے ہماری نگاہوں میں اپنی عزت، اپنا وقار دو چند کر دیا ہے۔ میری بچی! اب تو اس حویلی کی مالک ہے، کوئی تجھ سے ناراض نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی تجھ سے نفرت کا اظہار کر سکتا ہے۔“

اس پر سریان بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ آگے بڑھی، طماہ سے پلٹ گئی اور اپنا سر اُس کے شانے پر رکھ دیا تھا جب کہ طماہ اُس کی پیشانی، اُس کا چہرہ چومنے لگی تھی۔ پھر طماہ نے میاں کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

”بیٹے! تم اُٹھ کر طباش کے ہاں جاؤ، طباش سے بات کرو۔ تمہاری اور طباش دونوں کی شادی ہماری ہی حویلی میں ہوگی، لہذا طباش کے ساتھ مل کر شادی کے انتظامات کو آخری شکل دو۔“

اپنی ماں کے کہنے پر میاں اُٹھ کر باہر چلا گیا تھا اور اُسی روز سورج غروب ہونے کے بعد میاں اور سریان کی شادی کا اہتمام کر دیا گیا تھا اور ساتھ ہی طباش کی شادی بھی میاں کی شادی کے ساتھ اُسی محلے کی ایک لڑکی بلسان کے ساتھ کر دی گئی تھی۔



رعمیس نے ایک رات ایک خواب دیکھا اور اُس خواب کی تعبیر کے لئے اُس نے اپنے سارے بڑے بڑے شہروں یعنی ممفس، عیدور اور دوسرے ایسے شہروں سے بات بڑے جادوگر و کاہن و ستارہ شناس و نجومی اور فلکیات علم کے ماہروں کو اپنے دربار میں طلب کر لیا تھا۔

جب یہ سب لوگ ایک مقررہ دن ممفس کے قصر میں پہنچے تو رعمیس نے اُن کے سامنے اپنا خواب بیان کیا۔ ساتھ ہی رعمیس اُن لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے مصر کی سرزمین کے دانش مندو! میں نے اپنے آیا و اجداد و ہم نشینوں اور اُن کے علاوہ راج و دیوتا کے پجاریوں سے سن رکھا ہے بلکہ میں نے شامی محل میں کام کرنے والے بعض اسرائیلیوں سے بھی سنا ہے۔ بقول اسرائیلیوں کے ان کے بڑے

مذہب ابراہیم سے ان کے رب نے وعدہ کیا تھا کہ ان کی نسلوں و ذرت میں انبیا اور امام پیدا کئے جائیں گے اور یہ کہ اُس دور میں اسرائیلی بہت قوت پکڑ جائیں گے کہ اُن کے اپنے بادشاہ ہوں گے، جن کی مدد سے یہ بہت سی اقوام کو زیر کر لیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رعمیس رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا! ”میری سرزمین کے داتا و بیٹا لوگو! میں اسرائیل کی ان روایات سے متعلق تم لوگوں سے تفصیل جانتا چاہتا ہوں اور تم لوگوں کو یہاں جمع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ اُن روایات کے متعلق تم لوگوں سے مزید مشورہ کروں۔“

چنانچہ رعمیس کی اس گفتگو کے جواب میں دربار میں بیٹھا ایک بوڑھا کاہن اُٹھ کر رعمیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! بنی اسرائیل تو اس کے مختصر ہیں اور اس میں انہیں ذرا شک نہیں

ابحنت و غلامی کے سارے کام انہیں خود کرنا پڑی گئے۔ لہذا ایک بار پھر رعسمیں نے اپنے کاتبوں اور مشیروں کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ صورت حال پیش کی۔

آخر سب سے مشورہ کرنے کے بعد رعسمیں نے فیصلہ کیا کہ ایک سال میں پیدا ہونے والے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور دوسرے سال میں پیدا ہونے والے بچوں کو ذبح کر دیا جائے۔ اس طرح بنی اسرائیل میں سے کچھ جوان باقی رہیں گے جو اپنے بوڑھوں کی جگہ لے سکیں گے اور ان کی تعداد بھی اتنی زیادہ نہ ہونے پائے گی جس سے مصری حکومت کے لئے کوئی خطرہ پیدا ہو۔

چنانچہ ان حالات میں مصر کے اندر یہ قانون نافذ کر دیا گیا کہ بنی اسرائیل کے لئے ہونے والے بچوں کو ایک سال چھوڑ دیا جائے اور دوسرے سال ان کا قتل عام کیا جائے۔ اس طرح بنی اسرائیل پر ظلم و عذاب کی پھٹی چلنے کی ابتدا ہو گئی تھی۔ جہاں تک بنی اسرائیل کا تعلق ہے تو یہ اللہ کے نبی حضرت یعقوب کی نسل سے تھے۔ انہیں تاریخ کے اوراق میں اسرائیل کا نام بھی دیا گیا۔ اسرائیل کے معنی خدا کی طرف رات کے وقت چلنے یا بڑھنے کے ہیں اور شاید یہ لقب حضرت یعقوب کے لئے اس لئے پڑا کہ حضرت یعقوب نے ایک بار خواب دیکھا تھا۔

کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑی زمیں پر کھڑی ہے اور اس کا سر آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور خدا کے فرشتے اس پر سے پڑھتے اور اترتے ہیں اور خدا اس کے اوپر کھڑا کہہ رہا ہے۔

”میں خداوند تیرے باپ ابراہیم کا خدا اور اسحاق کا خدا ہوں۔ میں یہ زمین جس پر تو لیٹا ہے، تجھے اور تیری نسل کو دوں گا۔“ چنانچہ اسی روز سے اللہ کے نبی یعقوب کا نام اسرائیل پڑ گیا اور پھر انہی اسرائیلیوں کی مصر میں آمد حضرت یعقوب کے بیٹے حضرت یوسف کی وجہ سے ہوئی۔

یوسف علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے چار بیویوں سے تھے۔ یوسف علیہ السلام اور ان کے چھ بھائی بیٹا بنیامین ایک بیوی سے اور باقی دس دوسری بیویوں سے تھے۔

فلسطین میں اسرائیل یعقوب علیہ السلام کی جائے قیام حرمون یعنی موجودہ انکیلی کی طرف تھی۔ جہاں حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان سے پہلے ابراہیم رہا کرتے تھے۔ اس کے

کہ ان کے اندر کوئی نبی اور رسول پیدا ہوگا۔ پہلے بنی اسرائیل کا خیال تھا کہ وہ نیا یوسف اور یعقوب ہیں لیکن جب ان کی وفات ہو گئی تو اسرائیلی کہنے لگے کہ یوسف اس کے مصداق نہیں جو ابراہیم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ اب ان کا خیال ہے کہ ان کے اندر کوئی اور نبی پیدا ہوگا جو انہیں مصر کی سرزمین سے نکال کر لے جائے گا۔ اس طرح اسرائیلی مصر کی غلامی سے آزاد ہو کر اپنی علیحدہ مملکت قائم کر لیں گے۔

اُس کا کہن کے ان انکشافات کو سننے کے بعد کچھ دن تک رعسمیں سر جھکائے بیٹھ رہا۔ پھر وہاں جمع ہونے والے سارے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”اگر بنی اسرائیل میں جیسا ہم نے اپنا غلام بنا رکھا ہے، کوئی نبی اور رسول پیدا ہو گیا اور وہ اُن کو مصر سے نکال لے گیا اور یہ آزاد ہو کر یہاں سے چلے گئے تو مصری شہروں کے اندر غلامانہ کام اور محنت و مشقت کون کرے گا؟“

مصر کی سرزمین کے دانش مند! مجھے مشورہ دو کہ میں کون سا طریقہ اختیار کروں کہ اسرائیلی یہاں مصر کی سرزمین سے نکلے میں کامیاب نہ ہو سکیں اور نہ ان کا کوئی نبی اور رسول ان کے اندر عروج حاصل کر سکے۔“

”اے بادشاہ! میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ بنی اسرائیل میں جو بھی لڑکا پیدا ہو اُسے قتل کر دیا جائے۔ کچھ ایسے لشکر کی مقرر کئے جائیں جن کے ہاتھوں میں تیز چھریاں ہوں اور اسرائیلیوں میں سے جس کے ہاں بچہ پیدا ہو، وہ لشکر کی موقع پاتے ہی بچے کو قتل کر دیں۔ اس طرح بنی اسرائیل کے اندر کوئی نبی اور رسول پیدا نہیں ہوئے پائے گا اور ساتھ ہی ان کی انفرادی قوت بھی کم ہوتی چلی جائے گی۔“

چنانچہ رعسمیں کو اس کا کہن کا مشورہ پسند آیا۔ وہ بارہا اس نے درخواست کر دیا۔ اس جوانوں کے چند دے اس نے ایسے مقرر کر دیئے جو اسرائیلی بستیوں کے اندر گھومتے پھرتے تھے اور ہر نومولود بچے کو ذبح کر کے اُس کا خاتمہ کر دیتے تھے۔

چنانچہ جب بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام شروع ہو گیا تو پھر رعسمیں کو ہوش آنا اور وہ خدشہ محسوس کرنے لگا کہ ہماری سب کی خدمتیں اور محنت و مشقتوں کا کام تو بنی اسرائیل ہی کرتے ہیں، اگر اُن کے نومولود بچوں کا یہ قتل عام جاری رہا تو ان کے بوڑھے ہو جانے والے مرد تو مر جائیں گے اور بچے بھی ذبح ہوتے رہے تو آئندہ بنی اسرائیل میں کوئی مرد نہ رہے گا جس سے خدمت و مشقت لی جائے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔

مصر کے شہر تھیس کا ایک شخص نام جس کا ماموس تھا اُس نے مصر کے عربی حکمرانوں کے خلاف تحریک چلائی۔ اس تحریک نے ایسا زور، ایسی قوت پکڑی کہ آخر مقامی لشکر کے ہاتھوں علاقائی حکمرانوں کو زک اور کسکسٹا اٹھانا پڑی جس کے جواب میں دھائی لاکھ کی تعداد میں علاقائی یا سکسٹو یا عربی اہل نسل حکمرانوں کو مصر سے نکال دیا گیا، اس طرح ایک نہایت متعصب قبلی اہل نسل خاندان برسرِ اقتدار آ گیا اور اس نے علاقہ کے زمانے کی یادگاروں کو چن چن کر مٹا دیا اور انہی حکمرانوں سے بنی اسرائیل پر مظالم کی ابتداء ہوئی، اس لئے کہ بنی اسرائیل کو عرب حکمرانوں کے دور میں بڑا ازار لگایا تھا۔

مصری تاریخ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ان چرواہے یا علاقائی بادشاہوں نے مصری پوتائوں کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ اپنے دیوتا شام سے اپنے ساتھ لائے تھے اور ان کی تشریف بھی کہ مصر میں ان کا مذہب رائج ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مقدس میں عزت یوسف علیہ السلام کے ہم عصر بادشاہ کو فرعون کے نام سے یاد نہیں کیا گیا کیونکہ فرعون مصر کی مذہبی اصطلاح تھی اور یہ لوگ مصری مذہب کے قائل تھے لیکن بائبل میں غلطی سے اس کو بھی فرعون کا نام دیا گیا ہے۔ شاید اس کے مرتب کرنے والے سمجھتے ہوں گے کہ اس کے سب بادشاہ فرعون ہی کہلاتے تھے۔

موجودہ زمانے کے محققین جنہوں نے بائبل اور مصری تاریخ کا جائزہ لیا ہے، وہ عام رائے یہ رکھتے ہیں کہ چرواہے بادشاہوں میں سے جس فرمانروا کا نام تاریخ میں ابلیس ملتا ہے، وہی اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کا ہم عصر حکمران تھا۔

مصر کا دار الحکومت اُس زمانے میں بھی ممفس تھا جس کے کھنڈرات قاہرہ کے جنوب میں اب بھی موجود ہیں۔ یوسف علیہ السلام ۱۸ سال کی عمر میں وہاں پہنچے۔ ۲ یا ۳ سال عزیز مصر کے گھر میں رہے۔ آٹھ یا نو سال جیل میں گزارے۔ تیس سال کی عمر میں ملک کے فرمانروا ہوئے اور ۸۰ سال تک بلا شرکت غیر سے تمام ملک مصر پر حکمران رہے۔ اپنی خدمت کے نویں یا دسویں سال انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے پورے خاندان کے ساتھ فلسطین سے مصر بلایا اور اُس علاقے میں آباد کیا جو موجودہ مسابا اور قاہرہ کے درمیان واقع ہے اور تاریخ میں اس علاقے کو جوش یا گوش کا نام بھی دیا گیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے تک یہ لوگ اُس علاقے میں آباد رہے اور ان کی آبادی بہت بڑھ گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام ۱۱۰ سال کی عمر میں وفات پائی اور انتقال کے وقت بنی اسرائیل کو

علاوہ حضرت یعقوب کی کچھ زمین سکری یعنی موجودہ نابلس میں بھی تھی۔
بقول مؤرخین حضرت یوسف کی پیدائش ۱۹۰۶ ق م کے لگ بھگ زمانے میں ہوئی اور ۱۸۹۰ ق م کے قریب زمانے میں وہ واقعہ پیش آیا جس سے مصر میں اسرائیلیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔

یعنی یوسف علیہ السلام کا خواب دیکھنا اور پھر کنوئیں میں پھینکا جانا۔ اس وقت یوسف علیہ السلام کی عمر پندرہ برس کی تھی۔ جس کنوئیں میں پھینکے گئے وہ سکری کے شمال میں دودجن کے قریب واقع تھا اور جس قافلے نے انہیں کنوئیں سے نکالا وہ جلعاد یعنی شرق اردن سے آ رہا تھا اور مصر کی طرف عازم تھا۔ جلعاد کے کھنڈرات اب بھی دریائے اردن کے مشرق میں وادی الیلباس کے کنارے واقع ہیں۔

مصر میں جس دور میں یوسف لائے گئے، اُس دور میں مصر پر وہاں کے پندرہویں خاندان کی حکومت تھی جو مصری تاریخ میں چرواہے بادشاہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ یہ لوگ عربی اہل نسل تھے اور فلسطین و شام سے مصر جا کر دو ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ زمانے میں سلطنت مصر پر قابض ہو گئے تھے۔

عرب مؤرخین اور مصرین نے ان کے لئے علاقائی کا نام بھی استعمال کیا ہے جو مصریات کی موجودہ تحقیقات سے ٹھیک مطابقت رکھتا ہے۔

مصر میں یہ لوگ اجنبی حملہ آور کی حیثیت رکھتے تھے اور ملک کی خانگی حالت کے سبب انہیں وہاں اپنی بادشاہی قائم کرنے کا موقع مل گیا۔ سبب یہی تھا کہ ان کی حکومت میں یوسف علیہ السلام کو عروج حاصل کرنے کا موقع ملا اور پھر ان کی نسل جو بنی اسرائیل کہلائی، وہاں بائبلوں کا تھہر لی گئی۔

ملک کے بہترین زمین زرخیز علاقے میں ان کو آباد کیا گیا اور ان کو وہاں بڑا اثر و رسوخ حاصل ہوا کیونکہ وہ مصر کے چرواہے یعنی عربی اہل نسل علاقائی حکمرانوں کے ہم عصر تھے۔ پندرہویں صدی قبل مسیح کے اوائل تک یہ لوگ ملک پر قابض رہے اور ان کے زمانے میں ملک کا سارا اقتدار عملاً بنی اسرائیل کے ہاتھ میں رہا۔ اس لئے کہ یہ بنی اسرائیل مصر کے چرواہے علاقائی یا سکسٹو یا عربی حکمرانوں کے ہم عصر تھے جو عرب تھے۔

چنانچہ انہی عربی حکمرانوں کے دور میں مصر کے اندر ایک زبردست قوم پرستانہ تحریک اُٹھی جس نے سکسٹو یا عربی یا عربی اہل نسل حکمرانوں کا تختہ الٹ دیا۔ ہوا یوں کہ

دست کی کہ جب تم اس ملک سے نکلو تو میری ہڈیاں اپنے ساتھ لے کر جانا۔

چونکہ مصر میں اب عیسائی عربوں کے دور حکومت میں بنی اسرائیل کو بڑا نواز گیا تھا۔ چنانچہ جب مقامی منصوبہ حکران برسرِ اقتدار آئے تو انہوں نے باضی کا اہتمام لینے کے لئے بنی اسرائیل کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ یوں اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام اور اُن کے بعد کے دور میں جہاں بنی اسرائیل کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھتی رہی، وہاں اُن پر مظالم کی تعداد بھی بڑھتی گئی جب تک یوسف مصر میں حکران رہے۔ بنی اسرائیل کو مصر میں بڑا عزت و احترام دیا گیا اور بڑی تیزی سے ترقی حاصل ہوئی۔ ساتھ ہی یوسف علیہ السلام کے واقعے سے کچھ عبرت خیزیاں بھی سامنے آتی ہیں اور وہ یہ کہ اللہ جو کام کرنا چاہتا ہے، بہر حال وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ انسان اپنی تدبیر سے اُس کے منصوبوں کو روکنے اور بدلنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

بسا اوقات انسان ایک کام اپنے منصوبے کی خاطر کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے ٹھیک نشانے پر تیر مار دیا ہے مگر نتیجے میں ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے ہاتھوں سے وہ کام لے لیا جو اُس کے منصوبے کے خلاف اور اللہ کے منصوبے کے عین مطابق تھا۔

پہلا یہ کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب اُن کو کونٹیں میں پھینک رہے تھے تو اُن کا گمان تھا کہ ہم نے اپنی راہ کے کاٹنے کو ہیٹھ کے لئے بنادیا ہے مگر فی الواقعہ انہوں نے یوسف کو اُس بام عروج کی پہلی بیڑھی پر اپنے ہاتھوں سے اٹکھڑا کیا تھا جس پر اللہ اُن کو پہنچانا چاہتا تھا اور اپنی اس حرکت سے انہوں نے خود اپنے لئے اگر کچھ کمایا تو بس یہ کہ یوسف کے بام عروج پر پہنچنے کے بعد بجائے اس کے کہ وہ عزت کے ساتھ اپنی بھائی کی ملاقات کے لئے جاتے انہیں ندامت اور شرمساری کے ساتھ اسی بھائی کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا۔

دوسرا یہ کہ عزیز مصر کی بیوی یوسف کو قید خانے بھجوا کر اپنے نزدیک تو اہتمام لے رہی تھی مگر فی الواقعہ اس نے اُن کے لئے تخت سلطنت پر پہنچنے کا راستہ صاف کیا تھا اور اپنی اس تدبیر سے خود اپنے لئے اس کے سوا کچھ نہ کمایا کہ وقت آنے پر فرماں روا نے ملک کی مرہیہ بکھلانے کی بجائے اس کو علی الاعلان اپنی خیانت کے اعتراف میں شرمندگی اٹھانا پڑی۔

یہ محض دو چار مشتاقی واقعات نہیں ہیں بلکہ تاریخ ایسی ہے شامر مثلوں سے بھری پڑی۔ اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ اللہ جسے عروج دینا چاہتا ہے، ساری دنیا کی گردنوں کو نیس گرا کر اس ملک دنیا جس تدبیر کو اس کے گرانے کی نہایت کارگر اور حقیقی تدبیر بنا دیتی ہے، اللہ اُسی تدبیر سے اس کے عروج کی صورتیں نکال دیتا ہے اور اُن لوگوں کے سامنے سوائے رسولانی کے کچھ نہیں آتا جنہوں نے اسے گرا کرنا چاہا ہوتا ہے اسی طرح جسے برکت خدا سے گرا کرنا چاہتا ہے، اسے کوئی تدبیر سنہال نہیں سکتی بلکہ سنہالنے کی تدبیریں ہی اپنی پڑتی ہیں اور ایسی تدبیریں کرنے والوں کو منہ کی کھائی پڑتی ہے۔

اسی حقیقت حال کو اگر کوئی سمجھ لے تو اس سے پہلا سبق تو یہ ملے گا کہ انسان کو ہمت و اعتماد اور اپنی تدبیروں میں اُن حدود سے تجاوز نہ کرنا چاہئے جو قانون الہی نے اس کے لئے مقرر کر دی گئی ہیں۔ کامیابی اور ناکامی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن جو نقصان یا فائدہ مقصد کے لئے سیدھی سیدھی جائز تدبیر کرے گا، وہ اگر ناکام بھی ہو تو اسے ذلت و رسوائی سے دو چار نہ ہوگا اور جو شخص ناپاک مقصد کے لئے غیر حتمی تدبیر کرے گا، وہ آخرت میں تو یقیناً رسوا ہوگا بلکہ دنیا میں بھی اس کے لئے رسوائی کا مادہ بھرتا نہیں ہوتا۔

دوسرا سبق اس سے توکل اور تفویض الہی اللہ کا ملتا ہے جو لوگ حق و صداقت کے راہی کر رہے ہوں اور دنیا انہیں مٹا دینے پر تلی ہوئی ہو، وہ اگر اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہیں اس سے غیر معمولی تسکین حاصل ہوگی اور مخالف قوتوں کی بظاہر نہایت اہمیت تدبیروں کو دیکھ کر وہ قطعاً ہراساں نہ ہوں گے بلکہ نتائج کو اللہ پر چھوڑ دے گا۔ اپنے اخلاقی فرائض انجام دیتے چلے جائیں گے اور سب سے بڑا اور حقیقی سبق واقعات سے یہ بھی ملتا ہے کہ ایک مرد مومن اگر حقیقی اسلامی سیرت رکھتا ہو اور اس سے بے بہرہ بھی ہو تو وہ محض اپنے اخلاق کے زور سے ایک پورے ملک کو فتح کر لے گا، ایک لاکھ سو سترہ سال کی عمر میں تن تنہا ہے، سر و سامان، انجمنی ملک اور دنیا کی انتہائی غلام بنا کر بیچا گیا۔ تاریخ کے اُس دور میں غلاموں کی یہ حیثیت تھی کہ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، اس پر خرید یہ کہ ایک شدید اخلاقی جرم کا لازم لگا کر جیل میں لایا گیا جس کی معاوضہ بھی کوئی نہ دیتی۔ اس حالت تک گرا دیئے جانے کے بعد وہ اپنے ایمان اور اخلاق کے بل بوتے پر اٹھے اور پھر مصر کے حکمران بنے اور

انہی کی حکمرانی کے دور میں آخر مصر میں بنی اسرائیل کو عہد حاصل ہوا اور ان کی تعمیر تعمیس کے دور تک بڑھتے بڑھتے انھوں تک جا پہنچی تھی۔

بہر حال فرعون تعمیس کے حکم پر بنی اسرائیل کے بچوں کو ایک سال قتل کر دیا تھا اور دوسرے سال چھوڑ دیا جاتا تھا۔ مصر میں بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کئے جانے والے سالوں میں حریت انگیز اور تاریخ عالم کے دو بڑے حادثات و واقعات رونما ہوئے۔

پہلا واقعہ یا حادثہ یہ ہوا کہ وہ سال بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا سال تھا۔ اس سال میں بنی اسرائیل کے ایک شخص ظفر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام موسیٰ رکھا گیا۔ اس بچہ کی پیدائش پر اس کی والدہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ ضرور اس بچہ کو فرعونی لشکر کر دیں گے۔ لہذا اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے بچے کو اپنے قاتل قتل ہوتا دیکھنے سے بچے کے کدوہ بچہ کو کسی جنگل یا غار میں ڈال کر قدرت کے حوالے کر آئے۔ اس طرح اس بچہ کو دوسرا لڑتین تو رہے گا کہ اس کا بچہ شاید زندہ رہ جائے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد وہ عورت خاموش ہو رہی اور کسی کو کانون خبر نہ ہوا۔ دی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس گھر نے اپنے موسیٰ کو ایک تاریک رات میں اٹھایا، گھر سے نکل کر بہتی کے قریب ہی بچے کو ایک میں ڈال کر اس کا منہ اوپر سے بند کر آئی تاکہ بچہ کے رونے کی آواز سنائی نہ دے اور فرعونی لشکریوں کے ہاتھوں قتل نہ ہو جائے۔ نیز اس نے غار کا منہ اس احتیاط کے ساتھ بند کر دیا تاکہ وہ کسی دہندے یا جنگی جانور کا شکار نہ ہو جائے۔

بہر حال، وہ عورت اپنے بچے کو اس غار میں بند کر کے چلی گئی۔ کبھی کبھی آتی اس خبر گیری کرنے کے لئے۔ غار کا منہ کھولتی اور اُسے دیکھ جاتی۔

چنانچہ مؤرخین اور مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس غار میں جبرائیل علیہ السلام کو اس بچہ کی حفاظت اور دیکھ بھال پر مامور کر دیا۔ جبرائیل امین علیہ السلام اس بچے کے لئے ایک انگلی پر شہد، دوسری پر پھکن اور تیسری پر دودھ لاتے اور بچہ کو چناتے دیتے۔ بچے آگے چل کر موسیٰ کے دور کا نامور سامری جادوگر بنا اور اسی نامور سامری نام کا جادوگر سے متعلق ایک عرب شاعر نے اپنے کچھ اشعار بھی کہے، جن کا ترجمہ کچھ اسی طرح ہے:

”جب کوئی شخص اصل پیدائش میں نیک بخت نہ ہو تو اس کے پرورش کرنے والے کی عقلیں بھی حیران رہ جاتی ہیں اور اس سے امید کرنے والا معدوم ہو جاتا ہے۔ دیکھو! اس موسیٰ کو جبرائیل علیہ السلام نے پالا، وہ کافر ہو گیا اور جس موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے پالا، وہ اٹا کا رسول بن گیا۔“

بہر حال، بنی اسرائیل کا یہ موسیٰ بن ظفر اس غار میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ہاں پر پرورش پائے لگا اور اسی سال ایک اور واقعہ بھی پیش آیا۔

یہ دوسرا واقعہ پہلے واقعہ سے کہیں زیادہ اہم تھا چونکہ اس واقعہ نے آگے چل کر بنی اسرائیل کے اندر ایک انقلاب برپا کر دیا تھا۔

ہوایوں کہ اللہ کے نبی یعقوب کے بیٹے لڑائی کی نسل سے ایک شخص عمران نے بنو اسرائیل کی ایک عورت یوحنا سے شادی کر لی اور اس سال جو بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا نہ تھا، اس سال ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے ہارون بن عمران رکھا۔

پھر دو سال کے وقفے تھے جو سال بچوں کے قتل کا تھا، ان کے ہاں پھر ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے موسیٰ رکھا۔ موسیٰ کی پیدائش پر عمران اور یوحنا دونوں بیاں بیوی بڑے پریشان تھے کہ فرعونی لشکر ضرور اس بچہ کو قتل کر دیں گے۔

لیکن قدرت تو کچھ اور ہی فیصلہ کر چکی تھی اور بنی اسرائیل میں عمران اور یوحنا نے ہاں پیدا ہونے والا وہ بچہ ایک بزرگ ترین رسول اور بنی اسرائیل کا نجات دہندہ چنا بنا لیا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر ان کی والدہ بے حد پریشان تھیں اور ابھی کوئی فیصلہ نہ کر پائی تھیں کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کو وحی ہوئی کہ:

”تم کوئی خوف و غم نہ کھاؤ، ہم اس بچہ کی حفاظت کریں گے اور کچھ دن جدار پہنے کے بعد یہ بچہ ہم تیرے پاس واپس لے آئیں گے۔ پھر ہم اسے اپنے رسولوں میں داخل کریں گے اور یہ کہ بچے کو ایک تابوت میں رکھ کر دیا ہے نسل میں ڈال دو۔“

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ یوحنا نے خداوند تعالیٰ سے ان احکامات کا اتباع کیا اور موسیٰ کو ایک تابوت میں ڈال کر دیا کہ حوالے کر دیا۔

دیر یا نہ نسل کی موجوں نے اس صندوق کو ایک ایسی چٹان پر الا ڈالا جہاں فرعون

موتی میں میرے پاں لائی ہیں۔ میں نے صندوق سے نکال کر اسے اپنا بیٹا بنالیا۔ اب یہ میری اور تمہاری دونوں کی آنکھوں کی جھٹک ہے۔“

فرعون نے جھٹ اپنی بیوی کی بات، کانٹے ہوئے کہا:

”تمہاری آنکھوں کی جھٹک تو معلوم ہے مگر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔“

فرعون نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا:

”یہ تمہاری آنکھوں کی جھٹک نہ تھی، تو پھلے اس کی ضرورت محسوس نہ کر۔ اس

لہذا تمہاری تو دوسری بیویوں سے اولاد ہے۔ میرے ہاں چونکہ کوئی بچہ نہیں ہے، لہذا

میں اپنا بیٹا بنانے کا ارادہ کر چکا ہوں اور بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل

کرنا، لشکر کی میرے پاس آجینے ہیں۔ بچے کو مجھ سے ملے کر یہ اسے قتل کرنا

ہوگا۔ میں ان سے کہہ کر آئی ہوں کہ میں تم سے اس بچہ کی جان بخشی کرواؤ

میں اپنی میرے منتظر تھیں۔ تم اس بچہ کی جان بخشی کرو، میں اس بچہ کو اپنے پاس

لے لوں اور اپنا بیٹا سمجھ کر اس کی پرورش کروں گی۔“

اس کے پاس ہونے سے تم از کم مجھے یہ احساس تو نہ ہوگا کہ میری کوئی اولاد نہیں

ہوگا۔ تم سنا بیویوں کو بلا کر ان کے سامنے اس بچہ کی جان بخشی کر دو تاکہ میں اسے

اپنے پاس رکھ سکوں۔“

فرعون نے اپنی بیوی آسیہ کی بات مان لی اور اپنے مسلح لشکریوں کے سامنے موسیٰ

کی جان بخشی کر دی۔ اس طرح اس نے موسیٰ کو آسیہ کے پاس رہنے کی اجازت

دی۔

اپنی دونوں فرعون کے نجومیوں و کاہنوں اور قیافہ شناسوں نے اسے پھر بتایا کہ تیری

اولاد کے زوال کا سبب ایک اسرائیلی لڑکا ہوگا۔ اس انکشاف پر فرعون رزمیس اور

فرعون نے اسرائیلی بچوں کے قتل کے سلسلے میں زیادہ محتاط ہو گیا۔ اس کام کے

لہذا اس نے سفرہ اور فوج نامہ کی دو ادیان بھی مقرر کیں تاکہ یہ دونوں بنی اسرائیل کے

موتی کی سن گنتی کریں اور جو بچہ پیدا ہو، اسے فوراً قتل کر دیں۔

اس دونوں ادیان کو فرعون نے اس لئے مقرر کیا تھا تاکہ قتل کے سالوں میں بنی

اسرائیل کو قتل ہونے سے روک دیا جائے۔ اس طرح بنی اسرائیل پر فرعون رزمیس

اور جبر و ظلم کی انتہا شروع ہو گئی تھی۔

رزمیس کی بیٹا اور اس کی باندیاں اور لونچیاں نہانے دھونے کے لئے آتی تھیں۔ اس

صندوق کو دیکھ تو اسے اٹھالیا، پھر اس نے چاہا کہ اس کو کھولے اور دیکھے کہ اس کے

اندک کیا ہے:

چنانچہ ایک دوسری باندی بولی، کہنے لگی:

”اس صندوق کو کھولو، ہو سکتا ہے اس میں کچھ مال ہو۔ اگر ہم نے اسے کھول

لیا تو ہم پر بددیاقی کا الزام لگایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہم نے اس میں سے کچھ چرا

لیا ہے۔ اس صندوق کو اپنی ملکہ آسیہ کے پاس لے چلیں۔“

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس موقع پر رزمیس کی ایک بیٹی بھی وہاں موجود تھی،

اس کے کہنے پر دریائے نیل کے اندر پہنچے والے اس صندوق کو پکڑا گیا اور پھر اس

صندوق کو رزمیس کی بیوی آسیہ کے پاس لے جایا گیا۔

آسیہ نے جب اس صندوق کو کھولا تو اندر اس نے موسیٰ کو دیکھا۔ صندوق کو کھول

کر موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی اللہ نے اس کے دل میں ایسی محبت ڈال دی کہ اس سے پہلے

کسی بچے سے نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ اس نے موسیٰ کی پرورش کا فیصلہ کر لیا۔

رزمیس کے جو لشکر بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل پر مامور تھے۔ انہیں جب خبر

ہوئی کہ یوں ایک بچہ صندوق کے اندر تیرا ہوا اگلے قریبی چٹانوں سے آن لگا ہے اور

اس وقت ملکہ آسیہ کے پاس ہے تو وہ چھریاں لے کر آسیہ کے پاس پہنچ گئے اور مطالبہ کیا:

”یہ بچہ اسرائیلی ہے، لہذا اسے ہمارے حوالے کر دیا جائے تاکہ اسے ذبح کر کے

اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔“

اس پر آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے حوالے کرنے کے بجائے انہیں مخاطب کر کے

کہا:

”صرف اس ایک لڑکے سے تو بنی اسرائیل کی قوت نہ بڑھ جائے گی۔ تمہارا میں

رزمیس سے بات کر کے اس کی جان بخشی کرواؤں۔ اگر اس نے اسے بخش دیا تو یہ

بہتر ہوگا، اگر اس نے ایسا نہ کیا تو میں پھر تم لوگوں کے حوالے کر دوں گی۔“

آسیہ موسیٰ علیہ السلام کو اٹھائے اپنے شوہر رزمیس کے پاس گئی اور اسے مخاطب کرتے

نے کہنے لگی:

”تم جانتے ہو میری کوئی اولاد نہیں۔ اس بچہ کو میری باندیاں دریا میں بہتے ہوئے

موسیٰ علیہ السلام کو تابوت میں ڈالنے اور دریا میں بہانے کے وقت آپ کی والدہ اپنی بڑی بیٹی اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو مامور کیا کہ وہ اُس صندوق کے بہاؤ کے ساتھ کنارے کنارے چل کر صندوق پر نگاہ رکھیں اور دیکھیں کہ خدا اُس کی حفاظت کا کیسے پورا کرتا ہے چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خدا تعالیٰ نے بے بشارت پہلے ہی سنا دی کہ ہم اس بچہ کو تیری جانب واپس کریں گے اور یہ ہمارا بشیر اور رسول ہوگا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی ہمیشہ برابر صندوق کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے گنبداشت کرتی جا رہی تھیں کہ اُس نے دیکھا صندوق تیرے ہونے شای محل کنارے جا چکا تھا اور فرخون کے گھرانے میں سے ایک عورت نے اپنے خادموں ذریعے اس کو اٹھوایا اور شای محل میں لے گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی ہمیشہ یہ دیکھ کر بہت ہونٹیں اور حالات کی صحیح تفصیل معلوم کرنے کے لئے شای محل کی خادماؤں میں شامل ہو گئیں۔

ادھر آسیہ موسیٰ علیہ السلام کو فرخون سے اپنے لئے حاصل کرنے کے بعد انہیں پلانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن آپ کسی کا دودھ پیتے ہی نہ تھے۔ لاچار آسیہ نے شای محل کی دونوں دایوں سرفہ اور فرعہ کو طلب کیا، دونوں دایاں حاضر ہوئیں۔ دونوں پہلے جھک کر آسیہ کو تعظیم دی، پھر سرفہ نے پوچھا:

”اے ملکہ! آپ نے ہمیں کیوں طلب کیا ہے؟“

اس پر آسیہ کہنے لگی:

”دیکھو! میں نے آپ بچہ کو اپنا لیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آسیہ نے اپنی کونپلیٹ موسیٰ کی طرف اشارہ کر کے کہا:

”اب یہ میرا بیٹا ہے۔ میرے محل کی باندیاں دریا میں نہتے ہوئے ایک صندوق بکڑ کر اٹتی تھیں اور یہ بچہ اسی صندوق میں تھا۔ میں نے فرخون رئیس سے اس لئے بات کر لی ہے۔ میں نہیں جانتی کہ یہ بچہ کون ہے؟ تاہم میرا مکان غالب ہے کہ بچہ اسرائیلی ہے۔ بہر حال یہ کوئی بھی ہو، اب میرا شوہر رئیس اسے میرے حوالہ کر چکا ہے اور یہ میرا بیٹا ہے اور میں نے اسے پروان چڑھانا ہے۔“

پھر آسیہ اُن دایوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی:

”پاؤ اے دایو! میں اس بچہ کی طرف سے بڑی پریشان اور نگر مند ہوں۔ یہ

اُس کے شای محل کی دایو! میں سوچ رہی ہوں کہ یہ بچہ دودھ ہی نہ پئے گا تو زندہ نہ رہے گا۔“ اس کے ساتھ ہی آسیہ نے تابی، بجائی جس پر ایک باندی بھاگتی ہوئی آئی اس کے سامنے گردن جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ آسیہ نے اس باندی کو حکم دیا:

”اے الفور! اُن ماندیوں کو بلا کر لاؤ جنہیں ہم نے طلب کیا تھا اور جو ہم سے ملنے دیا دیتے ہیں۔“

اس پر وہ باندی تیزی سے اُس کمرے سے نکل گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد چار ماندی حاضر ہوئے اور آسیہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے تین نے اُن کے پاس بیٹھ کر اُس کی دیکھ بھال کی تھیں جب کہ چوتھا ماندی خالی ہاتھ تھا۔ آسیہ اُن کو مخاطب کرتے ہوئے فکر گیر اور بکھر ہوئی آواز میں کہنے لگی:

”اے ماندیو! یہ بچہ جو اُن دونوں دایوں نے اٹھا رکھا ہے، اسے میں نے گود لے لیا ہے۔ یہ کسی اور اسرائیلی عورت کا بچہ ہے۔ میں نے بڑے یقین کے پر یہ کسی کا

”سن منادی! اس لڑکی کا تعلق ضرور اس بچے سے ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ ضرور جانتی ہو گی کہ یہ بچہ کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے، ورنہ یہ لڑکی اتنے وثوق سے یہ بات نہیں کہتی۔ میری مانو تو اس لڑکی کو گرفتار کر کے ملک آسید کے سامنے پیش کر دو اور جو بچہ اس نے کہا ہے، وہ بھی ملک سے جا کر کہہ دینا۔ دیکھیں گے کہ ملک اس سارے معاملے کا کیا ملہ لڑتی ہے؟“

بڑے منادی نے دافی فوعد کی بات پر رضامندی کا اظہار کیا اور کہنے لگا: ”فوعد! تو ٹھیک کہتی ہے۔ اس لڑکی کو ضرور ملک کے رو برد پیش کرنا چاہئے، آگے اپنی قسمت کے ملک اس کے لئے کیا فیصلہ کرتی ہے؟“

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دوسری دافی نام جس کا سفر تھا، وہ بڑی نرمی سے بولی اور اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی:

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی کے ذریعہ ہمیں کوئی ایسی عورت مل جائے جس کا ہم یہ بچہ اپنی لے اور ہم سب ملک کی طرف سے کسی بڑے انعام کے حقدار ہو جائیں۔“

بڑے منادی نے دوسری دافی سفر کے جب یہ الفاظ سنے تو کہنے لگا: ”سفر! تو بھی ٹھیک کہتی ہے، پر ہمیں پہلے اس لڑکی کو ملک کے سامنے پیش کر کے اس حالات کہہ دینے چاہئیں، ایسا نہ ہو کہ اس معاملہ کی تہ میں کوئی راز ہو اور بعد میں ہمیں کو اس کی خبر ہو تو کہیں ہماری گردن میں ہی نہ نکات دی جائیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بڑا منادی رکا اور پھر دوبارہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے مزید کہہ رہا تھا:

”اگر ہم سب اپنی گردن محفوظ اور مومن دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر اس لڑکی کو مار کر ملک آسید کے سامنے پیش کرنا ہی بہتر ہے۔ ہاں سوال انعام کا تو اس لڑکی کی ملک کے سامنے اس بچے سے متعلق کوئی نیا انکشاف ہو گیا جب بھی یقین جانو ملک ہ انعام و اکرام سے مالا مال کر دے گی۔“

چنانچہ دوسری دافی صفر نے بھی بڑے منادی کے ان خیالات کی تائید کی۔ لہذا وہ اپنے اور موسیٰ کی بہن کو بے کرگل کی طرف گئے تاکہ اسے ملک آسید کے سامنے لے جاسکے۔

ب منادی اور دونوں دافیاں موسیٰ طیفہ اور ان کی بہن کے ساتھ محل میں داخل

وہ منادی جو خالی ہاتھ تھا، زمین کی طرف جھکا اور احترام کا اظہار کرتے ہوئے آسید سے کہنے لگا:

”اے مقدس ملک! اطمینان رکھیے، ایسی عورت کی تلاش میں ہم شہر کی کسی کئی کئی گز چھان ماریں گے جو اس بچہ کو دودھ پلا سکے اور ہمیں امید ہے کہ ہم ایسی کوئی عورت تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

آسید منادی کی بات پر خوش ہوئی۔ چند سکے اسے انعام میں دیئے اور دعا سنا

میں وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

قدرت کے مناصر بھی اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ حرکت میں تھے۔ موسیٰ طیفہ کی بہن انہیں تلاش کرتی ہوئی اس طرف نکل آئی جس طرف وہ منادی منادی دافیاں اور موسیٰ طیفہ کے ساتھ نڈا کر رہے تھے۔ جب اس نے سنا کہ وہ منادی اعلان کر رہے تھے کہ ایک نوزائیدہ بچہ ہے جو کئی کا دودھ نہیں پیتا اور جس عورت کا دودھ پئے گا، اسے انعام و اکرام کے علاوہ دودھ پلانے کی اجرت بھی ادا کی جائے گی۔ یہ اعلان سنتے ہی موسیٰ طیفہ کی بہن بھاگ کر لوگوں کے جھوم میں گھس گئی۔ شاید وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ جس بچے کے لئے یہ اعلان کیا جا رہا ہے، وہ بچہ کون ہے اور اس کے لئے شادی کی طرف سے منادیوں کے ذریعہ ایسا اعلان ہو رہا ہے۔ موسیٰ طیفہ کی بہن جب ان منادیوں اور دافیاں کے قریب گئی تو اس نے جب اس بچہ کو دیکھا کہ اس کے لئے ندا کی جارہی تھی تو اس کے چہرے پر خوشیاں بکھر گئیں اور انکھیں خوشی سے آنسوؤں سے بھر گئیں جن کی کوئی قیمت کوئی مل نہیں لگایا جاسکتا۔ اس لئے کہ یہ بچہ ان ہی تھی جس کی بہن کے لئے اعلان کیا جا رہا تھا، وہ بچہ اس کا اپنا بھائی موسیٰ طیفہ یہ سارا معاملہ دیکھنے کے بعد موسیٰ کی بہن نے منادیوں کے سربراہ کو مخاطب کہہ کہنے لگی:

”کیا میں تمہیں ایک ایسے گھر کا پتا نہ دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ اور اس کی ایک عورت کا دودھ پلے گا اور وہ لوگ اس بچہ کو خیر خواہی و محبت اور شفقت سے پالیں گے اور اس کی بہترین اور عمدہ حفاظت اور کفالت کا بندوبست بھی کریں گے؟“

یہ سن کر ایک دافی نام جس کا فوعد تھا، اس نے بڑے منادی کو مخاطب کر کے

ٹیہات میں ڈوٹی آواز میں کہنا شروع کیا:

ہماری رسائی ہو جائے گی بلکہ انعام و اکرام مل جانے سے ہمارے گھر کی حالت سدھ جائے گی۔ بس میں یہ بات منادوں اور دانیوں کو سمجھانا چاہتی تھی لیکن انہوں نے میری بات پر دھیان ہی نہیں دیا اور مجھے سمجھ کر آپ کے پاس لے آئے۔“

موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے یہ ساری تفصیل سننے کے بعد آسیہ نے اُس سے بڑی بے دردی کا اظہار کیا اور منادوں کو حکم دیا کہ بچے کو اس کی ماں کے پاس لے جایا جائے، اور ملتا ہے اس لڑکی کی ماں کا دودھ ہی یہ بچہ پی لے۔

چنانچہ ملکہ آسیہ کے حکم پر منادی اور دانیوں موسیٰ کو لے کر موسیٰ کی والدہ کے گھر باندے کے لئے موسیٰ کی بہن کے ساتھ ہو لے۔

چنانچہ گھر پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے اپنی ماں یوحنا کو الگ لے جا کر سارا معاملہ سمجھا دیا کہ جو بچہ آپ کی طرف لایا جا رہا ہے، وہ میرا بھائی موسیٰ ہی ہے۔ پس جب یوحنا دانیوں اور منادوں کے سامنے آئی اور دانیوں نے بچہ اس کی گود میں رکھا تو وہ بچہ فوراً ماں کی چھاتیوں سے لگ کر دودھ پینے لگا یہاں تک کہ سیر ہو گیا اور رک گیا۔

یہ معاملہ دیکھ کر منادی اور دانیوں فی الفور ملکہ آسیہ کے پاس گئے اور بچے کے دودھ پینے کا واقعہ سنایا۔ یہ سن کر ملکہ آسیہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ منادوں کو حکم دیا:

”جاؤ! اُس عورت کو بچے سمیت یہاں میرے پاس لے کر آؤ تاکہ اس عورت کو یہاں دودھ پلانے پر ملازم رکھا جاسکے اور سنو! اُس عورت اور اس کی بیٹی کے ساتھ انلاق اور نرمی سے پیش آنا۔ ان پر کوئی سختی نہ کرنا۔“

چنانچہ منادی اور دانیوں وہاں سے روانہ ہو گئے اور فوراً ہی پھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ یوحنا کے پاس آئے، انہوں نے دیکھا کہ بچہ دودھ پینے کے بعد انتہائی پرسکون انداز میں اُس کی گود میں پڑا تھا۔ والدی صفرہ نے اس موقع پر یوحنا کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا:

”اے خاتون! تو خوش قسمت ہے کہ تیرا دودھ اس بچے نے اپنی خواہش اور رغبت سے لے لیا ہے تو تیری خوش قسمتی میں ہم بھی حصہ دار ہو جائیں گے اس لئے کہ تجھے تو اس ہم کام انعام اور اجر بت لے گی، تیرے ساتھ ہی ساتھ ہم بھی انعام و اکرام سے نوازے جائیں گے۔ اے خاتون! ہم نے اس واقعہ کی اطلاع ملکہ کو کر دی ہے، اب تو ہمارے

بہنیں اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو مصر کی ملکہ آسیہ کے سامنے پیش کیا تو اُس نے ایک تجویز دیکھ کر اس موقع پر منادوں اور دانیوں پر ڈالی۔ پھر حیرت اور پریشانی کے عالم میں موسیٰ کی بہن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا:

”یہ لڑکی کون ہے؟ اور کیا تم بچہ کو دودھ پلانے والی کسی عورت کو تلاش کر کے اس کے ساتھ نہیں لائے؟“

آسیہ کے اس سوال کے جواب میں بڑے منادی نے آسیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا:

”اے مقدس ملکہ! ہم بچے کے لئے نادر کہہ رہے تھے کہ بازار میں یہ لڑکی ہمارے پاس آئی اور ہمیں مخاطب کر کے اس نے کہا۔

”میں تجھے ایک ایسے گھر کا چٹا نہ بتا دوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ بچہ اُس گھر کی ایک عورت کا دودھ پی لے گا اور وہ لوگ اس بچے کو خیر خواہی و محبت اور شفقت سے پالیں گے اور اس کی بہترین حفاظت اور عمدہ کفالت کا بندوبست کریں گے۔

اے ملکہ! اس لڑکی کی اس گفتگو نے ہمیں شگ و شیب میں ڈال دیا ہے اور ہمیں شک ہے کہ یہ لڑکی اس بچے کے متعلق جانتی ہے کہ یہ کون ہے اور اس کا تعلق کس خاندان سے ہے؟ آپ اس سے پوچھیں اور جنتی کریں، ہو سکتا ہے کہ اس بچے کے تعلق کوئی اہم راز اُکھل دے۔“

اس موقع پر آسیہ نے غور سے موسیٰ کی بہن کی طرف دیکھا اور کہا:

”یہ منادی جو کچھ کہتا ہے، کیا اس میں کوئی سچائی ہے؟“

موسیٰ کی نزاکت اور اپنے آپ کو مشکل میں دیکھتے ہوئے موسیٰ کی بہن نے کہا:

”اے ملکہ! یہ منادی اور دانیوں دراصل میری بات کا مطلب ہی غلط سمجھے ہیں۔ ان سے یہ کہنا چاہتی تھی کہ میں ایک غریب اسرائیلی خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ میرے باپ کا نام عمران اور ماں کا نام یوحنا ہے۔ میں چاہتی تھی کہ اس بچہ کو میرا لے کر

کے پاس لے جایا جائے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جو ابھی ماں کا دودھ پیتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ بھائی کے ساتھ یہ بچہ بھی میری ماں کا دودھ پی لے گا۔ اگر ایسا ہو گیا تو نہ صرف آپ

ہمانہ نے محسوس کر لیا تھا کہ ملکہ آسیہ اس کی ضرورت محسوس کر رہی ہے، اس نے
 ۱۷۱۔ سے کام لیا اور کہا:
 ”اے ملکہ! میں اپنے بچے کو گھر پر چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی، کیونکہ وہ بھی شیر خواہ
 ۱۷۲۔ ہاں! اگر آپ راضی ہوں تو یہ بچہ میرے سپرد کر دیں۔ میں اسے اپنے گھر پر رکھ کر
 ۱۷۳۔ پالوں گی اور وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس بچے کی حفاظت اور خبر گیری میں ذرا
 ۱۷۴۔ لڑوں گی۔“

ہمانہ نے یہ بات ملکہ آسیہ سے اس لئے کہی تھی کہ انہیں خدائے بزرگ و برتر کا
 ۱۷۵۔ مایہ آگیا جس میں انہیں بشارت دی گئی تھی کہ چند روزہ جدائی کے بعد ہم بچے کو
 ۱۷۶۔ پاس واپس لے آئیں گے۔ یہ خیال آتے ہی یوحنا اپنی بات پر ہم گئی تھی۔
 ۱۷۷۔ پتا چلا اس ساری گفتگو کے جواب میں ملکہ آسیہ نے مجبور ہو کر یوحنا کی بات مان
 ۱۷۸۔ لی، ہاں! یوں اور دانیوں کو انعام دینے کے علاوہ یوحنا کو بھی انعام و اکرام سے نوازا
 ۱۷۹۔ ان کی پرورش کے لئے رقم فراہم کی۔ اس طرح موسیٰ اپنی والدہ کے پاس پرورش
 ۱۸۰۔ لیتے تھے۔



ساتھ شاہی محل تک چل کیونکہ ملکہ نے تجھے طلب کیا ہے۔“
 چنانچہ اس دایہ کے یہ الفاظ سن کر یوحنا نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ بچے کو سنبھالا
 اور منادیوں اور دانیوں کے ہمراہ محل کی طرف جانے کے لئے ہوئی۔
 جب کہ لوگ یوحنا کو ملکہ آسیہ کے سامنے لائے تو وہ بڑی خوش ہوئی کہ بچہ اس
 کے پاس بڑا پر سکون تھا۔
 ملکہ نے یوحنا کی عزت افزائی کی اور اسے اپنے قریب ہی ایک خالی نشست پر
 ۱۸۱۔ بٹھایا اور پھر پوچھا:
 ”اے خاتون! تیرا نام کیا ہے اور تیری اسرائیل کے کس قبیلے سے تیرا تعلق ہے؟“
 اس پر یوحنا مطمئن انداز میں کہنے لگی:
 ”اے ملکہ! میرا نام یوحنا ہے اور میں اول اول یہاں اپنے بیٹوں کے ساتھ آباد
 ہونے والے یعقوب کے بیٹے لادی کی نسل سے ہوں۔ میرے شوہر کا نام عمران ہے اور
 وہ بھی بنو لادی سے ہے۔“

ملکہ آسیہ نے پوچھا:

”کیا تیرا شوہر تیرے ساتھ نہیں آیا؟“

جواب میں یوحنا کہنے لگی:

”جس وقت یہ منادی اور دانیوں میری بیٹی کے ساتھ میرے گھر آئیں، اس وقت
 میرا شوہر گھر پر نہ تھا۔ اس لئے میں اکیلی ہی ادھر چلی آئی۔“

ملکہ آسیہ نے پھر پوچھا:

”اور تمہاری وہ بیٹی تمہارے ساتھ نہیں آئی جس کی وجہ سے تم ہمیں ملی ہو۔“

موسیٰ کی ماں یوحنا نے پھر اپنی گود میں موسیٰ کو سنبھالنے ہوئے کہنا شروع کیا:

”ابنی! اس بیٹی کو میں گھر پر چھوڑ آئی ہوں کیونکہ میرا بھی ایک دودھ پیتا بچہ ہے،

اس کا نام بارون ہے۔ میری بیٹی اس کی دیکھ بھال کرے گی۔“

یہ الفاظ سن کر آسیہ نے اپنے مطلب کی طرف آتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا:

”اے یوحنا! چونکہ اس بچہ نے تیرا دودھ پل لیا ہے جسے میں اپنا بیٹا بنا چکی

ہوں۔ لہذا تجھے یہاں اس لئے بلایا گیا ہے کہ تو یہیں شاہی محل میں رہ کر اسے دودھ

پلائی رہے۔“

اس پر برزہ چھ سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی:
 ”بہنی! کیا تو ہمارے علم میں اضافہ کے لئے حنیوں کی زبان اور اُن کے مذہب
 ”معلق کچھ گئی؟“

برزہ نے جب یہ سوال کیا تب سیاسی بھی بڑے غور سے سریان کی طرف دیکھتے
 رہنے لگا:

”سریان! اگر تم برزہ کے ان سوالوں کا سیر حاصل جواب دو تو پھر میں تم سے وعدہ
 کروں کہ جب تم یہ تفصیل بتا چکو گی، تب میں تم پر ایک ایسا انکشاف کروں گا جسے
 اُن نے اب تک تم سے چھپا کر رکھا اور اُس انکشاف کو سن کر تم خوش بھی ہو جاؤ گی۔“

جواب میں سریان نے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگی:
 ”گلتا ہے جس طرح میں نے یہ بات چھپا کر رکھی تھی کہ میں حنیوں کے بادشاہ کی
 بیوی ہوں، اس طرح آپ نے بھی اپنا کوئی راز چھپا رکھا ہوا ہے۔ بہر حال آپ نگر نہ
 ہیں۔ میں حنیوں کی زبان اور مذہب سے متعلق تفصیل سے بتاتی ہوں، اُس کے بعد
 آپ مجھ پر وہ انکشاف کیجئے گا جسے اب تک آپ چھپائے ہوئے ہیں۔“

سیاس نے جب اس کا وعدہ کیا تب سریان نے تفصیل کے ساتھ حنیوں کے
 مذہب اور اُن کی زبان سے متعلق تفصیل کہہ دی تھی جو کچھ سریان نے کہا تھا، اُس کا لب
 اب بچھ اس طرح ہے:

”جہاں تک حنیوں کی زبان کا تعلق ہے تو ان کے گروہوں کی طرح اُن کی زبان
 گہرا، گہری تھی اور سیریتائوں کی زبان سے کافی حد تک ملتی جلتی تھی۔

دو زبائن لکھتے ہیں کہ کتنی دستاویزوں کا سب سے بڑا مجموعہ وہ ہے جو ۱۹۰۶ء سے
 ۱۹۱۱ء تک یونٹاز کوئی شہر سے برآمد ہوا۔ یہ دس ہزار سے زیادہ تختیاں تھیں جو حکمرانوں
 کی مائی محافظ خانہ کے طور پر ۱۳۰۰ ق م کے آس پاس جمع کی گئیں، ان میں مساری خط
 استعمال کیا گیا تھا جس کی کلید یوگوسلاویہ کے ایک عالم نے دریافت کی۔ اس عالم کا نام
 ایلن روز تھا۔

حنیوں سے متعلق معلومات کا سب سے بڑا ذخیرہ بھی تختیاں ہیں۔ حتیٰ اپنی عام
 زندگی کے لئے مساری خط سے کام لینے تھے لیکن جب یادگاریں بناتے تھے تو ان
 میں مسیری خط استعمال ہوتا تھا۔ یہ تصویری خط کعبات، پتھروں یا چٹانوں پر کندہ کئے

ایک روز اشوکانی شہر میں اپنی حویلی کے اندر سیاسی، اُس کی بیوی سریان،
 غلامہ اور برزہ اکٹھے بیٹھے گھر کیلئے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک برزہ نے ہاتھ
 زرخ بدلا اور سریان کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

”بہنی! اب تو سیاسی کی بیوی ہے۔ سیاسی سے بے پناہ محبت بھی کرتی ہے۔
 صبح میں اور غلامہ جب اکٹھے بیٹھے ہوتے تھے تو ہم نے یہ سوچا کہ سریان کو اب
 ہاں رہتے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا ہے، لہذا اُس سے پوچھا جائے کہ کیا وہ ہمارے
 ماحول سے مطمئن اور خوش ہے۔“

برزہ کے ان الفاظ کے جواب میں سریان نے گھورنے کے انداز میں برزہ کی
 طرف دیکھا، پھر کہنے لگی:

”خوش نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں اپنے آپ کو انتہاء درجہ کی
 بخت خیال کرتی ہوں کہ میں سیاسی کی بیوی ہوں اور مجھے آپ دونوں کی طرف
 مادرانہ شفقت نصیب ہے۔ اس سے بڑھ کر مجھے اور کیا نعمت مل سکتی ہے۔ جہاں تک
 یہاں کا ماحول ہے، میں اس سے بے حد خوش اور مطمئن ہوں۔“

سریان جب خاموش ہوئی تب برزہ پھر بول اُٹھی، کہنے لگی:
 ”بہنی! تمہیں یہاں کی اور وہاں کی زبان اور مذہب میں خاصہ فرق محسوس
 ہوگا۔“

اس پر سریان کہنے لگی:
 ”زبان میں تو کوئی اتنا فرق نہیں ہے، ہاں مذہب میں ضرور ہے۔ لیکن
 آکر جو عقائد مجھے ملے، میں سمجھوں ہوں ہمارے عقائد سے وہ بہت بہتر اور حنیوں
 زیادہ قریب ہیں۔“

طرح شام میں عود اور عسکار کی، مغرب میں ایڈوینس اور وینس کی اور ایشیائے کوچک میں آئیس اور نیسل کی۔

تیشوب کیوں پیش کیا جاتا تھا کہ ایک آدمی ساڑھ پندرہ اہوتا اور اُس نے ہاتھ میں جنگلی پکڑی ہوئی تھی، سب سے زیادہ طاقتور مجبور سورج پوکھی تھی جو جنگ کی دیوی بن گئی اور زمین کی دیوی کی بھی کچھ صفات حاصل کر لی تھیں۔

دیوتاؤں کا لباس جیسا کہ یادگاروں و تماثلوں سے ظاہر ہوتا ہے عموماً گھٹنوں سے اوپر کرتا ہوتا اور سر پر تاج کی شکل کی ٹوپی ہوتی تھی۔

دیویوں کو بہت لمبے کرتے پہنائے جاتے تھے اور اُن کے سروں پر اسطوان نما بلند ٹوپی رکھی جاتی۔ جو تے نوکدار ہوتے اور اُن کا اگلا حصہ اوپر اٹھا ہوتا تھا۔ یہ چیز دیوتاؤں اور دیویوں میں مشترک دیکھی گئی ہے۔ انسانی شکلیں بھی اسی لباس میں بنائی جاتیں مگر بسامت میں دیوتاؤں سے کم تر ہوتیں۔ ہماری لباس اور اوپر اٹھنے ہوئے جوتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس قوم کی ابتدا سرد و بر فانی آب و ہوا میں ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ جتوں نے شامیوں و مصریوں اور آشوریوں سے تعلقات پیدا کر لئے تو انہی دیوتاؤں و دیویوں کو بھی اپنا لیا۔ مصری معاہدے میں ایسے الفاظ بھی آئے ہیں جن سے ایک ہزار دیوتا اور دیویاں معلوم ہوتے ہیں کہ جتوں میں عورتوں کا درجہ مقابلاً بلند تھا اور عام میلان ایک بیوی کی طرف تھا۔ اس کی تصدیق اڈل تو یوں ہوتی ہے کہ جتوں کے دارالاحاطہ میں دیویوں کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ دوسرے جتوں کے ایک بادشاہ شہیلو یوسو نے سہتانیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تو دو شرطیں رکھی گئی تھیں۔ اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ سہتانی بادشاہ کی صرف ایک بیوی ہو اور وہ حتی شہزادی ہونی چاہئے۔

جتوں سے متعلق اب تک کھدائی کے دوران جو کچھ معلومات حاصل ہوئیں ہیں، اُن سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کے اندر ایسے لوگ بھی تھے جنہیں تاریخ کے اوراق میں خابرو کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ لوگ جتوں کے لشکر میں بھی کافی تعداد میں شامل تھے اور جو کھدائی کے دوران لکبات ملے ہیں اُن میں خابرو کے نام سے ان کا ذکر بڑا نمایاں پیش کیا گیا ہے۔ ایک موقع پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ خابرو جو جتوں کے اندر تھے وہ جنوبی علاقوں کو پالما کر رہے تھے۔ خابرو و اکادی لفظ ہے یعنی یہ ایک

جاتے تھے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ ایک سطر دائیں سے بائیں جانب، دوسری سطر دائیں سے بائیں جانب ہوتی تھی۔ اس رسم الخط کی کلیلہ حال ہی میں دریافت ہوئی ہے۔

شام میں تین مقامات ایسے ہیں جہاں ان کے تصویری کتبات والی یادگاریں ہیں۔ ان میں سے ایک کرکیش یعنی جرابلس شہر دوسرا حلب اور تیسرا حمات۔ کرکیش ۲۲ سنگی کتبات حاصل ہوئے ہیں، جو اب برطانیہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔ صرف چار کتبات برآمد ہوئے جب کہ چار مہر میں اس الشمرہ سے ملیں اور عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔

عربی زبان و ادب کے سلسلے میں جو کچھ برآمد ہوا، اس میں زیادہ تر مذہبی کتب و دعاؤں و انسانوں کے ناموں و افسانوں اور خطوں پر مشتمل مواد ہے۔ ان سے ایک مجموعہ قوانین میں ملا ہے جس کا تعلق چودھویں صدی قبل مسیح کے وسط سے ہے۔ مجموعہ کی تعزیرات بہت بلی تھیں حالانکہ سامی عربوں کی تعزیرات عموماً بلی نہیں تھیں۔ اس میں آٹھ کے بدلے آٹھ والا قانون قطعاً موجود نہیں۔ زیادہ تر تعزیریں زراعت سے متعلق رکھے گئے تھے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ زراعت اُس زمانہ اقتصادی نظام کی بنیاد تھی۔

جہاں تک جتوں کے مذہب کا تعلق ہے تو جتوں کے مذہب کے متعلق کچھ کہتے ہیں کہ کچھ زیادہ معلومات فراہم نہیں، تاہم مظاہر پرستی اُن کے ہاں اپنی شکل میں بالکل نمایاں نظر آتی ہے۔ چشموں، دریاؤں، درختوں اور پہاڑوں کو مقدس سمجھا جاتا تھا۔ دیوتاؤں میں سب سے زیادہ معروف اور مشہور اُن کا تیشوب نام کا ایک تھا جو آدمی اور جھٹڑوں کا دیوتا خیال کیا جاتا تھا۔ اس کو توئی دیوتا بھی سمجھا جاتا تھا۔ سہتانیوں کے کچھ علاقوں میں بھی اس دیوتا کی پرستش ہوتی تھی۔ مختلف شہروں میں دیوتاؤں کو اُس کے مقامی مظاہر سمجھا جاتا تھا۔

ایک اور دیوتا تلے بنوش تھا اور شام کا عدد نام کا دیوتا اس سے ملتا تھا۔ مصر کے ساتھ جو معاہدہ ہوا، اس میں حدو کی رفیقہ کو عسکار بتایا گیا لیکن اس کا حتی نام تک ٹھیک دریافت نہیں ہوا۔ کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ اُس کا نام تھا تھا۔

جتوں کے ہاں یہ دیوی زمین کی نمائندہ تھی اور مغرب قوتوں کی سب سے پرانی دیوی خیال کی جاتی تھی۔ تیشوب اور عسکار کی پوجا بالکل اسی طرح ہوتی تھی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سریان جب خاموش ہوئی تب اُس کی طرف غور سے
لہتی ہوئی برزہ نے پوچھا:

”سریان، میری بیٹی! اچوں کے ہاں جن بتوں کی پوجا پاٹ ہوتی ہے، اُس کی
تصیل تو نے ہم سے کی لیکن تو دیکھتی ہے کہ ہم بتوں کی پوجا پاٹ کرنے والے نہیں
ہیں۔ ہم ایک خدا کے سامنے والے ہیں اور دین ابراہیم کے پیروکار ہیں۔ کیا تم ہمارے
اور رہتے ہوئے اپنے دین کے معاملے میں کچھ...“

یہاں تک کہتے کہتے برزہ کوڑک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اُس کی طرف بڑے غور
سے دیکھتے ہوئے سریان کہنے لگی:

”آپ کس قسم کی باتیں کر رہی ہیں؟ میں تو اپنے آپ کو خوش بخت خیال کرتی
ہوں کہ میں بتوں کی پوجا پاٹ کے ماحول سے نکل کر آپ لوگوں کے اس ماحول میں آ
اں ہوئی ہوں جہاں صرف خالق کائنات کو ترجیح دی جاتی ہے اور اُس کی پرستش کو
اہمیت دی جاتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں مذہب کے لحاظ سے بتوں کی نسبت یہاں کا ماحول
بہت اچھا ہے اور میں یہ بھی بتاتی چلوں کہ اس ماحول میں، میں اتنی مطمئن، اتنی خوش
ہوں جس کا تم اندازہ نہیں کر سکتی۔ اتنی خوش اور مطمئن تو میں بتوں کے ہاں اپنے ماں
اپ کے پاس بھی نہ تھی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سریان رکی۔ اُس کی گفتگو سے برزہ خوشی اور طراپٹ
میں گر رہی تھی۔ یہاں تک کہ سریان نے پھر سیاسی کو مخاطب کیا:

”سچ میں اماں برزہ نے نیا موصوع پھیر دیا تھا۔ میں نے آپ سے ایک سوال کیا
تھا آپ نے ابھی تک اُس کا جواب نہیں دیا کہ آپ مجھے کون سی خوشخبری دینا چاہتے
ہیں اور کس راز سے پردہ اٹھانا چاہتے ہیں؟“

اس پر سریان نے پہلے ایک گہری نگاہ سریان پر ڈالی، پھر سنجیدگی سے کہنے لگا:
”سریان! میرے خیال میں اس راز کو راز ہی رہنے دو، اگر میں نے اُس راز سے
بہ اٹھا دیا تو میرے خیال میں تمہیں پھر اپنی ذات پر مایوسی ہوگی اور میں تمہیں مایوس
نہ دیکھنا چاہتا۔“

”آپ اُس راز سے پردہ اٹھائیں، میرے مایوس ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں
ہوتا۔ میں کیوں مایوس ہوں گی؟“ میں تو یہاں اپنی مرضی سے رہ رہی ہوں اور بالکل

طرح کا شامی عربی لفظ ہے جس کے معنی میں دوسری جانب سے آنے والا یا دریا کو عبور
کرنے والا۔ پندرھویں صدی مسیح کی دستاویزوں میں خایرو کو رضا کار غلام بھی ظاہر کیا
گیا ہے۔ ۱۳۰۰ ق م اور ۱۱۵۰ ق م میں انہیں عقیدوں کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ بتوں کی سرگزشت میں خایرو کا ذکر پہلے پہل ۱۶۰۰
ق م میں اُن کے بادشاہ مارشلش اول کے عہد میں آیا ہے اسی نے ان لوگوں کو ملازم رکھا
تھا۔ اصل اعداد کے مقام پر جو کھدائی کے دوران خطوط ملے ہیں، اُن خطوط سے ظاہر
ہوتا ہے کہ خایرو فرعون کے مقابلے میں بائبلوں سے مل گئے تھے اور ۱۳۶ ق م میں
انہوں نے شلم شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔

ان خطوط میں یروشلیم کے بادشاہ عبدیا کا ذکر بھی ملتا ہے جو اُن دنوں فرعون مصر کا
باغیگرا تھا اور اُن دنوں مصر کا فرعون اخناتون تھا۔ یروشلیم کے عبدیا نام کے اسی بادشاہ
نے بتوں کے اندر موجود خایرو کے خلاف فرعون سے امداد کی درخواست کی تھی جن سے
عبدیا کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

خایرو کے متعلق کہیں کوئی واضح ذکر ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ آیا یہ مختلف عناصر کا
ایک گروہ تھا جو دو آبدجلہ فرات میں بس گیا تھا۔ یہ نام سب سے پہلے ۲۳۰۰ ق م میں
ناران سن کے جنگجوؤں کے لئے استعمال ہوا اور ناران سن قدیم اکادی حکمران خاندان
سے تھا اور یہ شامی اور عربی تھے۔ پھر یہ نام اٹھارویں صدی کے ایک خط میں بھی استعمال
ہوا، اس کے بعد پندرھویں صدی قبل مسیح کی ملنے والی تختیوں میں بھی بتوں کے اندر کام
کرنے والے ان خایرو کا ذکر ملتا ہے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ بتوں کے اندر کام
کرنے والے یہ خایرو یا عبیدوں کا جہاں تک تعلق ہے تو ان کا کوئی مخصوص قومی گروہ نہ
تھا بلکہ خاندان بدوش و اجنبیوں اور قزاقوں کا ایک جھنڈ تھا جو تنخواہ یا مالی نعمت کے لالچ
میں عوام بتوں کے ساتھ مل جایا کرتے تھے۔

بتوں کی زبان اور مذہب سے متعلق اختصار کے ساتھ بتانے کے بعد سریان نے
ایک گہری نگاہ اپنے پتلون میں بیٹھے اپنے شوہر سیاسی پر ڈالی، پھر کہنے لگی:

”آپ لوگوں کے کہنے پر میں نے بتوں کی زبان اور ان کے مذہب سے متعلق
تفصیل سے بتا دیا ہے۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ جب میں یہ تفصیل بتا چکوں گی تو آپ
بھی مجھے ایک اہم خبر سنائیں گے جسے اب تک آپ نے راز بنا رکھا تھا۔“

سیاس جب خاموش ہوا تب سریان سگراتے ہوئے کہنے لگی:

”اچھا، تو آپ کے یہ خیالات ہیں میرے متعلق۔ اگر میری بڑی بہن رعمیس کی بی بی بن گئی ہے تو پھر شیش، میں اُس سے ہزار بار درجہ اچھی ہوں کہ میں ایک ایسے شخص کی بی بی بنی ہوں جس کا نام سیاسی ہے جو سیاستوں کا سالار اعلیٰ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک ایسے دین و مذہب سے تعلق رکھتا ہے جس میں وحدانیت کی پرستش ہوتی ہے اور اس دین کے ماننے والے اللہ کے بزرگ نبی ابراہیم کے پیروکار ہیں۔“

یہاں تک کہتے کہتے سریان کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ ساتھ والی حویلی جو طہاش کی تھی، اُس میں شور و غوغا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ یہ شور سن کر سریان و برزہ اور طہامہ ہی نہیں سیاسی بھی کسی قدر فکر مند اور پریشان ہو گیا تھا۔ اپنی جگہ اٹھ کھڑا ہوا، پھر اپنی ماں طہامہ و بیان اور برزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا:

”یہ نہ جانے طہاش کی حویلی میں کیا معاملہ ہوا ہے کہ اس قدر شور اٹھا ہے۔ میرے خیال میں آپ لوگ بیٹھیں، میں دیکھتا ہوں کیا ہوا ہے؟“

اس پر طہامہ و برزہ اور سریان تینوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں اور سریان، سیاسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی:

”ہم بھی آپ کے ساتھ جاتی ہیں، پھر دیکھتی ہیں کہ طہاش کی حویلی میں کیا ہوا ہے۔ وہاں اس قدر شور و غوغا اٹھ رہا ہے۔“

سریان کی اس تجویز سے سیاسی نے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ چاروں دیوان خانے سے نکل کر بڑی تیزی سے اپنے ہمسائے میں طہاش کی حویلی کی طرف جارہے تھے۔



خوش اور مطمئن ہوں۔ دیکھیں! آپ وقت ضائع نہ کریں، آپ بتائیں کس راز پر وہ اٹھنا چاہتے ہیں؟“

اس پر سیاسی نے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر ایک گہری نگاہ سریان پر ڈال کر اُس کے بعد وہ کہہ رہا تھا:

”سریان! بات یہ ہے کہ جو گزشتہ جنگ رعمیس اور تمہارے باپ کے درمیان ہوئی تھی، تم یہ تو جانتی ہو کہ پہلی جنگ میں تمہارا بچپنا اور تمہارے باپ کا بڑا بھائی مارا تھا اور اُس کے بعد بھائیوں نے تمہارے باپ کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اُس کے بعد ایک جنگ تمہارے باپ اور رعمیس کے درمیان ہوئی۔ اس جنگ میں بھی چونکہ رعمیس کامیاب رہا تھا، لہذا بھائیوں نے رعمیس سے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ اس صلح کے لئے کچھ شرائط رکھی گئی تھیں اور اس شرائط میں ایک شرط تمہاری بڑی بہن دلوکز متعلق بھی تھی۔“

دلوکز کا نام سن کر سریان چونکی تھی۔ جستجو بھرے انداز میں سیاسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی:

”میری بہن دلوکز سے متعلق کیا شرط تھی؟“

”شرط یہ تھی کہ دلوکز کو رعمیس سے بیاہ دیا جائے۔ تمہارے باپ نے اس آماجگی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ تمہاری بڑی بہن کو رعمیس سے بیاہ دیا گیا۔ اب تمہارے مرکزی شہر خوشا شہر میں نہیں بلکہ وہ رعمیس کے مرکزی شہر ممفس میں رہیں گی بیوی کی حیثیت سے قیام کے ہوئے ہے۔“

سیاس جب خاموش ہوا، تب سریان سگراتے ہوئے کہنے لگی:

”اچھا ہوا کہ وہ رعمیس کی بیوی بن گئی۔ اس سے بڑھ کر اُسے کیا چاہئے تھا؟ آپ نے یہ کیوں کہا کہ اس راز سے پردہ اٹھ گیا تو میں اپنی ذات پر مطمئن نہیں رہا۔“

سیاس نے غور سے سریان کی طرف دیکھا، کہنے لگا:

”میں اس راز سے پردہ اس لئے نہیں اٹھانا چاہتا تھا، سوچا کہ تم یہ خیال کرو گے کہ تم سے تو تمہاری بڑی بہن دلوکز ہی اچھی رہی جو میرے بادشاہ رعمیس کی بیوی بن جائے۔ شخصیت و خوبصورتی و جمال اور دیگر صفات میں اُس تم سے کہیں بڑھ کر ہو۔“

پاس لے کر آئیں اور ساتھ ہی اُس نے منادیوں کے ذریعہ شہر میں اعلان کر دیا کہ:

”میرا بچہ آج میرے گھر آ رہا ہے، لہذا شہر میں کوئی ایسا نہ رہے جو اپنے گھر سے باہر نکل کر اس کا احترام اور عزت نہ کرے۔ میں خود اس کی نگرانی کروں گی اور دیکھوں گی کہ اہل شہر اس معاملے میں کیا کرتے ہیں؟“

اس اعلان کا یہ اثر ہوا کہ جب یوحنا دوسوئیل کو لے کر اپنے گھر سے نکلی تو لوگوں نے اُن دونوں پر تھانف اور ہدایا کی بارش شروع کر دی، یہاں تک کہ یوحنا بچے کو لے کر ملکہ آسیہ کے پاس پہنچ گئیں۔

جس قدر تھانف ملے تھے، ملکہ آسیہ نے یوحنا کے حوالے کر دیے۔ پھر بچے کو اُن سے لے لیا اور اسے صحت مند اور چاق و چوبند دیکھ کر بڑی خوش ہوئی۔ اسی خوشی میں اُس نے اعلان کر دیا کہ میں ابھی اپنے بچے کو لے کر عرس کے دربار میں جاتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ وہ میرے بیٹے کو کیا انعام دیتا ہے۔

موسیٰ کو اپنی گود میں لے کر ملکہ آسیہ بھرے دربار میں داخل ہوئی اور موسیٰ کو اُس نے رعیش کی گود میں ڈالنے ہوئے کہا۔

”میں نے آج اپنے بیٹے کو اپنے پاس بلوایا ہے۔ سب لوگوں نے اسے تھانف پیش کئے ہیں۔ اب میں اسے آپ کے پاس لے کر آئی ہوں اور دیکھوں کہ آپ اسے لیا تھو دیتے ہیں۔“

رعیش نے موسیٰ کو گود میں لے لیا۔ درباری بچے کو اُس کی گود میں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ رعیش آسیہ سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُسی لمحے موسیٰ نے رعیش کی داڑھی پکڑی اور اُسے سمجھ کر زمین کی طرف جھکا کر شروع کر دیا۔ ملکہ آسیہ یہ دیکھ کر حیران ہو گئی اور بیٹے، خوشی کا اظہار کرتے درباریوں پر خاموشی اور خجندی طاری ہو گئی تھی۔

اس موقع پر دربار کا ایک بوڑھا کاہن اٹھا اور رعیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! بنی اسرائیل کا وہ وعدہ ہم بھرے دربار میں پورا ہوتے دیکھ رہے

ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے اللہ نے ان کے بڑے نبی ابراہیم سے وعدہ کیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا نبی پیدا ہوگا جو آپ پر غالب آئے گا اور آپ کو پچھاڑ دے گا۔ اُسے بادشاہ! یہ وہی لڑکا ہے جو آنے والے دنوں میں آپ کے لئے دشواری کا

سیما سوسریان وطمہ اور برزہ چاروں تیز چلتے ہوئے اپنے ہمسائے میں طہاش کی جوبلی پر آئے اور سیما سوسریان نے آگے بڑھ کر جوبلی کے دروازے پر دستک دی تھی۔ دوسری دستک پر دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا طہاش تھا، اُسے دیکھتے ہی فکر مندی کے اظہار میں سیما سوسریان نے اُسے مخاطب کیا:

”طہاش میرے بھائی! ہم چاروں بھائے بھائے آئے ہیں، یہ تمہارے ہاں کیسا شور و غوغا اٹھ رہا تھا؟“

سیما سوسریان کے ان الفاظ پر طہاش قہقہہ لگاتے ہوئے ہنس پڑا، پھر کہنے لگا:

”پہلے چاروں اندر آؤ، پھر بتاؤ کہ کیا معاملہ ہے؟“

اس پر سیما سوسریان وطمہ اور برزہ چاروں داخل ہوئے۔ پھر انہیں دیوان خانہ کی طرف لے جاتے ہوئے طہاش کہنے لگا:

”دراصل میرے ہاں بیٹا ہوا ہے، اس لئے میں، اماں اور بہن اس موقع پر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔“

طہاش کے ان الفاظ پر سیما سوسریان وطمہ اور برزہ بھی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ چنانچہ تیز تیز چلتے ہوئے دیوان خانہ میں داخل ہوئے، جہاں طہاش کی ماں شیرازت و بہن فیش اور ایک طرف ایک مسمری پر بلسان اپنے نومولود بچے کے ساتھ پڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ سیما سوسریان وطمہ اور برزہ بھی طہاش و شیرازت اور فیش کے ساتھ اُن کی خوشیوں میں شامل ہو گئے تھے۔



جب دوسوئیل کچھ بڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ پاؤں ہلانے کے قابل ہو گئے تو معمر کی ملکہ آسیہ نے اپنے چند درباریوں کو حکم دیا کہ بچے کو یوحنا کے ہاں سے اُس کے

ہاں موتی ہوں۔ بس ان دونوں پشتوں کو بچے کے سامنے رکھ دیا جائے۔ اگر بچہ بائیں ہاں کو موتی اٹھالے اور انگاروں کو چھوڑ دے تو سمجھ لیا جائے کہ اس نے آپ کی بائیں ہاں پلڑا کھینچنے کا عمل کیا اور یہ عمل اپنے قتل و شہور سے اور دائیں طور پر کیا ہے۔ ایسی موت میں آپ کو قحط ہوگا کہ آپ ان انگاریوں کو بلائیں اور انہیں علم دیں کہ اس بچے کو کھانا ملا دیں۔ میں کوئی اعتراض نہ کروں گی۔ میں یہ سمجھ کر خاموش ہو جاؤں گی کہ میں نے ان بچے کو اپنا ہی نہ تھا۔“

”لیکن اے رئیس! اگر بچہ ہاتھ بڑھا کر انگڑوں کو اٹھائے اور مٹیوں کو انداز کر دے تو پھر یہ سمجھا جائے گا کہ کام اس نے عقل و شعور سے نہیں کیا بلکہ بچپن کی احمیت اور بھول پن میں اس سے یہ فعل سرزد ہوا ہے۔ اس صورت میں مجھے یہ حق نہیں ہے کہ میں اسے لے جاؤں۔“

ملکہ آسیہ کی اس تجویز پر رزمیہ کا غصہ فرو ہو گیا اور کسی قدر مسکراتے ہوئے اس لہجے میں اس نے ملکہ آسیہ کی اس تجویز کی حمایت اور تائید کی تھی۔ ساتھ ہی وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم جانتی ہو میری سب بیویوں میں تم چھوٹی ہو اور میں تمہیں سب سے عزیز رکھتا ہوں۔ لہذا تمہاری خوشی کی خاطر اس تجویز کو منظور کرتا ہوں۔ میں اسے رد نہیں کر سکتا۔“ ایسا نہ کرنے سے تم ناخوش ہو جاؤ گی اور تمہاری ناراضگی میرے لئے تکلیف کا باعث بنے گی۔ لہذا یہاں سب لوگوں کے سامنے تمہاری اس تجویز پر عمل کیا جائے گا۔“

ایہ کو مخاطب کرنے کے بعد آخر فرعون رعمیس اپنے بیٹے متوجہ کی طرف متوجہ ہوا۔

انہوں نے اپنے باپ کا یہ حکم سن کر منتحاج و ماں سے اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

بہت زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ فرعون نے رئیس کا بیٹا جو اس کی مختلف بیویوں سے
 ملا تھا، بلوایا۔ اس کے ساتھ اس موقع پر شاہی محل کے محافظ تھے جنہوں نے دو
 ڈاکو مار رکھے تھے، ایک میں نہایت چمکدار پرکشش موتی تھے اور دوسرے میں آگ
 کے تھے۔

باعث بنے گا۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ اس نے آپ کی داڑھی پکڑ کر آپ کو زمین کی طرف جھکا دیا تھا۔ گویا یہ آپ کو بچھاڑنا چاہتا ہے۔“

”اپنے اُس کاہن کی یہ گفتگوں کرشمیں پریشان ہوگئیں۔ اُس کی دوسری بیویوں سے جو اُس کی اولاد تھی، وہ بھی یہ گفتگوں کر پریشان ہوگئی تھیں۔ پھر کوئی فیصلہ کرنے کے بعد کرشمیں بلند آواز میں چلایا، ”اُن گفتگو کو بلاؤ جو بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے پر مامور ہیں تاکہ سب لوگوں کے سامنے اس بچہ کو ذبح کر دیا جائے، اور اُنے والے دور میں ہمارے لئے کسی دکھ اور مصیبت کا باعث نہ بنے۔“

رعيس کی اس گفتگو کے جواب میں ملکہ آبیہ فوراً بولی اور کہنے لگی:

”رعميس يہ پتہ تو مجھے دے چکے ہو، پھر تم يہ معاملہ اس کے ساتھ کيوں کر رہے ہو؟“

رعمیس غضب ناک ہو کر بولا۔ ”یہ بچہ ایسی سزا کا اقتدار ہے۔ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ یہ میری داڑھی کھینچتے ہوئے گویا یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ مجھے زمین پر پھانسا دے گا اور مجھ پر غالب آئے گا۔ لہذا اس کا قتل کا ناصور وری ہے۔“

اس پر ملک آسیہ نے معاملے کو بگڑتے اور بچے کو خطرے میں دیکھا تو بڑی فکر مند ہوئی۔ فوراً ہی اُس نے کچھ سوچا اور عرس میں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اس معاملہ کو بیٹھنے کے لئے میں ایک تجویز پیش کرتی ہوں جس سے فیصلہ ہو جائے گا کہ آپ کی داڑھی پکڑ کر زمین کی طرف کھینچنے والا معاملہ بچے نے اپنے بچپن کی بے خبری اور لاشعوری جذبے کے تحت کیا ہے یا یہ دانستہ شوخی ہے۔ میری تجویز سے سارا معاملہ کھل کر سامنے آجائے گا لیکن میری شرط یہ ہے کہ جب تک یہ معاملہ بیٹھ نہ جائے، اُس وقت تک آپ بچوں کو ذبح کرنے والے لشکریوں کو نہ بلائیں۔“

فرعون نے اپنی ملکہ آسیہ سے وعدہ کیا، پھر کہنے لگا۔
 ”کہو، تم اپنی تجویز کو، میرا وعدہ ہے کہ جب تک اس پر عمل نہ کر لیا جائے گا، ذبح
 کرنے والے لشکریوں کو نہیں بلایا جائے گا۔“

چنانچہ جواب میں ملکہ آریہ فیصلہ کر انداز میں کہنے لگی۔
 ”اگر یہ معاملہ تو پھر ایسا کیجئے کہ دو طشت منگوائے۔ ایک طشت میں آمل
 کے دیکتے ہوئے انگارے اور دوسرے طشت میں دو چمکدار اور انتہائی جاذب نظر اور

ہاں کام کیا اور بچے مجھے زندہ سلامت مل گیا۔“

آسیہ کے ان الفاظ پر موسیٰ کی ماں یوحنا نگر مند اور پریشان ہو گئی تھی، کہنے لگی۔

”یہ معاملہ کیسے اور کیگر ہوا، کیا آپ مجھے اس کی تفصیل نہ بتائیں گی۔ کیونکہ میں

اب اس بچے کی پرورش میں ملوث ہو گئی ہوں۔“

آسیہ نے جو کچھ اس بچے اور اپنے ساتھ رکھنے کے دربار میں پیش آیا تھا، یوحنا کو نادیا۔ جب وہ خاموش ہوئی تو یوحنا فکرمندی میں کہنے لگی۔

”اے محترم ملکہ! یہ معاملہ اور حادثہ تو اس بچے کے لئے سودمند نہیں۔ اگر پھر کبھی

ایسا ہوا تو بچے کی جان تو جاتی رہے گی جب کہ مجھے اب اس سے ایسی اُنسیت ہو گئی ہے

جس سے میرا ہنسا ہی بیٹا ہو گیا۔ یہ ممکن نہیں کہ یہ بچہ یہاں شاہی محل میں کم سے کم آئے۔

ایسا نہ ہو کہ یہ پھر بھی ایسی ہی یا اس سے بڑی اذیتا میں پڑ جائے۔ اس لئے اے ملکہ!

اس کے بارے میں آپ احتیاط کریں اور اس پر مستزاد یہ کہ میرے بچے اس کے ساتھ

ایک ماٹوس ہو چکے ہیں کہ وہ مل بھڑکے آپ سے اسے علیحدہ ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔

ان حالات میں، میں امید کرتی ہوں کہ آپ کوئی بہتر فیصلہ کریں گی۔ ایسا فیصلہ جس میں

اس بچے کی بہتری اور عافیت ہو اور انہیں خدشات اور اندیشوں کو سامنے رکھتے ہوئے،

میں آپ سے یہ گزارش کروں گی کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ بچہ زیادہ سے زیادہ

میرے ہاں رہے، ہاں آپ سے ملانے کے لئے میں کبھی بھی آپ کے پاس لے آیا

اروں گی۔“

یوحنا کی باتوں سے متاثر ہو کر آسیہ نے فکرمندی آواز میں اپنی رائے اور فیصلے کا

اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”تو نے جن خدشات اور خطرات کا اس بچے کے متعلق اظہار کیا ہے، میں ان

مطل طور پر اتفاق کرتی ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آسیہ زکی، کچھ سوچا، دوبارہ اپنے سلسلہ کلام کو آگے

جاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”تمہاری ساری باتیں سن کر میں ایک نتیجے پر پہنچی ہوں۔ لہذا میرا یہ فیصلہ ہے کہ

بچہ مکمل شاہی اخراجات پر تمہارے ہاں تمہاری نگہداشت میں ہی پرورش پائے گا۔ آج

حادثہ نہ جارا تھا اگر دوبارہ ایسا ہی حادثہ رکھیں گی موجدگی میں ہو گیا تو پھر اس

22

وہ دونوں شہت جب فرعون رعیش کے سامنے لائے گئے تو رعیش نے اپنی

سے اٹھ کھڑا ہوا اور شہت لانے والے محافظوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”دونوں شہت فرش پر رکھ دو۔“

محافظوں نے دونوں شہت زمین پر رکھ دیئے تو رعیش نے اپنی بیوی آپنا

طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب تم بچے کو دونوں شہتوں کے سامنے بٹھا دو۔“ چنانچہ آسیہ نے فوراً اس

کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو جو بیٹے تھے، فوراً ان دونوں شہتوں کے سامنے بٹھا دیا۔

موسیٰ علیہ السلام ان شہتوں کی طرف بڑھے، موسیٰ کو پھوڑ دیا اور انگاروں کو اٹھا لیا۔

فرعون رعیش نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بڑا پشیمان سا ہوا۔ فوراً

بڑھ کر بیٹے سے انگارے چھین لئے کہ کبھی اس کا تھ نہ جل جائے۔ اس طرح

دوبارہ میں ملکہ آسیہ کی بات رہ گئی تھی۔

اس موقع پر فرعون رعیش نے بچے کو اٹھا کر آسیہ کو دے دیا اور پرسکون انداز

اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سن آسیہ! تم نے اپنی تجویز سے ثابت کر دیا ہے کہ اس بچے نے میری دان

کر زمین کی طرف کھینچنے کا مکمل یقینا بچپن کی بے خبری اور مصومیت میں کیا ہے۔

نے انگاروں کو تھا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس نے یہ کام اپنے عقل و شعور کے

ودانستہ نہیں کیا، لہذا تم اس بچے کو اپنے پاس رکھو اور اس کی پرورش کرنے کا حق

ہو۔“

یہ معاملہ دیکھ کر درباریوں میں سے کوئی نہ بولا، سب خاموش رہے اور اس

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آسیہ حرکت میں آئی اور موسیٰ علیہ السلام کو وہاں سے

لے گئی۔

جب آسیہ اپنے کمرے میں واپس آئی تو موسیٰ علیہ السلام کی ماں یوحنا

میں بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ آسیہ نے بچے کو لا کر اس کی

رکھتے ہوئے کہا۔

”سن یوحنا! آج تو میں اس بچے سے محروم ہو چلی تھی۔ میرا شوہر رعیش

خاتمہ کرنے کے لئے کچھ محافظوں کو طلب کرنے ہی والا تھا کہ میری ایک

ہمانہ کو تھمائی اور کہنے لگی۔

”نقدی کی یہ ٹیلی اپنے پاس رکھو، تمہارے کام آئے گی۔ اب تم جاؤ، شاہی محل کی دونوں دایاں جو بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر ہیں اور جنہوں کو تم خوب جانتی ہو، میرے کہنے پر وہ دونوں دایاں گاہے بگاہے تمہیں بچے کی پرورش کے لئے معقول نقدی اور معاوضہ پہنچاتی رہیں گی۔ اس سلسلے میں تم بالکل مطمئن اور آسودہ رہنا۔“

چنانچہ ملکہ آسیہ کے اس فیصلے اور اُس کی گفتگو سے خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے یوحنا نے اپنے بیٹے موسیٰ کو لے کر شاہی محل سے نکل گئی تھی اور اب موسیٰ بن ظفر یعنی نامری ایک منہ بند عمار میں جبرائیل کے ہاتھوں پرورش پانے لگا اور موسیٰ علیہ السلام بن نمران اپنے ہی گھر میں اپنی والدہ کے پاس شاہی اخراجات پر پلنے لگے تھے۔



بچے کی خیر نہیں، رعسئیں اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس کے علاوہ ایک اور معاملہ بھی ہے کہ یہ مصر کے بڑے بڑے کاہن اور ستارہ شناس نہ جانے کیوں اس بچے کے مخالف ہو کر بچے بھڑا کر اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ بچہ وہی ہے جو ہزار ہو کر مصر کے حکمرانوں کی تباہی اور بنی اسرائیل کی نجات، آزادی، فلاح اور عزت کا باعث بنے گا۔ لہذا یہ بچہ اب زیادہ تر تیرے پاس ہی رہے گا۔ میں جب اسے ملنے کے لئے شاہی محل میں بلایا کروں گی تو اپنی طرف سے پوری کوشش کیا کروں گی کہ رعسئیں کے نزدیک اور سامنے نہ جانے پائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آسیہ پھڑکی۔ اُس کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ بچہ مجھے دوسرے بچوں کی نسبت عمدہ اور مختلف لگتا ہے۔ جس وقت میرا شوہر اس بچے کے قتل کے درپے ہو گیا تھا تو میں نے یونہی آگ کے انگاروں اور موتیوں کی تجویز پیش کر دی تھی۔ میں تو صرف اسے قتل ہونے سے بچانا چاہتی تھی لیکن میں اُس وقت حیران اور رنگ رہ گئی جب میری خواہش کے عین مطابق اس بچے نے موتیوں کو چھوڑ کر انگاروں کو تمام لیا۔ اس نے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ بچہ عام اور دوسرے بچوں کی نسبت مختلف اور مغضد ہے۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے، اگر کسی موقع پر میں اس بچے کی طرف سے زیادہ پریشان بھی ہوں تو میں خود تمہارے گھر آکر اس سے مل لیا کروں گی۔“

موسیٰ علیہ السلام کی ماں یوحنا آسیہ کے اس فیصلے سے بے حد خوش ہوئی تھی۔ اس لئے کہ وہ تو خود یہی چاہتی تھی کہ بچہ ہمہ وقت اُس کے پاس ہی رہے اور وہ خود اس کی پرورش اور بحرانی کرے۔ لہذا وہ آسیہ کی گفتگو سے مطمئن اور خوش ہو کر اُس کا شکریہ ادا کر رہی تھی، اُس کے بعد آسیہ کے کہنے پر بچے کو سنبھالتے ہوئے اُس نے آسیہ سے جانے کی اجازت طلب کی، وہ بڑی خوشگوار آواز میں اُسے مطالبہ کر کے کہنے لگی۔

”کیا اب میں بچے کو لے جاؤں۔“

آسیہ کے چہرے پر ادا کی تاثرات نمودار ہوئے تھے۔ کچھ سوچا، پھر کہنے لگی۔

”ہاں، اب تم بچے کو لے جاؤ لیکن سنو، اس کی دیکھ بھال خوب عمدگی سے کرنا۔“

اس کے ساتھ ہی ملکہ آسیہ نے کچھ سوچتے ہوئے نقدی کی ایک تھیلی نکال کر

ہیں۔ ابھی تک وہ ہماری سرحدوں کے اندر نہیں آئے، ہم آپ کی خدمت میں حاضر آنے کے لئے اس وقت روانہ ہوئے تھے جب وہ اپنی طاقت اور اپنی اجتماعی تعلیم کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد اپنے ہمسائے میں بسنے والے دوسرے قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا کر مغرب کی طرف پیش قدمی کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ جن اسے قبائل کو انہوں نے اپنے ساتھ ملا کر ہمارے خلاف حرکت میں آنے کا تہیہ کیا ہے، ان میں جو قبائل سب سے اہم ہیں۔“ اسویہ قبائل نے جو نام کے جن قبائل کو اپنے ساتھ لایا، یہ لوگ بڑے جنگجو اور حملہ آور ہونے میں بڑے بے باک اور دلیر ہوا کرتے تھے۔ یہ قبائل اب بھی افریقہ کے اندر موجود ہیں اور موریتین ان سے متعلق تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

”جو قوم جو صحرائے اعظم کے مشرقی حصے میں آباد تھی اور ہے، یہ لوگ بہت وسیع علاقے میں اب بھی آباد ہیں جس کے مشرق میں صحرائے لیبیا، مغرب میں بحر، شمال میں اہل علاقہ اور جنوب میں چاڑ ہے۔ جو کہ بہت بڑی تعداد افراد کے علاوہ قطرون اور المارہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تبتی اور یودل کے شاہی حصے اور بحر الغزال میں بھی یہ لوگ آباد ہیں۔ صحرائے اعظم میں قائم اور کور کے نخلستانوں میں ان لوگوں کی اکثریت ملتی ہے۔ بقول مؤرخین یورپ کے لوگ انہیں ”توبو“ کہہ کر مخاطب کرتے تھے اور اب بھی اسی نام سے مخاطب کرتے ہیں۔“

زبان کے اعتبار سے موریتین لکھتے ہیں، جو قبائل کے دو گروہ بالکل جدا پہچانے جاتے ہیں۔ یہ لوگ عام طور پر پست قد اور سانولے رنگ کے ہوتے تھے۔ ان میں کچھ اب بھی بدوی ہیں اور کچھ شہری، لیکن اکثر غریب اور بد حال ہیں۔ ان کی آمدنی کے ذرائع سمجھور اور غلے کی کاشت ہے جو ان کی کسیراب وادیوں میں کی جاتی ہے لیکن ان کا خاص پیشہ لوٹ مار ہے۔ جب بھی انہیں موقع ملتا ہے، یہ غارتگری سے چوکتے ہیں، یہ لوگ تھکان اور بیجوشی کے عادی تھے اور اب بھی عادی ہیں۔

ان سے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ یہ لوگ پہلے کی طرح اب بھی دو گروہوں میں تقسیم ہیں: اشراف اور عوام۔ کچھ علاقوں میں یہ قبیلے یا تو مطلق اختیار حاکم ہیں یا پھر اہم۔ لیکن حاکم قبائل شامیرہ، گوندہ اور تہہ ہیں۔ ان لوگوں کے درمیان سوڈانیوں کی ایک الگ طبقہ بھی ہے، انہیں چٹلی ذات کے انسان تصور کیا جاتا ہے، انہیں

فرعون رعیس ایک روز اپنے مرکزی شہر ممسن کے قصر میں اپنے بیٹے منتاح، بڑے سالاروں میں سے سیرم، تحس بہت سے چھوٹے سالاروں اور امراء کے ساتھ بیٹھائی اسرائیل کی بڑی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی سے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ ایسے میں اس کے محافظ دستوں کا سالار قصر کے اس کمرے پر نمودار ہوا۔ زمین کی طرف خوب جھکتے ہوئے اس نے رعیس کو تعظیم دی، پھر رعیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! ہماری مغربی سرحدوں کی طرف سے کچھ تہرا اور ہرکارے آئے ہیں۔ وہ کچھ انتہائی اہم خبریں رکھتے ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔“ ان الفاظ پر رعیس ہی نہیں، وہاں بیٹھے سارے سالار بھی چونکے تھے۔ چنانچہ رعیس نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے مغربی سرحدوں سے آنے والے اپنے ہرکاروں اور تجروں کو فی الفور پیش کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ٹھوڑی دیر بعد تین تجروں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب وہ رعیس کو تعظیم دے چکے، تب رعیس نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

”مغربی سرحدوں سے تم ہمارے لئے کیسی خبر لے کر آئے ہو؟ کیا ایک بار پھر اسویہ قبائل ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے ہماری سرحدوں کے علاوہ ہمارے علاقوں کے اندر ترک تاز اور یلغار کرنا شروع کر دی ہے؟“ اس پر ان تین میں سے ایک رعیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! آپ کا اندازہ درست ہے۔ اس بار حملہ آور ہونے والے اسویہ قبائل کی تعداد پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اس میں انہوں نے کچھ دیگر قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور وہ شاید ہمارے ساتھ سامانی کی اپنی ناکامیوں اور شکستوں کا انتقام بھی لینے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ بڑی، تیزی سے ہمارے مغربی علاقوں کا رخ کئے ہوئے

حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

مذہب کے اعتبار سے اب یہ لوگ مسلمان ہیں لیکن مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں مسلمان ہونے زیادہ عرصہ نہیں ہوا، کیونکہ ان کی رسومِ انتہائی غیر اسلامی ہیں۔ یحییٰ اور برکو کے لوگ کٹر عقیدے والے ہیں۔ انہوں نے یورپی لوگوں کے داخلے اور اثر و نفوذ کی ہمیشہ مخالفت کی ہے۔

ان لوگوں کو ایک زمانے تک بربر خیال کیا جاتا رہا ہے، بعد میں انہیں بروہہ خیال کیا جانے لگا، موجودہ زمانے میں انہیں سوڈان کے باشندے خیال کیا گیا ہے، جہاں سے صحرا میں وکیل دیا گیا ہے۔ ان لوگوں نے قائم کے علاقے کی تاریخ میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ مورخین نے بھی کہتے ہیں کہ ان قبائل کے بارے میں ستر سوئیں اور انھارویں صدی سے پہلے یقینی معلومات دستیاب نہیں ہو سکی ہیں۔

بہر حال، اپنے آنے والے ہر کاروں اور خبروں سے ساری تفصیل جاننے کے بعد دیر تک فرعون رعمیس گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ آخر اُس نے باری باری ایک گہری نگاہ اپنے بڑے سالاروں میں سے رعمیس اور سیرم پر ڈالی۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیرم اور رعمیس! یہاں میرے پاس سے اٹھ کر سیدھے مشرق کی طرف جاؤ، لشکر کو تیار کرو۔ میں تمہیں صرف ایک دن کی مہلت دیتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ کل ہم یہاں سے پورے ساز و سامان کے ساتھ ایک جرا لشکر لے کر اپنی مغربی سرحدوں کا رخ کریں اور اُن قبائل پر ایسی ضرب لگائیں کہ اُن کے والے دور میں وہ پھر کبھی ہمارے خلاف صفِ آراء ہونے کی کوشش نہ کریں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد فرعون رعمیس پھر خاموش ہوا، کچھ دیر سوچتا رہا۔ دوبارہ وہاں بیٹھے اپنے سارے سالاروں اور امراء کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اب جب کہ حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہونے لگے ہیں، کبھی ہمیں اپنی مغربی سرحدوں پر باغی قبائل کے خلاف برسرِ پیکار ہونا پڑتا ہے، کبھی ہمیں پُربھارتی قبائل سے لڑنا پڑتا ہے، کبھی فلسطین کے باغی ہم سے ٹکراتے ہیں۔ ان حالات میں، میں مصر کے لئے ایک اور بہت بڑا خطرہ بھی محسوس کرتا ہوں اور وہ خطرہ اسرائیلی ہیں۔ تم لوگ جانتے ہو مصر کے اندران اسرائیلیوں کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھ چکی ہے۔ ان سے اب میں یہ

امحسوس کرتا ہوں کہ کسی موقع پر ہم اپنا لشکر لے کر اگر اپنے دشمنوں کے خلاف حرکت میں آتے ہیں، ہمارے لشکر کی اکثریت ہمارے ساتھ ہوتی ہے تو ان حالات میں یہ لوگ باز کر کے ہماری غیر موجودگی میں مصر کے اندر بغاوت کر کے دو کاموں میں سے ایک کام کر سکتے ہیں۔

اول یہ کہ سلطنت کے امور پر غالب آنے کے بعد یہاں وہ اپنی حکومت قائم کرتے ہیں۔ اس لئے کہ تعداد میں اب وہ بہت زیادہ ہیں لیکن اس پہلے خطرے کا اندیشہ ہے، تاہم دوسرا قدم بڑھا سکتے ہیں، اُس قدم کے اٹھانے میں اسرائیلیوں کی طرف سے زیادہ اندیشہ ہے اور وہ یہ کہ ہماری غیر موجودگی میں اسرائیلی مصر سے نکل کر فلسطین کا رخ کر سکتے ہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو پھر ہمیں دو اہم تصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

پہلا یہ کہ اب تک جو ہم اسرائیلیوں سے کام لیتے رہے ہیں، ان کے جانے کے بعد ہم اس سے محروم ہو جائیں گے اور مصریوں کی خدمت کرنے والا کوئی اسرائیلی یہاں نہیں رہے گا۔

دوسرا نقصان ہمیں یہ ہوگا کہ اگر یہ بڑی کامیابی کے ساتھ مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف چلے جاتے ہیں تو فلسطینیوں کے ساتھ مل کر یہ مصریوں کے خلاف علمِ بغاوت مزا کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اب تک فلسطینی ہمیں خراج ادا کرتے رہے ہیں کہ جب بھی فلسطینیوں نے سر اٹھانے کی کوشش کی، ہم نے ان پر ضرب لگائی اور انہیں اپنا وطن اور فرما تیار بنا کر رکھا۔ اگر یہی اسرائیلی سارے کے سارے اٹھ کر فلسطین میں آج بوجھاتے ہیں تو اس طرح فلسطین میں ہمارے دشمنوں کی تعداد پہلے کی نسبت کئی گناہ بڑھ جائے گی۔ ایسی صورت میں فلسطین کے لوگوں سے سننا، انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار اور آج گزار بنا کر رکھنا ہمارے لئے اگر ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ہو جائے گا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد فرعون رعمیس زکا، دوبارہ کچھ سوچا، اُس کے بعد اپنے سارے سالاروں اور امراء کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کھدہ رہا تھا۔

”میرے ساتھیو! اب بتاؤ اسرائیلیوں کے خطرے سے بچنے کے لئے ہمیں کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟“

فرعون رعمیس اس سوال پر کچھ دیر تک اُس کے سالاروں اور امراء کے

اندر گہری خاموشی طاری رہی۔ آخر اُس کا ایک صلاح کار اور مشیر اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! میرے ذہن میں ان اسرائیلیوں سے بننے کے لئے ایک بڑا عمدہ اور بڑا کامیاب طریقہ اور حربہ ہے۔ اے بادشاہ ان اسرائیلیوں کی بنیاد، سرکشی سے بچنے کے لئے اور انہیں مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف نہ جانے دینے کے لئے انہیں زیادہ سے زیادہ مصروف رکھا جائے۔ اگر انہیں بری طرح کسی تعمیر کے کام پر لگا دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی سرکشی اور بنیاد کرنے کے آثار بالکل ختم ہو جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ دریائے نیل کے آس پاس ان کے ذریعے دو شہر آباد کر کے شروع کر دیئے جائیں۔ ایک شہر کا نام آپ اپنے نام پر رکھیں اور دوسرے کا نام فیوم رکھیں۔ سب اسرائیلی نوجوانوں کو ان دو شہروں کی تعمیر پر لگا دیا جائے جیسا کہ آپ بتا چکے ہیں کہ ان کی تعداد بڑی تیزی سے بڑھ چکی ہے اور بڑھ رہی ہے، لہذا اگر یہ اپنی زیادہ تعداد کی وجہ سے اُن شہروں کی تعمیر تیز کر دیئے ہیں اور انہیں جلد ختم کر کے کے درپے ہو جاتے ہیں تو پھر ایک اور کام کر کے اُن کے کام کی رفتار کو سست بنایا جاسکتا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ عرصہ تک وہ شہروں کی تعمیر میں مصروف رہیں۔ حربہ یہ یہ استعمال کیا جاسکتا ہے کہ پہلے ان شہروں کی تعمیر کے لئے اسرائیلیوں کو بھس آپ کی طرف سے مہیا کیا جائے اور جب یہ دیکھا جائے کہ شہر تعمیر کرنے کی اُن کی رفتار تیز ہو گئی ہے اور اس کام کو جلد ختم کر دیں گے، جب اُن کے لئے یہ اعلان کر دیا جائے کہ وہ بھس کا بندوبست بھی اپنے طور پر کریں۔ سرکاری طرف سے انہیں کوئی بھس مہیا نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح اسرائیل کے لوگ پہلے تو شہروں کی تعمیر کے کام میں لگے ہوں گے لیکن آپ کے اس اعلان کے بعد وہ دو کاموں میں جھنسا جائیں گے۔ بھس کی تلاش کریں گے، ساتھ ہی تعمیر کے کام میں لگ جائیں گے۔ اس طرح اُن کے کام کی رفتار سست ہو جائے گی اور وہ ایک لمبے عرصہ تک ان دو شہروں کی تعمیر میں مصروف رہیں گے، اس طرح اُن کی بنیاد و سرکشی کے آثار باقی نہیں رہیں گے۔

اپنے اس مشیر اور صلاح کار کے یہ الفاظ سن کر رعیش کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ اُس نے حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل کے ہاتھوں دو شہروں یعنی رعیش اور فیوم کی تعمیر کے لئے اسرائیلیوں کو جبری مشعل دئی جائے۔ اس کے ساتھ ہی رعیش نے

اعلان ختم کر دیا۔ اگلے روز وہ اپنے لشکر کے ساتھ مغرب کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اپنے دونوں بڑے سالاروں جوئس اور سیرم کو وہ اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔

رعیش نے اپنے جزار لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اپنی مغربی سرحدوں کا رخ کیا تھا۔ دوسری طرف اسوہ قبائل اپنے حمایتی جو قبائل کے ساتھ اپنے اپنے صحرائی مسکنوں سے نکل کر بڑی تیزی سے مشرق کا رخ کر کے ہوئے تھے۔ وہ امون رعیش کی حدود میں داخل ہو کر ابھی لوٹ مار کا سلسلہ شروع کرنا ہی چاہتے تھے کہ اُن کے اطلاع گروں نے انہیں خبر کر دی کہ فرعون رعیش ایک بہت بڑا لشکر لے کر ان پر ضرب لگانے کے لئے قریب ہی پہنچ گیا ہے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اسوہ والوں نے اپنے لشکر کو سرحدوں پر استوار کرنا شروع کر دیا تھا۔ اتنی دیر تک رعیش بھی اپنے لشکر کے ساتھ اُن کے سامنے جا پہنچا۔

چنانچہ مغرب کے اُن وحشی قبائل نے اپنے لشکر کو صرف دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ اسوہ قبائل پر مشتمل تھا جن کی کمانداری اُن میں سے اُن کا ایک سالار کر رہا تھا۔ دوسرا حصہ وحشی جو قبائل پر مشتمل تھا، اُن کی کمانداری بھی اُن ہی کے ایک سالار کر رہا تھا۔ جس وقت اسوہ اور جو قبائل اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے، اُن دن اپنے دونوں بڑے سالاروں جوئس اور سیرم کے ساتھ اپنے لشکر کے سامنے آ کر بھر بڑی رازداری سے جوئس اور سیرم کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ساتھیو! لشکر کو تین حصوں میں ہم نے تقسیم کر دیا ہے۔ سیرم دائیں حصے کی کمانداری تمہارے پاس، بائیں پہلو کی جوئس کے پاس درمیان حصہ میرے پاس رہے گا۔ میرے ساتھیو! اس سے پہلے تم دونوں کو ان وحشی قبائل کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ ہے، تم جانتے ہو، میں بھی اس سے آگاہ ہوں کہ یہ بھرے خاک کی طرح حملہ آور ہوں گے اور لشکر کے اندر گھس کر اپنی کارروائیاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو اس لئے کرتے ہیں کہ دشمن کے لشکر میں باطل، افراتفری اور بدظنی پھیلانے کی کوشش کریں اور اسی بدظنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ اپنی کامیابیوں کو اگلے لگاتے ہیں۔ اب ہم نے بھی اُن پر ضرب لگانے اور اپنی کامیابی کو آخری شکل دینے کی کوشش کی ہے۔ اس موقع پر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے اور اُس پر عمل کر کے ان کے

”میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ مغربی حراوں سے اندران اسویہ، جو داران
 نامہ سے حمایتی قبائل کو شتم کرنا بہت مشکل ہے۔ جس طرح ٹڈی دل پر پوری طرح
 قابض پایا جاسکتا، صرف وقتی طور پر انہیں ٹالا جاسکتا ہے، یہی حالت ان وحشی قبائل کی
 ہے۔ مغرب کے صحراؤں کے اندران کی تعداد ان کت ہے۔ وقتاً فوقتاً مشرق کا
 حملہ آور ہوتا ہے، ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور لوٹ مار کا بازار گرم کر کے
 لوہاوت کی اشیاء اپنے مغربی علاقوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ وہاں کچھ عرصہ چین
 سے تجارت ہے، دوبارہ مشرق کا رخ کر کے آباد علاقوں کو اپنا ہدف بنانا شروع کر
 دیتے ہیں۔ ان کا جس قدر بھی قتل عام کر دو، دو چار پانچ سال کے بعد یہ پھر ویسے کا ویسا
 حملہ آور مشرق کی طرف آعمودار ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ مغرب کے صحراؤں کے
 قبائل سے قبائل میں جو مستقل طور پر آباد ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کچھ کبھی باڑی
 لاتے ہیں اور کچھ صدا خانہ بدوش رہتے ہیں۔ وہ سب ان کی مدد پر آمادہ اور تیار
 رہتے ہیں۔ ایسا وہ اس لئے کرتے ہیں تاکہ جہاں کہیں بھی کوئی ہم پیش آئے، وہاں
 لوہاوت مار کا بازار گرم کرنے کا موقع ملے اور ایسا کر کے وہ اپنے لئے فوائد اور نفع
 حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔“ یہاں تک کہتے کہتے رعمیس کو زک حانا پڑا۔ اس
 نامہ وحشی قبائل حملہ آور ہونے کی اپنی تیار یوں کو آخری شکل دے چکے تھے۔ چنانچہ
 اس کے کہنے پر اس کے دونوں بڑے سالار سیرم اور توخس اپنے اپنے حصے کے لشکر
 لے کر سامنے چلے گئے تھے۔ توخوی دیر بعد اسویہ اور جو قبائل نے اپنے کام کی ابتدا کی۔
 یہاں لشکر کو انہوں نے آگے بڑھایا۔ اس کے بعد وہ وحشی اور خونخوار قبائل رات کے
 حملوں کے کوئارے لمحوں میں رگیں کھینچ کر چہرہ تاننا کر دینے والے بھڑکتے بیچ تاب
 مارنے لگے۔ حملوں اور دشت بھرے اندھروں میں جتنی چلتی چاتی ہواؤں اور خونخوار گبولوں کے
 حملہ کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوبارہ کارروائی کرتے ہوئے رعمیس اور اس کے دونوں بڑے سالار
 سیرم اور سیرم بھی وقت کے جوش مارے سمندر میں جسوں کی ساری پریش کھوٹی دکھ
 نہ لگانی خونی کہانیاں اور ہر شے کی کھکھ میں خوف بھری دشت خیز قوتوں اور مرگ
 کی خونی تماشے کھڑے کرتے اندیشوں کے سیل بے اماں کی طرح حملہ آور

جنگ شروع کرنے سے پہلے ہمارا لشکر دفاعی حالت میں رہے گا۔ درمیانی حصے
 کے سامنے میں ہوں گا، دائیں جانب سیرم، بائیں جانب توخس تم ہوں گے۔ ان دشمن
 قبائل کو پہلے حملہ آور ہونے کا موقع فراہم کیا جائے گا اور اس کے بعد ہم اپنی ضرب کی
 ابتدا کریں گے۔ جوئی ان کے ساتھ جنگ شروع ہو، ہم اپنے لشکر کی حالت اور صورت
 کمان سی بنائیں گے یعنی لشکر آدھے دائرے کی صورت اختیار کر لے گا، ایسا کرنے کے
 لئے سیرم اور توخس تم دونوں کو اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ توخسا آگے اور
 دائیں بائیں بڑھنا ہوگا۔ جب ہم دشمن کے سامنے نیم دائرے کی شکل بنائیں گے تو یاد
 رکھنا اس سے دشمن کے لئے دشواریاں اٹھیں گی۔ سامنے کی طرف سے تو ہم پہلے ہی
 ضرب لگا رہے ہوں گے لیکن جب نیم دائرے کی صورت اختیار کریں گے، تب ہمارے
 دائیں بائیں کے لشکر کی دشمن کے دائیں بائیں پیادوں پر بھی ضرب لگانا شروع
 ہو جائیگا۔ جب ہم ایسا کریں گے تو رکھنا ان قبائل کی تنظیم خراب ہوگی۔ پہلوؤں
 پر ضرب لگنے سے، کیونکہ وہاں کے لشکریوں کی کوئی راہنمائی کرنے والا نہیں ہوگا۔ لہذا
 یقیناً پہلوؤں پر بد نظمی پھیلے گی۔ افراتفری کا عالم برپا ہوگا اور یہ بد نظمی اور افراتفری ایک
 لہر کی صورت میں اُن کے لشکر میں ودھتی ہے کی طرف بڑھ سکتی ہے۔ ایسا کرنے سے،
 لئے ہمیں اُن کے سامنے اور پہلوؤں پر پھر پور ضرر میں لگانا ہوں گی اور تازہ توڑ، تیز اور
 شدید حملے کرنے ہوں گے۔

ایسا کر کے ہم یقیناً ان قبائل کو شکست سے دو چار کرنے میں کامیاب ہو جائیں
 گے لیکن اس کے بعد جو کارروائی شروع ہوگی، وہ انتہائی خطرناک ہوگی۔ جب یہ قبائل
 ہمارے ہاتھوں شکست اٹھا کر ہمیں قوت پور لشکر ایک ساتھ رہ کر اُن کا تعاقب کرے۔
 مختلف حصوں میں کبھی بھی صورت مت بننا، اگر ایسا کر دے تو یہ اسویہ اور جو قبائل مل جاتے
 کر ایسی شدت اور ایسی خونخواری سے حملہ آور ہوں گے کہ اپنی شکست کو کامیابی اور ہماری
 کامیابی کو شکست میں تبدیل کر کے رکھ دیں گے۔ لہذا ان کی شکست کے بعد بھی اپنے
 پورے لشکر کو متحد اور استوار رکھنا ہے اور پورے لشکر کے ساتھ ہی اُن کا تعاقب کر کے
 انہیں نقصان پہنچانا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد رعمیس زکا۔ کچھ سوچا، پھر دوبارہ وہ توخس اور سیرم
 دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اور دک دیا، اس لیے کہ اُس نے ٹیلوں اور اُن کے اندر بکھری بھول بھلیوں سے
 مانی قبائل ہی آشنا تھے۔ چنانچہ رمیسس اپنے لشکر کو اُس صحرائیں ڈال کر گویا جاپی کی
 لہر نہیں کھڑا کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے اسی پر اکتفا کر لیا تھا کہ اُس نے وحشی قبائل کو
 لہر مردوں پر شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے اور پھر رمیسس نے چند
 ملک اپنے لشکروں کے ساتھ اپنی سرحدوں پر ہی قیام کیا اور جب رمیسس کے
 اہل اور اُس کے تجربوں نے یہ اطلاع دی کہ وحشی قبائل شکست اٹھانے کے بعد
 اپنے بسکوں اور ماموں کی طرف چلے گئے ہیں، تب مطمئن ہو کر رمیسس بھی اپنے
 لے ساتھ واپس اپنے مرکزی شہر ممفس کی طرف چلا گیا تھا۔



افریقہ کے بے آب و گیاہ ریگستانوں اور میدانون کے اندر دونوں لشکریوں کے
 ٹکرائے سے روحوں کو سلگا دینے والا موت کا گرد و غبار اڑنے لگا تھا۔ وقت کی غفلت
 آہستہ چہروں پر موت کی مہریں لگانے لگی تھیں۔ نبض کی جنبش رکنے لگی تھی۔ میدان
 جنگ کے اندر پھولوں کی خوشبو چھینے، دلوں کو بے اختیار، بحر کو بے اختیار، اشیاء کو
 سائب، جسموں کو بے جان، سروں کو بے تن کرنے کے عمل کی ابتداء ہو گئی تھی۔ موت
 چہاروں طرف اور پوشیدہ عمل کی طرح لشکریوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتی چلی جا رہی
 تھی۔ شروع میں وحشی قبائل کا پلہ فرعون رمیسس اور اُس کے دونوں بڑے سالاروں
 جنس اور سیرم کے مقابلے میں بھاری تھا اور انہیں پورا یقین تھا کہ وہ اس بار رمیسس
 اور اُس کے لشکریوں کو کھکا ل کر رکھ دیں گے اور رمیسس کو شکست دے کر اُس کے
 مرکزی شہر ممفس تک اُس کا تعاقب کرتے چلا جائیں گے لیکن ان قبائل کی بدقسمت
 جب تھوڑی دیر بعد رمیسس کی تجویز کے مطابق اُس کے دونوں سالاروں جنس اور
 سیرم کے لشکر کے وہ حصے جو آگے اور دائیں بائیں بڑھے تھے، انہوں نے اُن وحشی قبائل
 کے پہلوؤں پر بھی ضربیں لگنا شروع کر دی تھیں۔ ان ضربوں کی وجہ سے ان قبائل کے
 پہلوؤں پر ایسی ضرب پڑی کہ وہاں رمیسس کے لشکریوں کو روکنے والا کوئی نہ تھا جس کا
 بناء پر اُن قبائل کے پہلوؤں میں افراتفری اور بدظمی پھیلنا شروع ہوئی۔ اس سے
 رمیسس کے دونوں سالاروں نے پورا فائدہ اٹھایا، اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی
 اس طرح رمیسس کے سالاروں نے اُن قبائل کے پہلوؤں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا جس
 کے نتیجے میں پہلوؤں کے وہ وحشی اپنے وسطی حصے کی طرف بڑھے تھے، اس طرح
 افراتفری اور بدظمی دائیں بائیں پہلوؤں سے شروع ہوئی تھی، اس کے اثرات بدظمی
 تیزی سے لشکر کے وسطی حصے تک پہنچنا شروع ہو گئے تھے جس کی بناء پر پورے لشکر کے
 اندر بدظمی کی ایک لہر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اسی لہر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رمیسس نے
 اپنے سالاروں کے ساتھ اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی تھی جس کے نتیجے میں
 وحشی قبائل کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ رمیسس ایک بار پھر اُن کے مقابلے
 میں کامیاب رہا اور انہیں شکست دینے کے بعد کچھ دور تک رمیسس نے اپنے پورے
 لشکر کے ساتھ بڑے ہولناک انداز میں اُن کا تعاقب کیا اور جب وہ صحرا کے اُن صوبوں
 میں داخل ہونے لگے جہاں دور تک پہنچنے نظر آتے تھے، وہاں رمیسس نے اس

اس پر طباش کے چہرے پر خوشیاں قفس کرنے لگیں۔ کہنے لگا، ”کیسی خوشی؟“
 بلسان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ”سیاس بھائی کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ آپ دونوں
 اندر تو آئیں۔“

اس پر دونوں حویلی میں داخل ہوئے۔ اصطلیل کے بجائے انہوں نے گھوڑوں کو
 کنن ہی میں ایک طرف باندھ دیا۔ اتنی دیر تک بلسان نے دروازہ بند کر دیا اور اپنے
 بیٹے مارون کا ہاتھ پکڑ کر وہ بھی چلی۔ سب دیوان خانے سے آگے جو کمرہ تھا، وہاں پہنچے
 اُس کمرے میں سریمان ایک مسہری پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کے سامنے انتہا درجہ کا
 ناموسورت بچہ لیٹا ہوا تھا جب کہ اُس کے ارد گرد طماہ، برزہ، طباش کی بہن یاش، ماں
 نے اسے سب قیمتی ہوئی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔

سیاس اور طباش جب اُس کمرے میں داخل ہوئے، سب سب نے بے پناہ خوشی
 کا اظہار کرتے ہوئے سیاسی کو مبارکباد دی۔ سیاسی نے آگے بڑھ کر پہلے اپنی بیوی
 بیان کا جائزہ لیا۔ وہ خوش و خرم تھی۔ پھر بیٹے پر نگاہ دوڑائی، اس موقع پر سیاسی کی ماں
 طماہ اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بیٹے! تمہارا بیٹا شکل و صورت میں بھی تم جیسا ہی ہے۔ سریمان بھی بالکل ٹھیک
 ہے۔ بیٹے! فکر مند نہ ہونا لیکن اب تم دونوں بھائی ایک کام کرو، باڑہ جاؤ اور اس خوشی
 کا موقع پر محلے میں تقسیم کرنے کے لئے کچھ لاؤ۔“

سیاس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ حویلی کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس
 طباش، سیاسی کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیاس! تم بیٹھو، میں دیکھتا ہوں دستک دینے والے کون ہیں۔“ اس کے ساتھ
 ہی طباش بڑی تیزی سے صدر دروازے کی طرف گیا۔ جب اُس نے دروازہ کھولا تو
 دروازے پر ایک مسخ جوان کھڑا تھا۔ طباش کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔

”کیا سیاسی گھر پر نہیں ہیں؟“ اس پر طباش کہنے لگا۔

”وہ بھی گھر پر ہے۔ کو کیا معاملہ ہے؟“ اس پر وہ آنے والا مسخ جوان کہنے لگا۔

”آپ دونوں کو ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں بادشاہ نے طلب کیا ہے۔“
 پر طباش اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم چلو، ہم دونوں تمہارے پیچھے پیچھے آتے ہیں۔“ اس پر وہ مسخ جوان کہنے لگا۔

سیاس اور طباش ایک روز دونوں دروازے خالوں کے کنارے کنارے کھڑے
 تک گھوڑے دوڑانے کے بعد واپس شہر میں داخل ہوئے۔ جب وہ اپنی حویلیوں تک
 پاس آئے تو انہوں نے دیکھا طباش کی حویلی کے بیرونی دروازے کو قفل لگا ہوا تھا، اس
 موقع پر طباش بڑے غور سے اپنی حویلی کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے
 سیاسی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سیاس میرے عزیز بھائی! میری حویلی کے بیرونی دروازے کو باہر سے
 ہوا ہے، اس کا مطلب ہے میری بیوی، میرا بیٹا، ماں اور بہن کہیں گئے ہوئے ہیں۔
 اس پر سیاسی نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ طباش کا شانہ تپتہ پایا۔ ”ہو سکتا ہے کہ
 ضروری خریداری کے لئے بازار کی طرف گئی ہوں۔ آپ میرے ساتھ آؤ، وہاں انہیں
 پیٹر کر گفتگو کرتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی طباش، سیاسی کے ساتھ اُس کی حویلی کی طرف ہوا۔ وہ
 دروازے کے پاس جا کر دونوں گھوڑے سے اترے۔ جب سیاسی نے دروازہ کھولا
 تب انہوں نے دیکھا دروازے کو اندر سے زنجیر لگی ہوئی تھی۔ اس پر سیاسی
 دروازے پر دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والی طباش کی بیوی بلسان تھی۔
 کے ساتھ طباش کا بیٹا مارون بھی تھا۔ اپنی بیوی بلسان کو وہاں دیکھتے ہوئے طباش
 کسی قدر جستجو بھر سے انداز میں اپنی بیوی بلسان کو مخاطب کیا۔

”خیریت تو ہے؟ تم اور مارون بھی یہاں ہو یا اماں اور بہن بھی یہاں آئی ہیں۔“
 جس پر بلسان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”ہم سب یہاں ہیں اور سیاسی بھائی کے لئے ایک خوشخبری ہے۔“

”باقی سب امراء اور سالار بھی وہاں جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں، لہذا...“ اس کی بات کاٹتے ہوئے طباش بھر بول پڑا۔
 ”تم فکر مند نہ ہو، ہم جلد پہنچ جائیں گے۔“ اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان گیا۔ طباش پلٹ کر حویلی کے اندر آیا۔ اُسے دیکھتے ہی سیاست نے پوچھ لیا۔
 ”کون تھا؟“

اس پر طباش کہنے لگا۔
 ”ہم دونوں کو سختی دڑانے بلایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی اہم معاملہ درپیش ہو۔ میرے خیال میں آؤ چلیں، اس لئے کہ آنے والا ہر کارہ کہہ رہا تھا کہ سب سالار امراء جمع ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اس بناء پر ہمیں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔“
 سیاست اپنی ماں طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”اماں! ہمیں متی دڑانے بلایا ہے، دیکھتے ہیں وہ کیا کہتا ہے۔ اور آتے ہوئے ہم محلے کے سب گھروں میں ہاتھنے کے لئے میضا پتیر اور دوسری اشیاء لیتے آئیں گے آپ بے فکر ہیں۔“

سیاست کے ان الفاظ پر اُس کی ماں طشامہ خوش ہو گئی تھی۔ چنانچہ سیاست اور طباش وہاں سے نکلے۔ صدر دروازے کے پاس آئے، جہاں وہ اپنے گھوڑوں کو باندھ کر رکھتے تھے۔ گھوڑوں کو کھولا، باہر نکل کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور پھر وہ اپنے مرکزی شہر اسلام آباد کے قصر کی طرف ہو لئے تھے۔

دونوں جب ایک ساتھ قصر کے اُس کمرے میں داخل ہوئے جس میں سب لڑکے بیٹھے ہوئے تھے، تب وہ بھی آگے بڑھ کر اپنے منصب کے مطابق جوشیتیں اُن کے لئے مخصوص تھیں، اُن پر جا کر بیٹھ گئے تھے۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سیاست نے بادشاہی ستی و زرا بھی ہشتی دروازے پر نمودار ہوا اور اپنی نشست پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اُس نے اپنے سارے امراء، سالاروں اور دوسرے لوگوں کا حاکم لیا۔ آخر میں اُس کی نگاہیں سیاست اور طباش پر جم گئی تھیں۔ پھر ہلکا سا قسم اُس کے چہرے پر نمودار ہوا، اُس کے بعد سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔
 ”میں نے آپ سب لوگوں کو ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں طلب کیا ہے۔ یہ کام چھٹیوں کی طرف سے اٹھنے والے خطرات ہیں۔ ماضی میں حتیٰ یہاں تا بیرونِ مملکت

لگاتے رہے ہیں، ہم پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔ لیکن ہم نے کمال جرأت مندی سے اُن کے حملوں کو روکا۔ اس سلسلے میں سیاست اور طباش دونوں کی کوششوں اور کاوشوں کی ہم قدر تعریف کی جائے کہ ہے۔ چھٹیوں کے مقابلے میں جب فرعون رئیس ہماری ان سرزمینوں کی طرف آیا اور اُس کے ساتھ مل کر ہم نے چھٹیوں کو شکست دی۔ تب سے قحط خاموش تھے۔ انہوں نے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی نہ ہی بابل کے کاسیوں کو اپنا ہدف بنایا، حالانکہ اس سے پہلے وہ ہمارے علاوہ کاسیوں پر بھی حملہ آور ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اب انہوں نے پھر پر پڑے لکے شروع کر دیے ہیں۔ انہوں نے ہائیوں کا زرخ تو نہیں کیا، وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونا شروع ہوئے ہیں اور لوٹ مار کرتے ہوئے اپنے لئے فوائد اور ضروریات کا سامان حاصل کرنے لگے ہیں۔ شاید وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب انہیں کوئی روکے والا نہیں، اس لئے کہ اُن کے موجود بادشاہ متخلّش نی بیٹی، نام جس کا دلوکر ہے، وہ فرعون رئیس کی بیوی ہے، اس بناء پر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ ہم پر باپا بل کے کاسیوں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو پہلے کی طرح اُن کے خلاف رئیس ہماری مدد نہیں کرے گا، اس لئے کہ رئیس کو حتیٰ شہزادی دلوکر ایسا نہیں کرنے دے گی۔ اُن کا یہ بھی خیال ہوگا کہ رئیس خود بھی سوچے گا کہ وہ اپنی بیوی کی سرزمینوں پر کیسے ضرب لگا سکتا ہے اور کیسے اُس کے باپ کی مملکت پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں انہی باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے حتیٰ رئیس کو خاموش کر چکے ہیں اور انہیں یقین ہو گیا ہے کہ رئیس اب اُن کے مقابل نہیں آئے گا۔ لہذا سیاستوں اور بابل کے کاسیوں پر حملہ آور ہو کر وہ جس قدر فوائد حاصل کر سکتے ہیں، کر لیں۔

لیکن ہم نے ان چھٹیوں پر یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم اپنی سرزمینوں کا دفاع کر سکتے ہیں اور اُن کے حملوں کو روک سکتے ہوئے جوانی کا روانی کے طور پر اُن کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر پیش قدمی اور ترک تاز بھی کر سکتے ہیں۔ میرے عزیز ساتھیو! جو تجربہ ہر کارے نے نہیں لے کر آئے ہیں، میں چاہتا ہوں انہیں کی راہنمائی میں ہمارا لشکر ان علاقوں کا رخ کرے جس علاقے کو چھٹیوں نے اپنا ہدف بنانا شروع کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک ہاتھیوں پر ایسی ضرب لگائیں کہ انہیں سمجھ آ جائے کہ ہم سیاستانی مصر کے رئیس ہیں مدد کے بغیر بھی اپنا دفاع کرنے کے قابل ہیں اور اگر ہم ایسا نہ کر سکتے تو پھر میں سمجھتا ہوں، چھٹیوں کے مقابلے میں ہمیں بابل کے کاسیوں کو اپنے ساتھ ملانا ہوگا۔ اُن کا

اس پرستی و ذکا کے قصر میں جو گفتگو ہوئی تھی، اُس کی تفصیل سیاسی نے سب سے پہلی تھی۔ کچھ دیر تک گہری خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ سیاسی کی ماں طامہ پھر دکھ انداز میں بول اٹھی۔

”اس کا مطلب ہے کہ ایک بار پھر ہمارے علاقوں کی سرحدوں پر خطرات ڈھانے لگے ہیں۔ بیہوشی میں کب تک لشکر لے کر روانہ ہوں گے؟“

اس پر طہاش کہنے لگا۔

”اے! لشکر کل شاید یہاں سے کوچ کرے گا۔ میں اور سیاسی دونوں لشکر کی نگرانی کریں گے۔ اس گفتگو سے حسین اور خوبصورت سریان بھی کئی قدر اس اور اس کی بہن کی تھی۔ تاہم سب اُسی کمرے میں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے جب کہ اگلے روز ماں اور طہاش دونوں ایک لشکر لے کر اپنے سرحدی علاقوں کی طرف کوچ کر گئے۔“

سیاس اور طہاش دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور رِق رفتاری کے ساتھ شمال مغرب کے رخ پر سفر کیا تھا۔ اپنی سرحدوں سے چند میل دور پہنچنے کے بعد، اُن نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس دوران اُن کا گھوڑا دوڑاتا ہوا طہاش بھی اُن کے پاس آگیا تھا۔ چنانچہ طہاش کو مخاطب کرتے ہوئے سیاسی کہنے لگا۔

”طہاش! میرے بھائی! میں نے اپنے لشکر کو روک دیا ہے جو کچھ ہم نے کرنا ہے، اس تک کر اُسے طے کر لیں۔ ہماری سرحدوں پر یقیناً جتنوں کا ایک بہت بڑا لشکر آ رہا ہے، ان میں مصروف ہوگا۔ میں نہیں چاہتا، ہم دونوں آگے بڑھیں اور اُس کا سامنا نہ ہونے اُن سے نہ کرائیں۔ اس طرح ہمارا اور اُن کا ٹکراؤ طول بھی پکڑ سکتا ہے۔ اُن کا ایک اُنہیں جالینا چاہتا ہوں اور اُن پر اس انداز میں حملہ آور ہونا چاہتا ہوں جس سے وہ امید بھی نہیں کرتے اور ہمارے حملہ آور ہونے سے اُن پر ایک طرح سے لرزہ اور ڈانٹ بھی جاری ہو جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیاسی رُکا۔ دونوں طہاش کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے

”طہاش! میرے بھائی! میںیں لشکر کو دھنوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہمارے وہ مخیر ہمارے جو ہماری راہنمائی کر رہے ہیں، وہ بھی دھنوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔“

سالار ہزاراں بھی جتنوں کے خلاف جنگ کا بڑا وسیع تجربہ رکھتا ہے اور میرے خیال میں سیاسی اور طہاش کے ساتھ مل کر وہ جتنوں کی پیش قدمی کے سامنے بند ضرور باندھ سکتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مستی و ذکا۔ پھر غور سے سیاسی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سیاس! میں سارا معاملہ تم پر چھوڑتا ہوں۔ بولو، تم کیا کہتے ہو؟“

اس پر سیاسی نے پہلے کمرے میں بیٹھے سارے امراء اور سالاروں پر ایک نگاہ ڈالی، پھر کہنے لگا۔

”میں زیادہ طویل گفتگو نہیں کروں گا جو خبریں ہمارے ہر کارے لے کر آئے ہیں، میں چاہتا ہوں، اُن کے ساتھ میں اور طہاش دونوں ایک لشکر لے کر روانہ ہوں اور جتنوں کے اُس لشکر پر ضرب لگائیں جو ہماری سرزمینوں کے اندر داخل ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم کرنا شروع کر چکا ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اور طہاش دونوں مل کر جتنوں کے اُس لشکر کو مار بھگانے میں کامیاب رہیں گے۔“

سیاس کی اس گفتگو سے مستی و ذکا ابھی نہیں، وہاں بیٹھے سب امراء اور چھوٹے سالاروں نے بھی اتفاق کیا تھا۔ لہذا یہ فیصلہ ہوا کہ دو ایک روز تک لشکر کی تیاری کا موقع فراہم کیا جائے۔ اُس کے بعد سیاسی اور طہاش دونوں لشکر لے کر اپنے تجربوں کی راہنمائی میں اپنے سرحدی علاقوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ہی مستی و ذکا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا کہ جس لشکر نے روانہ ہونا تھا، اُس کی روانگی کے علاوہ اُسے جو ضروریات کا سامان مہیا کیا جانا ہے، اُس کا اہتمام اور انتظام کیا جائے۔

قصر سے نکل کر سیاسی اور طہاش نے ڈھیروں میٹھا میٹھا اور کچھ دوسری چیزیں خریدیں۔ اُس کے بعد وہ حویلی میں داخل ہوئے۔ جب وہ اُس کمرے میں داخل ہوئے جس میں سریان اور اُس کے بیٹے کے پاس طامہ، برزہ، شیرات، پاش، بلسان اور طہاش کا بیٹا مارون بیٹھے ہوئے تھے۔ تب محلے میں بانٹنے کے لئے جو چیزیں طہاش اور سیاسی اٹھائے ہوئے تھے، وہ انہوں نے ایک طرف رکھ دیں۔ اس موقع پر سیاسی کی ماں طامہ، سیاسی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”سیاس! میرے بیٹے، مستی و ذکا نے بلایا تھا، خیریت تو ہے؟“

آج ہوئے حملہ آور ہوتا۔ تمہارے اس طرح کرنے سے پہلے جتلیوں کے پاؤں
 جاہل ہیں گے۔ اُن کے اندر بدلی، افراتفری کا عالم برپا ہو جائے گا اور وہ یہ خیال
 اپنے کے کہ اُن سے ٹکرانے کے لئے سیاستدانوں کا ایک نہیں کسی لشکر ان علاقوں کی
 لئے آچکے ہیں اور انہی تباہ و برباد کر دیں گے۔ میرے عزیز بھائی! دشمن پر حملہ آور
 کرنے سے پہلے اپنے رب کو یاد کرنا، اُسی سے مدد اور اعانت طلب کرنا، اس لئے کہ وہ
 ہر چیز قبول کرنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے سیاست کو رک کر جانا پڑا، اس لئے کہ بے پناہ خوشی اور طمانیت
 اظہار کرتے ہوئے طباش بول اٹھا تھا۔

”سیاس، میرے بھائی! جو منصوبہ بندی تم ترتیب دے رہے ہو، میں سمجھتا ہوں،
 بہترین اور کارگر ثابت ہوگی اور اس پر عمل کرتے ہوئے یقیناً تم جتلیوں کو بہت جلد
 تباہ دینے اور مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس موقع پر میرے ذہن میں
 یہ چیز ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طباش جب خاموش ہوا تب مسکراتے ہوئے سیاست کہنے

”طباش میں نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی، میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں، کہنے دو
 گئے بعد اُس میں تم جو اضافہ کرنا چاہو گے، میرے بھائی میں خوب غور سے سنوں
 سیاست کے ان الفاظ سے طباش مطمئن ہو گیا تھا، لہذا سیاست نے پھر کہنا شروع

”طباش یہ مت خیال کرنا کہ یہیں کھڑے کھڑے لشکر کی ترتیب مکمل کر لی جائے
 اور ان کے بعد ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ نہیں، یہاں تھوڑی دیر کا جائے گا،
 اور پھر کوستانے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ اُس کے بعد سورج جس وقت مغرب
 پر غروب ہو رہا ہوگا، جب ہم ٹیپش قادی شروع کریں گے۔ میں چاہتا ہوں جتلیوں پر
 وقت ہم ضرب لگائیں جس وقت وہ اپنے پڑاؤ کے اندر موجود ہوں۔ جب ہم اُن
 پر ضرب لگائیں گے اور انہیں شکست دے کر مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں
 گے، میرے بھائی پڑاؤ کے اندر جو کچھ انہوں نے لوٹ مار کا سامان جمع کر رکھا ہے، اس

کچھ تمہاری رائے بتائی کریں گے، کچھ میری۔ پہلے اُن ہر کاروں اور مخبروں کو میرے
 یہاں بلاؤ، اُن سے بات کرنے کے بعد پھر دشمن پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی
 آخری شکل دیں گے۔“

اس پر طباش نے چھوٹے سالار کو اشارہ کیا جس پر وہ لشکر میں شامل مخبروں کو بلا
 لایا۔ جب وہ سیاست کے سامنے آئے، تب سیاست نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے
 شروع کیا۔

”میرے ساتھیو! پہلے یہ بتاؤ کہ جہاں جتلیوں نے پڑاؤ کر رکھا ہے اور وہیں
 نکل کر وہ ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں، وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے۔“

اس پر وہ مخبر کچھ دیر سوچتے رہے۔ آخر میں صلاح مشورہ بھی کیا، پھر اُن میں
 ایک بولا اور سیاست کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! دشمن کا لشکر یہاں سے زیادہ سے زیادہ قریب بھی ہوا تو دس میل
 فاصلے پر ہوگا۔“

اس انکشاف پر بلاک ساقبم سیاست کے چہرے پر نمودار ہوا اور اُس کے بعد وہ
 طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”طباش! میرے بھائی! یہ ہمارے مخبر اس وقت ہمارے سامنے کھڑے ہیں۔
 بھی دو حصوں میں تقسیم ہو چائیں گے۔ آدھے تمہارے ساتھ کام کریں گے اور آدھے
 میرے ساتھ۔ لشکر کو بھی یہیں کھڑے کھڑے دو حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ میرے
 عزیز بھائی! میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ذرا بائیں جانب ہٹتے ہوئے اور ایک
 کاوا کاٹتے ہوئے آگے بڑھوں گا اور دشمن کے لشکر کے ایک پہلو کی طرف جاتے ہوئے
 انہیں لٹکارتے ہوئے اُن پر حملہ آور ہوں گا۔“

”ظاہر ہے جب وہ مجھے دیکھیں گے تو سارے حتیٰ سمیت کر بھجھ پر حملہ آور ہوں گے
 اور میرا خاتمہ کرنے کے درپے ہوں گے۔ میرے عزیز بھائی! اتنی دیر تک تم بھی اسی
 کارروائی مکمل کر چکے ہوں گے۔ تم دائیں جانب سے میری طرح کاوا کاٹتے ہوئے
 آدھے مخبروں کے ساتھ آگے بڑھنا۔ دشمن پر حملہ آور ہونے میں پہل کروں گا
 جس وقت دشمن پوری طرح سمٹ کر بھجھ پر ٹوٹ پڑے اور کوشش کرے کہ میرا خاتمہ
 کر دے تو میرے عزیز بھائی! اسی وقت تم پشت کی جانب سے اپنے جنگی نعرے

تانیوں کے علاقوں میں یلغار اور ترک تاز کرتے ہوئے اپنے لئے بہت کچھ حاصل کرتے جا رہے تھے اور اپنے پڑاؤ کے اندر انہوں نے بہت سا سامان بلکہ سامان کے ارباب بن کر لئے تھے۔ چونکہ گزشتہ کئی دنوں سے سید تانیوں کی طرف سے نہ کسی نے اُن راہ روکی تھی، نہ کوئی جوانی کارروائی کی گئی تھی۔ اس بناء پر حتیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ جس روز اُن پر حملہ آور ہونے کے لئے سیاسی اور طباش پیش قدمی کر رہے تھے، اُن روز بھی وہ مختلف علاقوں میں ترک تاز کرنے کے بعد واپس اپنے پڑاؤ میں آئے۔ اس موقع پر جب کشتی اپنے کھانے کا اہتمام کر رہے تھے، اچانک ایک طرف سے سیاسی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا، پھر حتیوں پر اندھی الم نام طلعت میں فصیلوں کی بارش، چراغوں کو گل کرتی، تیز طوفانی ہواؤں، دلوں میں خوف بھرتے موت کے ماسٹر اور تاریخ کا سرمایہ یہ کہ اترتے حادثوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ حملہ اچانک تھا۔ حتی اس کی امید بھی نہیں کر سکتے تھے، نہ ہی اس کی انہیں اطلاع تھی۔ لہذا وقتی طور پر حتیوں پر خوف اور وحشت طاری ہو گئی تھی۔ تاہم جلد ہی انہوں نے اپنے آپ کو سنبالا، اس طرح حتیوں کا پورا لشکر سٹ کر سیاسی پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا۔

عین اسی موقع پر اُن کی پشت کی جانب سے طباش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ بھی سیاسی ہی کی طرح حتیوں کی پشت پر دہری کہ پھانسیوں میں ہر عنوت کا نشانہ نکال دینے والے طوفانی جھنڈوں، روح کی جگہ گاہٹ، خیالات کی گہرائی، لہجائوں کی پرچھائیاں تک میں، اندیشوں تک میں، اندیشوں کی ریت بھردینے والے آتش فشانی دھانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

یہ صورت حال حتیوں کے لئے بڑی حوصلہ شکن تھی۔ جس وقت ایک طرف سے سیاسی اُن پر حملہ آور ہوا تھا۔ جوانی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی سیاسی پر فدا کی اندھی لکڑی کرتی، زہر آلود شدید ناامیدیوں، موت کی مانند، طاقتور آگ اور خون کے زبان، ہستم کی یلغار، حسد کے لالہ اور الم بھرنے قسوں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے لیکن اب مین اسی لمحہ پشت کی جانب سے طباش بھی حملہ آور ہو گیا، جب اُن کی حالت بڑی ناگوار تھی۔

اب اُن سرحدی علاقوں میں حتیوں اور سید تانیوں کے ٹکرانے سے بڑے بڑے

پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا اور وہ سارا سامان ہم اُن لوگوں میں تقسیم کر دیں گے جن پر آدر ہو کر انہوں نے یہ سامان اکٹھا کیا ہے لیکن انہیں شکست دینے کے بعد ایک پوری طاقت اور تشدد کے ساتھ اُن کا تعاقب کرنا ہے اور زیادہ سے زیادہ اُن کی تعداد کو کم کرنا ہے تاکہ اُنے والے دور میں وہ سوچ سمجھ کر ہمارے علاقوں پر حملہ ہونے کی کوشش کریں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سیاسی رک گیا۔ غور سے طباش کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

”میرے بھائی! میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا، کہہ چکا، اب جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو۔“

اس موقع پر طباش کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا، کہنے لگا۔

”سیاس! میرے بھائی! اب میں نے کچھ نہیں کہنا جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا، بلکہ نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ کوچ ہم اُس وقت یہاں سے کریں گے جب سورج غروب رہا ہوگا۔ اس طرح ہمیں دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کا موقع مل جائے گا اور راستہ تاریکی میں شب خون کے انداز میں اُن پر حملہ آور ہونے سے ہم اُن کے پاؤں سے زمین کھینچ کر رکھ دیں گے۔“

طباش کے ان الفاظ سے سیاسی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ پھر سارے لشکریوں کو دے دیا گیا کہ وہ اپنی اپنی سواریوں سے اتر کر ہیں، اس طرح عارضی طور پر سیاسی اور طباش نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کر لیا تھا۔ اسی قیام کے دوران لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور جو جبر راہمنائی کے لئے ساتھ لائے گئے تھے، وہ آدھے آدھے تقسیم کر لئے گئے تھے۔ سورج جس وقت غروب ہو رہا تھا، اُس وقت تک انہوں نے وہیں قیام کئے رکھا اور جب سورج کی سرخ نکلیا غروب ہونے کے لئے رہی تھی، تب وہ بھی اٹھے، وہاں سے کوچ کیا۔ تھوڑا سا آگے جا کر دو حصوں میں بٹ گئے۔ دائیں بائیں جیتے ہوئے اپنے درمیان فاصلہ کرتے چلے گئے اور پھر بڑی جلدی سے وہ آگے بڑھے تھے۔

سورج غروب ہونے کے بعد آہستہ آہستہ پھیلتے اور گہرے ہوئے اندھے بڑے بڑے ہرنے کو اپنی ردا اپنی طیلان کے اندر سینٹنا شروع کر دیا تھا۔ حتی گزشتہ کئی دنوں

سالاروں کے ارادے، باتمام حسد کے نگار خانے ویران ہونے لگے تھے۔ میدان جنگ میں تہربانیت کے جھوک نشکی کے طوفان، اذیتوں کے بخور، گرم تند آتش فشاں اذیتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ جتوں کے شیطان کی طرح سیاہ ارادے تھکے مرتھائے چروں اور خشکی اور بے چارگی کی صورت اختیار کرتے چلے گئے تھے۔

تھوڑی دیر کے مزید نگاروں کے بعد سیاسی اور طباش نے جتوں کی تعداد کافی حد تک کم کر دی تھی اور چاند تاروں کی لویں جب جتوں نے دیکھا کہ دونوں طرف حملہ آور ہونے والی قوتوں نے اُن کے لشکر کی تعداد کافی حد تک کم کر دی ہے، جب اُن کے سالار بڑے فکر مند ہوئے اور سچے لشکر کو بچانے کے لئے انہوں نے شکست قبول کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

سیاس اور طباش نے چونکہ پہلے سے طے کر رکھا تھا کہ انہیں شکست دینے کے بعد پوری طاقت اور شدت کے ساتھ اُن کا تعاقب کرنا ہے اور بڑی تیزی سے اُن کے لشکر کی تعداد کو کم کرنا ہے۔ چنانچہ اپنی اسی منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے جتوں کو شکست دینے کے بعد سیاسی اور طباش دونوں اپنے پورے لشکر کے ساتھ اُن کے پیچے لٹ گئے تھے اور بری طرح انہیں کاٹنے ہوئے اپنے آگے آگے بھاگنے لگے تھے۔ چہ

میل تک بڑے ہولناک انداز میں یہ تعاقب جاری رہا، سیاسی اور طباش نے جب اندازہ لگایا کہ اب پیچھے والے تھوڑے ہی قوتی رہ گئے ہیں اور وہ اُن کے لئے کسی ضرر اور خطرے کا باعث نہیں بن سکتے، جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ پلٹے اُس جگہ آئے جہاں جتوں کا پڑاؤ تھا، وہاں آکر سب سے پہلے انہوں نے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اُس کے بعد جتوں کے پڑاؤ پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

سالاروں کے ارادے، باتمام حسد کے نگار خانے ویران ہونے لگے تھے۔ میدان جنگ میں تہربانیت کے جھوک نشکی کے طوفان، اذیتوں کے بخور، گرم تند آتش فشاں اذیتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ جتوں کے شیطان کی طرح سیاہ ارادے تھکے مرتھائے چروں اور خشکی اور بے چارگی کی صورت اختیار کرتے چلے گئے تھے۔

تھوڑی دیر کے مزید نگاروں کے بعد سیاسی اور طباش نے جتوں کی تعداد کافی حد تک کم کر دی تھی اور چاند تاروں کی لویں جب جتوں نے دیکھا کہ دونوں طرف حملہ آور ہونے والی قوتوں نے اُن کے لشکر کی تعداد کافی حد تک کم کر دی ہے، جب اُن کے سالار بڑے فکر مند ہوئے اور سچے لشکر کو بچانے کے لئے انہوں نے شکست قبول کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

سیاس اور طباش نے چونکہ پہلے سے طے کر رکھا تھا کہ انہیں شکست دینے کے بعد پوری طاقت اور شدت کے ساتھ اُن کا تعاقب کرنا ہے اور بڑی تیزی سے اُن کے لشکر کی تعداد کو کم کرنا ہے۔ چنانچہ اپنی اسی منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے جتوں کو شکست دینے کے بعد سیاسی اور طباش دونوں اپنے پورے لشکر کے ساتھ اُن کے پیچے لٹ گئے تھے اور بری طرح انہیں کاٹنے ہوئے اپنے آگے آگے بھاگنے لگے تھے۔ چہ

میل تک بڑے ہولناک انداز میں یہ تعاقب جاری رہا، سیاسی اور طباش نے جب اندازہ لگایا کہ اب پیچھے والے تھوڑے ہی قوتی رہ گئے ہیں اور وہ اُن کے لئے کسی ضرر اور خطرے کا باعث نہیں بن سکتے، جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ پلٹے اُس جگہ آئے جہاں جتوں کا پڑاؤ تھا، وہاں آکر سب سے پہلے انہوں نے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اُس کے بعد جتوں کے پڑاؤ پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

جتوں کے پڑاؤ کی ہر شے کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس سارے کام سے فارغ ہونے کے بعد سیاسی نے سب سے پہلے لشکر کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی وہ طباش اور دوسرے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ گیا۔ پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں چاہتا ہوں کہ چند روز تک یہاں قیام کریں۔ جہاں تک جتوں کا سوال ہے، اب فی الفور ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ جتوں کے لشکر کو شکست دینے، خوفناک انداز میں شدت کے ساتھ اُن کا تعاقب کر کے ہم نے ان کی

پہلے سے طے کر رکھا تھا کہ انہیں شکست دینے کے بعد پوری طاقت اور شدت کے ساتھ اُن کا تعاقب کرنا ہے اور بڑی تیزی سے اُن کے لشکر کی تعداد کو کم کرنا ہے۔ چنانچہ اپنی اسی منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے جتوں کو شکست دینے کے بعد سیاسی اور طباش دونوں اپنے پورے لشکر کے ساتھ اُن کے پیچے لٹ گئے تھے اور بری طرح انہیں کاٹنے ہوئے اپنے آگے آگے بھاگنے لگے تھے۔ چہ

میل تک بڑے ہولناک انداز میں یہ تعاقب جاری رہا، سیاسی اور طباش نے جب اندازہ لگایا کہ اب پیچھے والے تھوڑے ہی قوتی رہ گئے ہیں اور وہ اُن کے لئے کسی ضرر اور خطرے کا باعث نہیں بن سکتے، جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ پلٹے اُس جگہ آئے جہاں جتوں کا پڑاؤ تھا، وہاں آکر سب سے پہلے انہوں نے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اُس کے بعد جتوں کے پڑاؤ پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

سیاس اور طباش نے چونکہ پہلے سے طے کر رکھا تھا کہ انہیں شکست دینے کے بعد پوری طاقت اور شدت کے ساتھ اُن کا تعاقب کرنا ہے اور بڑی تیزی سے اُن کے لشکر کی تعداد کو کم کرنا ہے۔ چنانچہ اپنی اسی منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے جتوں کو شکست دینے کے بعد سیاسی اور طباش دونوں اپنے پورے لشکر کے ساتھ اُن کے پیچے لٹ گئے تھے اور بری طرح انہیں کاٹنے ہوئے اپنے آگے آگے بھاگنے لگے تھے۔ چہ

میل تک بڑے ہولناک انداز میں یہ تعاقب جاری رہا، سیاسی اور طباش نے جب اندازہ لگایا کہ اب پیچھے والے تھوڑے ہی قوتی رہ گئے ہیں اور وہ اُن کے لئے کسی ضرر اور خطرے کا باعث نہیں بن سکتے، جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ پلٹے اُس جگہ آئے جہاں جتوں کا پڑاؤ تھا، وہاں آکر سب سے پہلے انہوں نے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اُس کے بعد جتوں کے پڑاؤ پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

جتوں کے پڑاؤ کی ہر شے کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس سارے کام سے فارغ ہونے کے بعد سیاسی نے سب سے پہلے لشکر کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی وہ طباش اور دوسرے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ گیا۔ پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں چاہتا ہوں کہ چند روز تک یہاں قیام کریں۔ جہاں تک جتوں کا سوال ہے، اب فی الفور ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ جتوں کے لشکر کو شکست دینے، خوفناک انداز میں شدت کے ساتھ اُن کا تعاقب کر کے ہم نے ان کی

اس طرح وقت بڑی تیزی سے گزرنے لگا۔ اس دوران سیاسی کے ہاں ایک بیٹے کے بعد ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹے کا نام اُس نے پہلے ہی 'طیان' رکھا تھا جب کہ بیٹی کا نام اُس نے 'یوریا' رکھا تھا۔ دوسری طرف عباس کا ایک بڑا بیٹا پہلے تھا، اُس کا نام 'نیل' تھا۔ اُس کے ہاں ایک اور بیٹا پیدا ہوا جس کا نام 'مارون' رکھا گیا تھا۔



موسیٰ علیہ السلام ایک عرصے تک شاہی تربیت میں بسر کرتے رہے۔ شاہ کے دربار میں داخل ہوئے تو نہایت قوی الجذہ اور بہادر جوان نکلے۔ چہرے سے رعب چلتا اور گفتگو سے ایک شانِ عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور اسرائیلی مصر میں نہایت ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُن کا خون غلو لگنے لگتا تھا اور موقع بہ موقع وہ عبرانیوں کی حمایت و نصرت میں پیش پیش رہنے لگے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے اور قوی ہو چکے تو ان کی تربیت اور معاملات میں اُن کی نصرت اور حمایت کا یہ اثر ہوا کہ مصری اہل بیتوں کے مظالم عبرانیوں پر کم ہونے لگے۔ اس میں شک نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کی ذلت اور غلامی پر غصہ اور غم اور اُن کی حمایت اور نصرت کا عین جذبہ ایک اہم اور قدرتی جذبہ تھا۔

اسی دوران خداوند قدوس کی عطا کا ہاتھ آگے بڑھا اور جسمانی طاقت اور قوت کے ساتھ ان کو زیورِ علم و حکمت سے بھی نوازا گیا۔ اور سن رشد کو پہنچ کر ان کی قوت فیصلہ اور علم و نظر بھی عروج تک پہنچ گئے اور اس طرح اُن کو جسمانی اور روحانی تربیت کا کمال حاصل ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام شہر میں گشت کرتے ہوئے اکثر ان حالات کا مشاہدہ کرتے اور کہہ رہے تھے کہ اسرائیلی کی مدد بھی کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ شہری آبادی کے ایک کنارے پر جا رہے تھے کہ دیکھا ایک مصری ایک اسرائیلی کو بیکار کے لئے ٹھہر رہا تھا۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو فریاد کرنے لگا کہ: 'موسیٰ علیہ السلام کو مصری کی اس جاہلانہ حرکت پر غصہ آ گیا اور اُس کو باز رکھنے کی کوشش

ہوئی۔' (موسیٰ علیہ السلام کو مصری کی اس جاہلانہ حرکت پر غصہ آ گیا اور اُس کو باز رکھنے کی کوشش

کی مگر مصری نہ ہاتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے غصے میں آکر ایک طنپہ رسید کر دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا اور اسی وقت مر گیا۔

موسیٰ نے یہ دیکھا تو افسوس ہوا کہ کیوں ایسا ہوا۔ حالانکہ اُن کا ارادہ ہرگز قتل کا نہ تھا۔ عداوت اور شرمندگی سے کہنے لگے، بلاشبہ یہ کار شیطان ہے جو انسان کو ایسی غلط راہ پر لگاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے کہ جو کچھ ہوا نادانستگی میں ہوا۔ اے اللہ! میں تجھ سے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

بقول مؤرخین خدا نے بھی ان کی غلطی کو معاف کر دیا اور مغفرت کی بشارت سے نوازا۔ ادھر شہر میں مصری کے قتل کی خبر پھیل گئی مگر قاتل کا کچھ پتا نہ چلا۔ آخر مصریوں نے فرعون کے پاس جا کر کہا، یہ کام کسی اسرائیلی کا ہے۔ لہذا آپ دادی فرمائیے۔ فرعون نے کہا، اس طرح ساری قوم سے تو بدلہ نہیں لیا جاسکتا، تم قاتل کا پتا لگاؤ، میں ضرور اس کو کفر کر دار تک پہنچاؤں گا۔

سوئے اتفاق کہنے یا حسن اتفاق، دوسرے دن بھی موسیٰ علیہ السلام شہر کے آخری کنارے تک گئے۔ پھر دیکھا وہی اسرائیلی ایک قطلی سے جھگڑا کر رہا ہے اور قطلی اس پر غالب آ رہا ہے۔ یہ معاملہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کل کی طرح اُس روز بھی فریادی کی مدد اور دادری کے لئے بڑھے۔

اس واقعہ کو دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو دہری ناگواری محسوس ہوئی۔ ایک جانب قطلی کا جبر تھا، دوسری جانب اسرائیلی کا شوق رتا تھا، اسی جھگڑاہٹ میں انہوں نے مصری کو ہار رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی اسرائیلی کو جھڑکتے ہوئے کہتے لگے۔ تو بھی بلاشبہ کھلا ہوگرا ہے، یوہی خنوخواہ جھگڑا مول لے کر داد فریاد کرتا رہتا ہے۔“

اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو ہاتھ بڑھاتے ہوئے بھراہنی طرف ناگوار فتح الفاظ کہتے سنا تو سمجھا کہ وہ مجھ کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مجھ کو گرفت میں لینا چاہتے ہیں، اس لئے شرارت آمیز انداز میں کہتے لگا۔

”جس طرح کل تو نے ایک مصری کو ہلاک کر دیا تھا، اسی طرح کیا آج تو مجھ کو بھی قتل کر دینا چاہتا ہے۔“

مصری نے جب یہ سنا تو اسی وقت فرعونوں سے جا کر ساری داستان کہہ سنائی۔

انہوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ مصری کے قاتل موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فرعون نے یہ سنا تو جلاد لایم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے حاضر کیا جائے۔ مصریوں کے اس مجمع میں ایک ”مزمزمی“ بھی تھا جو دل و جان سے موسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتا تھا اور اسرائیلی مذہب کو حق ہاتا تھا۔

وہ فرعون کے خاندان کا فرد تھا اور دربار کا حاضر باش تھا۔ اس نے فرعون کا یہ حکم سنا تو فرعونی جلاوٹوں سے پہلے ہی دربار سے نکل کر دوڑتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے یہ سارا واقعہ بیان کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ خود کو مصر سے نجات دلائیں اور کسی ایسے مقام پر ہجرت کر جائیں جہاں ان کی امت نہ ہو سکے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے مشورے کو قبول کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے مصر سے نکل کر ارض مدین کی طرف جانے کا تہیہ کر لیا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد آپ مصر سے اہل ناموسی کے ساتھ مدین کی طرف روانہ ہوئے۔

جہاں تک مدین کا تعلق ہے، یہی مقام کا نام نہیں تھا بلکہ قبیلے کا نام تھا۔ یہ قبیلہ ”بنو ابراہیم“ کے بیٹے مدین کی نسبت سے تھا جو اُن کی تیسری بیوی قطورہ سے پیدا ہوا۔ اس لئے ابراہیم کا یہ خاندان بنی قطورہ بھی کہلاتا ہے۔ مدین جو حضرت ابراہیم کا بیٹا ہوا، اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے سوتیلی بھائی حضرت اسماعیل کے پہلو ہی میں حجاز میں آباد ہو گیا تھا۔ یہ خاندان آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ بن گیا اور اسی قبیلے کی طرف ”اندقدوس“ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بعوث کیا تھا جن کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔

یہ قبیلہ جس مقام پر آباد تھا، اس سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ حجاز میں شام سے متصل ایک ایسی جگہ آباد تھا جس کا ارض بلد افریقہ کے جنوبی صحرا کے ارض بلد کے ملحق پڑتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شام کے متصل حصہ زمین پر آباد تھا۔

عرب کے جغرافیہ میں جو شاہراہ حجاز کے تاجر قافلوں کو شام، فلسطین، یمن بلکہ مصر سے ملے جاتی اور بحیرہ قلم کے مشرقی کنارے سے ہو کر گزرتی تھی، قرآن مقدس میں ان کو کاروانی یعنی اور مصاف شاہراہ کہا گیا ہے کیونکہ گرمیوں اور سردیوں میں اہل قریش قافلوں سے شاہراہ پر سفر کرتے تھے۔

دوسرے یہ کہ یہی اہل مدین ”صواب ایکہ“ بھی کہلاتے ہیں۔ عربی میں ”ایکہ“ اس سرسبز شاداب جھاڑیوں کو کہتے ہیں جو ہرے بھرے درختوں کی کثرت کی وجہ سے

جنگوں اور بین میں آگے رہتی ہیں اور جھاڑی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔
ان دونوں باتوں کے جان لینے کے بعد مدین کی آبادی کا آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ مدین کا قبیلہ بنجرہ قلعہ کے مشرقی کنارے اور عرب کے شمال مغرب میں ایسی جگہ آباد تھا جو شام سے متصل حجاز کا آخری حصہ کہا جاسکتا ہے اور حجاز والوں کو شام، فلسطین بلکہ مصر تک جانے میں اس کے گھنڈہ راہ میں پڑتے تھے اور تنوک بالاعمال تھے۔

بعض حضرات نے مدین اور اصحاب ایکہ کو ایک قبیلہ کے دو نام دیئے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ دونوں جدا جدا قبیلے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ مدین اور شہری قبیلہ تھا اور اصحاب ایکہ دیہاتی اور بدوی قبیلہ جو جنگل اور بین میں آباد تھا۔ اس لئے اس کو بین والا یا جنگل والا بھی کہا گیا ہے۔

لیکن اکثر حضرات یہ دونوں نام ایک ہی قبیلہ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آب و ہوا کی خوشگوار، میوہوں اور آبشاروں کی کثرت نے اس مقام کو اس قدر شاداب اور پر فضا بنا دیا تھا کہ یہاں میوہوں، پھلوں اور خوشبودار پھولوں کے اس قدر باغات اور چمن تھے کہ ایک شخص آبادی سے باہر نکل کر نظارہ کرنا تو اسے یہ معلوم ہوتا کہ یہ نہایت خوبصورت اور شاداب گھنے درختوں کا ایک جھنڈ ہے۔ اسی بناء پر اسے ایکہ کہہ کر متعارف کروایا گیا۔

ابن کثیر کا یہ خیال ہے کہ ایکہ نام کا ایک درخت ان علاقوں میں تھا، کیونکہ اہل قبیلہ اس درخت کی پرورش کرتے تھے۔ لہذا اس کی نسبت سے مدین کو اصحاب ایکہ کہا گیا کیونکہ یہ نسبت نسلی نہ تھی بلکہ مذہبی تھی۔ اسی لئے یہ مدین والے اصحاب ایکہ کے نام سے بھی مشہور ہو گئے۔ اہل مدین یا اصحاب ایکہ یا بین والوں سے متعلق مؤرخین صرف یہ لکھتے ہیں کہ ان اہل مدین کی بستیاں کثافت عربوں کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اہل مدین بھی بدوی عرب تھے جو مدین سے بیرون یعنی بحر مراد کے دائیں ساحل پر ایک علاقے پر مقیم تھے اور تجارت کے لئے یہ لوگ یمن، بابل اور مصر تک سفر کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ فرعون کے خوف سے بھاگے تھے، اس لئے ان کے مہم نہ کوئی رفیق اور راہنما تھا، نہ زاد راہ اور تیز روی کی مہر سے رہنمائی تھی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس تمام سفر میں موسیٰ علیہ السلام کی خوراک درختوں کے پتوں کے علاوہ اور کچھ نہ مل سکتی تھی۔

اس پر ان دو بہتوں میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”تم مجبور ہیں، اگر جانوروں کو آگے لے کر بڑھتی ہیں تو یہ طاقتور بردہ ہیں جو ہمارے ہیں اور ہمارے والد بہت بڑھے ہیں، ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ

”تم کیوں پانی نہیں پلاتی ہو، پیچھے کیوں کھڑی ہو۔“
اس پر ان دو بہتوں میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”تم مجبور ہیں، اگر جانوروں کو آگے لے کر بڑھتی ہیں تو یہ طاقتور بردہ ہیں جو ہمارے ہیں اور ہمارے والد بہت بڑھے ہیں، ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ

”تم کیوں پانی نہیں پلاتی ہو، پیچھے کیوں کھڑی ہو۔“
اس پر ان دو بہتوں میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”تم مجبور ہیں، اگر جانوروں کو آگے لے کر بڑھتی ہیں تو یہ طاقتور بردہ ہیں جو ہمارے ہیں اور ہمارے والد بہت بڑھے ہیں، ان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ

جنگوں اور بین میں آگے رہتی ہیں اور جھاڑی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔
ان دونوں باتوں کے جان لینے کے بعد مدین کی آبادی کا آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ مدین کا قبیلہ بنجرہ قلعہ کے مشرقی کنارے اور عرب کے شمال مغرب میں ایسی جگہ آباد تھا جو شام سے متصل حجاز کا آخری حصہ کہا جاسکتا ہے اور حجاز والوں کو شام، فلسطین بلکہ مصر تک جانے میں اس کے گھنڈہ راہ میں پڑتے تھے اور تنوک بالاعمال تھے۔

بعض حضرات نے مدین اور اصحاب ایکہ کو ایک قبیلہ کے دو نام دیئے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ دونوں جدا جدا قبیلے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ مدین اور شہری قبیلہ تھا اور اصحاب ایکہ دیہاتی اور بدوی قبیلہ جو جنگل اور بین میں آباد تھا۔ اس لئے اس کو بین والا یا جنگل والا بھی کہا گیا ہے۔

لیکن اکثر حضرات یہ دونوں نام ایک ہی قبیلہ کے لئے استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آب و ہوا کی خوشگوار، میوہوں اور آبشاروں کی کثرت نے اس مقام کو اس قدر شاداب اور پر فضا بنا دیا تھا کہ یہاں میوہوں، پھلوں اور خوشبودار پھولوں کے اس قدر باغات اور چمن تھے کہ ایک شخص آبادی سے باہر نکل کر نظارہ کرنا تو اسے یہ معلوم ہوتا کہ یہ نہایت خوبصورت اور شاداب گھنے درختوں کا ایک جھنڈ ہے۔ اسی بناء پر اسے ایکہ کہہ کر متعارف کروایا گیا۔

ابن کثیر کا یہ خیال ہے کہ ایکہ نام کا ایک درخت ان علاقوں میں تھا، کیونکہ اہل قبیلہ اس درخت کی پرورش کرتے تھے۔ لہذا اس کی نسبت سے مدین کو اصحاب ایکہ کہا گیا کیونکہ یہ نسبت نسلی نہ تھی بلکہ مذہبی تھی۔ اسی لئے یہ مدین والے اصحاب ایکہ کے نام سے بھی مشہور ہو گئے۔ اہل مدین یا اصحاب ایکہ یا بین والوں سے متعلق مؤرخین صرف یہ لکھتے ہیں کہ ان اہل مدین کی بستیاں کثافت عربوں کی سرحدوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اہل مدین بھی بدوی عرب تھے جو مدین سے بیرون یعنی بحر مراد کے دائیں ساحل پر ایک علاقے پر مقیم تھے اور تجارت کے لئے یہ لوگ یمن، بابل اور مصر تک سفر کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ فرعون کے خوف سے بھاگے تھے، اس لئے ان کے مہم نہ کوئی رفیق اور راہنما تھا، نہ زاد راہ اور تیز روی کی مہر سے رہنمائی تھی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس تمام سفر میں موسیٰ علیہ السلام کی خوراک درختوں کے پتوں کے علاوہ اور کچھ نہ مل سکتی تھی۔

اپنی بیٹیوں سے یہ سن کر باپ نے کہا۔

”جگت سے جاؤ، اس کو میرے پاس لے کر آؤ۔“

اھر باپ اور بیٹیوں کے درمیان یہ گفتگو ہو رہی تھی تو دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام پانی پلانے کے بعد قریب ہی ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر سستانے لگے۔ مسافر ت اور غربت اور پھر بھوک اور پیاس نے آپ کو بڑا حال کر رکھا تھا۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔

”پروردگارا! اس وقت جو بھی بہتر سامان میرے لئے تو اپنی قدرت سے نازل کرے، میں اس کا محتاج ہوں۔“

چنانچہ اپنے باپ کے کہنے پر لڑکی تیزی سے وہاں پہنچی تو دیکھا کہ کنوئیں کے قریب ہی موسیٰ علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں، شرم و حیا سے نگاہیں نیچے کئے لڑکی نے کہا۔

”آپ ہمارے گھر چلے، میرے والد آپ کو بلاتے ہیں اور آپ کو اس احسان کا بدلہ دیں گے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے سوچا کہ شاید اس سلسلے میں کوئی بہتر صورت نکل آئے، اس لئے چلنا ہی بہتر ہے اور اس کی دعوت کو رد کرنا مناسب نہیں۔ خدا نے میری دعا سن لی اور یہ اسی کا پیش خیمہ ہے۔

چنانچہ یہ سوچ کر موسیٰ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے لڑکی کو یہ ہدایت کی، وہ آگے نہ چلے بلکہ ان کے پیچھے چلے اور اشارے کے ساتھ ان کی راہنمائی کرتی جائے۔

یوں موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے گھر جانے کے لئے چلے پڑے لیکن طبعی اور فطری نیرت اور عزت نفس کے پیش نظر بار بار اس جملے سے متاثر ہو رہے تھے کہ میرا باپ آپ کو اس احسان کا عوض دینا چاہتا ہے مگر مسافرت اور حالات کی نزاکت نے یہی مشورہ دیا کہ اس وقت اس پیشکش کو گوارا کر لو تا کہ اس غربت میں ایک منحور اور ہمدرد کی مستقل ہمدردی کو حاصل کیا جاسکے۔

موسیٰ علیہ السلام چلتے چلتے اس لڑکی کے ساتھ اس کے گھر پہنچے اور اس کے والد جو ایک بزرگ صورت اور عمدہ سیرت انسان تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف ملاقات سے ہمکنار ہوئے۔ لڑکیوں کے والد نے پہلے کھانا کھلایا، پھر اطمینان کے ساتھ بٹھا کر ان کے حالات سنے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ولادت اور فرعون کے بنی اسرائیل پر مظالم سے

ان کی مزاحمت کو دور کر سکیں، بس جب یہ سب پانی پلا کر واپس ہو جائیں گے، تب ہوا پانی ہم پلا کر اپنے گھر کو پیش گی اور یہی ہمارا روزمرہ کا دستور ہے۔“

اس لڑکی کے یہ الفاظ سن کر موسیٰ علیہ السلام کھینچ کر رہ گئے تھے۔ چون میں آئے، آگے بڑھے، تمام بھوک و چیرتے ہوئے کنوئیں پر جا پہنچے اور کنوئیں کا بڑا ڈول اٹھایا، وہ ڈول تھما کر کنوئیں سے کوئی اکیلا اسے کھینچ کر پانی نکال ہی نہیں سکتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اس ڈول کو کھینچ کر لڑکیوں کے موسیوں کو پانی پلا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام جب مجمع کو چھوئے ہوئے اندر کھنسنے لگے تو اگرچہ لوگوں کو ناگوار گزرا مگر ان کی پرچارل صورت اور جسمانی طاقت سے مغلوب ہو گئے اور ڈول کو تنہا کھینچنے ہوئے دیکھ کر ان کی قوت سے ہار گئے جس کے بل بوتے پر کمزوروں اور ناتواؤں کو پیچھے ہٹا دیا کرتے تھے اور ان کے حقوق کو بری طرح پامال کیا کرتے تھے۔

کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ کنوئیں کے منہ پر بہت بڑا ڈھکا ہوا تھا جو ایک جماعت کے حقدور زور لگانے سے اپنی جگہ سے ہٹا تھا مگر وہ آگے بڑھے اور تنہا اس کو ہٹا کر لڑکیوں کے موسیوں کے لئے پانی بھر دیا لیکن بہت سے علم اور مؤرخ اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ جو لوگ یہ نظریہ پیش کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اس مقام پر دو کنوئیں تھے، ایک سے مدین کے لوگ پانی پلا رہے تھے اور دوسرا منہ پتھر سے ڈھکا ہوا تھا اور یہ کہ اس زمانے میں بھی اس مقام پر دو کنوئیں موجود تھیں گئے ہیں۔

لیکن دوسرا اگر وہ اس نظریے کے درست نہ ہونے کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ قرآن اور دوسری کتب میں دوسرے کنوئیں کا قطعی کوئی ذکر نہیں ہے اور جو کچھ مذکور ہے، ایک ہی سے متعلق بیان کیا ہے۔ دوسرے، بعد میں اس جگہ دو کنوئیں ہونے اور انہیں کہ اس وقت بھی وہاں اسی طرح دو کنوئیں موجود تھیں۔ ہو سکتا ہے عرصہ دراز بعد یا اسلامی عہد میں ضرورت کے لحاظ سے یہاں دوسرا کنواں تیار کر لیا گیا ہو۔ زیادہ قریب ترین اور درست اور مناسب یہی ہے کہ وہاں ایک ہی کنواں تھا۔

غرض جب ان لڑکیوں کے گلے نے پانی پی لیا تو وہ گھر کو واپس چلی گئیں۔ انہیں جو خلاف عادت جلد واپس آنے پر ان کے والد کو سخت تعجب ہوا اور انہیں کرنے پر لڑکیوں نے گزرا ہوا ماجرا کہہ سنایا کہ کس طرح ایک مصری نے ان کی

اسے میں جبر نہ ہوگا۔“ بہر حال طرفین کی باہمی رضامندی کے بعد بزرگ میزبان نے ان بیان کردہ مدت کو مہر قرار دے کر موسیٰ علیہ السلام سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی۔ کچھ دنوں اور مفسرین کا یہ بھی خیال ہے کہ مدت ختم ہونے پر عقد عمل میں آیا اور عقد کے ادا بعد ہی موسیٰ اپنی بیوی کو لے کر روانہ ہو گئے۔ اس لڑکی کا نام جو موسیٰ علیہ السلام کی بیوی (انصاف) تھا۔

یہاں مؤرخین ایک نئی بحث میں پڑتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جن دولڑکیوں کو ہز کو موسیٰ نے پانی پایا تھا جن میں سے ایک لڑکی اپنے باپ کے کہنے پر موسیٰ علیہ السلام کو لے گئی تھی۔ ان لڑکیوں کے والدین تھے۔

قرآن مقدس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مدین کے شیخ کے متعلق جو واقعات بیان ہیں، ان میں سے کسی ایک جگہ بھی اس شیخ کا نام نہیں بتایا۔ اس لئے تاریخی حیثیت مدین کے نام میں مؤرخین اور مفسرین کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں جو درج آئی ہیں۔

اول یہ مفسرین اور اصحاب عقل و دانش اور مؤرخین کی بڑی جماعت کا یہ خیال ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ یہ قول بہت عام اور مشہور ہے۔

مشہور مؤرخ امام جریر طبری نے حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ صاحب موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حسن بصری اس طرف مائل ہیں کہ مدین کے شیخ حضرت شعیب علیہ السلام ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے اس سلسلے میں سند کے ساتھ بیان اس حدیث سے روایت نقل کی ہے اور ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ صاحب موسیٰ علیہ السلام نیز بیان موسیٰ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔

دوئم، ایک جماعت کہتی ہے کہ موسیٰ کے اس میزبان کا نام بیرون تھا اور یہ حضرت نبی علیہ السلام کے نتیجے تھے۔ طبری نے سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے کہ ابوعبیدہ بن جراح حدیث فرماتے تھے کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو اجیر بنایا، وہ شعیب علیہ السلام کا برادر زادہ تھا۔

سوم، بعض کہتے ہیں کہ اس میزبان موسیٰ علیہ السلام کا نام یثری تھا۔ طبری نے سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اجیر رکھنے والا مدین کا شیخ

شروع کر کے آخر تک ساری داستان سنائی۔ سب کچھ سننے کے بعد اس بزرگ نے موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دے کر کہا۔

”خدا کا شکر کرو کہ اب تم کو ظالم کے پنجے سے نجات مل گئی ہے۔ اب کوئی خوف مقام نہیں ہے۔“

کھانا کھانے کے بعد جس وقت لڑکیوں کے والد اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی، اس وقت اس بزرگ کی ایک بیٹی نے اپنے والد کو مخاطب کر کے علیحدگی میں کہا۔

”اے میرے ابا جان! آپ اس مہمان کو اپنے مویشیوں کے چرانے اور پانی مہ کرنے کے لئے رکھ لیجئے، یہی بہتر ہے جو قی بھی ہے، امانت دہی۔“

اپنی اس بیٹی کی یہ بات سن کر والد کو حیرت ہوئی۔ اس کی بات عجیب معلوم ہوئی۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو مخاطب کر کے کہا۔

”تجھ کو اس مہمان کی قوت اور امانت کا حال کیسے معلوم ہوا؟“

جواب میں لڑکی کہنے لگی۔

”میں نے مہمان کی قوت کا اندازہ اس سے کیا کہ کنوئیں کا بڑا ڈول اس نے تھپتھپایا اور ہمارے جانوروں کو پانی پایا، حالانکہ عام لوگوں میں سے کوئی بھی اسے اکیلا کھینچ نہیں سکتا۔“

اور امانت کی آزمائش اس طرح کی کہ جب میں بلانے کے لئے گئی تو اس نے مجھے دیکھ کر نگاہیں پٹی کر لیں اور گفتگو کے دوران ایک مرتبہ بھی نگاہ اٹھا کر میری طرف نہیں دیکھا اور جب یہاں آنے لگا تو مجھ کو پیچھے چلنے کے لئے کہا، خود آگے آگے چلا اور مجھ سے کہا کہ میں اشاروں سے اس کی راہنمائی کرتی رہوں۔“

ان بزرگ نے اپنی بیٹی کی باتوں کو سنا تو بہت مسرور ہوئے اور موسیٰ نے کہا۔

”اگر تم آٹھ سال تک میرے پاس رہو اور بکریوں کو چراؤ تو میں اپنی بیٹی کی تم سے شادی کرنے کے لئے تیار ہوں، اگر تم اس مدت کو دو سال بڑھا کر دس سال کر دو تو اور بھی بہتر ہے، یہی اس لڑکی کا مہر ہوگا۔“

موسیٰ علیہ السلام نے اس شرط کو منظور کر لیا اور کہنے لگے کہ ”یہ میری خوشی پر چھوڑ دینے کے میں ان دونوں مدتوں میں سے جس کو چاہوں پورا کروں۔ آپ کی جانب سے اس کے

موسیٰ علیہ السلام جلیل قدر نبی تھے۔ اس لئے ان کو کوئی معمولی شخص اپنا اہجر رکھنے کا ارادہ نہیں رکھ سکتا اور نہ وہ اس کو منظور فرماتے بلکہ ان کا میزبان نبی اور پیغمبر ہی ہو سکتا ہے۔ ان لئے مدین کے شیخ حضرت شعیب علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں۔“

اس پر اس کے اس دعوے کے جواب میں عبدالوہاب نجار نے کہا۔

”میں نے عرض کیا کہ آپ کا یہ ارشاد نہ عقلی حجت و برہان کی حیثیت رکھتا ہے اور نہ دلیل اور حجت کی۔ زیادہ سے زیادہ احساس کے درجہ کا قیاس ہے اور اس سے یہ استدلال نہیں ہو سکتا بلکہ یقین اور قطعیت چاہتا ہے، علاوہ ازیں اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، نبوت سے بعد میں آپ کو سر فرما کیا گیا تھا۔

برہان، یہ طے شدہ امر ہے کہ میزبان موسیٰ کے نام کی تصریح میں کوئی قابلِ ذکر روایت موجود نہیں ہے اور ابن جریر اور ابن کثیر نے اس سلسلے میں جس قدر احادیث نقل کی ہیں، ان میں ہزار اور ابن حاتم کی طویل روایات کے علاوہ کسی میں بھی کوئی روایت موجود نہیں ہے اور ان دونوں روایات کے بارے میں ابن کثیر کہتے ہیں۔

اس نام کی تصریح والی حدیث کا مدار ابن ابی نعیم پر ہے اور ان کا حافظ خراب تھا اور وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو مرفوع کہنے میں غلطی ہوئی ہے۔

فرض موسیٰ علیہ السلام نے اپنے میزبان بزرگ کی اس شرط کو منظور کر لیا۔ چنانچہ وہ یزید چرانے کے لئے انہوں نے ان کے ہاں ہی قیام کر لیا تھا۔



یہی نامی تھا اور اسی روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں۔

عورت کے والد کا نام بیٹری تھا مگر بیٹری والی روایت میں یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا برادر زادہ تھا اور توریت نے اسی سے ملتا جلتا نام بیثرون دیا ہے۔

چہارم، بعض مؤرخ اور علما کہتے ہیں کہ میزبان موسیٰ حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف سے ایک مرد مومن تھا۔

پنجم، ایک جماعت کا گمان ہے کہ یہ شیخ نہ شعیب علیہ السلام ہو سکتے ہیں اور نہ ان کے پیغمبر، اس لئے کہ قرآن مقدس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کا زمانہ ہے جس کے درمیان صدیاں حائل ہیں، اس لئے کہ قرآن کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

”قوم لو ط کا معاملہ تم سے کچھ دور نہیں ہے۔“

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوم لوط کی ہلاکت کا زمانہ حضرت ابراہیم کا زمانہ تھا، اس کے بعد حضرت موسیٰ کے زمانے کے درمیان مدت چار سو سال سے بھی زیادہ ہے اور ان لوگوں نے اس مدت کو قریب کر دینے کے لئے یہ کہا کہ شعیب علیہ السلام کی عمر غیر معمولی طویل ہوئی، یہ جھوٹی بلا دلیل ہے۔

اس کے علاوہ کچھ مؤرخین اس قول کی تائید کے لئے یہ دلیل بھی قوی طور پر دیتے ہیں کہ اگر میزبان موسیٰ شعیب علیہ السلام ہوتے تو قرآن مقدس ضرور ان کے نام کی تصریح کرتا اور اس طرح مجمل و مبہم نہ چھوڑتا۔

ان پانچ اقوال کی نقل کے بعد مؤرخین کے نزدیک رائج اور صحیح مسلک معلوم ہے ہے جو ابن جریر اور ابن کثیر جیسے جلیل القدر محدثین اور مؤرخین نے اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نام کی تصریح کے بارے میں کوئی روایت صحت کو نہیں پہنچتی اور جو روایات نقل کی گئی ہیں، وہ قابلِ احتجاج نہیں ہیں۔ اس لئے جس طرح تصریح کئے بغیر قرآن عزیز نے ان کا ذکر کیا ہے، اسی طرح ہم بھی ان کے نام کی تصریح کو خدا کے علم کے حوالے کرتے ہیں۔

جو لوگ میزبان موسیٰ کا نام حضرت شعیب علیہ السلام لیتے ہیں، ان کے متعلق مشہور مؤرخ عبدالوہاب نجار لکھتے ہیں کہ ”مجھ سے ایک بڑے فاضل عالم نے یہ بحث کی تھی

خوشامد کی طرف آرہے تھے اور راستے میں سیتانیوں کے دوسالار سیاسی اور طباش آپ پر حملہ آور ہوئے تھے، اس نگرار میں آپ اپنے اپنے کچھے ساتھیوں کو لے کر اپنے بڑی شہر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن اس وقت آپ کی بیٹی سریان آپ کے لشکر نے پھسلے حصے میں تھی جہاں لشکر کے لئے رسد کا سامان متحرک تھا۔ چنانچہ اس نگرار میں ہاں ہمارے بہت سے لشکری مارے گئے، وہاں حملہ آوروں نے سریان کو گرفتار کر لیا۔

اب ہم جو تفصیل لے کر سیتانیوں کی سرزمینوں سے آئے ہیں، وہ یہ ہے کہ سریان سیتانیوں کے نامور سالار سیاسی کی بیوی ہے۔ اس نے کب اور کن حالات میں اس شادی کی یا اس کی شادی زبردستی ہوئی، یہ ہم نہیں جانتے۔ تاہم آخری معلومات یہی ہیں کہ وہ سیاسی کی بیوی ہے اور سیاسی اس کا ایک بیٹا ہے نام جس کا ”لیان“ ایک بیٹی ہے نام جس کا ”یورینا“ ہے۔ بیٹا بڑا اور بیٹی چھوٹی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مجھ جب خاموش ہوا تب متوشلیش کچھ دیر تک گہری دہان میں ڈوبا رہا۔ شاید کوئی فیصلہ کرتا رہا۔ اس کے بعد آنے والے تجربوں کو مخاطب کے کہنے لگا۔

”تم پہلے کی طرح اپنے کام میں لگے رہو۔ میری بیٹی اور اس کے شوہر پر نگاہ رکھنا وہ کہاں جاتے ہیں، کہاں رہتے ہیں۔ ان کے روزمرہ کے کیا کام ہیں۔ میں قریب اپنی بیٹی کو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ جاتے جاتے اپنے بڑے سالاروں میں سے گور اور سنوش دونوں کو میرے پاس بھیج دوں۔“

اس کے ساتھ ہی وہ تجربہ وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے تھوڑی دیر میں اس کے سرزمینوں کے نامور سالار گور اور سنوش داخل ہوئے تھے۔ متوشلیش انہیں اپنے پاس بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ دونوں جب بیٹھ گئے، تب سریان کے متعلق آنے والے تجربوں نے تفصیل بتائی تھی، وہ متوشلیش نے گور اور سنوش دونوں سے کہہ

متوشلیش جب خاموش ہوا، تب گور اور سنوش دونوں نے کچھ دیر صلاح مشورہ کیا اس کے بعد گور متوشلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب ان حالات میں آپ کیا چاہتے ہیں جو آپ کا فیصلہ ہوگا، ہم اسی کے مطابق ہیں آجائیں گے۔“

حتیوں کا بادشاہ ایک روز اپنے مرکزی شہر خوشامد میں اپنے قصر کے ایک کمرے میں اپنے دونوں بیٹوں کاوک، لوزمان اور اپنی بیوی اسورک کے ساتھ بیٹھا گھر کیلئے موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ ایسے میں متوشلیش کا چوہدار دروازے پر نمودار ہوا۔ پہلے متوشلیش کو اس نے تعظیم دی، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! سیتانیوں کی سرزمینوں سے ہمارے کچھ خبر آئے ہیں، وہ لوگ آپ کی چھوٹی گم ہو جانے والی بیٹی سریان سے متعلق کچھ خبریں لے کر آئے ہیں۔“ چوہدار کے ان الفاظ پر متوشلیش ہی نہیں، اس کے دونوں بیٹے کاوک اور لوزمان اور اس کی بیوی اسورک سب چونک اٹھے تھے اور جب تو مجھ سے انداز میں چوہدار کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ متوشلیش نے چوہدار کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

”سیتانیوں کی سرزمینوں سے آنے والے ان قاصدوں کو فی الفور میرے سامنے پیش کرو۔“ اس پر وہ چوہدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے ساتھ کچھ تجربے تھے۔ وہ متوشلیش کے سامنے آکر رکے۔ متوشلیش کو انہوں نے تعظیم دی اور اس کے سامنے اباد بکھڑے ہو گئے تھے۔ متوشلیش نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”میرے چوہدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم میری چھوٹی گم ہو جانے والی بیٹی سریان سے متعلق تفصیل لے کر آئے ہو۔ اگر تم نے اس کا پتا بتا معلوم کر لیا ہے تو بولو، وہ اس وقت کہاں ہے، کبسی زندگی بسر کر رہی ہے؟ کیا وہ کسی کی اسیری میں ہے یا کسی نے اسے لوندی بنا کر اپنے پاس رکھ لیا ہے؟“

متوشلیش جب خاموش ہوا تب آنے والوں میں سے ایک اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! آپ کا اندازہ کسی حد تک درست ہے۔ جس وقت آپ باہل سے آئے

ہاں سریان کو جو اس کی بیوی ہے، اس کے بچوں کو بھی ساتھ لے کر آتا ہے، جب اس کو لایا جاتا ہے، اس کے بچے بھی مناسب موقع ملے گا، سیاسی حکومت کے گھاٹ لانے کے بعد سریان کو اٹھا کر یہاں لایا جائے گا۔ اس وقت بھی میرا مدعا ہے اور یہی خواہش ہے کہ میری بیٹی میرے پاس آ کر رہے۔ سریان میری وہ بیٹی ہے جس کے حسن، جس کی خوبصورتی، اس کی شخصیت پر ہمیشہ نازاں رہا۔ اس کی تعلیم حکمران اور کسی ملک کے فرمانروا سے ہونا چاہئے تھی۔ سیاستوں کے سالار ہونے سے اسے گرفتار کر کے اس کی بیوی بنا کر ایک بہت بڑا جرم کیا ہے اور اسے اس کی سزا برصورت میں دے کر رہیں گے۔ میرے خیال میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا، کہہ دیا گیا کہتے ہو؟“

”موتوخلیش کے خاموش ہونے پر گورد نے پھر اپنے ساتھی سالار سنوش سے مشورہ کیا۔ اس کے بعد موتوخلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ کا اندازہ، آپ کی تجویز درست ہے۔ آپ کے حکم کے مطابق چند روز تک سیاستوں کی سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ شروع کر دیں گے۔ وہاں ایک خاصا بڑا لشکر بھی ہے جس کے لئے رسد اور کمک کا بھی عمدہ انتظام کریں گے اور یہ چھیڑ چھاڑ کا اطلال رہے گا اور اس سلسلے کے دوران جب کبھی بھی سیاسی، سریان اور اپنے بھائی کے لئے ہم سے ٹکرانے کے لئے آتا ہے تو پھر اس سے فائدہ اٹھا کر ہم کسی موقع پر سیاسی کا خاتمہ کر کے سریان کو اپنے مرکزی شہر خوشاش لانے کی کوشش کریں گے۔“

گورد کے اس جواب سے موتوخلیش خوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد موتوخلیش سے بات لے کر گورد اور سنوش دونوں وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔



اس پر موتوخلیش کہنے لگا: ”ہم برصورت میں اپنی بیٹی کو زندہ سلامت یہاں اپنے پاس دیکھنا چاہتا ہوں۔ ساتھ میں یہ بھی چاہوں گا کہ سیاستوں کے سالار سیاسی کا سر کاٹ دیا جائے، اس نے کیسے جرات اور ہمت کی کہ میری بیٹی کو یوں اپنے پاس رکھ کر اس سے زبردستی شادی کرے، اس کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اب ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمیں شکست کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے، اس لئے کہ ان حالات میں باہل کے کسی بھی اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ہمارے خلاف حرکت میں آجائیں گے، اس لئے کہ ماضی میں کیونکہ ہم ایک ساتھ سیاستوں اور کاسیوں کو اپنا ہدف بناتے رہے ہیں۔ لہذا ہمارے خلاف یہ دونوں قوتیں اتفاق اور اتحاد بھی کر سکتی ہیں، ایسی صورت میں ہمارے خلاف مشکلات اٹھ سکتی ہیں۔ ان حالات میں بے شک مصر کے رئیس کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں، اس لئے کہ میری بیٹی دلوکر ان دونوں رئیس کی بیوی ہے لیکن اگر ہم اعلیٰ سیاستوں اور کاسیوں کے مرکزی شہر کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر خدشہ اور خطرہ ہے کہ رئیس بھی ضرور ہمارے خلاف حرکت میں آسکتا ہے اور میں کسی بھی صورت ایسا نہیں چاہوں گا کہ رئیس اس رشتے کو فروغ دے کہ سیاستوں اور کاسیوں کی خاطر ہمارے خلاف حرکت میں آجائے۔

اپنی بیٹی کو حاصل کرنے اور سیاسی کا خاتمہ کرنے کے لئے میرے ذہن میں ایک ہی تجویز آئی ہے کہ ہم ایک خاصا بڑا لشکر اپنی اور سیاستوں کی سرحدوں پر مقرر کر دیں اور وہ لشکر گاہے گاہے سیاستوں کے علاقوں پر برابر حملہ آور ہوتا رہے۔ اس سلسلے کو طول دیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے جب ایسا ہوگا تو سیاستوں کا بادشاہ متی دوا یقیناً اپنے دو سالاروں سیاسی اور طباش پر ہی مجبور رہے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس مہم کے لئے وہ دونوں بھی بیچ دے یا کسی ایک کا انتخاب کرے، اب ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس مہم کو روکنے اور ہمارے حملوں کا جواب دینے کے لئے سیاسی اور طباش آتے ہیں تو کب ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اکثر و بیشتر مہموں میں سیاسی اکیلا لشکر لے کر نہیں آتا رہا ہوگا۔ عموماً طباش اس کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ آئندہ بھی ہوگا، میں چاہتا ہوں کہ سیاستوں کے ساتھ کھڑا کھڑا سلسلہ جاری رہے، اسے طول دینا چاہئے۔ اس طول کے دوران کبھی نہ کبھی تو سیاسی میری بیٹی سریان اور اس کے بچوں کو اپنے ساتھ لے کر آئے گا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم سے ٹکرانے کے لئے

انسان بھی اسی جانور سے ہوتی تھی۔ چنانچہ پنجاب کے پرانے باشندوں سے بھی آج کا سوال کیا جائے کہ تمہاری ذات کیا ہے تو کوئی کہے گا میں جس ہوں، کوئی کہے گا سیال ہوں اور کوئی کہے گا کہ لومڑ ہوں۔

رفتہ رفتہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں آپس میں ضم ہوتی گئیں۔ یہ اتحاد اگر پر امن طریقے پر نہیں ہو سکتا تھا تو ریاستی دیوتاؤں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم ہو جاتے تھے۔ مثلاً ریاست کا دیوتا اگر نر ہوتا اور دوسری کا مادہ اور ان کی عمریں بھی برابر ہوتیں تو ان کی مادی کردی جاتی تھی اور وہ دونوں میاں بیوی بن جاتے تھے۔ اگر ان میں عموں میں ممتعت ہوتی تو بڑی عمر کا دیوتا چھوٹی عمر کے دیوتا کا باپ بن جاتا تھا۔ اس کے برعکس اگر ریاست دوسری ریاست کو بزرگ شیر فتح کرتی تو مقبوضہ ریاست کے دیوی دیوتا کو نابالغ قرار دینے جاتے تھے اور فارغ قوم انہیں نفرت اور حقارت کی نظروں سے دیکھتی تھی۔

مثلاً چار ہزار سات سو قبل مسیح کے قریب مصر میں باز اور گدھ قوم کے لوگ بہت طاقتور ہو گئے تھے۔ یہ لوگ وسطی مصر میں آباد تھے۔ ان کی ریاست کا صدر مقام عبیدوز کاہن تھا۔ قریب واقع تھا۔ عبیدوز بہت متبرک شہر سمجھا جاتا تھا کیونکہ یہ حورس کا پوتا تھا اور یہاں حورس کا سب سے بڑا مندر بھی تھا۔ جب یہ لوگ جنوب پر حملہ کیا تو انہوں نے جنوب کی بادشاہت کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تب پہلی بار مصر میں ایک متحد بادشاہت قائم ہوئی اور مفسس اس کا دارالسلطنت بنایا گیا۔ متحدہ مملکت قائم ہونے پر مصری فرمانرواں کے تاج پر سانپ کا اضافہ ہو گیا کیونکہ فارغ جو لوگ نے شمال کی طرف آئے تھے، ان کا دیوتا حورس تھا۔ اب انہوں نے شمال والوں کو اپنی پالی تھی اور شمال والوں کا دیوتا سانپ تھا۔ لہذا انہوں نے حورس کے ساتھ سانپ کو بھی شامل کر لیا کیونکہ حورس دیوتا کے ماننے والوں کو فتح ہوئی تھی۔ لہذا ان کی نگاہوں میں حورس دیوتا کی عظمت اور شوکت پہلے سے بھی بڑھ گئی تھی کیونکہ پہلے وہ فقط جنوبی لوگوں ہی کا حقاری دیوتا تھا۔ اب وہ فرعون مصر کی پوری سلطنت کا سب سے بڑا دیوتا بن گیا۔ لہذا ان کے اولاد بلکہ زندہ حورس کا لقب اختیار کیا۔

مصر کی تسمیر وادی نیل کی تاریخ کا نہایت اہم اور عہد آفریں واقعہ تھا۔ ظاہر

بنی اسرائیل کے سوا فرعون رعمریس اور اس کی رعایا بے حد خوش تھی۔ اس لئے کہ ان کے فصلی تہواروں کا سلسلہ شروع ہو رہا تھا۔ عراق کی مانند مصری تہذیب بھی پرانی ہے۔ اس تہذیب کا آفتاب اقبال تقریباً تین ہزار سال تک بڑی آب و تاب سے روشن رہا اور اس کے کارنامے پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بنے رہے اور دوسری اقوام کی طرح مصر کے اندر بھی فصلی تہوار بڑی آب و تاب کے ساتھ منائے جاتے تھے۔ مصریوں کا پانچ سالہ ایٹس جولائی سے شروع ہوتا تھا۔ اسی دن دریائے نیل میں سیلاب کا آغاز ہوتا تھا۔ نئے سال کی رسموں کی تفصیلات فرعون رعمریس کے معبد کی دیواروں پر اب تک موجود ہیں، یہ تہوار پورے مصر میں منایا جاتا تھا۔

مصری تہذیب کے سب سے قدیم آثار وسطی خطے میں بدری، تاسا اور عزہ کے کھنڈروں میں ملتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی بستیاں ابتداء میں اسی علاقے میں قائم ہوئیں۔ پھر جوں جوں آبادی کا دباؤ بڑھتا گیا، لوگ دریائے نیل کے کنارے شمال کا رخ کرتے چلے گئے۔ ڈیلٹا کا علاقہ بہت بعد میں آباد ہوا، وہ بھی لیبیا کی طرف سے آنے والے صحرا نوردوں سے، جو کئی اعتبار سے جنوبی مصر کے باشندوں سے بہت مختلف تھے۔

مصر میں متحدہ بادشاہت سے بہت پہلے وادی نیل کا علاقہ چھوٹی چھوٹی آزاد ریاستوں میں بنا ہوا تھا اور ہر ریاست کا اپنا الگ سربراہ ہوا کرتا تھا اور اپنے اپنے دیوی دیوتا ہوتے تھے۔ ابتدا میں ان دیوتاؤں کی شکلیں جانوروں کی سی ہوا کرتی تھیں۔ یعنی ہر قبیلہ اپنے لئے کوئی جانور مخصوص کر لیتا تھا اور اسی کی نسبت سے اپنے آپ کو یاد کرتا تھا۔ مثلاً چھوٹے لوگ طاؤس کو، کچھ لوگ خرگوش کو، کچھ بھڑیاں کو، کسی کا مخصوص جانور نیل، کسی کا باز، کسی کا ہرن اور کسی کا دریائی گھوڑا ہوا کرتا تھا اور ان قبائل اور قوموں کی

ہے کہ باز کی قوم کو یہ کامیابی حوریں دیوتا ہی کی بدولت نصیب ہوئی تھی۔ چنانچہ حوریں کی مدعا ثناء میں بکثرت بھجن گیت اور ناک لکھے گئے اور اس کے کارناموں کو ڈراموں کا موضوع بنایا گیا، ان ڈرامائی رسوں اور فنیلی تہواروں کا جائزہ اگلیا جائے تو یہ فنیلی تہوار بہت پہلے سے مصر میں رائج تھے اور اس کی ابتداء مصریوں کے دیوتا حوریں سے بھی بہت پہلے سے جاری اور ساری تھی۔

کہتے ہیں ازریس جسے دیوتا تسلیم کیا گیا تھا، کبھی مصر کا بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کا نام گیپ تھا۔ جو زمین کا دیوتا خیال کیا جاتا تھا اور ماں کا نام نوط تھا جسے ملکہ قلف کہتے تھے۔ قدیم مصریوں کا یہ خیال تھا کہ اس وقت سے اسلام کے آنے تک مصریوں کا سب سے بڑا دیوتا تھا۔ اس کو سورج دیوتا بھی کہتے تھے۔ رع عربی میں خنن ہو کر فرع بنا اور فرع سے فرعون ہوا۔ فرعون کے معنی ہیں رع دیوتا کا اتار یا سایہ۔ کہتے ہیں کہ زمین کے دیوتا گیپ اور ملکہ قلف نوط سے کوئی گناہ سرزد ہوا اور جب سورج دیوتا رع کو پتا چلا کہ گیپ کی بیوی نوط نے بے وفائی کی ہے تو اس نے ان کے بیٹے ازریس کو عذاب میں مبتلا کرنے کا تہیہ کر لیا۔ ازریس کے دو بھائی اور بھی تھے، ایک کا نام حوریں اور دوسرے کا نام سانت تھا۔ ان کی دو بیویاں بھی تھیں۔ ایک کا نام ازریس اور دوسری کا نام نقتیس تھا۔ ان دونوں بیویوں کی شادی اپنے بھائیوں سے ہی ہوئی یعنی ازریس کی شادی ازریس سے اور سانت کی شادی نقتیس سے ہوئی تھی۔

جس وقت ازریس کو مصر کی بادشاہت ملی، اس وقت مصر کے باشندے بالکل جنگلی، وحشی اور آدم خور تھے۔ لیکن ازریس نے بقول مؤرخین مصریوں کو جو اور جنگلی پودے تلاش کر دیے اور اہل مصر کو کاشت کاری کا فن سکھایا جب ان لوگوں نے آدم خوری ترک کر دی اور اناج پیدا کرنے لگ گئے۔ ازریس نے انہیں درختوں کا پھل کھانا اور اچھو کی شراب بنانا بھی سکھایا۔ ازریس کی آرزو تھی کہ دنیا کے سب لوگ تہذیب کی ان برکتوں سے واقف ہو جائیں۔ لہذا اس نے اپنی بہن اور بیوی ازریس کو مصر کے تخت پر بٹھایا اور خود دنیا کے سفر پر روانہ ہوا۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ جب وہ اس طویل سفر سے بنی نوع انسان کی نذرں اور دعاؤں سے لدا ہوا وطن واپس آیا تو اہل مصر نے اس کا شاندار استقبال کیا اور اسے دیوتا کا لقب دیا۔

لیکن اس کے بھائی سانت نے اس کے خلاف سازش کی۔ اس نے کسی طرح ازریس کے بدن کی ناپ حاصل کی اور اس کے مطابق ایک نہایت حسین تابوت بنایا۔

ایک روز جب کہ شراب کا دور چل رہا تھا اور سب لوگ مدہوش ہو رہے تھے، تو سانت نے ہنس کر کہا، یہ تابوت میں اس کو دودھ گا جس کو یہ پورا ہوگا۔

سب لوگ باری باری تابوت میں اترے مگر کسی کو تابوت پورا نہ اتر۔ سب سے آخر میں ازریس تابوت میں لیٹا۔ چنانچہ اس کا سازش بھائی اس کا منتظر تھا۔ اس نے دوڑ کر تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا۔ اس کے پیٹ پر پگھلا ہوا سیدھ بھر دیا اور تابوت کو دریائے نیل میں بہا دیا۔ جب ازریس کی بیوی اور بہن ازریس کو اس حادثے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی رفیق کات ڈالیں، مافی لباس پہنا اور اپنے شوہر کی لاش کی تلاش میں نکل لہڑی ہوئی۔

دوسری طرف ازریس کا تابوت بہتے بہتے بحر روم میں پہنچا اور بحر روم کی موجیں اسے بیلوس کے ساحل پر لے آئیں اور جس جگہ آکر وہ رکا، وہاں دفعتاً ایک درخت اُٹک آیا اور اس نے تابوت کو اپنے تنے میں چھپا لیا۔

اور جب بیلوس کے بادشاہ نے اس درخت کو دیکھا تو اسے یہ درخت بہت پسند آیا۔ اس نے درخت کو ٹوک کر اس کے تنے کو اپنے محل میں لگوا دیا۔

ازریس کو جب خبر ہوئی کہ اس کے شوہر کا تابوت بیلوس پہنچ گیا ہے تو اس نے عجب عورت کا بھیس بدلا اور بیلوس روانہ ہوئی۔ بیلوس پہنچ کر وہ شاہی کنوئیں کی مندرجہ ذیل بی بی اور زار و قطار رونے لگی۔

یہ کنواں بقول مصریوں کے اب تو سوکھا پڑا ہے لیکن اب بھی یہ کنواں موجود ہے اور یہاں سیاحوں کی آمد رفت بھی ہوتی ہے۔

جب بیلوس کی عورتیں اس کنوئیں پر پانی بھرنے آتی تھیں تو وہ ازریس کو وہ بیٹھ اور زار و قطار روتا ہوا دیکھتی تھیں۔ چنانچہ ان دنوں اس علاقے کا بادشاہ ملک اندر تھا۔ اس نے ان کی عورتیں بھی جب پانی بھرنے آتیں اور ازریس نے ان کی رفیق سنواریں اور مقدس جسم کی خوشبو سے ان کے بالوں کو مہکایا اور جب ملکہ نے اپنی خواہشوں کے لئے ہونے والے دیکھے اور ان کے بالوں کی خوشبو کو بھی تو ازریس کو اپنے بیٹے کی آیا

مقرر کر دیا۔

ازلیس نے شہزادے کو چھاتی سے دودھ نہیں پایا بلکہ وہ اپنی انگلی بچے کو چوسا دیتی تھی اور وہ آسودہ ہو جاتا تھا۔ ایک دن ملکہ نے بچے کو ازلیس کی نگھیاں چومنے دکھایا، تب ازلیس نے ملکہ سے سارا ماجرا بیان کر دیا اور درخواست کی کہ ٹکڑی کا وہ کھبا جو گل میں لگا ہے، مجھے دے دیا جائے، اس کے اندر میرے شوہر ازلیس کی لاش پوشیدہ ہے۔

بادشاہ نے کھبا ازلیس کے حوالے کر دیا۔ ازلیس نے اس کے اندر سے ازلیس کا تابوت نکالا اور ششٹی میں بیٹھ کر مصر روانہ ہو گئی، مصر پہنچ کر اس نے ششٹی کو بتو کے مقام پر دیا۔ نیل کے کنارے چھوڑا اور خود اپنے بیٹے حورس کو دیکھنے چلی گئی۔ اتفاق سے ازلیس کے سازشی بھائی سائنٹ کا گزرا اور اسے ہوا اور چاندنی رات میں اس نے اسے تابوت کو پہچان لیا جو اس نے خود بنایا تھا۔ چنانچہ اس نے اسے تابوت کو کھولا اور اپنے بڑے بھائی ازلیس کی لاش کے چودہ ٹکڑے کئے اور ان کو دور دور تک پھینک دیا۔

چنانچہ ازلیس بھاگی بھاگی واپس آئی تو اپنے شوہر کی لاش کو نہ پایا تو اس نے سورج دیتا سے فریاد کی۔ آخر سورج دیتا نے اس کی فریاد سنی اور ازلیس شوہر کے ٹکڑوں کو جمع کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کام میں اس کی بہن نفیس نے بھی اس کی مدد کی۔

کہتے ہیں آخر ان ٹکڑوں کو جوڑا گیا اور ازلیس دوبارہ زندہ ہو گیا لیکن مصر کی قدیم روایات کے مطابق مصر کے سب سے بڑے دیوتا رے نے اسے زمین کی بادشاہت کے بجائے اپنا ل کی بادشاہت عطا کی جہاں وہ مردوں کے اعمال کو میزان میں تولنے کا فرض ادا کرنے لگا۔

روایت کے مطابق قدیم مصری ازلیس دیتا کے اس لئے بھی احسان مند تھے کہ اس نے مصریوں کو نئے قسم کے اتاج اور انگوڑ سے متعارف کروایا اور ان کو شراب بنانے کا ہنر سکھایا اور مردم خوری کی رسم بند کروائی اور اس نے اپنی قوم کے لئے عظیم کارنامے سر انجام دیئے مگر رواج کے مطابق جوانی ہی میں قتل کر دیا گیا تاکہ اس کے خون اور گوشت کے زمین میں مل جانے سے اتاج کی فصل اچھی ہو۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی دوسری اقوام کی طرح مصر میں بھی انفرائ نسل کی خاطر آدمی کی قربانی کی جاتی تھی۔ اس رواج کی بکثرت مثالیں انیسویں صدی کی مائدہ قومن سے بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔

تمام دنیا کی وحشی اور نیم وحشی قوموں میں انسانی قربانی کا رواج پایا جاتا تھا۔ لوگ اس بلا نصیبوں کی لاش کو بچ سمیت دفن کر دیتے تھے اور بعض اوقات ان کے خون کو بیجوں میں مل دیا جاتا تھا تاکہ فصل اچھی ہو۔ اس رواج کی سب سے مشہور مثال ہندوستان کے علاقے اڑیسہ میں بھی ملتی ہے۔

اڑیسہ کی کھوٹ قوم بھی یہ قربانی ادا کرتی تھی اور قربان ہونے والے آدمی کو وہ "پایا" کہتے تھے۔

میریا کا منصب پانے والے کی وہ بڑی عزت کرتے تھے۔ اس کی خوب خاطر دیا جاتا تھا۔ قربانی کے دن وصول تائے بجائے ہوئے قربان گاہ کے سامنے جمع ہوتے تھے۔ یہ جگہ مندر کے قریب ہی ہوتی تھی، وہاں منتر پڑھتے جاتے تھے اور میریا کو ان کے لئے اس کی لاش کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جاتے تھے۔

اس کے بعد گاؤں کا کھیا اپنے حصے کا گوشت لے کر گاؤں کی طرف بھاگتا جاتا تھا۔ قومن کو مندر کے پرہت کے حوالے کر دیتا تھا۔ مندر کا پرہت ان کو دھنوں میں اتاتا تھا۔ ایک حصہ وہ گڑھا کھود کر وہیں دفن کر دیتا تھا اور گاؤں کا ہر مرد اس گڑھے میں لہا داتا تھا۔ تب پرہت اس پر پانی چھڑکتا تھا۔ اس رسم کے بعد پرہت دوسرے گاؤں کے ہر گھر میں تقسیم کر دیتا تھا اور ہر گھر کا سن رسیدہ آدمی اپنے ٹکڑے کو لے کر اپنے گھر میں لگا دیتا تھا۔ سر، ہڈیوں اور استروں کو چتا میں رکھ کر جلا دیا جاتا تھا۔ ان کی راکھ کیتوں میں چھڑک دی جاتی تھی۔ اس قسم کی قربانی کا رواج آسٹریلیا، انڈیا اور دوسرے ملکوں میں بھی موجود تھا۔ فلسطین، شام اور عرب وغیرہ میں بھی پلوسی بچے کی قربانی دی جاتی تھی۔

شروع میں اس قربانی کے لئے بادشاہ کو سب سے زیادہ مناسب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن قربانی کے لئے بادشاہ سے زیادہ کون موزوں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ قوم کا سب سے بڑا اور مثالی انسان بلکہ دیوتا خیال کیا جاتا تھا۔ وہ تو جسم زخیر تھا مگر شرط یہ تھی کہ وہ جوانی ہی میں بیہوش چڑھایا جائے تاکہ فصلیں بھی جوان اور تندرست ہوں۔

کچھ عرصے بعد اس میں مزید ترتیم ہوئی اور جنگی قیدیوں کو قربان کیا جانے لگا مگر رواج بھی ترک ہو گیا اور اس کے بعد جانوروں کی قربانی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا

قربانی کے ان مواقع پر کتاب اموات کو بھی پاس رکھا جاتا تھا۔ کتاب اموات دعائی دعاؤں کا مجموعہ تھی۔ یہ دعائیں امراء سلطنت کے باتویوں پر لکھی جاتی تھیں اور ہزار سے ایک ہزار قبل مسیح تک رائج رہیں۔ اس کتاب کے مطابق انسانی قربانی کی ریتوں کی بنیادی کے آغاز کے وقت منائی جاتی تھی۔ قربانی کے فوراً بعد فرعون مل لے اور تقدس کھیت میں اترتا تھا۔ اسے جوتا تھا، اس کے بعد قربانی کا خون کھیت میں بہا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ مصریوں کے قدیم آثار میں ایک مندر ایسا بھی سامنے آتا ہے جس میں فرعون عیسئس کھیت میں مل جوتا دکھایا گیا ہے۔

مصریوں کی اس کتاب اموات سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ فرعونوں کے اٹھارویں مادان کے عہد میں انسانوں کی جگہ جانوروں کی قربانی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ قربانی جانوروں میں ہرن کو بڑی توقیت دی جاتی تھی۔

موریتین سے بھی کھیتیں کس کس ازلیں خواہ دیوتا رہا ہو یا انسان یا بادشاہ، یہ واقعہ ہے اور مصری رسوم میں اس کا تعلق رواج کی افراش سے تھا۔ روایت کے مطابق رسالت نے انسان کی اوش کے ٹکڑے جگہ جگہ پھیر دیئے تھے۔ جب اس کی بیوی ازلیں نے ان ٹکڑوں کو امان کر اٹھا کیا تھا۔

رریں کا تہوار اکتوبر کے مہینے میں منایا جاتا تھا۔ مصر میں ازلیں کے دو نہایت اہم معبد تھے: ایک بوٹازس میں جو دیائے نیل کے ڈیلان پر واقع تھا اور دوسرا عیدوز میں۔ ان تہواروں میں ازلیں کی موت کی رسموں پر زور دیا جاتا تھا۔

یہ تہوار جن میں فرعون حصہ لیا کرتے تھے، ان کی دو قسمیں ہوتی تھیں: ایک ماس زری اور دوسری ڈرامائی جس میں ازلیں کے قتل اور دوبارہ زندہ ہونے کے علاوہ ان کے بیٹے حوریں اور رسالت کی جنگ اور رسالت کے قتل کے مناظر پیش کئے جاتے

مصر میں منائی جانے والی یہ زرعی ریتیں ہوائی کی ریتیں تھیں۔ حوریں کی طوائی مگر مدنی مورتی کو کبھی اور جو کے دانوں سے بھر دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ حوریں کی

مصر میں بادشاہ کو سات یا نو سال کی حکومت کے بعد قربان کر دیا جاتا تھا۔

ابتداء میں مصری قومیں بھی اپنے بادشاہ کو جوانی میں افراش فصل کی خاطر قربان کر دیا کرتی تھیں۔ البتہ فرعونوں کے برسر اقتدار آنے کے بعد اس رسم میں تبدیلی ترتیم کر دی گئی اور فرعون کے بجائے اس کا نامزد کردہ نمائندہ زراعت کی کھیت چڑھنے لگا تھا۔

ہوتا یوں تھا کہ قربانی تہوار سے چند دن قبل فرعون تخت سے دستبردار ہو جاتا تھا اپنی جگہ قربان کئے جانے والے شخص کو فرعون مقرر کر دیتا تھا۔ یہ شخص تین چار روز کے برائے نام بادشاہت کرتا تھا اور جب قربانی کا وقت آتا تھا تو موت کا دیوتا جسے مصری "انوئس" کہتے تھے، اس کے مندر کا پردہ ہٹ گیدڑ کا چہرہ لگا کر اور گیدڑ کی کھال اداہ شایہ گل میں داخل ہوتا تھا۔ گیدڑ کی کھال اور گیدڑ کا چہرہ اس لئے لگایا جاتا تھا کہ گیدڑ وہ ملک الموت خیال کرتے تھے اور عارضی فرعون کو بڑے ترک و احتشام سے اپنے ہاتھ لے جا کر قربان گاہ حاضری دیتے تھے۔

مصریوں کے پاس اس رسم کے آثار جنوبی مصر میں انیسویں صدی تک باقی رہے مصر کے شش سال کی پہلی تاریخ کو جب کہ دریائے نیل پورے شباب پر ہوتا تھا، مصر میں حکومت کا نظم و ضبط تین روز تک بالکل مفلج ہو جاتا تھا اور ہر شہر اپنا عارضی حاکم کر لیتا تھا۔ یہ عارضی حاکم تھا تو کسی خرد ملی ٹوٹی اوڑھے اور سن کی داڑھی لگائے اور اس میں عصا، لئے شعلے کے اعلیٰ افر کی رہائش گاہ پر پہنچتا تھا۔ ایک آدمی جلا اور ایک آدمی دفتری یعنی فشی کے ہمیں میں اس کے ہمراہ ہوتا تھا اور تماشاویوں کا ہجوم شور مچاتا پیچھے چلتا تھا۔

اصلی شخص اپنے اختیارات سے دستبردار ہو جاتا تھا اور فرضی احکامات صادر کر لیتا تھا۔ تین روز بعد تقریب کا رواج ختم ہو جاتا تھا اور فرضی شخص کو موت کی سزا دیا جاتی تھی لیکن اس کو واقعی پھانسی دینے کے بجائے اس کی ٹوٹی، لباس اور داڑھی کو آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔

مصری آثار قدیمہ میں ایک ایسی تصویر بھی ملی ہے جس میں فرعون کے تہاہل کو قربان کیا جا رہا ہے مگر اس کو ذبح نہیں کیا جاتا تھا بلکہ کالے ناگ سے ڈسایا جاتا تھا تب اس کے دل، پیچھے ہڈوں اور انتڑیوں کو کھیت میں دفن کر دیا جاتا تھا۔

کہ بعد میں دیوتاؤں کے گرد داستانوں کا ایک طوفان قائم کر دیا گیا تھا مگر ان کو وہ
ہماری قبولیت کبھی نصیب نہ ہوئی جو ازرلیس اور حوریں کو حاصل تھی۔ لطف یہ ہے کہ
انہائی دور میں کسی قدرتی دیوتا کا کوئی مندر بھی نہ تھا۔ رہ گیا سورج دیوتا یعنی رع
دیوتا تو وہ خالص شاہی دیوتا تھا جو فرعونوں کے پانچویں خاندان کے دور میں وجود
میں آیا۔ چنانچہ اٹھارویں خاندان سے پیشتر فرعونوں کے علاوہ کسی شخص کو سورج کی
شخص کی اجازت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگ سورج دیوتا کو پالندہ کرتے تھے اور
ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ چنانچہ شاہی نوشتوں میں تو سورج کی ثناء صفت میں زمین
ایمان کے قلابے ملائے گئے ہیں۔ البتہ عوامی روایتوں میں سورج دیوتا یعنی رع کی
تسبیح کی گئی ہے۔ مثلاً ایک روایت میں ازرلیس نے رع کو اہق بنا کر اس سے اسم
الہم کا راز معلوم کر لیا تھا اور دوسری روایت میں اسے اتا بوڑھا اور بیوقوف دکھایا گیا
مال ساری دنیا اس پر ہنسی تھی۔ تیسری روایت میں اس کی بددعا بھی کا مگر نہ ہوتی
کی بلکہ تحوت دیوتا جو علم و ہنر کا دیوتا تھا، ایک داستان میں اپنی دانائی اور ہوشیاری
میں رع کو ہرا دیتا تھا۔

بہر حال، مصر کے ان دیوتاؤں سے متعلق ایک عجیب و غریب بات یہ بھی تھی کہ
مصر کے فرعون اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں دیوتاؤں کی اولاد خیال کرتے تھے۔ چنانچہ
انہوں اپنی شادی کے بعد فرعون کی ملکہ مصر کے سب سے بڑے دیوتا رع کے مندر
میں جاتی تھی اور وہاں اس کی شب بھری کا عمدہ اہتمام کیا جاتا تھا اور وہ اپنے شوہر یعنی
انہوں کے ساتھ اپنی شادی کی پہلی شب اسی رع دیوتا کے مندر میں ہی گزارتی تھی۔
انہوں کے آثار اب بھی مصر کے اہرام میں بہت سی جگہ پائے جاتے ہیں بلکہ کندہ کئے
ہوئے ہیں اور اس کی رنگین تصویریں بھی بنائی گئی ہیں۔ ان تصویروں کے اندر مناظر کی
تصویر بھی لکھی گئی ہے۔ اسی بناء پر مصر کے فرعونوں کو رع کا اوتار تصور کیا جاتا تھا اور ان
کی ذات اتنی ہی واجب احترام اور سزاوارتہ تھی جتنی سب سے بڑے دیوتا رع
کی۔ قدیم مصری عقیدے کے مطابق بادشاہ کبھی مرتا نہ تھا بلکہ رع کے پاس چلا جاتا
میں اس عقیدے کے سیاسی مقاصد اور محرکات تو معمولی عقل کے انسان کو بھی سمجھ آ سکتے
ہیں لیکن اس کا اصل مقصد لوگوں پر دیوتاؤں کا رعب اور دبدبہ ڈالنا تھا۔

مصر کے اندر زرخیزی کے جوہر ابھار منائے جاتے تھے، ان میں تخلیق کا نکتہ کی

چاروں اولاد کی صورتوں کو بھی جو کے دانوں، چودہ قسم کے مصالحوں اور چودہ قسم کے قیمتی
پتھروں سے بھر جاتا تھا۔ پھر ان پانچوں صورتوں کو پتھر کے ایک کڑاؤ میں رکھ کر شی سے
ڈھک دیا جاتا تھا اور جب ان میں آنکھوں نکلنے لگتے تھے تو ہمت جشن بہار کی آمد کا اعلان
کر دیتا تھا۔ نژاد کے اندر اگلے والے پردوں کو ازرلیس کا باغ کہا جاتا تھا۔ اس قسم کے
متعدد باغ مصر کے بادھوں شاہی خاندان کے اہرام کے دروازوں پر بھی پائے گئے
ہیں۔ ازرلیس کے چھوٹے چھوٹے باغ امر اس مصر کے مقبروں سے بھی برآمد ہوئے
ہیں۔ جن برتنوں میں جو کے پودے لگائے جاتے تھے، ان پر ازرلیس کی شبیہ کھدی ہوئی
تھی۔ مدعا یہ تھا کہ جس طرح ازرلیس کو وہ بارہ زندگی ملی، اسی طرح اناج کے ان دانوں
کو بھی وہ بارہ نئی زندگی عطا ہوگی۔

مشہور یونانی مؤرخ ہیرودوٹس نے ایرانیوں کے دور حکومت میں مصر کا سفر کیا
تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں ان ڈرامائی اور زری رسوں اور تہواروں کا آنکھوں دکھا
حال قلمبند کیا تھا۔ وہ لکھتا ہے، جس وقت سورج ڈوبنے لگتا تھا۔ مجمع انجی لے کر مندر
کے دروازے پر کھڑا ہوجاتا تھا۔ دیوتا کا جلوس ایک دوسرے مقدس مقام سے روانہ
ہوتا تھا۔ دیوتا سواری پر بیٹھا ہوتا تھا اور ہزاروں پجاری اس کے پیچھے اٹھتیاں سنہٹا لے
بجھن گاتے چلے رہتے تھے۔ جب جلوس مندر کے پاس پہنچتا تھا تو لوگ پہلے سے وہاں
اٹھتیاں لئے کھڑے ہوتے تھے۔ وہ حراست کرتے تھے اور دیوتا کو مندر کے اندر جانے
سے روکتے تھے۔ تب دیوتا کے پجاری خائفین پر لاشیوں سے حملہ کرتے تھے اور مقابلہ
اتنا سخت ہوتا تھا کہ بہت سوں کے سر پھٹ جاتے تھے۔ مصر کا فرعون اختاتون پہلا
فرعون تھا جس نے ازرلیس کی پرستش بند کرادی تھی اور ایک اور دیوتا رع کی پرستش
لازی قرار دی تھی۔ اس وجہ سے فرعونوں کے آخری دور میں ازرلیس کو پست پشت ڈال دیا
گیا تھا اور رع نمایاں ہو گیا تھا۔ یہی رع جس کا دوسرا نام اطون ہے اور اسی سے لفظ
”فرعون“ استعمال ہوا جس کے معنی ”رع کا اوتار“ ہیں۔

جہاں تک قدیم مصری دیوتاؤں کا تعلق ہے تو مصری تاریخ کے ابتدائی دور میں
ازرلیس، ازرلیس، حوریں، سمانت اور اوتیس کے علاوہ کسی بڑے دیوتا کا سراغ نہیں
ملا۔ شروع میں مصر کے بڑے دیوتاؤں میں ان اطون اور رع کا کہیں ذکر ملتا ہے اور وہ
ایمون اور نوط کا۔ یہ دیوتا دراصل زیب داستان کے لئے تخلیق کئے گئے تھے۔ یہ درص

ہے جو دونوں ملکوں یعنی شمالی اور جنوبی مصر کو خوشحالی بخشتا ہے۔ پھر شمال اور جنوب کے بادشاہ کی طویل عمر کے لئے دعا مانگا گئی ہے اور لکھا ہے کہ فرعون نضر نے اس دعا کو از سر نو لکھوایا، کیونکہ اس کے اصل نسخے کو کینزے کھا گئے تھے، ”بادشاہ کو بھانے دوام نصیب ہو۔“ اس کے بعد حورلیس اور سات کے درمیان نزاع کا ذکر کیا گیا ہے مگر اس نزاع کا نتیجہ قتل اور خونریزی کی شکل میں نہیں نکلتا بلکہ گپ گپ یعنی زمین کا دیوتا اس جھگڑے کو اس کی اور سختی سے طے کر دیتا ہے۔

داستان میں آگے جا کر موزیس لکھتے ہیں کہ تب دل اور زبان افوم کے روپ میں ابود میں آئے، اس نے دل میں بیوٹکا اور دل سے حورلیس پناہ ہوا اور زبان سے بات پناہ ہوا یعنی پناہ نے پہلے دل میں ارادہ کیا، پھر انوم کی تخلیق کا حکم دیا۔ اس طرح دل اور زبان کا اختیار جسم کے دوسرے تمام اعضاء پر ہو گیا، وہ کہتے تھے کہ پناہ تمام دیوتاؤں، تمام جانوروں، تمام رینگنے والی چیزوں اور موشیوں میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے، سو چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے، حکم دیتا ہے۔

اس طرح دیوتاؤں کی تشکیل ہوئی اور پناہ کی نورق مکمل ہوئی۔ دراصل دل یعنی اورلیس نے جو کچھ سوچا اور زبان یعنی سات کو جو حکم دیا، اس سے پوری کائنات کا نظام بنا اور روحوں کا قیام کیا گیا۔ وہ جو غذا اور آرزو قیام پیدا کرتی ہے، اس کو انصاف دیا گیا جس کا مکمل پسندیدہ ہے اور اس کو بے انصافی دی گئی جس کا مکمل پسندیدہ نہیں ہے۔ اس کو زندگی دی گئی جو مطمئن ہے، اس کو موت دی گئی جو کناہگار ہے۔ اس طرح تمام کام اور پڑنے بازوں کی قوت اور پاؤں کی حرکت اور اعضاء کے منصب اس کے حکم کے مطابق مقرر ہوئے جسے دل نے سوچا اور زبان نے ظاہر کیا۔

مصریوں کی تیسری داستان تخلیق جو تیسرے دور میں دہرائی جاتی تھی، وہ مصر کے فادونوں کے اٹھارویں حکمران خاندان کے دور کی تھی۔ ان دنوں مصر کا دارالسلطنت حمصیر تھا جو عبیدوز کے قریب جنوب میں واقع ہے۔ حمصیر کا بڑا دیوتا رار تھا، مصریوں کا مذہب تھا کہ رع کی کشتی دن کے وقت آسمان کے سمندر میں سے گزرتی ہے اور رات کے وقت غلٹات کے سمندر میں سے۔ غلٹات کے سمندر میں ایک مہیب اژدھا رہتا ہے اس کا نام اؤفس ہے جو رع دیوتا کا جانی دشمن ہے۔ لہذا رع کے مندر میں ہر روز سورج اترتا ہے کہ یگرا اصل داستان میں بتا ہے بعد میں جوڑا گیا تھا۔

داستان بھی لوگوں کے سامنے دہرائی جاتی تھی۔ مصر کے اندر مختلف ادوار میں تخلیق کائنات کی تین داستانیں رائج رہی ہیں۔ پہلی روایت کے مطابق مصری کہتے ہیں کہ ابتداء میں پانی تھا۔ تب اس میں ایک انڈہ یا کول کا پھول نمودار ہوا۔ مدت تک یہ انڈہ یا پھول پانی پر تیرتا رہا۔ تب اس میں سے افوم دیوتا نکلا اور اس کے ہاں چار اولاد ہوئی۔ ایک کا نام شو، دوسرے کا نام طفوت، تیسرے کا نام گپ اور چوتھے کا نام نوط تھا۔ پھر شو اور طفوت نے اپنے آپ کو گپ اور نوط میں مدغم کر دیا۔ گپ کو اپنے پاؤں کے نیچے دل ابی اور نوط کو اوچا کر دیا۔ اس طرح ان کا عقیدہ ہے کہ ایسا کرنے سے زمین اور آسمان جو ابتداء میں بڑے ہوئے تھے، الگ الگ ہو گئے۔ لیکن گپ اور نوط، اریلیس اور ازلیس کے ماں باپ تھے۔ زمین اور آسمان کے جدا ہونے کی ایک نہایت حسین اور رنگین تصویر جو مصریوں کے ہاں رائج تھی، وہ موجودہ دور میں بھی برطانیہ میں لندن کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ یہ تصویر مصریوں کی کتاب اموات کے دوسرے مناظر کے ساتھ مصریات کے کمرے میں آویزاں ہے اور دسویں صدی قبل مسیح میں بنائی گئی تھی۔

یہ پہلی داستان تخلیق تھی۔ اس کے بعد دوسرے دور میں ایک اور داستان تخلیق دہرائی گئی۔ اس داستان تخلیق کا تعلق ممفس شہر سے تھا۔ ممفس آج کل تو دریائے نیل کے دامن میں قاہرہ سے چند میل کے فاصلے پر جنوب میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن اب سے چھ ہزار سال پہلے مصر کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے اس شہر کو وہی اہمیت حاصل تھی جو تورانی کے عہد میں بابل کو حاصل تھی۔ ممفس کا قدیم دیوتا پناہ تھا یعنی پانی سے نمودار ہونے والی زمین۔ گویا پناہ دراصل افوم ہی کا دوسرا نام تھا۔

ممفس کی اس داستان تخلیق کو ایک پتھر پر کندہ بھی کر دیا گیا تھا۔ اس کی تحریر کو ساتویں صدی قبل مسیح کے ہے لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ یہ داستان کم از کم ساتویں سو برس قبل مسیح کی تصنیف ضرور ہے۔ اس میں حورلیس کی رمزیہ داستان اور اس کے شجرہ نسب کو از سر نو ترتیب دیا گیا ہے تاکہ حورلیس اور پناہ کا رشتہ قائم ہو جائے۔ البتہ اس داستان میں تخلیق کے عمل کو بڑے بڑے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ یگرا اصل داستان میں بتا ہے بعد میں جوڑا گیا تھا۔

مصریوں کی اس دوسری داستان تخلیق کی تمہید میں حورلیس دیوتا کی مدح و ثنا کی گئی

مل کے قلموں کو اپنی اولاد سے زیادہ چاہتے تھے اور پتھر کی پشت کو بیوی سے زیادہ پیار کرتے تھے گوانہوں نے اپنا جادو سب سے چھپایا لیکن یہ راز ان کی تحریروں سے معلوم لیا جاسکتا ہے۔ گو وہ اب زندہ نہیں لیکن ان کی تحریروں سے معلوم کیا جاسکتا ہے ان کی تحریروں لوگ اب بھی یاد رکھتے ہیں۔ پس یاد رکھو تمہیں بھی تحریز کا علم حاصل کرنا ہوگا۔ یہ کتاب عالیشان مقبرے سے زیادہ اثر رکھتی ہے۔“

یہ تحریز پڑھنے کے بعد وہ کچھ دیر مسکراتے ہوئے کبریٰ سوپوں میں ڈوبا رہا۔ اس نے بعد اس نے بڑے پروہت کو حکم دیا کہ مندر کے اندر جس قدر ساحر اور نجوی ہیں۔ انہیں ایک جگہ جمع کیا جائے۔ چنانچہ بڑے پیجاری نے فرعون کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے سب کو ایک جگہ جمع کیا۔ سب سب جمع ہو گئے تب فرعون ان کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”معاذ اور محترم ساتھیو! میں بنی اسرائیل کی طرف سے خوف زدہ ہوں۔ اس لئے ان کی تعداد بڑھتے بڑھتے لاکھوں تک جا چکی ہے۔ مجھے اکثر و بیشتر اپنی سرحدوں پر باہر دشمنوں سے ٹھنڈا پڑتا ہے اور مجھے ہر وقت یہ خدشہ رہتا ہے کہ کہیں میری قوم کو جی میں بنی اسرائیل بغاوت و سرکشی نہ کر دیں۔ یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کریں۔ اس لئے کہ ان کے یہاں سے بھاگنے کے بعد ہمارے لئے کام کاج کون کرے گا اور ہمارے سارے کاروبار بھجھ ہو کر جائیں گے۔ تم سب اپنا حساب لگا کر تمناؤ کہ کیا میرے در حکومت میں بنی اسرائیل کوئی بغاوت اور سرکشی کریں گے یا وہ تم سے نکل کر بھاگ جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

جواب میں وہ سارے نجوی، ساحر اور دوسرے لوگ بیٹھ کر سوچ بچار کرتے رہے۔ اپنا حساب لگاتے رہے۔ اس کے بعد ایک ستارہ شناس جو شاید سب کا سربراہ اور فرعون رئیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! جو حساب ہم نے لگایا ہے، وہ یہ کہ بنی اسرائیل آپ کے خلاف ملی بڑی بغاوت اور سرکشی کو کھڑی نہ کر پائیں گے لیکن یہاں سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

اس پر پیشانی اور فکر مند کی کا اظہار کرتے ہوئے کسی قدر جستجو بھرے انداز میں فرعون رئیس کہنے لگا۔

تھیں۔ تخلیق کی یہ داستان اسی منتر کا ایک جزو ہے، اس منتر کا عنوان تھا، اپنی کھال پر جوع کا دشمن ہے اور از لرئیں کا جو زندگی خوشحالی اور تندرستی ہے۔ یہ منتر ہر روز صبح یعنی روع کے مندر میں جو دونوں ملکوں یعنی مصر کے دونوں حصوں کے بادشاہوں کا تلازم کیا جاتا تھا۔

آخر میں اس داستان کے ذریعے مصر کے لوگوں کو یہ تاکید کی جاتی تھی کہ اپنی اس اڑ دھکی کی شکل ہرے رنگ سے قرطاس پر بناؤ، اس تصویر کو ایک صندوق میں رکھو اور اس پر اپنی کھال کا نام لکھو، پھر صندوق کو کس کر بانڈھو اور آگ میں ڈال دو، ایسا ہر روز کرنا ساتھ ہی یہ منتر بھی پڑھتے جاؤ۔ رکھ کو پائیں پاؤں۔ یہ سب کچھ دو اور دن میں چار بار اس پر تم کو اور آگ میں ڈالتے وقت چار بار کہو کہ اے اپنی روع نے تجھ پر فتح پائی اور ہمارے بار کو اور پس نے اپنے دشمن پر فتح پائی اور چار بار کہو، فرعون نے اپنے دشمن پر فتح پائی۔ یہی تخلیق کی وہ رسمیں تھیں جو مختلف تہواروں کے دوران مختلف ادوار میں دہرائی جاتی تھیں۔

اپنے ان فصلی تہواروں میں حصہ لینے کے بعد فرعون نے رئیس ممفس شہر کے سب سے بڑے معبد میں داخل ہوا جو مصر کے بڑے دیوتا روع کا معبد کہلاتا تھا۔ جب وہ معبد میں داخل ہوا تو معبد کے بڑے پیجاری کے علاوہ وہاں مقیم مصر کے سب سے بڑے جادوگر شمعون نے اس کا استقبال کیا۔ شمعون کی قدر اندھا اور تاپتا تھا۔ شمعون ان جادوگروں کا سربراہ تھا جن جادوگروں کا اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ ہوا تھا۔ بہر حال بڑے پیجاری اور بڑے ساحر شمعون نے شاندار انداز میں فرعون کا استقبال کیا۔ فرعون معبد کی عمارت میں داخل ہوا اور تھوڑا سا آگے جا کر ایک دیوار کے قریب رک گیا اور اس کی نگاہیں دیوار پر لکھی ایک قدیم تحریز پر جم گئی تھیں۔ کچھ اس طرح تھی۔

”اگر تم میری باتوں پر عمل کر دو گے تو صاحب ہنر و وقار بن جاؤ گے۔ وہاں قلم جو دیوتاؤں کے بعد پیدا ہوئے، آئندہ کی باتیں بتاتے تھے۔ گو وہ اب موجود نہیں لیکن ان کے نام آج بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ انہوں نے اپنے اہرام نہیں بنائے اور نہ اس قابل ہوئے کہ اپنی اولاد کے لئے دولت چھوڑ جاتے تھے ان کا وارث ان کی تحریزیں تھیں جن میں دانائی کی باتیں لکھی تھیں۔ وہ اپنی اولاد کے

اس ستارہ شناس کی اس گفتگو کے جواب میں فرعون نے رئیس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا اسی لمحہ فرعون نے رئیس کا ایک ہرکارہ بدحواسی کے عالم میں بھاگتا ہوا رعب دیتا کے اس معبد میں داخل ہوا تھا۔ قریب آکر اس نے فرعون رئیس سے بڑی رازدارانہ اور ہوشی میں گفتگو کی۔ اس گفتگو کو سن کر رئیس کا چہرہ افسردہ اور اداس ہو گیا تھا۔ رنگ ملا پڑ گیا تھا، آنکھوں کے اندر افسردگی اور ملال چھا گیا تھا۔ پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ ناپ دیتا کے مندر سے نکل کر دریاے نیل کے کنارے اپنے قصر کا رخ کر رہا تھا۔



”تبدیل کیسے اور کیونکر ممکن ہوگی؟“ اس پر وہ ستارہ شناس کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! یہ زمانہ بڑا تغیر پذیر ہے۔ آپ کو علم ہوگا کہ شروع دور میں زراعت کو عورت سے منسوب کیا جاتا تھا۔ چنانچہ زراعت کے ابتدائی دور میں عورت ہی کی اہمیت تھی اور یہی وجہ ہے کہ زرعی پیداوار کی افزائش کی تمام ساحرائہ رئیس ماوراء النہر کے گرد گھومتی تھیں لیکن جب انسان نے ہماری ہماری اہل ایجاد کئے تو یہ کام تبدیل ہو گیا۔ اپنے انجام کو پہنچ گیا، کیونکہ اہل اور تیل کی مدد سے کاشت کاری کے جس جسمانی قوت کی ضرورت تھی، وہ فقط مردوں کو حاصل تھی۔ اہل کے ذریعے کھیتی باڑی کرنے سے زرعی پیداوار کئی گنا بڑھ گئی اور فاضل پیداوار کی خرید و فروخت کا رواج پیدا ہوا اور تجارتی لین دین میں جس نسبت سے اضافہ ہوتا گیا عورت کا اثر اقدام معاشرے میں اسی نسبت سے گھٹتا گیا، یہاں تک کہ دنیا کے اکثر پیشتر خطوں میں قریب قریب معدوم ہو گیا۔

اے بادشاہ! اسی طرح بنی اسرائیل کے اندر بھی ایک انقلاب برپا ہوگا جس طرح بیلوں کی جوڑی اور اہل نے زراعت کے اندر انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اے بادشاہ! بنی اسرائیل کے اندر بھی ایک شخص اٹھے گا جو انقلابی ہوگا۔ بنی اسرائیل کو وہ یہاں سے نکل کر لے جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اے بادشاہ جس روز ایسا ہوگا، اس روز لاکھوں انسان ایک سر زمین سے دوسری سر زمین کی طرف ہجرت کریں گے۔“

فرعون نے رئیس متشکک ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے پھر سوال کیا۔

”کیا یہ انقلاب اور تبدیلی میرے دور میں ہوگی؟“

ستارہ شناس پھر حساب لگانے لگے۔ یہاں تک کہ وہی پہلے والا بڑا ستارہ نکلا پھر بول اٹھا۔

”اے بادشاہ! اس بارے میں ہم نے حساب لگایا ہے لیکن کوئی چیز ہم پر عیاں واضح نہیں ہوتی، کچھ کام اس کائنات کے مالک کی طرف سے ایسے ہوتے ہیں جو ہم علم میں آتے ہیں نہ کسی انسان کے ذہن اس کے شعور اور لاشعور میں آتے ہیں۔ معاملہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے لیکن یہ واضح ہے کہ بنی اسرائیل ایک روز مصر سے جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

ان فتوحات سے زور کو بے حد مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس کا خزانہ زرو و جواہر سے
 آیا۔ زور پر مصر کے سب سے بڑے دیوتاؤں کے پودھوں کا بڑا اثر تھا۔ چنانچہ اس
 دن کے ایک پروہت اطوطپ کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ رفتہ رفتہ اطوطپ نے اپنے حسن
 و سفاکی سے فرعون کے دربار میں بڑا رسوخ حاصل کیا۔ وہ بڑا عالم اور فاضل آدمی تھا۔ سحر
 و جادو میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا اور انشاء پر داز اس رہتے کا تھا کہ بڑے بڑے
 و ان سلطنت اطوطپ کا نام لے کر قلم اٹھاتے تھے۔ اس کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ
 وہاں بعد جب مصر یونانیوں کے زیرِ تسلیم آیا تو انہوں نے ان زراہ عقیدت اطوطپ کو
 ان کے دیوتا بنا کر کمند میں اس کا مندر تعمیر کروایا۔ اطوطپ کو عمارتوں کا بھی بڑا شوق تھا
 و ان میں اس نے خوب مہارت پائی تھی کہ یونانی حکمران اطوطپ کے دور کے
 یونانی تعمیرات کے ماہر بادشاہ کے دروہ عمارتوں کا نقشہ پیش کرتے وقت یہی دعوئی
 کرتے تھے کہ ان کا نقشہ اطوطپ کے اصولوں کے مطابق ہے۔

اطوطپ کی سرپرستی سے فائدہ اٹھا کر رعے پر پروہت اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے
 لگا۔ انہوں نے نجی نجی زمینیں وضع کیں۔ اس کے بعد مذہبی عقیدوں میں حاشیہ
 دے جانے سب سے پہلے انہوں نے زور کو رعے کی پرستش پر آمادہ کیا۔ پھر اس شرط کے
 تحت کہ بادشاہ کے علاوہ کسی کو رعے کی عبادت کا اختیار نہ ہوگا۔ محمی سازی کی ابتداء بھی
 اہرامانے میں ہوئی اور اہرام کی تعمیر بھی مصر کی تاریخ میں اسی فرعون زور سے دور
 شروع ہوئی تھی۔

مصر کی دو چیزیں آج بھی قابلِ ذکر ہیں:

ایک دریائے نیل، دوسرے اہرام مصر۔

دریائے نیل کے ساحل پر کھڑے ہو کر پانی کی ہر موج آج بھی ماضی کے نغمے
 اٹھاتی ہوئی گزر جاتی ہے اور تصور کی آنکھ سے دیکھو تو ہر شے قلوبطرحہ درآغوشِ نظر آتی
 ہے۔ وہاں پہنچ کر انسان تاریخ کے افسانوں میں گم ہو جاتا ہے اور سوچنے لگتا ہے کہ کیا
 وہ دیا کے کنارے اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام نے قیام کیا تھا۔ مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ
 علیہ السلام سے بھاگ کر اسی دریا کے کنارے پناہ لی تھی۔ قاہرہ کے ایک قطعی کلیسا میں
 برہمچر کے تین بہت پرانے درخت اب بھی کھڑے ہیں اور عیسائی پادریوں کا کہنا ہے
 حضرت مریم نے اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ سب سے پہلے انہیں درختوں کے نیچے

فرعون رئیس جب اپنے قصر میں داخل ہوا تو قصر میں نوچہ خوانی اور شور و غما
 برپا تھا۔ اس لئے کہ رئیس کا ایک بیٹا جوہر سے بے یار چلا آ رہا تھا، سرگیا تھا۔ چنانچہ
 فرعون کو اپنے اس بیٹے کے مرنے کا بے حد دکھ اور غم تھا۔ وہ بیٹے کی ایش کے پاس
 کائی دیر تک بیٹھ کر دکھ اور غم سے اظہار کرتا رہا۔ اس کے بعد اس کی ایش کو اہرام میں
 منتقل کرنے کی تیاریاں ہونے لگی تھیں۔

اپنے مردوں کو مدفن یا اہرام میں منتقل کرنے کے متعلق یہ فرعون بڑے دور
 اندیش تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے بعد ان کے جانشینوں کی سعادت مندی کو اتنی
 فرصت نہیں ملے گی کہ وہ ان کی آرام گاہیں تیار کریں اور جس ذوق و شوق سے وہ عمارتیں
 بناتے تھے۔ اس ذوق شوق سے اُن کی اولاد کی نگر بنائے گی۔ لہذا وہ اپنے
 اہرام اور مقبرے اپنی زندگی ہی میں بنایا کرتے تھے اور اس شان سے بناتے تھے کہ
 شاہی خزانے کا بیشتر سرمایہ حیاتِ جاودانی کے انتظام ہی میں خرچ ہو جاتا تھا۔ بادشاہوں
 کے علاوہ امراء سلطنت بھی اس کی تقلید کیا کرتے تھے۔

لیکن مصر کے جن حیرت انگیز اہرام اور چٹانوں کے اندر ترشے ہوئے شاہی
 مقبروں پر بجا طور پر ناز ہے، اس کا رواج فرعونوں کے تیسرے خاندان کے بانی زور
 کے عہد سے شروع ہوا اور یہ لگ بھگ تین ہزار سال قبل مسیح تھا۔
 زور سے پہلے شاہی مقبرے کچی اینٹوں سے بنے تھے۔ اونچائی میں ریت کے
 ٹیلوں سے بڑے نہ ہوتے تھے۔ زور بڑا اولوالعزم اور عالیٰ حوصلہ فرمانروا تھا۔ اس نے
 مصر اسے سنا کے ریگستانوں میں تانبے کی کانیں دریافت کیں۔ اس زمانے میں تانبہ
 آہن اور جنگ کی صنعتوں میں وہی مقام حاصل تھا جو ان دنوں لوہے کو حاصل ہے۔
 اپنے لشکر کو دروازہ عاقوں کی طرف اس نے بھیجا۔

آرام کیا تھا۔

یہی وہ دریائے نیل ہے جس کے کنارے زمین کا محل اور اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ یہی وہ دریا ہے جس میں فرعون اٹھائوں اپنی ملکہ کے صراہ کو نکلتا تھا۔

یہی وہ دریائے نیل ہے جس کے اندر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شیر خوار لہروں کے پر دکایا تھا۔

یہی دریائے نیل ہے جس کے کنارے دارا و سکندر کے لشکر ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہوئے تھے۔

دریائے نیل ہی کے کنارے جولیس سیزر اور انتونی نے عیشِ نشاط کی مجلسیں منگوائیں تھیں۔ مامورِ صحابی اور نایاب سالار عمرو بن العاص بیٹھتے ہی دریا کے کنارے قیام کا تھا اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسی دریا کے کنارے کھڑے ہو کر صلیبیوں کو لڑا لڑا تھا۔

دوسری قابلِ دید شے مصر کے اہرام ہیں۔ مصر کے فرعونوں کے اہرام بھی اسی طرح کے مغربی ساحل پر واقع ہیں۔ ان کا سلسلہ قاہرہ کے جنوب میں دور تک چلا گیا ہے۔ بعض اہرام بالکل نیست نابود ہو چکے ہیں۔ چبوتروں کے علاوہ ان کے کوئی آثار بھی نہیں، البتہ چار پانچ اہرام اب بھی کچھ حالت میں ہیں۔ ان میں سب سے پرانا اور بڑا آثار کے نزدیک سب سے شاندار زوسر کا اہرام ہے۔

زوسر کا ہرم مصر کے قدیم دارالسلطنت ممفس کے نواح میں سکارہ کی پہاڑیوں پر ہوا ہے۔ یہ جگہ قاہرہ سے تقریباً پندرہ میل دور ہے، کسی زمانے میں دریائے نیل سکارہ کی ان پہاڑیوں کے نیچے سے گزرتا تھا لیکن اب مشرق کی طرف پانچ چھ میل دور ہوتا گیا ہے۔ سکارہ ہرم پتھری کی ایک پانچ منزلہ عمارت ہے جو کسی مستطیل شکل کی مانند ہے۔ چوڑی ہے، بتدریج چلی ہوئی چلی گئی ہے۔ دراصل یہ ہرم ایک نہایت وسیع چوڑی پر قائم ہے۔ اس چوڑے کا ہر ضلع ایک سو ستائیس فٹ لمبا ہے اور اس کے اوپر چاروں طرف تھوڑی تھوڑی جگہ چھوڑ کر دوسرا چوڑا بنا ہوا ہے۔ اسی طرح چوٹی تک اوپر پانچ چوڑے ہیں۔ اسی لئے زوسر کے ہرم کو ہرم المدرج کہتے ہیں۔ زمین کی ایک کھدائی سے دوسری سطح تک کا فاصلہ تقریباً پچیس چھتیس فٹ ہے۔ یہ ہرم زوسر کے زمانے کا

ہو، اس طرف عمارتوں سے گھرا ہوا تھا۔ ان عمارتوں میں تجنیز اور تھنیز کی مختلف رسمیں ادا کی جاتی تھیں۔ ایک صدر دروازہ تھا جس کے اندر سے لاش کا جلوس نکلتا تھا۔ ایک گلی تھی جس کے اندر استیزاں اور جسم کے اندر کی غالتین دفن کی جاتی تھیں۔ ہرم غالباً ہی ایک مندر تھا اور مندر سے ملے ہوئے پروہتوں کے حجرے بھی تھے۔

ہرم میں جانے کا راستہ نہایت تنگ اور سطح زمین سے نیچے تھا۔ اندر داخل ہونے کے لیے بعد دیگرے تین دروازوں سے گزرتا پڑتا تھا۔ بادشاہ کی قبر ہرم کے نیچے کھدائی میں تھی۔ وہ نہایت خوش منظر کمرے تھے۔ تقریباً سولہ فٹ چوڑے، اسی ہی انداز میں بڑی بڑی پتھر کی سلوں کی ترشی ہوئی ہیں۔ سلوں کے درمیان چٹائی کا چونا پڑا ہوا ہے۔ چبوترے نظر نہیں آتی۔ پتھری سے سلیں آپس میں اس طرح ملی ہوئی ہیں کہ پانچ ہزار فٹ گزرنے کے بعد بھی بال برابر جوف یا درز نہیں ملتی۔ چھت کو دوکنے کے لئے ستون لگائے ہیں۔ اور نہ بلیاں ہیں بلکہ چھت کی سلیں ایک دوسرے میں پوسٹ ہیں۔ ان کی سب دیواروں پر چھت سے فرش تک زوسر کے کارنامے مصر کے تصویری نگار میں بڑی صفائی سے کندہ ہیں۔ بادشاہ کی تصویر بڑی سادہ ہے۔

ہرم حال فرعونوں کے بننے کی لاش کو شام تک میں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ اس دور میں سازی کے لئے مصر میں دو طریقے رائج تھے: پہلا یہ کہ سب سے پہلے ایک کھدائی سے مردے کا مغز تھنوں کے راستے نکال لیا جاتا تھا۔ مغز کا حصہ اندر رہ جاتا تھا۔ اس کو اس دور کی دوا میں اندر ڈال کر خازن کر دیا جاتا تھا۔ پتھری کی تیز پتھر سے بعد ایک طرف گہرا شکاف ڈالا جاتا تھا اور استیزاں نکال لی جاتی تھیں، اس کے بعد اندر اور باہر سے مجبور کی شراب سے خوب دھویا جاتا تھا اور لوہان کی دھونی دیتے تھے۔ ان کے بعد لوہان، تیز پات اور دوسرے خوشبودار مصلحوں کا مسخوف لاش کے اندر ڈالا جاتا تھا اور شکاف اور سوراخوں کو سی دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد لاش ستر دن تک ان کے پانی میں ڈوبی رہتی تھی۔ ستر دن کے بعد لاش کو غسل دیا جاتا اور عمدہ لٹھے کی دھونے لگا کر لاش کے گرد لپیٹ دی جاتی تھیں۔ تب لاش کے دروازے لاش کو نکلیں گے۔ اس میں جو انسان کی شکل کا ہوتا تھا، رکھ دیتے تھے اور بکس کا ڈھکنا بند کر کے اس میں دفن کر دیتے تھے۔

دوسری قسم کی ممی سازی کا طریقہ عام لوگوں کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اس کی

صاف کر دیا کرتے تھے، مصریوں نے ویٹاؤں کا مرتبہ دے رکھا تھا۔
ان قدیم مصریوں میں اس بات پر بھی اتفاق نہیں تھا کہ مرنے کے بعد جسم اور
ہاں، سری دنیا میں چلے جاتے ہیں یا فقط جان ہی کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے اور اگر جسم
میں، سری دنیا میں زندہ رہتا ہے تو مجموعی طور پر جسم کا کوئی حصہ یا پورا۔

بعض قبیلہ چیمبرلین کی رسم بھی بڑے پیمانے پر مناتے تھے، یہ رسمیں خود واضح
ہیں تھیں کہ ان لوگوں کے عقیدے کے مطابق جسم مرنے کے بعد بھی فنا نہیں ہوتا، اگر
تو نہیں یقین ہوتا کہ مردے کا جسم احساس، ارادے اور عمل سے ہمیشہ کے لئے محروم
ہوتا ہے تو شاید وہ اپنے مردے کی مٹی نہ بناتے اور نہ ان کے مقبرے اور ابراہام تعمیر
تے اور نہ ہی وہ مردے کے ساتھ اس کی ضروریات کی چیزیں بھی دفن کرتے۔

روح کے بارے میں بھی ان کے عقیدے یکساں نہیں تھے۔ بعض گروہوں کا
یہاں تھا کہ روح دراصل انسان کا سایہ ہے جو مرنے کے بعد غائب ہو جاتا ہے۔ بعض کا
یہاں تھا کہ انسان کا نام ہی اس کی روح ہے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ روح انسان کے
ہاں میں رہتی ہے جو احساس کا مرکز ہے۔ بعض لوگ روح کو برہنہ سمجھتے تھے اور ان کا
یہاں تھا کہ یہ طائر جب قفسِ مصری سے پرواز کر جاتا ہے تو انسان مر جاتا ہے اور قدیم
مصریوں کو 'کا' کہہ کر پکارتے تھے۔

بہر حال چیمبرلین کی رسمیں یوں تو برہنہ میں موجود ہیں لیکن اپنے مردے کو
ان کے سلسلے میں جو اہتمام مصری قوم کیا کرتی تھی، اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔

دراصل مصریوں نے اس رسم کو ایک فن بنا لیا تھا۔ اسی فن کے نمونے یعنی میاں
اور بیس، لندن، نیو یارک، بوٹن اور برمنگھم کے عجائب گھروں میں ان تعداد پائی جاتی
ہیں۔ مصریوں کی ہنرمندی اور ذوقِ بھال کا بہترین نمونہ ہے۔

ان کے علاوہ قاہرہ کا عجائب خانہ تو میوں اور تابوتوں سے اناڑا ہے۔ وہاں شاید
دنیا کی ہر جگہ میں دس بارہ میاں الماریوں میں نہ رکھی ہوں اور دو چار تابوت
ان کے سہارے نہ کھڑے ہوں۔ عجائب خانے کی زیریں منزل میں تو بکثرت
تعداد در قطار زمین پر رکھے ہوئے ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم کسی قتل گاہ
پر پہنچ گئے ہوں، جہاں لاشوں کو ترتیب سے لٹا دیا گیا ہو۔ بعض تابوتوں نے چاندی
اور بعض پر سونے چاندی کے پانی سے منظر کشی کی گئی ہے، بعض تابوت سیاہ پتھر

اش میں شگاف دے کر پیٹ کا لمبہ نکال لیا جاتا تھا۔ اس کے بعد پیٹ کو صاف کر
جاتا تھا۔ پیٹ کو صاف کرنے کے بعد لاش کو ستر دن کے لئے شورے کے پانی میں ڈال
جاتا تھا۔ اس کے بعد پیٹ کے اندر جو تیل بھرا جاتا تھا، وہ نکالا جاتا تھا، شورے
ڈوبنے کی وجہ سے اش میں کھال اور ہڈیوں کے علاوہ کچھ باقی نہ رہتا تھا۔ اس کے بعد
اش پر وہی لٹے کی بنیاد لپیٹ کر مصالحہ بھر کر دوتا کے حوالے کر دی جاتی تھی۔
اش کو دفنانے کے بعد وہاں کے دروازوں کو سلوں سے چن دیا جاتا تھا مگر چنل
طریقہ عجیب و غریب تھا، وہ اس طرح کہ دروازے کے سائز کی ایک سل کو لکڑی
چوڑھٹ پر قائم کیا جاتا تھا اور پھر لکڑی کو آگ دی جاتی تھی۔ لکڑی جب جل جاتی
سل خود بخود پھسل کر نیچے آ جاتی تھی اور دروازہ بند ہو جاتا تھا۔ یہی عمل ہر دروازے کے
لئے کیا جاتا تھا۔

جس طرح مٹی سازی کی ابتدا فرعون زمر سے ہوئی تھی اور اسی طرح ابراہام
تعمیر کا سلسلہ بھی فرعون زمر سے ہی شروع ہوا تھا۔ اس سے پہلے قدیم مصری
طریقہ سے واقف تھے اور نہ وہ ایسا کرتے تھے اور اس کی کچھ وجوہات بھی تھیں۔

دراصل پانچ سے چھ ہزار برس پہلے دریائے نیل کی کئی ہزار میل لمبی وادی
مختلف قبیلہ ایک دوسرے سے الگ تھک رہتے تھے۔ ان کو اپنی روزمرہ کی زندگی
دور افتادہ مقامات کے باشندوں سے رابطہ اور تعلق برحانے کی خواہش اور ضرورت
تھی۔ اس کے علاوہ آمد و رفت کے ذرائع بہت محدود تھے۔ کشتی ان کی سواہی تھی اور
بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں بعض اوقات کئی گھنٹے لے جاتی تھی۔
برآں بیرونی قبیلہ بھی آس پاس کے علاقوں سے آ کر آباد ہوتے رہتے تھے۔ ان علاقوں
کے عتقاد اور رسم و رواج قدیم باشندوں سے مختلف ہوتے تھے۔ ان عتقاد کا اثر
آبادی پر بھی پڑتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم مصریوں کے عتقاد میں یکسانیت
بڑا فرق ملتا ہے۔

اس بنا پر قدیم مصری اپنے مردوں کو نہ مٹی میں تبدیل کرتے تھے، نہ ابراہام
کرتے تھے بلکہ اپنے مردوں کو خوراک اور برتن بھانڈوں سمیت دفن کر دیتے تھے۔
بعض قبیلہ لاشوں کو دریا میں بہا دیتے تھے یا صحرا میں پھینک دیتے تھے جہاں گدھے
نبیل کو لاش کو کھا جاتے تھے۔ ان پرندوں کو جو تمام غلامتوں اور گندگیوں کو

کے ہیں اور بعض لکڑی کے۔ ان کے سرخ، زرد اور نیلے سیاہ نقش و نگار تین چار ہزار برس گزرنے کے باوجود آج بھی نہایت روشن اور تازہ ہیں۔ یہ تابوت ظاہر ہے بادشاہوں، شہزادوں اور امراءے دربار کے ہیں جو اہراموں سے برآمد ہوئے ہیں۔ عام مصریوں کے پاس اتنی دولت کہاں تھی جو موت کے حسن و زیبائش پر بے دریغ خرچ کرتے۔ مصریوں کے تابوت خواہ سوئے چاندی کے ہوں یا پتھر لکڑی کے، انسان کے سر اور ہڈی کی ہو بہو نقل ہوتے تھے اور تابوت کا چہرہ مردے کی شکل کا چہ ہوتا تھا۔ مردے کی کسی اسی تابوت میں بند کر کے پتھر کے حصار میں دفن کر دیا جاتا تھا اور مصریوں کے اسی نوعیت کا نتیجہ ہے کہ عجائب گھروں میں آج بھی بے شمار ایسی میاں ہیں جن کا گوشت مدتوں سڑ گھل گیا مگر کھوپڑیاں اور ڈھانچے ویسے کے ویسے ہی باقی ہیں اور بعض ڈھانچوں، لکھوں کی پٹیاں اس تک بدستور رہی ہوئی ہیں۔ مٹی سازی مصریوں کا نادر روزگار فن تھا۔ اس فن کو انہوں نے تجارتی راز کی طرح اپنے سینے میں محفوظ رکھا۔ البتہ جب مصری نصرائیوں کا غلبہ ہوا تو مصری تہذیب کے ساتھ مٹی سازی کا نیز بھی موت کے لمبوں کے دب کر ختم ہو گیا۔

بہر حال فرعون رعیمس کے مرنے والے بیٹے کو بھی سوئے کے تابوت میں ۵ کر کے اہرام کے ایک خانے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔



حتیوں نے پہلے سیتانیوں کی سرحدوں پر چھوٹی موٹی جھڑپوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور یہ سلسلہ حتیوں کے چھوٹے سالاروں کی طرف سے شروع کیا گیا تھا۔ ان جھڑپوں کا جواب دینے اور حتیوں کو اپنی سرزمینوں میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا نے بھی اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کو کئی چھوٹے پونے لشکر دے کر سرحدوں کی طرف روانہ کیا تھا جنہوں نے حتیوں کو اپنے علاقوں میں داخل نہیں ہونے دیا۔ کچھ عرصہ تک یہ چھوٹی موٹی جھڑپیں حتیوں اور سیتانیوں کے درمیان جاری رہیں اور ان جھڑپوں کے سلسلے میں حتیوں کا بادشاہ متوشلیش جو مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا جب وہ نہ کر سکا تب اس نے اپنے دونوں بڑے سالاروں گودر اور نبوش کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر اپنے مرکزی شہر خوشاش سے روانہ کیا تھا۔

چونکہ سیتانیوں کے خبر بھی بڑی جانفشانی اور تہیہ سے کام کر رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنے حکمران متی وزا کو اطلاع کر دی کہ حتیوں کا ایک بہت بڑا لشکر دو بڑے سالاروں گودر اور سنوش کی سرکردگی میں سیتانیوں کی سرحدوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ صورت حال یقیناً سیتانیوں کے لئے تشویش ناک تھی۔ لہذا متی وزا نے غلباش، بیاس اور دوسرے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد آخر یہی فیصلہ کیا کہ بیاس اور غلباش ایک خاصہ بڑا لشکر لے کر سرحدوں کی طرف جائیں گے اور حتیوں کے سالار گودر اور سنوش کا مقابلہ کریں گے۔

جنگوں کا یہ سلسلہ چونکہ طویل بھی ہو سکتا تھا، لہذا سیتانیوں کے بادشاہ متی وزا نے اپنے سالاروں اور لشکریوں کو اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں لشکری ہی نہیں بلکہ بیاس اور غلباش بھی یہی فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ اپنی بیویوں اور بچوں کو اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ اس کے لئے

لے نکلے، دونوں میاں بیوی لشکر سے نکلنے کے بعد حلیوں اور اپنی سرحد کے ساتھ ساتھ اس طرف اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے چلے گئے تھے۔ وہ حلیوں کی حدود میں داخل نہیں آئے تھے۔ اپنی سرزمینوں ہی میں تھے لیکن چونکہ ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ باغ اپنے لشکر سے وہ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ کچھ جوہن کی تعداد چار پانچ کے ایک تھی، اچانک گھات سے نکلے۔ انہوں نے ایک دم سیاسی پر حملہ آور ہو کر اس کا ساتھ کر دیا جب کہ سریان کو وہ زبردستی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

لحیان اور یوریمادو بہن بھائی اپنے خیمے میں کافی دیر تک سریان اور سیاسی کا غدار کرتے رہے جب کافی دیر بعد بھی وہ نہ آئے تب دونوں بہن بھائی پریشان ہوئے۔ اس موقع پر یوریمادو لحیان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میرے بھائی! بابا اور اماں ابھی تک نہیں آئے۔ پہلے کبھی وہ اتنی دیر تک گھڑ داری کے لئے نہیں گئے۔ دیکھو سورج غروب ہونے کے لئے جھک رہا ہے اور میں اب مغرب کی طرف دیکھتی ہوں تو دور دور تک بابا اور اماں کے آنے کے کوئی نشانات نہیں ہیں۔ بھائی آؤ ہم طباش کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ بابا اور اماں کا پتا لائیں۔“

لحیان نے اپنی چھوٹی بہن یوریمادو کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ دونوں ان بھائی اپنے خیمے سے نکلے اور ساتھ والے خیمے میں داخل ہوئے جو طباش کا تھا۔ اس وقت طباش اپنی بیوی بلسان، بیٹے مولک اور ماروں کے ساتھ بیٹھ کر موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ لحیان اور یوریمادو جب خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئے، تب بڑی محبت اور چاہت میں ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے طباش بول اٹھا۔

”میرے بچو! کیا بات ہے، آگے آ جاؤ۔ تم خیمے کے دروازے پر آ کر رک کیوں کہہ رہے ہو۔“

اس موقع پر طباش کی بیوی بلسان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ خیمے کے دروازے والی۔ پہلے یوریمادو کا ہاتھ پکڑا دوسرا ہاتھ لحیان کے شانے پر رکھا، پھر بڑی محبت میں کہنے لگی۔

”تم دونوں بہن بھائی اندر آؤ، کیا معاملہ ہے؟“

اس موقع پر یوریمادو طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

سیاس کی ماں طامہ نے بھی اسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس لئے کہ اس کی غیر موجودگی میں طامہ اور برزہ دونوں گھر کی دیکھ بھال کر سکتی تھیں جب کہ ان کی مدد کے لئے طباش کی ماں شیرات اور بہن پائش بھی موجود تھیں۔ اس لئے کہ پائش کی شادی طباش کی حویلی کے ساتھ ہی رہنے والے ایک نوجوان سے ہو چکی تھی اور وہ بھی اپنی ماں کے علاوہ سیاسی کی ماں اور برزہ کا خیال رکھتی تھی۔ یوں اپنے لشکر کو لے کر سیاسی اور طباش اپنی سرحدوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اس حالت میں کہ سیاسی کے ساتھ اس کی بیوی سریان بیٹا لحیان اور بیٹی یوریمادو موجود تھے۔ لحیان اور یوریمادو کافی بڑے ہو چکے تھے۔ دوسری طرف طباش کے دونوں بیٹے مولک اور ماروں اپنی ماں بلسان کے ساتھ لشکر میں شامل تھے۔

حلیوں کا لشکر ابھی سیتانوں کی سرحدوں پر پہنچا ہی تھا اور سترتا رہا تھا کہ اس کے ایک دو دن بعد سیاسی اور طباش بھی اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچ گئے اور حلیوں کے لشکر سے چند فرلانگ کے فاصلے پر انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا۔ اس طرح حلی جو پہلے یہ خیال کر رہے تھے کہ سرحدوں پر جانے کے بعد وہ کچھ دیر آرام کریں گے، اس کے بعد سیتانوں کے علاقوں کے اندر ترک تازہ اور یلغار کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ سیتانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچائیں گے بلکہ ان کے علاقے کے اندر تاجا ہی اور بڑی کھیل بھی کھیلیں گے لیکن جب ان کے استراحت اور آرام کرنے کے دوران ہی سیاسی اور طباش دونوں اپنا لشکر لے کر ان سے چند فرلانگ کے فاصلے پر خیمہ زن ہو گئے، تب حلیوں کے بڑے سالاروں گورد اور سنوش کو بڑی مایوسی ہوئی تھی۔ اس لئے کہ سیاسی اور طباش کا نام ہی ان کو خوف زدہ کرنے کے لئے کافی تھا، اس لئے کہ سیاسی اور طباش دونوں ماضی میں حلیوں کے ان دونوں سالاروں کو کوئی مواقع پر شکست کے وارنٹ لگا چکے تھے۔

یوں سرحدوں پر چند روز تک حلیوں اور سیتانوں کے درمیان چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہی، اس لئے کہ حلیوں کے سالار گورد اور سنوش کو بڑی اندکراؤ چاہتے ہی نہیں تھے۔ اس لئے کہ یہ ساری جدوجہد تہی ایک مقصد اور اپنا ایک مدعا حاصل کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اس طرح جھڑپوں کا یہ سلسلہ دنوں کے بجائے ہفتوں تک طویل ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ قسمت نے حلیوں کا ساتھ دیا۔ ہوا یوں کہ ایک روز سریان اور سیاسی دونوں میاں بیوی اپنے بیٹے لحیان اور بیٹی یوریمادو کو خیمے میں چھوڑ کر گھر دوڑ کے

۲۔ سریان کا نہ وہاں کوئی اتنا پتا تھا اور نہ ان کا وہاں گھوڑا تھا لیکن ہم نے گھوڑوں کے ان سے جو اندازہ لگایا، وہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے امیر سیاس کو قتل کیا ہے اور سریان اٹھا کر لے گئے ہیں، ان کے گھوڑے حقیوں کے لشکر کی طرف گئے تھے۔“

اس لشکر کی کا یہ جواب سن کر طباش جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اسی لمحہ ایک آواز گھوڑے کو دوڑاتا ہوا وہاں آیا تھا۔ طباش کے قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اترا، اپنی فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”محترم طباش! سب سے ہولناک خبر ہمارے لئے یہ ہے کہ امیر سیاس مارے جا چکے ہیں اور جو خبر میں لے کر آیا ہوں، وہ عجیب ہے اور وہ یہ کہ حتی اپنا پڑا اٹھا کر ہاں سے واپس چلے گئے ہیں۔“

یہ خبر سن کر طباش گہری سوچوں میں کھوجیا تھا۔ پھر اپنے ارد گرد جمع ہونے والے ساتھیوں سے رابطہ کر کے کہنے لگا۔

”گتا ہے حقیوں کا یہ لشکر کسی خاص مقصد کے تحت ہمارے سرحدی علاقوں کی طرف آیا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ اس تاک میں رہے ہیں کہ کب سیاس اور سریان دونوں میں سے کسی کو پڑاؤ سے نکالیں اور وہ اس پر حملہ آور ہو کر سیاس کا خاتمہ کر کے سریان اپنے ساتھ لے جائیں۔ میرے خیال میں حقیوں کو پتا چل گیا تھا، ان کے بادشاہ ویش کی بیٹی سریان سیاس کی بیوی ہے۔ لہذا انہوں نے یہ انتقام لیا۔ سیاس کا مارتہ کر کے سریان کو زبردستی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے ہیں لیکن وہ ہمارے انتقام سے نہیں گئے۔ کائنات کے مالک اور محترم خداوند قدوس کو منظور ہوا تو ہم سیاس کے ہلاک ہونے سے انتقام بھی لیں گے اور اپنی بہن سریان کو بھی واپس لے کر آئیں گے۔“

اس موقع پر لیان اپنے آئسو پو نیچتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

”اے عمر! یہ کام میں اب خود کروں گا۔ حقیوں نے اگر میرے باپ کو قتل کیا ہے تو (میں) بچ نہیں پائیں گے، اگر وہ میری ماں کو اٹھا کر لے گئے ہیں تو میں نہ صرف اپنی

۳۔ حاصل کروں گا بلکہ انہیں ایک ایسا جگہ کا لگاؤں گا جسے وہ زندگی بھر یاد رکھیں گے اور یہ ان کے لئے ایسا زخم ہوگا جو صدیوں تک منڈل نہ ہونے پائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لیان جب خاموش ہوا تب مولک اور مارون دونوں اس

”اماں اور بابا کافی دیر پہلے گھڑ دوڑ کے لئے گئے تھے، ابھی تک لوٹ کر نہیں آئے۔ دیکھیں سورج غروب ہونے والا ہے۔ اتنی دیر کبھی بھی وہ خیمے سے باہر نہیں رہے۔“

یوریمیا کے ان الفاظ پر طباش بھی فکر مند ہو گیا تھا اور اس کی یہ حالت دیکھ کر ہوئے، اس کے دونوں بیٹے مولک اور مارون بھی پریشان ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ طباش اپنی جگہ پر اٹھا اور کہنے لگا۔

”میرے بچے! تم سب بیٹھو، پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں کچھ لوگوں کو بھیجتا ہوں، وہ تمہارے بابا اور اماں کا پتا کرتے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی طباش خیمے سے نکلا اور کچھ جوانوں کو اس نے مغرب کی طرف روانہ کیا تاکہ سیاس اور سریان کا پتا کریں۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سیتانوں کے پڑاؤ کے اندر یہ روح فرسا خبر پہنچی کہ ان کے سالار اعلیٰ سیاس کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور اس کی بیوی سریان کو کوئی والا کر لے گیا ہے۔ یہ خبر اس وجہ سے پھیلی تھی کہ اسی وقت وہ لشکر کی جنہیں طباش نے سیاس اور سریان کا پتا کرنے کے لئے بھیجا تھا، وہ سیاس کی لاش لے کر پڑاؤ میں داخل ہوئے تھے۔

یہ خبر سن کر طباش کے علاوہ لیان، یوریمیا، بلسان، مولک، مارون چاروں بھائی ہوئے ایک طرف گئے۔ آنے والوں نے لاش کو لاکر سیاس کے خیمے سے باہر رکھا تھا۔ اس لئے کہ جو بیٹی سیاس کے مارے جانے کی خبر پہنچی، ایک طرح سے سارا لشکر سیاس کے خیمے کے باہر جمع ہو گیا تھا۔ اس موقع پر طباش کچھ دیر تک بڑی فکر مندی سیاس کی لاش کو دیکھتا رہا۔ یوریمیا اور لیان دونوں بہن بھائی لاش کے پاس بیٹھے ہلکی طرح رو رہے تھے۔ یہی حالت طباش کے دونوں بیٹوں مولک، مارون اور اس کی بہن بلسان کی تھی۔ آخر طباش نے ان لوگوں کی طرف دیکھا جو طباش کی لاش لے آئے تھے۔ پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ لاش تمہیں کہاں سے ملی؟“

اس پر ان میں سے ایک بولا ”در طباش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔“

”امیر! سیاس کا گھوڑا اکڑا تھا اور قریب ہی ان کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ان کی

۱۔ اور ہرزہ کے غم اور دکھ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ سینانیوں کا بادشاہ متی ورا کافی دیر تک ماں کی حویلی میں رہا۔ اس کی ماں کے علاوہ سیاسی کے بیٹے اور بیٹی کو تسلی دیتا رہا۔
۲۔ لے بعد ہزاروں لوگوں کی آہوں اور سکیوں میں سیاسی کو دفن کر دیا گیا تھا۔



کے پاس آئے۔ دونوں نے اپنا ایک ایک ہاتھ لیٹان کے شانے پر رکھا۔ اس موقع پر مولک بے پناہ غصے اور غضب ناک کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”لیٹان! یہ کام تم اکیلے نہیں کرو گے، سیاسی ہمارے غم تھے۔ ان کا انتقام لینا ہم دونوں بھائیوں پر بھی واجب ہے۔ لہذا میرے بھائی! جس کسی نے بھی تمہارے باپ کو قتل کیا ہے، وہ ہر صورت میں قتل ہو کر رہے گا، چاہے وہ کہیں بھی چلا جائے۔“ اپنے مولک کی اس گفتگو سے طباش بھی مطمئن ہو گیا تھا۔ اس موقع پر لیٹان آگے بڑھا، اپنی چھوٹی بہن یوریا کو اس کے شانوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا، اس کے سر پر بندھے رد مال سے اس کا چہرہ صاف کیا، پھر کہنے لگا۔

”میری بہن! چپ ہو جا، جو کچھ تم پر ہتھیار بیت چکی لیکن ہم اس کا انتقام ضرور لیں گے۔“

اپنے بھائی کے یوں سنبھالا دینے پر یوریا نے اپنے آپ کو کسی حد تک سنبھال لیا تھا۔ پھر طباش اپنے ارد گرد جمع ہونے والے اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”میرے عزیز ساتھیو! گتا ہے یہ جتنی اپنے لشکر کو لے کر ہماری سرحدوں کی طرف ایک مقصد کے تحت آئے تھے اور یہ مقصد یہی تھا کہ سیاسی کا خاتمہ کر کے وہ اپنے بادشاہ کی بیٹی سریان کو اپنے ساتھ لے جائیں چونکہ جتنی اب لشکر لے کر واپس جا چکے ہیں۔ لہذا ہمارا یہاں قیام کرنا بے سود ہے۔ میرے بھائی! کوچ کی تیاری کرو تا کہ ہم بھی سیاسی کی لاش لے کر واپس اپنے شوکانی کا رخ کریں۔“

طباش کے اس حکم پر چھوٹے سالار فوراً حرکت میں آئے اور تھوڑی دیر بعد سینانیوں کا لشکر طباش کی سرکردگی میں اپنے سرحدی علاقوں سے اپنے مرکزی شہر اشوکانی کا رخ کر رہا تھا۔

سیاسی کی لاش جب اشوکانی شہر میں داخل ہوئی تو لوگوں کو بتا چلا کہ ان کا ہر دل عزیز سالار دھوکے سے قتل کر دیا گیا ہے اور اس کی بیوی کو جتنی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ جب شہر میں دکھ اور غم سے ایک کھرا م سا بچ گیا تھا۔

حتیٰں کہ بادشاہ متی ورا خود لاش دیکھنے آیا تھا۔ لاش کے ساتھ وہ اپنے سالاروں اور امراء کے ساتھ سیماس کی حویلی میں داخل ہوا۔ ساتھ ہی اس نے لیٹان اور اس کی بہن یوریا کو بھی کافی تسلی دی۔ سیاسی کی لاش جب اس کی حویلی میں داخل ہوئی

انامہ مولش تھا۔ مولش کے بھائی اور موجودہ عتیوں کے بادشاہ متولیش نے بابل شہر تاج کیا تھا اور بابل میں اپنا ایک لشکر چھوڑ کر متولیش جب اپنے مرکزی شہر خوشاش اطراف پلٹا تو اس وقت اس کی ایک بیٹی بھی اس کے ساتھ تھی جس کا نام سریان ہے۔ اسے میں سیتانیوں کے سالار سیاسی اور طباش ان پر حملہ آور ہوئے۔ ان دونوں کے مارے ہوئے سے عتیوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ انہیں شکست ہوئی، سیاسی اور طباش عتیوں کے رسد کے سارے سامان پر بھی قبضہ کر لیا اور اس قبضے کے دوران عتیوں کی آمدنی سریان بھی سیتانیوں کے ہاتھ لگ گئی جو اس وقت لشکر کے پچھلے حصے میں سفر کر رہی تھی۔ اسے سیتانیوں کے سالار سیاسی نے گرفتار کیا تھا۔“

”سیاس اسے اپنے ساتھ اپنے مرکزی شہر اشوکالی لے گیا اور اس کے ساتھ یہ سامان لے ہوا تھا کہ گرفتار ہونے والی حتی شہزادی سریان سیاسی کی ماں کے پاس دو سال رہے گی، اس کی خدمت کرے گی، اس کے بعد اسے واپس عتیوں کے مرکزی شہر خوشاش کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔“

سریان نام کی اس لڑکی نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ چنانچہ سیاسی کے ہاں رہنے لگی۔ اسے بادشاہ اس کے بعد یہ ہوا کہ وہ سریان، سیاسی کو پسند کرنے لگی۔ اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اپنی مرضی اور اپنی خواہش سے اس نے سیاسی سے شادی کر لی اور اس سے دو بچے بھی ہوئے، ایک بیٹا جس کا نام حامیان ہے اور ایک بیٹی جس کا نام یوریمہ ہے۔ یہ دونوں بچے ابھی جوان نہیں ہوئے۔ اسی دوران بنے بادشاہ متولیش نے آدنی سریان کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ آخر حتی ہرکاروں اور مخبروں نے اپنے بادشاہ متولیش کو یہ خبر دی کہ اس کی بیٹی نام جس کا سریان ہے، ان دنوں سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکالی میں ہے اور وہاں کے سالار سیاسی کی بیوی ہے۔ چنانچہ متولیش نے ایک حربہ آزمایا۔ اس نے سیتانیوں کی سرحدوں پر چھپ چھپ جھاڑ شروع کر دی۔ پھر اس نے بعد اپنا ایک بہت بڑا لشکر سرحد پر پہنچایا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے سیاسی اور طباش بھی گئے تھے۔ یہاں غلطی یہ ہوئی کہ سیاسی اور طباش دونوں اپنے اہل خانہ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور سرحد پر قیام کے دوران ایک روز سیاسی اپنی بیوی سریان کے ہاتھ پر داؤے باہر نکل کر رہا تھا، عتیوں نے سیاسی کو قتل کر دیا۔ سریان کو اٹھا کر اس کے مرکزی شہر خوشاش لے گئے۔“

فرعون رمیسس ایک روز ممفس شہر کے اپنے قصر میں اپنے امراء اور سالاروں کے ساتھ بنی اسرائیل سے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ اس کا چوہدار اس کے کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ خود بھی زمین کی طرف جھکا اور جو عصا اس نے اپنے ہاتھ میں رکھا تھا، اسے بھی زمین کی طرف جھکایا۔ پھر سیدھا کھڑا ہو کر اور فرعون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دو طرح کے ہرکارے اور علم آئے ہیں۔ کچھ ہمارے وہ جاسوس آئے ہیں جو عتیوں کے نقل و حرکت پر نگاہ رکھتے ہیں اور کچھ وہ لوگ آئے ہیں جو مغرب کے وحشی قبائل پر نظر رکھتے ہیں۔ آپ حکم کریں میں ان سب کو اکٹھا بھیجوں کہ باری باری؟“

اپنے چوہدار کے ان الفاظ پر فرعون رمیسس تھوڑی دیر کے لئے متحیر سا ہو گیا تھا۔ ایک گہری نگاہ باری باری اپنے سالاروں اور امراء پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

”پہلے ان ہرکاروں کو لے کر آؤ جو عتیوں کے علاقوں کی طرف سے آئے ہیں۔“ اس پر وہ چوہدار پیچھے ہٹ گیا، تھوڑی دیر بعد وہ نمین انحصاس کو لے کر آیا۔ انہیں فرعون رمیسس کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اُن تینوں نے بھی چوہدار ہی کے انداز میں فرعون رمیسس کو تعظیم دی تھی۔ اس کے بعد رمیسس ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے چوہدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم عتیوں کی طرف سے کچھ اہم خبریں لے کر آئے ہو، بتاؤ کیا معاملہ ہے۔ اس پر ان تین میں سے ایک فرعون رمیسس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! شمال میں ایک انتہائی کرب خیز واقعہ نمودار ہوا ہے۔ اس کی بنیاد اور تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جس وقت عتیوں نے بابل پر قبضہ کیا تھا۔ اس وقت ان کا

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مجھ پر کا، پھر کہنے لگا۔

ہاں کی طرح چاہتا ہے۔ بھٹے میں تین چار بار اسے اپنے قصر میں بلاتا ہے، اس کی لہجی کرتا ہے، اسے ڈھارس دیتا ہے۔ ساتھ ہی ایک کتب میں اس کی جنگی تربیت کا تہین اہتمام کیا گیا ہے۔ سیاست کے ساتھی طیش کے دو بیٹے ہیں، وہ بھی اسی کتب میں تہی وذا کے بہترین سالاروں کی سرکردگی میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہاں لیان نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ وہ قاتلوں سے اپنے باپ کا انتقام لے گا بلکہ اس نے یہ بھی ارادہ کر رکھا ہے کہ وہ عتیوں کے مرکزی شہر خوشاش سے اپنی ماں سریان کو اپنی اپنے مرکزی شہر اشوکانی لے کر آئے گا اور اس کام میں طیش کے دونوں بیٹے اہل۔ اور مارون بھی پوری طرح لیان کا ساتھ دینے کے لئے تیار اور مستعد ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ ہرکارہ پھر رکا اور اس کے بعد دوبارہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”ناک! لگتا ہے عقریب سیتانیوں اور عتیوں کے درمیان جنگوں کا ایک طویل و نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آئے اور وہ مجھ خاموش ہو گیا۔ اس پر فرعون نے عمیس گہری دین میں ڈوبا رہا۔ اس کے بعد اس نے اپنے سالار سیرم کی طرف دیکھا اور اسے طالب کر کے کہنے لگا۔

”سیرم! آج ہی دو تیز رفتار قاصد عتیوں کے بادشاہ متولیش کی طرف روانہ کرو، اس سے کہو کہ ان لوگوں نے سیاست کا خاتمہ کر کے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ چنانچہ اس نے حرکت پر حتی سیتانیوں سے معذرت کریں۔ سیاست کے قتل کا قصاص ادا کریں اور ساتھ ہی سریان کو جو انہوں نے زبردستی اپنے مرکزی شہر خوشاش میں روکا ہوا ہے، آزاد کرادیں اور اسے اپنی مرضی سے اشوکانی کی طرف روانہ کر دیں اور اس کے ساتھ حافظہ بھی روانہ کریں۔ جو حافظہ بھی خوشاش سے نکال کر سیاست کی حویلی میں لے آئے، احترام اور حفاظت کے ساتھ پہنچا دیں۔ میری طرف سے قاصد جا کر عتیوں کے بادشاہ متولیش سے یہ بھی کہیں کہ جو کچھ کہا ہے، یہ مصر کے فرعون عمیس کا حکم ہے۔ اس پر عمل نہ کیا تو متولیش پر واضح کر دیا جائے کہ عمیس ماضی کی طرح اپنا لشکر لے کر نیک کا اور صحرائے سینا کو اپنے سامنے روندنا ہوا۔ عتیوں کی سرزمینوں میں داخل ہوا تو پھر عتیوں کا جو بھی لشکر سامنے آئے گا موت کے گھاٹ اتارتا چلا جائے گا۔“

”اے بادشاہ! سیاست سیتانیوں کا ہر دل عزیز ہے سالار تھا۔ اس نے بھری انداز میں اپنی قوم کی خدمت کی تھی اور اکثر مواقع پر اس نے بڑے بڑے حتی لشکروں کو بھی شکست دے کر سیتانیوں کے علاقوں کی حفاظت کی تھی۔ لہذا اس کے مارے جانے سے سیتانیوں کے اندر خوف ہی نہیں، نفرت کی ایک لہر بھی پھیل گئی ہے اور وہ اس ناک میں ہیں کہ اب سیاست کے قتل کا بدلہ عتیوں سے لیا جائے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ مرنے والے سیاست کی بیوی سریان عتیوں کے مرکزی شہر خوشاش پہنچ چکی ہے جس وقت وہ اپنے مرکزی شہر خوشاش پہنچی تو اس کے باپ متولیش، اس کی ماں اسورک، دونوں بھائی یعنی کاک اور لوزبان نے شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا۔ اور اس کا باپ اس پر زور دیتا رہا کہ وہ خوشاش شہر میں شادی کرے۔ اس کے باپ نے اسے یہ بھی مہلت دی کہ جس سے چاہے گی، اسی سے اس کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا لیکن سریان کیونکہ اپنے مرنے والے شوہر کو دیوانگی کی حد تک پسند کرتی تھی۔ لہذا اس نے دوسری شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ اب وہ عتیوں کے مرکزی شہر خوشاش ہی میں قیام کئے ہوئے ہے۔ وہ وہاں سے بھاگ بھی نہیں سکتی۔ اس لئے کہ اس پر کڑا پھرو لہا ہوا ہے اور جب بھی وہ ادھر ادھر جاتی ہے تو اس پر نگاہ رکھنے والے حافظہ اس کے دائیں بائیں آس پاس ہوتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ ہرکارہ رکا۔ کچھ سوچا، اس کے بعد فرعون عمیس کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

”ناک! سیاست کے قتل کی وجہ سے اب سیتانیوں کے اندر انتقام اور ایک غصے اور غضب کی لہر پھیلی ہے۔ اس وقت کیونکہ وہ اس حالت میں نہیں ہیں کہ عتیوں پر حملہ آور ہو کر اپنے سالار سیاست کا انتقام لیں۔ لہذا ان کا بادشاہ حتی وذا اس کوشش میں ہے کہ اپنی اصلی طاقت کو بڑھائے۔ اپنی قوت میں اضافہ کرے، اس کے بعد عتیوں پر ضرب لگائے اور اپنے سالار سیاست کا انتقام لے۔

اے بادشاہ! دوسری طرف مرنے والے سیتانی سالار سیاست کے بیٹے لیان نے بھی یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ وہ عتیوں سے اپنے باپ کا انتقام لے گا۔ یہاں میں یہ بھی کہوں کہ سیتانیوں کا بادشاہ حتی وذا مرنے والے سالار سیاست کے بیٹے لیان کو اپنے

فرعون رعمیس کا یہ حکم کہ اس کے سالار سیرم نے اپنی گردن کو ختم کرتے ہوئے اس حکم کی تعمیل کرنے کا اظہار کر دیا تھا۔ اس کے بعد فرعون رعمیس اپنے چوہدار کو مخاطب کرتے ہوئے پھر کہنے لگا۔

”اب ان خبروں کو میرے سامنے پیش کرو جو ہماری مغربی سرحدوں کی طرف سے آئے ہیں اور حتیوں کی طرف سے آنے والے ان خبروں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔“ اس پر چوہدار حرکت میں آیا وہ خبر اور ہرکارے جو حتیوں کی طرف سے آئے تھے، وہ چوہدار کے ساتھ نکل گئے۔ حموزی دیر بعد چوہدار پھر قصر کے اس کمرے میں داخل ہوا۔ اس بار اس کے ساتھ دو مجرب تھے جو مصر کی مغربی سرحدوں کی طرف سے آئے تھے۔ پہلے جاسوس اور ہرکاروں کی طرح دو دنے آنے والوں نے بھی انہیں سے انداز میں فرعون رعمیس کو تعظیم دی۔ اس کے بعد جب سیدھے کھڑے ہوئے تب رعمیس انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”چوہدار نے مجھے بتایا ہے کہ تم مغربی سرحدوں کی طرف سے آئے ہو۔ کیا مغربی سرحدوں پر ہمارے لئے پھر خطرات منڈلانے لگے ہیں؟“ فرعون رعمیس کے اس سوال پر پہلے ان دونوں خبروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد ایک رعمیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! آپ کا اندازہ درست ہے۔ اسویہ قبائل اس سے پہلے ہی کہ ہمارے ہاتھوں شکست اٹھا کر واپس بھاگے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے تو قبائل کو اپنے ساتھ ملایا تھا۔ پھر بھی انہیں پسپا ہونا پڑا۔ اب وہ افریقہ کے دیگر جنگی اور حشی قبائل کو اپنے ساتھ مارے ہیں اور جہاں تک ہم نے ان کی تیاریوں کا جائزہ لیا ہے، ہمارا اندازہ ہے کہ چند روز تک یہ اسویہ قبائل مغرب کی طرف سے ہمارے علاقوں میں داخل ہوں گے اور ہمارے مرکزی شہر ممس تک یلغار کرتے چلے جائیں گے۔ جو کچھ ہم نے سنا ہے، اس کے مطابق اس بار ان کی تعداد بھی بڑی دل کی طرح ہوگی اور وہ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ جب وہ حملہ آور ہوں گے تو کوئی قوت، کوئی طاقت، کوئی لشکر ان کی راہ نہ روک پائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مغرب کی طرف سے آنے والا وہ جاسوس جب خاموش ہوا تب فرعون رعمیس نے اسے جانے کی اجازت دے دی جس پر وہ اور اس کا ساتھی دونوں قصر کے اس کمرے سے نکل گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تک فرعون

رعمیس گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ کچھ سوچتا رہا، اس کے بعد اس نے باری باری ایک ٹہری نگاہ دونوں بڑے سالاروں سیرم اور حوتس پر ڈالی۔ اس کے بعد وہ ان دونوں کو مبالغہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ان اسویہ قبائل کا جب تک مکمل خاتمہ نہ کیا گیا، اس وقت تک مصر کی مغربی سرحدیں کسی بھی صورت محفوظ نہیں رہیں گی۔ میں تم دونوں کو صرف ایک جتنے کی مہلت دیتا ہوں، اس دوران اس جراثیم کا تین کرلو جس نے اسویہ قبائل پر حملہ آور ہونے کے لئے مغرب کا رخ کرتا ہے۔ میں بذات خود لشکر میں شامل ہوں گا اور اس بار اسویہ قبائل کی روز روز کی سرکشی اور ہمارے علاقوں کے اندر ان کی یلغار اور ترک تاز کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا۔“

فرعون رعمیس کی اس تجویز سے اس کے دونوں بڑے سالار حوتس اور سیرم نے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد ممس شہر کے اس قصر میں ہونے والے اس اجلاس کو فرعون رعمیس نے ختم کر دیا تھا۔

چند یوم بعد فرعون رعمیس کے دو ہرکارے حتیوں کے مرکزی شہر خوشاش میں انہوں کے بادشاہ متوشلیش کے سامنے پیش ہوئے۔ ان کی آمد سے پہلے ہی جی جاسوس اپنے بادشاہ کو ان قاصدوں کی آمد کے علاوہ یہ بھی بتا چکے تھے کہ مصر کی مغربی سرحدوں پر خطرات اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور رعمیس اسویہ قبائل کے اس خطرے سے خبردار آ رہا ہے۔ ان کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ مغرب کا رخ کرنے والا ہے۔

چنانچہ فرعون کے وہ قاصد جب حتیوں کے بادشاہ متوشلیش کے سامنے پیش ہوئے اور اس کے سامنے انہوں نے فرعون رعمیس کا پیغام پیش کیا تو متوشلیش نے ان پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی۔ فرعون رعمیس نے دھمکی آمیز انداز میں پیغام سمجھوایا تھا کہ اس کے قتل کی سیتانیوں سے معذرت کی جائے۔ اس کے اہل خانہ کو قصاص کی رقم ملانی چاہئے اور یہی اس کی بیوی کو واپس سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکانی میں اس کے لئے اور ہمیں کی پاس واپس بھیج دیا جائے۔

لیکن متوشلیش کو چونکہ چکی نہیں پہنچ چکی تھیں کہ اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرتا ہے تو انہوں رعمیس اس پر لشکر لے کر چڑھ جائیں دوڑے گا، اس لئے کہ فرعون کو اپنی مغربی سرحدوں کے خطرات سے منتہا ہے جس کی بنا پر وہ حتیوں پر حملہ آور ہونے کے بجائے

اپنے لشکر کے ساتھ اپنی مغربی سرحدوں کا رخ کرے گا۔ اس بناء پر متوشلیش نے فرعون رمیس کے دونوں قاصدوں کو مخاطب کر کے کیا۔

”تم دونوں اپنے حکمران رمیس سے ایسا پیغام لے کر آئے ہو جس پر عمل کر لے سے ہم قاصر ہیں۔ واپس جا کر ہماری طرف سے رمیس سے کہنا کہ سیتانوں کے سالار سہاس کا قتل ہم پر واجب بنتا تھا، سو ہم نے اسے ٹھکانے لگایا۔ اس کے لئے ہم کسی سے معذرت نہیں کریں گے۔ نہ ہی اس کے لئے کسی کو قصاص ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ رہی بات ہماری بیٹی سریان کی تو اس پر ہمارا حق بنتا ہے، اسے ہم حاصل کرنا چاہتے تھے، سو ہم نے اسے حاصل کر لیا۔ اب وہ ہمارے مرکزی شہر ختو شاش میں رہے گی اور کبھی بھی صورت ہم سیتانوں کے مرکزی شہر اشوکانی کی طرف اسے روانہ نہیں کریں گے۔“

حتیوں کے بادشاہ متوشلیش کی طرف سے یہ جواب بڑا دکھا سو کھسا تھا۔ تاہم فرعون رمیس کے قاصد اس کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے جس کی بناء پر جو پیغام ان متوشلیش نے دیا تھا۔ اسے لے کر وہ اپنے مرکزی شہر نمس کی طرف چلے گئے تھے۔ دوسری طرف مغرب کی طرف سے حملہ آور ہونے والے اسویہ قبائل سے بچنے کے لئے تیاروں پر فرعون کو ایک ہفتے سے کہیں زیادہ لگ گیا۔ اس دوران جنگوں اور بیابانوں کے اندر سے اسویہ نامی وحشی جنگجو قبائل بلیا کر رہے تھے مصر کے اندرونی علاقوں کی طرف بڑھے۔ یہ اپنے سرداروں کی سرکردگی میں شراشات ارض کی طرح مصر میں داخل ہوئے اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا۔ یہ قبائل مصری سرحد کے قریب آ کر خیمہ دار ہو گئے تھے اور وہاں اندرون مصر لگا تار ترک تاز کر نے لگے تھے۔

اپنی تیاریوں میں تاخیر کی وجہ سے بڑی سرعت کے ساتھ فرعون نے ان کی تاز کر دھونے کے لئے پہلے چند دستے روانہ کئے تھے، بعد میں وہ بڑا لشکر لے کر ان کی طرف روانہ ہو رہا تھا۔ اپنے بڑے لشکر کے ساتھ اسویہ قبائل کے مقابلے پر نکلنے کے لئے فرعون رمیس کو تاخیر اس بناء پر ہوئی تھی کہ ان وحشی قبائل کی بلیا سے رمیس کو اس بار یہ برا حال پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ان کے حملوں کے ساتھ ساتھ اندرون مصر بنی اسرائیل بھی بناء نہ بھڑی کر دیں۔

اپنے بڑے لشکر کے ساتھ اسویہ قبائل کے مقابلے پر نکلنے کے لئے فرعون رمیس کو تاخیر اس بناء پر ہوئی تھی کہ ان وحشی قبائل کی بلیا سے رمیس کو اس بار یہ برا حال پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ان کے حملوں کے ساتھ ساتھ اندرون مصر بنی اسرائیل بھی بناء نہ بھڑی کر دیں۔

اپنے بڑے لشکر کے ساتھ اسویہ قبائل کے مقابلے پر نکلنے کے لئے فرعون رمیس کو تاخیر اس بناء پر ہوئی تھی کہ ان وحشی قبائل کی بلیا سے رمیس کو اس بار یہ برا حال پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ان کے حملوں کے ساتھ ساتھ اندرون مصر بنی اسرائیل بھی بناء نہ بھڑی کر دیں۔

اپنے بڑے لشکر کے ساتھ اسویہ قبائل کے مقابلے پر نکلنے کے لئے فرعون رمیس کو تاخیر اس بناء پر ہوئی تھی کہ ان وحشی قبائل کی بلیا سے رمیس کو اس بار یہ برا حال پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ان کے حملوں کے ساتھ ساتھ اندرون مصر بنی اسرائیل بھی بناء نہ بھڑی کر دیں۔

ہاں۔ ان وحشی قبائل کے ساتھ ہونے والی جنگ میں زخمی ہو گیا تھا، چنانچہ واپس اپنے گھریلو شہر جا کر وہ ان زخموں سے جانبر نہ ہو سکا اور مر گیا۔ پہلے زخموں کی طرح اس کی موت کو بھی مٹی میں تبدیل کر کے ستارہ کے میدانوں کے ایک ابرام میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ جہاں تک ستارہ کے میدانوں اور ان کے اندر موجود ابراہام کا تعلق ہے تو ستارہ

اسلٹنٹس کے شاہی خاندان اور امراء سلطنت کا مخصوص قبرستان تھا۔ چنانچہ وہاں بعد ابراہام موجود ہیں جن کی دیواروں کے رنگین نگارنی اعتبار سے انتہائی دلکش ہیں اور ان میں جو مناظر پیش کئے گئے ہیں، ان سے قدیم مصر کے طرز معاشرت اور آداب اور معاشرے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اب بھی کچھ قبروں کی دیواروں پر پتی ہوئی کئی رنگین تصویروں کی نظر آتی ہیں جن کے بالائی حصے میں دو سائڈ آف پیچھے چل رہے ہوتے ہیں۔ ایک آہنی سائڈ کی رسی پکڑے ہوئے ہے اور دوسرا اسے پکڑ رہا ہے۔ پھر آہنی اور دو پاس کے اس قافلے کی راہنمائی ایک پروہت کر رہا ہے۔ غالباً بیلیوں کی قربانی ہونے کی رسمی دکائی گئی تھی۔ تصویر کے زیریں حصے میں بہت سی سرعائیاں ساراس اور بلیوں کے ساتھ ہیں۔ الگ الگ قطاروں میں دکھائی گئی ہیں اور ایک آدمی قریب ہی شاہی نہا رہا ہے۔ ایک تصویر میں شکاری کی نظر لگی گئی ہے۔ پانچ شکاری ایک شکاری میں بھاگے ہوئے ہیں۔ ان کے پیچھے دو بلی گھڑوں کی ایک قطار بنی ہوئی ہے، اوپر متعدد

یوں بنی اسرائیل کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد رعیش نے اپنی سادہ عسکری قوت کو اسویہ قبائل کی سرکوبی پر لگا دیا، مگر ایک ان وحشی قبائل سے اس کا ہولناک جنگیں ہوتی رہیں، یہاں تک کہ رعیش انہیں دبانے اور شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جب یہ وحشی قبائل رعیش کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد جنوبی اور وسطی صحرائوں اور بیابانوں کی طرف بھاگے تو اپنے ساتھ وہ سارے خزانے جو اہرات سوئے چاندی کے انبار بھی لے گئے تھے جو انہوں نے مصر میں لوٹ مار سے حاصل کئے تھے۔ لیکن ان قبائل کی بد قسمتی کہ شکست کھانے کے بعد جب یہ لوگ اپنی جائیں بھاگنے کے لئے بھاگے تو بحرِ مد کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے پہلے انہوں نے مغرب کا رخ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ رخ موڑتے ہوئے جنوب مغرب کے رخ پر اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چل جائیں گے لیکن ابھی وہ ساحل سمندر کے قریب قریب ہی سفر کر رہے تھے کہ ایک ہولناک عذاب نے انہیں آل لیا۔ یہ طوفان تھا، ایک ایسا بھیاں ک تیز اور تند طوفان تھا جس نے صحرائے سینا میں ریت کے ٹیلوں کو اڑا کر صحرائے کی شکل اور ہیئت تبدیل کرنا شروع کر دی تھی۔ اس طرح یہ اسویہ قبائل جو لوٹ مار کے لئے آئے تھے اور اپنے ساتھ بہت کچھ لے کر جا رہے تھے، اس طوفان کی نذر ہو گئے ان میں سے اکثر ریت تلے دب کر ہلاک ہو گئے۔ دوسری طرف ان قبائل سے گمراہ ہوئے خود فرعون رعیش بھی بری طرح زخمی ہوا تھا۔ تاہم انہیں شکست دینے اور بھاگنے کے بعد وہ اپنے مرکزی شہر ممفس کی طرف لوٹ گیا تھا۔

چونکہ سمندر کی طرف سے آنے والے بے روک اندھے طوفان نے اسویہ قبائل کو آن لیا تھا، لہذا سمندر کی طرف سے آنے والے طوفان سے ان کا اپنا تو خاتمہ ہوا، مگر وہ لوگ جو اپنے ساتھ مال و دولت مصر سے لائے تھے وہ بھی صحرائیں دفن ہو گئے۔ چنانچہ انہیں شکست دینے کے بعد زخمی رعیش جب اپنے لشکر کو لے کر اپنا مرکزی شہر کی طرف چلا گیا، تب اس پاس کے وحشی قبائل بستیوں کے لوگوں کو اس قبائل کے تباہ ہونے کی اطلاع کی تو وہ اپنی بستیوں سے نکل کر صحرائیں اس جگہ آئے جہاں اسویہ قبائل طوفان کی نظر ہوئے تھے۔ ان قبائل نے وہاں خیمے نصب کر لئے اور ریت میں دب جانے والے خزانوں کو تلاش کرنے لگے تھے۔ دوسری طرف رعیش بھی

مگر ستارہ کے ان میدانوں میں سب سے دلچسپ مناظر ملکہ "مٹی" کے منظر سے ملے ہیں۔ یہ میدان خاندان کے مشہور فرعون رعیش سوہم کی ملکہ "مٹی" کی خواہش تھی کہ رعیش کے بعد اس کا بیٹا باپ کے تحت پر شیعہ رعیش نے اپنے ایک دوسرے

بھائی کو مقرر کر دیا جو فرعون کی دوسری بیوی کے گھم سے تھا۔ "مٹی" نے یہ کام کیا تھا۔ چنانچہ وہ نکل میں بیٹھی بیٹھی اپنے بیٹے سے حق میں کہہ رہی تھی۔ "تو فرعون شکست ہار رہا اس کے بیٹے کی کوئی مدد نہ رہی تو فرعون نے دربار کے باہر ایسے دو خرم سرا کے محافظوں سے مل کر بادشاہ کو قتل کرنے کی سازش کی جو فرعون کو اس سازش کا سراغ مل گیا۔ مجرم گرفتار ہوئے اور ملکہ "مٹی" زندان میں قید کر دی گئی۔ سازشیوں پر مقدمہ چلا اور انہیں خود کشی کی سزا دی گئی۔ ان دنوں میں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ملکہ "مٹی" کو بھی خود کشی کرنی پڑی۔ چنانچہ اس

ریت کنوں میں خارن ہو جاتی تھی اور مزدور اسے کنوں سے نکال کر باہر پھینکتے ہاتے تھے۔ اس طرح باؤلی آہستہ آہستہ خالی ہوتی گئی اور وہ چٹان بغیر کسی زور کے اولیٰ کی تہہ میں بیٹھ گئی۔ یہ چٹان اب تک وہیں رکھی ہے اور اتنی وزنی ہے کہ اس کو باؤلی نہ نکالنا دشوار ہے۔

مگر جن اہراموں نے دنیا میں شہرت پائی، وہ کیزہ کے اہرام ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے کیزہ دریا نے نیل کے مغربی ساحل سے چند میل کے فیصلے پر ایک ویران اور سنسان نام تھا لیکن اب یہ علاقہ بھی قاہرہ کی نوامی بستی ہو گیا ہے۔ قاہرہ تین حصوں میں آباد ہے۔ قدیم حصہ جو دریا کے مشرقی ساحل پر واقع ہے، دوسرا حصہ جزیرہ ہے جو چوچ دریا میں ایک نہایت شاداب جزیرہ ہے جس میں اسرائیل مصر کی رہائش گاہیں ہیں، دوسرے باغات اور اکثر گلوں کے سفارت خانے قائم ہیں۔ اسی جزیرے کی نوک پر مصر کے بادشاہ فاروق کا محل بھی ہے جہاں یہ کھنڈر بادشاہ رنگ رلیاں منایا کرتا تھا۔ تیسرا حصہ دریا کے مغربی ساحل سے کیزہ تک پھیلا ہوا ہے، دراصل یہ نئی بستی ہے، دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں آباد ہوتا شروع ہوئی تھی۔ ان تینوں حصوں کو آپس میں ملانے کے لئے دریا پر کئی خوبصورت اور کشادہ مِل بنے ہوئے ہیں۔

کیزہ کے اہراموں میں جو اہرام فرعون خوفہ کے نام سے مشہور ہے، ایک پہاڑی واقع ہے وہاں سے نیچے دیکھیں تو ایک طرف جزیرے کے درخت نظر آتے ہیں، دوسری طرف صحرائے عظیم کے ٹیلے ہیں اور تیسری طرف مقسم کی پہاڑی ہے جس پر سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنا قلعہ تعمیر کیا تھا۔

خوفہ فرعون مصر کے چوتھے خاندان کا بانی تھا جو ڈھائی ہزار سال قبل مسیح کے لگ بھگ گزرا، جو ممفس کے شاہی خاندان سے تعلق نہ رکھتا تھا بلکہ وہی مصر کے کسی امیر کا تھا۔ معلوم نہیں ممفس کا تخت و تاج اس کو کیسے ملا اور اس نے کون کون سے کارنامے انجام دیئے۔ البتہ اتنا چاہتا ہے کہ خوفہ دوسروں کے برعکس پر وہتوں کے اقتدار کا تخت بنائے۔ چنانچہ اس نے پر وہتوں کی دوسری جائیدادیں ضبط کر لیں جو فرعون دوسرے انیس دے رکھی تھیں۔

اس نے اکثر مندروں میں تالے لٹوا دیئے تھے اور ان رسوں اور قربانیوں کو بند کر دیا تھا جو دوسرے پر وہتوں نے وضع کی تھیں۔ اس طرح خوفہ نے پر وہتوں کا زور توڑ

واقعہ کے چند ہی دن بعد فرعون بھی ہلاک ہو گیا۔

ملکہ "تی" کے مقبرے کی دیواریں رنگین مناظر سے آبی پڑی ہیں۔ ایک جگہ ایک سیاہ فام لڑکا پیٹھ پر ایک نومولود بچہ کے کواڑے نہر پار کر رہا ہے۔ اس کے پیچھے تین گائے ہیں، ایک گائے پانی پی رہی ہے، دوسری جو بچہ کے کی ماں ہے، اپنے بچے کے لئے ڈاہ رہی ہے۔ تیسری گائے کی پیٹھ پر کسی مرد کا ہاتھ ہے۔

بچہ مزراہ کی ماں کو دیکھ رہا ہے۔ ایک جگہ کشتی سازی کے تمام مراحل پر بڑی مناع سے دکھائے گئے ہیں۔ ایک جگہ ایک دریا کی گھوڑا اپنے بچے کے پاس کھڑا ہے اور اس کے نیچے ایک گھوڑا پانی سے سر نکال کر بچے کو بڑی لچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کا منہ کھلا ہے اور وہ اس انتظار میں ہے کہ کب وہ اس بچے کو نگل جائے۔ اس تصویر میں جو سفارہ کے میدانوں میں ملکہ "تی" کے مقبروں میں بنی ہوئی ہے، مرغابیوں اور پتھلیوں کے شکار کے بھی بکثرت مناظر ہیں۔ ایک مقام پر بتیس عورتیں بڑے خوبصورت انداز میں بادشاہ کے سامنے رقص کر رہی ہیں۔ ایک جگہ پر بیلیوں کی قربانی کا بڑا تکلیف دہ نقش بھی کھینچا گیا ہے۔ اس زمانے میں نیل کے چاروں پاؤں باندھ دیئے جاتے تھے۔ اس کے بعد پہلے اگلے پاؤں کا تھنہ، پھر پچھلے پاؤں کا تھنہ جاتے تھے۔ تب سراور جسم کے حصوں کو الگ الگ بطور نذر پیش کیا جاتا تھا۔ یہ سب مناظر ملکہ "تی" کے مقبرے کی دیواروں پر اب بھی محفوظ ہیں۔

سفارہ کے میدانوں میں مناع کا ایک اور نکال بھی اب تک موجود ہے۔ یہ از ڈھائی ہزار سال قبل مسیح کے فرعون پٹی دوم کے وزیر سینو سے متعلق ہے۔ یہ ایک چٹان ہے جو صرف ایک ہی پتھر پر بنی ہے اور ڈیڑھ سو فٹ گہری پینڈ باؤلی میں رکھی ہے۔ سب سے پہلے انسان یہ بتاتا ہے کہ اتنی بڑی چٹان کو باؤلی میں کیسے اتارا گیا۔ اس باؤلی اور چٹان کو دیکھنے کے بعد، دیکھنے والا قریب ہی کچھ اور مناظر کو دیکھ کر اور زیادہ دنگ رہ جاتا ہے اور بہتو میں پڑ جاتا ہے۔ یہ دراصل تین کنوں ہیں جو باؤلی کے تین کناروں پر بنے ہوئے ہیں۔ دراصل مصر کے ان مناعوں نے پہلے یہ پینڈ باؤلی بنائی، پھر اس سے ملحق تین کنوں کھودے جن کی تہہ باؤلی کی جسم سطح تھی۔ تب باؤلی کو ریت سے لہاب بھر دیا اور نوٹوں اور باؤلی کی ملحقہ دیواروں میں سوراخ کر دیا۔ اس کے بعد وزیر سینو کی اس چٹان کو شہر کے سہارے باؤلی میں ریت پر رکھ دیا گیا۔ چٹان کے دہاؤ

اب اس فرش پر لکڑی کے تختوں سے بستی بند بنا دیے ہیں اور ہاتھ کھینے کے لیے بی باڑیں لگا دی ہیں لیکن دوسو پچیس فٹ کی یہ کھن چڑھائی طے کرنے کے لیے اب فرعون خوف کے مقبرے میں بڑے اشتیاق سے داخل ہوتے ہیں تو سخت ہنسی سے کہتے ہیں وہاں خوف کے کارنامے دیواروں پر کندہ ہیں نہ رنگین تصویریں، بس ایک پتھر کا بارہ فٹ لمبا ایک کمرہ ہے، بالکل سادہ اور سہل۔ البتہ ایک گوشے میں ایک تخت ہے اور چار فٹ چوڑے پتھر کی ایک قبر ہے، اس پر کوئی نقش و نگار نہیں ہے۔ یہ بستی میں ایک تہ خانہ ہے جس میں خوف کے زرو جواہر دفن تھے لیکن اب تہ خانہ خالی پڑا ہے۔ مقبرے کی دیواریں گریات پتھر کی ہیں اور بڑائی کے لئے اس میں استعمال نہیں ہوا۔

اس کمرے میں ایک ہوا دان بھی ہے مگر ہوا نہ جانے کہاں سے آتی ہے۔ ایک اور کمرہ دیکھا جاسکتا ہے جس میں مندرکھ کر آواز لگاؤ تو سارا کمرہ لوٹنے لگتا ہے۔ اس کمرے میں چڑھائی سے بھی زیادہ دشوار ہے، کیونکہ آدمی کو اٹلے پاؤں اترنا پڑتا ہے۔ یہ خوف کے جاہ و جلال کو یہ منظور نہ تھا کہ کوئی شخص واپس جاتے وقت اس کی پید کر کے اترے بلکہ ہر زمانہ آج بھی خوف کی لوح کو جبک کر کوش بجالانے پر

یہ بعد الموت کے آرام اور آسائش کے لئے اہرام بنانے والے فرمانروا اس سرگزرے خاک میں مل گئے لیکن ابدیت کی آرزو انسان کے دل سے کبھی نہ مٹتی۔ وہ مدت پر فتح پانے کے خواب برابر دیکھتا رہتا ہے۔ چنانچہ آج بھی انسان اس کھن کو وسیع سے وسیع تر بنانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ اس کے لئے جو بھی گمش اور ایک حسیں حقیقت ہے ایک نہ ایک روز اپنی تمام بے پرواہی اور سخت گیریوں کے باوجود موت کے سامنے مغلوب ہو کر رہتی ہے۔ بہر حال اس کا خیال ہے کہ اس کی مٹی کو ہوا کے میدانوں میں منتقل کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد نام جس کا مستطاح تھا اور جو اس کی اولاد میں تیرہویں نمبر پر تھا، مصر کا فرعون بنا رہا تھا۔

دیا بلکہ رعایا کو پروہتوں کی لوٹ مار سے بھی کد تک نجات دلائی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بتوں نے جو دستاویز نوٹس بھی ہوتے تھے۔ اپنے نوشتوں میں خوف کے خلاف کردہ ہر کام ہے اور تعمیر ہرم کی فضول خرچیوں پر خوب آوازیں کسی ہیں حالانکہ عہد کی تحریریں گواہ ہیں کہ ہرم کی تعمیر کا کام سال میں فقط تین مہینے ہوتا تھا اور نسل کی غلطی کے موسم میں، جب کسانوں کے پاس اور کوئی کام نہیں ہوتا تھا اور مصر صرف رکھ کر انہیں معقول معاوضہ دیا جاتا تھا۔

گیزہ کے ان میدانوں میں تین اہرام بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے بڑا خوف کا ہرم، اس سے چھوٹا حفترہ کا ہرم، جو خوف کے ہرم کے عقب میں واقع ہے اور سب سے چھوٹا منکورا کا ہرم ہے۔ حفترہ اور منکورا دونوں خوف کے بعد مصر کے تعمیر کیے گئے۔

خوف کا ہرم دنیا میں پتھر کی سب سے اونچی اور ذہنی عمارت ہے۔ اس کی بلندی چار سو ایکایا فٹ ہے۔ اس کے مٹات نما ڈیوڑے کا ہر ضلع سات سو پچیس فٹ لمبا ہے۔ خوف کے مناعوں اور معمروں کی لیاقت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ڈیوڑے کی دیوار سطح اور ضلع کی پیناٹش بڑے عمدہ طریقے سے ترتیب دی گئی ہے۔ ہرم کی تعمیر میں تیس لاکھ پتھر کی سلیس صرف ہوئیں۔ ہر بل کا واسطہ وزن ایک ہجرت ساٹھ سو ہے۔ جز میں تیس تیس فٹ لمبی اور چار فٹ موٹی سلیس کی ہوئی ہیں اور پتھر پتھر کی چھوٹی چھوٹی سلیس بھی آٹھ فٹ لمبی ہیں۔ خوف کا ہرم تیرہ لاکھ پتھر کے پتھر میں پیدا ہوا ہے اور منکورا کا کہنا ہے کہ یہ ہرم ایک لاکھ آدمیوں کی محنت سے تیس برس میں بن کر تیار ہوا تھا۔

اسی خوف کا یہ ہرم آدمی اس کا رستہ ہزاروں سال تک ایک سرگزرے اور رہا۔ مصر نے فرعونوں کے خزانے کی تلاش میں کئی برس ہرم کو کھنڈے کی کوشش بھی کی لیکن کام ہوئے۔ چنانچہ اس خشک اور ریخت کے نشان ہرم کی دیواروں پر اب بھی نظر آتے ہیں۔ مثلاً شمالی جانب سے تقریباً پچاس فٹ کی بلندی پر کئی چٹانیں آکھڑی ہوئی ہیں۔ اس راز کو بالآخر دامانیان فرہنگ نے معلوم کیا تو چاہا کہ ہرم کا دروازہ اسوں کے اشاروں سے دیکھیں میں پوشیدہ ہے۔ وہ سب ایک سرگزرے اور کئی طرف خوف کے مقبرے کی طرف جاتی ہے۔ یہ سرگزرے ایک نکتہ ہے۔ آدمی اگر وہاں جو کچھ چلے تو اس کا سر چٹان سے لگا جائے۔ سرگزرے کا فرش بھی پتھر کا ہے اور بہت چمکا ہے۔ مگر منتظرین کے سینوں کی سولہ

بہر حال، آگے کے واقعات مؤرخین کچھ اس طرح لکھتے ہیں کہ آخر ایک روز موسیٰ نے اپنے اور اپنی بیوی کے ساتھ بکریاں چراتے ہوئے مدین سے بہت دور نکل گئے۔ ان کے لئے کہ گلہ بان قبائل کے لئے یہ بات کوئی قابل توجہ نہ تھی کہ وہ اکثر اپنے گلوں کی ناک کے لئے دور تک نکل جاتے تھے۔ جس روز موسیٰ علیہ السلام سے ایسا ہوا، مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ رات بڑی ٹھنڈی تھی۔ چنانچہ جب اندھیرا ہوا تو سردی کے باعث آگ کی جستجو نہ ہوئے۔ اس موقع پر مؤرخین تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔ جب آپ کو بہتان دیا یعنی کو بہتان دینا کے پاس اپنے ریوڑ اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ آئے۔ وہاں بہتان دینا اپنی تمام تر ہیبت اور جلال کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا۔ جہاں آپ اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ رکے تھے۔ وہاں سینا کا شرعی گوشہ تھا اور یہ مدین کا ایک روز کے فاصلے پر بحر قزح کے دو شاخے کے درمیان مصر کو جاتے ہوئے واقع تھا۔

مبارزے کا موسم تھا، رات تاریک اور سرد تھی۔ ٹھنڈ کے باعث آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ مزید سفر جاری رکھا جائے اور یہ فیصلہ کیا کہ آگ کا لاؤ روشن کر کے رات جھیل جانے کا امن میں ہی گزار دی جائے۔

یہ سوچتے ہوئے ایک جگہ آپ نے اپنے ریوڑ کو ٹھہرایا۔ بیوی اور بیٹے کو بھی وہاں لے آیا۔ پھر گھاس پھوس جمع کی تاکہ آگ کا لاؤ روشن کریں۔ اس کے بعد آپ نے چاہا کہ چھتھوں پتھروں کو رگڑ کر آگ پیدا کریں۔ اس سلسلے میں آپ نے بہت کوشش کی مگر ایک پتھر سے نہ جل سکی، حالانکہ اس سے قبل آپ پتھروں کو رگڑ کر ہی آگ حاصل کرتے تھے مگر اس روز رات کی تاریکی اور سردی میں آپ ان پتھروں کو رگڑ کر آگ حاصل نہ کر سکے۔ شاید قدرت کو ایسا ہی منظور تھا۔ چنانچہ ابھی آگ کو روشن کرنے کی جدوجہد اور کوشش جاری رکھے ہوئے تھے کہ جہل سینا کی وادی انجمن میں آپ کو آگ مل گئی دی جو چمکتے ہوئے شعلے کی مانند تھی۔ اس موقع پر آپ نے خوشی کا اظہار کیا اور اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”وہ دیکھو دائیں جانب کی وادی میں آگ دکھائی دے رہی ہے۔ تم دونوں ماں باپ نہیں بیٹھو، میں وہاں جاتا ہوں اور آگ لے کر آتا ہوں۔ ساتھ جن لوگوں نے یہ بات روشن کر رکھی ہے، ان سے یہ بھی معلوم کرتا ہوں کہ مصر کو جانے والا کوئی نزدیک

موسیٰ علیہ السلام نے مدین میں بڑے صبر و تحمل اور شکر کے ساتھ وہ مدت پوری کی جس کا انہوں نے معاہدہ کیا تھا۔ اس مدت کے دوران وہ اپنے خسر کے مویشیوں کی نگہ بانی کرتے رہے۔ اس قیام کے دوران موسیٰ علیہ السلام نے ہاں ایک بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام جیرسون رکھا گیا۔ عبرانی میں اس کے معنی غربت اور مسافرت کے ہیں۔ گویا موسیٰ نے بیٹے کے نام میں اپنی مسافرت کو بطور یادگار قائم رکھا تاکہ خاندان والوں کو یاد رہے کہ بچے کی ولادت غربت اور مسافرت میں ہوئی تھی۔ مدین میں موسیٰ علیہ السلام کے قیام سے متعلق مؤرخین کے دو گروہ ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ انہوں نے وہاں اپنی دس سال کی مدت کو پورا کیا، اس کے بعد واپس ہوئی۔ یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ مدت ختم ہونے کے فوراً بعد موسیٰ علیہ السلام مصر کو روانہ ہو گئے اور ان کے خسر نے رواجی کے سال میں، بکریوں نے جس قدر بچے دیئے تھے، ان کے حوالے کر دیئے اور وہ اپنی بیوی، بچے اور ریوڑ کو لے کر چل پڑے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ دس سال کی مدت پوری کرنے کے بعد بھی موسیٰ وہاں کچھ عرصہ رہے اور بکریاں چراتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن بھولے بیٹھے جب وادی مقدس میں پہنچ گئے، تب خدا کا حکم ملا کہ یہی اسرائیل کو غلامی سے رہا کر دو اور مصر جا کر فرعون کے ظلم سے نجات دلاؤ۔ تورات بھی اس واقعہ کو یونہی بیان کرتی ہے۔ تورات کا کہنا ہے:

”اور موسیٰ اپنے خسر سے جو مدین کے کاہن تھے، گلہ بانی کرتا تھا۔ تب اس نے گلہ کو بیابان کی طرف بانک دیا اور خدا کے پہاڑ حورب کے نزدیک آیا۔ اس وقت خدا کا فرشتہ ایک بوٹے میں آگ کے شعلے میں اس پر ظاہر ہوا اور اس پر نگاہ کی تو دیکھا کہ بوٹا آگ کا روشن ہے، وہ جل نہیں جاتا۔“

ترین راستہ بھی ہے۔“

”میں نے تمہیں پسند کیا تو سنتا رہ، جو حکم ہو، مومن اللہ ہوں۔ میرے سوا کسی کی مدد نہ کرنا۔ نماز قائم کرنا، بے شک قیامت آنے والی ہے اور اسے مخفی رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر کسی کو بدلہ ملے جو کچھ اس نے دنیا میں کیا ہے۔ سو تجھے کہیں روک نہ دے اس کے لئے۔ وہ شخص جو یقین نہیں رکھتا اور پیچھے پڑا رہا ہو اپنے مزدوں کے اور پھر تو بھگ نہ سکا۔“

موسیٰ علیہ السلام نے یہ الفاظ اس طرح سنے کہ آواز ہر جانب سے یکساں آرہی تھی۔ اس کوئی سمت، کوئی جہت متعین نہ تھی اور اس آواز کا سننا بھی ایک عجیب انداز سے ہوا کہ آواز کو صرف کانوں نے ہی نہیں بلکہ سارے اعضائے بدن نے سنا جو ایک عجیبے انداز میں تھا۔

آواز کا حاصل یہ تھا کہ جس چیز کو آپ آگ سمجھ رہے ہیں، وہ اللہ کی ایک جلی ہے اس میں فرمایا کہ میں ہی آپ کا رب ہوں اور درخت کا آگ نہ پکڑنا، آواز کا ہر سمت و جہت سے آنا اور موسیٰ علیہ السلام کا تمام اعضائے بدن سے اس آواز کو سننا، اس وجہ سے تھا کہ وہی لفظ کو یہ یقین ہو جائے کہ یہ آواز ان کے رب کی طرف سے ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ وہ آواز ان کے رب کی طرف سے ہے تو تاریک اوقات کے سرد ویرانوں میں وہ آواز موسیٰ علیہ السلام کو پھر سنائی دی۔

”اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔“

گورب العزت کو معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ان کا عصا ہے لیکن اس کے باوجود یہ بات اس لئے پہنچی گئی کہ حیرت انگیز مناظر دیکھنے اور کامیابی سننے سے جو روضت موسیٰ علیہ السلام پر طاری ہوئی تھی، وہ اس لطف و کرم اور انصاف مہربانی سے پورے انداز مخاطب سے باقی رہے۔ اس سوال میں یہ علت بھی تھی کہ اس عصا کو اپنی حالت تھی، اس لئے کہ پہلے ہی موسیٰ علیہ السلام کو متنبہ کر دیا گیا کہ دیکھو تو تمہارے ہاتھ میں ایڑی ہے اور جب موسیٰ علیہ السلام نے انہی طرح دیکھ لیا کہ ان کے ہاتھ میں عصا ہے، اے اژدہا بنانے کا ٹھکانہ ظاہر کیا، درنہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ خدشہ ہو سکتا تھا کہ شاید وہ اس اندھیرے میں انہی کی جگہ غلطی پر ہوئے تھے۔

اس سوال کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بات کو طول دیا اور عرض کیا۔ ”اے رب یہ میرا عصا ہے میں اس سے بہت کام لیتا ہوں۔ ایک یہ کہ اس پر ٹپک

جب آپ اپنی بیوی اور بچے کو بٹھا کر اس سمت گئے، جہاں کوہستان سینا کے آگ روشن تھی۔ جب آپ اس آگ کے پاس پہنچے تو آپ نے ایک خلاف عقل عجیب اور حیرت انگیز منظر دیکھا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی آگ روشن تھی جو ایک ہرے بھرے درخت پر شعلہ مار رہی تھی مگر حیران کن بات یہ تھی کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتا اس آگ سے جلتا نہیں تھا بلکہ اس آگ نے درخت کی ترو تازگی، خوشبوداری اور سبزی اور جدت میں اضافہ کر دیا تھا۔

مؤمنین لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اس حیرت انگیز اور خلاف عقل منظر کو تھوڑی دیر تک اس انتظار میں دیکھتے رہے کہ شاید ابھی اس آگ کی کوئی چنگاری زمین پر گرے تو اسے اٹھا کر واپس اپنے اہل خانہ کے پاس جا کر لگے۔ جب دیر تک کوئی چنگاری نہ گری تو موسیٰ نے اپنے اطراف سے کچھ ٹکڑے گھاس جمع کی اور اس کو اس آگ کے قریب کیا کہ اگر اس گھاس کو آگ لگ گئی تو بھی ان کا کام ہو جائے گا۔

لیکن اس وقت ان کی حیرت اور تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی بلکہ ان کی جستجو میں اضافہ ہوا جب انہوں نے دیکھا کہ وہ گھاس کو آگ کے پاس لے گئی تو آگ پیچھے ہٹ گئے اور گھاس کو آپ نے پیچھے ہٹایا تو آگ پھر آگے بڑھ آئی۔

یہ منظر دیکھ کر آپ کچھ پیچھے ہٹ گئے۔ بہر حال آپ کا آگ حاصل کرنے کا مقصد پورا نہ ہو سکا۔ اس عجیب و غریب آگ کی وجہ سے آپ وہاں وادی امین میں حیرت اور تعجب کی حالت میں کھڑے تھے اور عرصا مضبوطی سے تمام رکھنا تھا کہ خطرے کی صورت میں اس سے کام لے سکیں۔

ابھی آپ اسی تردد اور نگہ کش میں تھے کہ اس آگ کے اندر سے ایک آواز آئی۔

”اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں۔ اپنے جوتے اتار دو کہ تم اس وقت سینا کی مقدس وادی میں ہو۔“

کہتے ہیں جبل سینا کی اس وادی میں موسیٰ علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت جو جوتے پہنے ہوئے تھے، وہ مردار گدھے کی کھال کے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کو مطالبہ کرتے ہوئے پھر آواز آئی۔

دل میں لگی نہ محسوس کروں۔ میرا یہ تبلیغ کا کام آسان کر دے اور میری زبان پر
لغوی اور لکنت دور کر دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے
لب میں سے میرے بھائی بارون کو میرا معاون مقرر کر دے اور اس کے ذریعے میری
لگائی ہوئی محکم کر دے اور میرے اس تبلیغ کے کام میں اسے شریک کر دے۔

اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی التجا کی۔

”اے میرے رب! میرے ہاتھوں سے مصر میں ایک قتل بھی ہو چکا ہے، اس لئے
مخبر نف ہوں کہ وہ کہیں مجھے قتل ہی نہ کر دیں۔ اس کے علاوہ مجھے جھٹلائیں۔“ اور میری
تذیب کریں گے۔“

موسیٰ علیہ السلام کی اس التجا کے جواب میں خداوند قدوس نے موسیٰ علیہ السلام کی زبان کھول
دی اور ان کی التجا پر ہی ان کے بڑے بھائی بارون کو نبی بنانے کی بشارت دی۔ پھر حکم
دیا فرعون کے پاس جا کر اسے وحدانیت کا پیغام دے، وہ اللہ پر ایمان لائے، کسی کو اس
وحدانیت اور حکیم نہ بنائے اور دوسرے یہ کہ ظلم سے باز رہے۔ بنی اسرائیل پر مظلوم کا
تذکرہ کر دے اور انہیں آزاد کر دے۔“

نبیل بیٹا میں نے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خدا کے حضور یہ التجا کی کہ میری زبان میں جو
ہو، اسے کھول دے، اور یہ کہ میرا بھائی بارون مجھ سے زیادہ فصیح ہے، اسے بھی نبی
بنائے تو اس سلسلے میں مؤمنین کے تین گروہ ہیں اور تین تین قسم کی رائے دیتے ہیں
اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گروہ کس بنا پر تھی۔

پہلا گروہ یہ کہتا ہے کہ یہ گروہ آگ کے انگاروں کی وجہ سے پڑی تھی۔ اس لئے کہ
اسی علیہ السلام زمانہ طفولیت میں ایک روز فرعون کی انگوٹھ میں بیٹھے ہوئے تھے اور فرعون کی
انگوٹھ پر ہاتھ چلا دیا اور چمکے ہوئے موتیوں کے ساتھ اس کی داڑھی کے چند بال بھی
اٹھا لئے، فرعون کی داڑھی پکڑ کر جھکانے کی کوشش کی۔ اس پر فرعون کو سخت غصہ آیا اور
ہاتھ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دے۔

آئندہ وجہ فرعون جو اس وقت وہاں موجود تھیں، انہوں نے شوہر کا یہ رنگ دیکھا تو
انہی کے ساتھ عرض کیا کہ بچہ ہے، اس کو نہ مارو، یہ ان احترامات سے کیا واقف
نہ اس کے نزدیک تو مجبور اور جبرہ یعنی چنگاری دونوں برابر ہیں۔“

لگاتا ہوں، دوسرے یہ کہ میں اس سے اپنی بکریوں کے لئے درختوں سے پتے بھارتا
ہوں۔“

یہ تفصیلی اور طویل جواب محبت اور اس کے ساتھ رعایت ادب کی جامعیت کا کمال
ظاہر کرتا ہے۔

جامعت اور محبت کا تقاضا ہے کہ جب محبوب مہربان ہو کر متوجہ ہو تو گفتگو کو دروازہ
جائے تاکہ بات کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے۔ اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ
کے سوال کے جواب میں اس قدر تفصیل بیان کی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا۔
”اے موسیٰ! اس عصا کو زمین پر ڈال۔“

جب موسیٰ علیہ السلام نے حکم ربی کا اتباع کرتے ہوئے عصا کو زمین پر ڈال دیا تو دیکھ
کہ وہ صدائیک بہت بڑے اثر و پایاں کی صورت اختیار کر گیا تھا اور اس قدر تنسیم ہونے
پاؤ جو وہ چھوٹے سے سانپ کی طرح حرکت کرتا تھا۔ اڑدیا ہنسیتی بڑی سے حرکت کر
تا تھا کہ اس سے پہلوؤں سے نکل کر بڑی بڑی چٹانیں اٹھ کر کھینچتی کی طرف لڑھک
تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام یہ خوفناک منظر دیکھ کر دہشت زدہ ہو گئے۔ جب خداوند قدوس نے
موسیٰ علیہ السلام کو پکارا۔ ”اے موسیٰ! آگے آؤ اور ڈرو مت۔ تم ہر طرح سے اس میں
تہوار اچھڑا رہے، ہاتھ بڑھاؤ، اپنے عصا کو پکڑو۔“

پس موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ اس اڑدے پر ڈالا اور وہ پیلے کی طرح پھر عصا بن گیا۔
اس کے بعد پھر خداوند قدوس کا ارشاد ہوا۔

”اب تمہیں دوسرا معجزہ دیا جاتا ہے، اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو۔“
بلکہ ربی جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو آپ کا ہاتھ
ہو اور دشمن ہو گیا تھا۔

آپ کو خداوند قدوس کی طرف سے پھر حکم ملا۔ ”اے موسیٰ! یہ ہماری نشانیاں
انہیں لے کر فرعون کے پاس جاؤ، اسے لے کر اس سے سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔“

جب موسیٰ علیہ السلام کو احساس ہوا کہ انہیں پیغمبر بنا کر فرعون کی فہمائش کے لئے بھیجا
رہا ہے تو آپ نے اس عظیم منصب کی آسانی کے لئے درخواست اور عرض کیا۔

”اے میرے رب! اب میرا حوصلہ فروخ کر دے کہ تبلیغ میں مخالفت کے موقع

ذات اور نوشت و بول چال میں اسی کو استعمال کرتے تھے۔ مدیانی اور عبرانی میں کچھ اختلاف فرق نہیں تھا، اس لئے کہ دونوں زبانیں ایک ہی جدِ اعلیٰ یعنی حضرت ابراہیم کی نسل سے تعلق رکھتی تھیں۔

وہ مقام جہاں موسیٰ علیہ السلام نے آگ لگی ہوئی دیکھی تھی، وہ جبل سینا کے دامن میں تھا۔ مندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں رومن سلطنت کے بادشاہی بادشاہ قسطنطین نے سن تین سو بیسٹھ کے لگ بھگ کے زمانے میں ٹھیک اس مقام پر ایک عیسائی تعمیر کروایا تھا جہاں موسیٰ علیہ السلام کو یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

اس نے دو سو برس بعد قیصر ہینشٹین نے یہاں پر ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی جس کے قسطنطین کے بنائے ہوئے عیسائی کچھ بھی شامل کر لیا گیا تھا۔ یہ خانقاہ اور عیسائی دونوں آج بھی موجود ہیں اور یونانی کلیسا کے راہبوں کا ان پر قبضہ ہے اور وہ درخت آج بھی باقی موجود ہے جس پر اللہ کے نبی موسیٰ نے آگ دیکھی تھی۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ خانقاہ جب منصب نبوت سے سرفراز ہو کر کامرانی سے فیضیاب بن کر اور دعوت حق اور آئینہ میں کامیابی اور کامرانی کی نوبت پا کر وادی مقدس سے اترے تو اپنی بیوی اور بچے کے پاس پہنچے جو وادی کے سامنے جنگل میں ان کے انتظار تھے۔ چنانچہ موسیٰ نے ان کو ساتھ لیا اور وہیں سے قیام خیم الٰہی کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ چنانچہ وہ خانقاہ کے وقت مصر میں داخل ہوئے۔ دوسری طرف خداوند بزرگ و برتر نے ان کے لئے بے پناہ بارون کو بھیجی وہی کے ذریعے نبی بنائے جانے کی بشارت دے دی۔ ان کو ساتھ ہی انہیں یہ بھی حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ شہر سے باہر نکل کر موسیٰ علیہ السلام کو مل جائیں۔

اس کے وقت جب موسیٰ علیہ السلام اپنے شہر پہنچے تو ان کے بڑے بھائی ہارون نے ان کا استقبال کیا۔ اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ اس طرح ایک عرصہ عین میں غریب و مہین میں ان کو رہنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام ایک بار پھر مصر میں اپنے اہل خانہ کے پاس پہنچے تھے۔



اس پر مؤرخین کا بھی گروہ کہتا ہے کہ فرعون نے کہا کہ ”میں ابھی اس کا امتحان کر رہا ہوں کہ اگر اس نے انگاروں کو دیکھ کر ہاتھ کھینچا تو ضرور قتل کرادوں گا۔“ خدا تعالیٰ کو موسیٰ علیہ السلام سے کام لیتا تھا، اس لئے ان کی حفاظت کی ذمہ داری کر لی۔ لہذا جب فرعون نے چند مجبور یا جواہرات کے دانے اور چند دھاتی آگ کے سرخ انگارے منجھ کر موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھے تو موسیٰ علیہ السلام نے جلد ہاتھ آگے بڑھا کر ایک سرخ انگارے کو اٹھا کر منہ میں رکھ دیا جس سے زبان پر داغ پڑ گیا اور زبان موٹی ہو گئی۔ اس وقت سے موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت آگئی اور مسلسل گفتگو میں رکاوٹ پیدا ہونے لگی۔ پس وادی مقدس میں خدا تعالیٰ کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے اسی لکنت یعنی گرہ کے کھولنے کا ذکر کیا تھا۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ زبان میں گرہ پڑنے کی ایک اور وجہ تھی اور وہ یہ کہ جب فرعون نے حکم دیا کہ اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنا شروع کر دو اور آپ کی ماں نے آپ کو دریائے نیل میں ڈال دیا اور جب آپ کو دریائے نیل میں سے نکال کر شاہی محل میں پہنچایا گیا تو وہ دھ پانے کے لئے دایہ کی فکر ہوئی۔ شہنشاہ نے اس کو دیاں مگر انہوں نے کسی کا دودھ پانے سے نہ لگایا تو اس وقت میں شہنشاہ نے جب موسیٰ علیہ السلام ایک عرصہ دودھ سے نروہ کرے گا۔ اسی حالت میں یہ بڑھ گیا کہ بچے کی زبان موٹی ہو جاتی ہے اور بات کرنے میں رکاوٹ کا مرض پیدا ہو جاتا ہے لہذا موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہی صورت پیش آتی ہوئی۔

تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ زبان میں گرہ کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی جوانی ہی میں مصر سے بھاگ کر اسرائیل میں آکر ایک طویل عرصہ رہے، اسی صورت میں یہ ایک قدرتی طور پر اس کی زبان سے ایک حد تک نا آشنا اور اس کے عادات اور اس زبان سے نا آشنا ہونے سے اس کے عرصہ میں ہوں گے۔ اسی کو انہوں نے فرمایا اور اپنے بڑے بھائی ہارون کو بھی فرمایا کہ وہ مجھ سے زبان فصیح ہیں۔ یہ گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بڑے بھائی ہارون کو فصیح زبان اس لئے کہا تھا کہ حضرت ہارون بھی اسرائیل میں آئے اور ان کے بچے اور صرف مصری زبان ہی میں بات چیت کر سکتے تھے۔ اس بناء پر وہ موسیٰ علیہ السلام کو دونوں زبانوں میں خوب واقف اور ماہر تھے۔ مصری زبان ان کی مٹی کی زبان تھی اور عبرانی زبان ان کی اصل زبان تھی جس کو وہ بیاں کرنے کے باوجود بھی اسرائیل سے محفوظ رکھا تھا اور باہمی بات

نے پاس ہے تو مانگ، تیری ماں کی حیثیت سے میں تجھ سے انکار تو نہیں کروں گی۔“
طہاش کی اس گفتگو سے طہاش کو کچھ حوصلہ ہوا تھا۔ چنانچہ جھکے سے تبسم میں طہاش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں! میں اپنے بیٹے مولک کے لئے آپ سے پور یا مانگتا ہوں۔“

طہاش نے ان الفاظ پر پور یا مٹا کر مٹائی تھی۔ گردن اس کی جھک گئی تھی۔ طہاش اور لیوان دونوں کے چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ یہاں تک کہ طہاش خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”طہاش! میرے بیٹے، اگر تم پور یا کا رشتہ اپنے بیٹے مولک کے لئے مانگتے ہو تو میں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میری طرف سے ہاں ہے۔ پر دیکھ میرے بیٹے، میں لیوان اور پور یا کی وادی ضرور ہوں اور یہ دونوں مجھے سیاسی جیسے عزیز اور پیارے ہیں۔ چہ بیٹے یہ رشتہ زندگی موت کا سایہ کی تعلیق رکھتا ہے۔ اس بناء پر میں چاہوں گی کہ لیوان میں پور یا اور لیوان دونوں بہن بھائی کی رضامندی بھی شامل ہونی چاہئے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طہاش ری۔ پھر لیوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”لیوان! اب تو میرا بیٹا بھی ہے اور پوتا بھی ہے اور تیری بہن پور یا اب میرے بہن بھائی کی حیثیت سے پوٹی بھی ہے اور سر بیان کی طرح سے بیٹی بھی ہے۔ میرے بہن بھائی کو ساتھ والے کمرے میں لے جا، طہاش نے جو کچھ کہا ہے، اس پر دونوں بہن ہنس کر کہہ کر اور جو فیصلہ دونوں بہن بھائی کر دے، وہ ہم سب کے لئے آخری ہوگا۔“

اپنی وادی کا یہ حکم سن کر لیوان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے لیوان نے بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر دونوں بہن بھائی اس کمرے سے نکل گئے۔ لیوان اپنی وادی کو لے کر ساتھ والے کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں آئے سانسے بیٹھ گئے۔ لیوان نے پور یا کو مخاطب کیا۔

”لیوان! میری بہن، کاش اس وقت ہمارا باپ، ہماری ماں ہوتے تو وہ ہمارے لئے بہتر فیصلہ کرتے۔ اس وقت ہماری وادی ہی ہماری ماں، ہمارا باپ ہے۔ طہاش نے کچھ مانگا ہے، وادی اس پر ہاں کر چکی ہے۔ میری بہن تو مجھے بہت عزیز ہے۔ لیوان سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ میں تجھ سے کچھ سننا چاہوں گا۔ جو فیصلہ تو کرے۔ وہ آخری ہوگا۔ اور اس میں کسی کو رد و بدل یا تبدیلی نہیں کرنے دوں گا۔ بول میری

اشوکا کی شہر میں اپنی حویلی کے اندر ایک روز سیاسی کی ماں یعنی لیوان کی وادی طہاش خود لیوان اور اس کی بہن پور یا تینوں بیٹھیں گھر کے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے میں دیوان خانے کے دروازے پر طہاش اور اس کی بیوی بلسان دونوں سوہا ہوئے تھے۔ انہیں اپنے دیوان خانے کے دروازے پر دیکھتے ہوئے ان کے احترام کے لئے لیوان اور پور یا دونوں بہن بھائی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی آمد پر طہاش نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر طہاش اور بلسان دونوں میاں بیوی آگے بڑھے۔ طہاش لیوان کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا جب کہ بلسان پور یا کے پاس بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر تک دیوان خانے میں خاموشی رہی، اس کے بعد گفتگو کا آغاز طہاش نے کیا اور طہاش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں! آپ جس طرح سیاسی کی ماں ہیں، اسی طرح میری بھی ماں ہیں۔ میں یہ دکھ اور غم زندگی بھر نہ بھلا سکوں گا کہ سیاسی کو تھوڑے سے قتل کر کے زبردستی ہماری گھر سر بیان کو اپنے مرکزی شہر شمشال لے جانے کا ایک ہیما تک جرم کیا ہے۔ اس کا نشانہ کے پیدا کرنے والے نے چاہا تو سیاسی کا انتقام بھی لیا جائے گا اور ایک روز سر بیان کی واپس اس گھر میں آئے گی۔ اماں آج میں اور میری بیوی بلسان دونوں آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔“

طہاش نے ان الفاظ پر طہاش چوکی تھی۔ لیوان اور پور یا دونوں بہن بھائی کا نور اور تجو بھرے انداز میں بھی طہاش اور بھی بلسان کی طرف دیکھ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ طہاش نے طہاش کو مخاطب کر کے کہا شروع کیا۔

”طہاش! میرے بیٹے، تو مجھے سیاسی ہی کی طرح عزیز اور پیارا ہے۔ پور یا میرے پاس کیا چیز ہے جو تو مجھ سے مانگنے کے لئے آگیا ہے۔ بچے! اگر کوئی لکھا

بہن! تو کیا چاہتی ہے؟ کیا تو مولک کے ساتھ ملے ہوئے والے اس رشتے پر راضی ہو خوش ہے؟“

جواب میں یوریمانے گردن جھکا لی تھی لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی تھی۔ اس لمبیان پھر بول اٹھا۔

”یوریم! میری بہن، میں تمہارے منہ سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔“

یوریمانے گردن سیدھی کی۔ ایک گہری نگاہ اپنے بھائی پر ڈالی، پھر کہنے لگی۔

”بھائی! اگر آپ کو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہ ہو تو پھر میری طرف سے ہے۔“

یوریمانے ان الفاظ پر لمبیان نے خوشی کا اظہار کیا۔ آگے بڑھ کر اس نے یوریم کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر کہنے لگا۔

”میری بہن! ہلش ہمارے باپ کی جگہ ہیں۔ پھر ان کے دونوں بیٹے مولک اور مارون میرے لئے بھائی ہی ہیں اور پھر مولک کی طبیعت اور مزاج بہت اچھے ہیں۔ میری بہن! وہ تجھے خوش رکھے گا۔ پھر اس موقع پر میں تم سے ایک ضروری بات بھی کہنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں مجھ سے اتفاق کرو گی۔“

لمبیان نے ان الفاظ پر چونکنے کے انداز میں یوریمانے اس کی طرف دیکھا، کہنے لگی۔

”بھائی! کیسے بات؟“

اس پر لمبیان کہنے لگا۔

”یوریم! میری بہن، میں ابھی جب ہم، دونوں بہن بھائی واپس دیوان خانے میں جا کر گئے اور میں تم ہلش پر یہ انکشاف کروں گا کہ ہمیں یہ رشتہ قبول اور منظور ہے۔ میری بہن ہلش اور بلسان میرا اندازہ ہے کہ اس بات کا تقاضا کریں گے کہ تمہاری اور مولک کی گفتگی کا اہتمام کر دیا جائے۔“

”میرے ہی بہن! تو جانتی ہے، میں اپنے باپ کا انتقام لینے اور اپنی ماں کو واپس اس موقع میں اس کے نام پر چکا ہوں۔“ اس کے کہنے پر یوریم نے ہلش میں ہلش اور مولک یہاں سے رشتہ سے ہٹا دیا۔ مولک نے اس اجازت سے چکا ہوں۔ واپس اجازت نہیں دیتی تھی لیکن میں نے اسے انھیں منا لیا ہے۔ باپ کا انتقام لیتا ہوں۔“

اداس میں شامل ہے۔ اس لئے کہ اب میں جوان ہو چکا ہوں اور اپنی ماں کو واپس اس جلی میں لانا بھی میرے اولین فرائض میں شامل ہیں۔“

”میری بہن! میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب تم ہلش اور بلسان دونوں اس بات کا تقاضا کریں کہ تمہاری اور مولک کی گفتگی کا اہتمام کر دیا جائے تو میں ان سے اس بات کا کہ میں اپنی ماں کو واپس اس حوالی میں لانا چاہتا ہوں اور یہ خواہش رکھتا ہوں کہ جب میری ماں اس حوالی میں آئے گی، تب مولک اور یوریم کی گفتگی کے علاوہ انوں کی شادی کا بھی اہتمام کر دیا جائے گا۔ میری بہن! مجھے امید ہے کہ تم اس تجویز سے اتفاق کرو گی۔“

یوریمانے اس موقع پر فخریہ سے انداز میں اپنے بھائی لمبیان کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

”بھائی، اس سے اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس روز میرے باپ کا انتقام لیا گیا، جس روز میری ماں پلٹ کر اس حوالی میں آئے گی، وہ دن میرے لئے ہی زندگی کا سب سے اہم اور خوش کن دن ہوگا۔“

یوریمانے ان الفاظ پر لمبیان خوش ہو گیا تھا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے یوریم بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ پر لمبیان ہلش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم ہلش اس رشتے کے لئے میری دادی پہلے ہی ہاں کہہ چکی ہے۔ آپ جانتے ہیں، دادی اب ہماری ماں بھی ہے، ہمارا باپ بھی ہے۔ ان کا فیصلہ ہمارے لئے آخری بات ہے۔ ہم اپنی دادی کے حکم پر ہی میں اپنی بہن کو دوسرے کمرے میں لے گیا تھا۔ اس لئے میں، میں نے یوریم کے ساتھ تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے اور یوریم اس رشتے کے لئے تیار ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لمبیان رکا ہی تھا کہ ہلش بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”لمبیان! میرے بیٹے، تمہارے ان الفاظ نے یوں جانو میرے لئے خوشیوں کے بارگاہ دیئے ہیں۔ میرے بیٹے! کیا ایسا ممکن نہیں کہ چند دن تک یوریم اور مولک کی گفتگی کا اہتمام کر دیا جائے۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ چند دن تک تم اپنے باپ کے

اس نے مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ مجھے ابھی اسی وقت حتی وزانے طلب کیا ہے۔

لہیان کے ان الفاظ پر طہاش گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

”مستی وزانے کس سلسلے میں تمہیں بلایا ہے۔“

اس پر لہیان کہنے لگا۔

”عم! اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اگر اس نے بلایا ہے تو مجھے

باتا ہی ہے۔ اس کے علاوہ آپ جانتے ہیں، مستی وزانہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ اس نے

میرے، مولک اور مارون تینوں کی عسکری تربیت کا اہتمام اپنے بیٹوں اور اپنی بیٹیوں

نے ساتھ بہترین عسکری مکتب میں کیا ہے۔ اس کے لئے میں زندگی بھر مستی وزانے کا

شکر گزار رہوں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لہیان رکا، پھر کہنے لگا۔

”عم! آپ بیٹھیں، میں مستی وزانے کی طرف جاتا ہوں۔“

اس پر طہاش اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے بلسان بھی کھڑی ہو گئی۔ پھر

لباش کہنے لگا۔

”بیٹے! ہم بھی اب گھر جاتے ہیں، مولک اور مارون دونوں بھائی بڑی بے چینی

سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے کہ ہم آپ لوگوں کی طرف سے کیا جواب لے کر آتے

ہیں۔ لہذا یہ اچھی خبر جا کر ہم ان دونوں بھائیوں سے بھی کہتے ہیں۔“

اس پر لہیان خوش ہو گیا تھا۔ چنانچہ طہاش اور بلسان بھی حویلی سے نکلے جب کہ

لہیان بھی اپنے بادشاہ مستی وزانے کے پاس جانے کے لئے حویلی سے نکل گیا تھا۔



لہیان جب اشوکانی کے قصر میں داخل ہوا تو قصر کا ایک محافظ باقی محافظوں سے

بندہ صدر دروازے پر کھڑا تھا۔ شاید وہ لہیان ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ لہیان جب قریب

نہا تو اس نے لہیان کو سلام کیا۔ پھر اپنے ساتھ آنے کو کہا۔ لہیان چپ چاپ اس کے

ساتھ بولیا۔ وہ محافظ لہیان کو قصر کے ایک کمرے کے سامنے لے گیا اور پھر بڑی لجاجت

سے لہیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ یہ سامنے والے کمرے میں چلے جائیں۔ دھر آپ کا بڑی بے چینی سے

انتظار ہو رہا ہے۔“

قاتلوں سے انتقام لینے اور اپنی ماں کو واپس لانے کے لئے عتوں کے مرکزی

خوشامد کی طرف روانہ ہونا چاہتے ہو اور مجھے یہ بھی پتا ہے، میرے بیٹے مولک

تمہیں اسکیے نہیں جانے دینے کا فیصلہ کیا بلکہ وہ تمہارے ساتھ جائے گا۔ میں اس

ہوں، تم دونوں کی روانگی سے پہلے اس مسئلے کا اہتمام کر دیا جائے۔“

طہاش جب خاموش ہوا، تب مسکراتے ہوئے لہیان کہنے لگا۔

”عم! آپ میرے باپ کی جگہ ہیں، میں اور میری بہن نے مل کر فیصلہ کیا

جیسا کہ آپ جانتے ہیں، میں اور بھائی مولک چند روز تک یہاں سے خوشامد کا

کریں گے۔ وہاں میں اپنی ماں سے ملنے کی کوشش کروں گا۔ اسی کے ذریعے میں اس

لوگوں کا پتا جاننے کی کوشش کروں گا جنہوں نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور مجھے اس

سے کہ میں قاتلوں سے انتقام لینے کے ساتھ ساتھ اپنی ماں کو بھی اپنے ساتھ لانے میں

کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس بناء پر میں اور میری بہن یورینا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسئلے کی

رسم اس وقت طے ہوگی، جب میں اپنی ماں کو واپس اس حویلی میں لاؤں گا۔ اس

کہ ہم دونوں بہن بھائی کی اسی خوشی ہے کہ یہ رسم ہماری ماں کی موجودگی میں ہو

مجھے امید ہے، اس سلسلے میں آپ اور آپ کے اہل خانہ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

لہیان کی اس گفتگو سے طہاش اور بلسان دونوں میاں بیوی خوش ہو گئے تھے،

طہاش کہنے لگا۔

”بیٹے! مجھے اس سلسلے میں بالکل کوئی اعتراض نہیں ہے، اگر تم دونوں بہن

نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سریان کے یہاں آنے کے بعد یہ رسم ادا کی جائے گی تو میرے

بچوں میں تم دونوں سے اتفاق کرتا ہوں جیسا تم نے سوچا ہے، ایسا ہی ہوگا۔“

یہاں تک کہتے کہتے طہاش کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ حویلی کے دروازے

دستک بند تھی۔ اس پر لہیان اٹھا اور کہنے لگا۔

”میں دیکھتا ہوں، دستک دینے والا کون ہے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ اسے دیکھتے ہی طہاش نے پوچھ لیا۔

”بیٹے! دستک کس نے دی تھی۔“ اس پر لہیان تنبیہ کی میں کہنے لگا۔

”عم! دستک دینے والا ہمارے بادشاہ مستی وزانے کے محافظ دستوں کا ایک سالار تھا

ہے جس طرح تم اپنی تعلیم و تربیت مکمل کر چکے ہو، یہ بھی دونوں بہن بھائی اس فارغ ہو چکے ہیں۔ ان دونوں کی تعلیم سے فراغت کے بعد سب سے پہلے میں نکلیا لی شادی کا اہتمام کرنا چاہتا تھا۔ جب میں نے اس کا ذکر اپنی بیوی سردام اور بیٹے ہان سے کیا، تب لیوان نے مجھ پر انکشاف کیا کہ تم اور میری بیٹی نکلیا دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو۔ ایک دوسرے کو چاہتے ہو حالانکہ اس سے پہلے تم نے کسی سے اس کا اظہار نہیں کیا۔ ہاں میرا بیٹا لیوان تم دونوں کے اس جذبے اور تم دونوں کی اس لذت سے واقف تھا۔ لیوان مجھے یہ بھی بتا چکا ہے کہ نکلیا اور تم دونوں ایک دوسرے اپنی محبت کا اظہار بھی کر چکے ہو۔ دیکھ بچے! میں نے جب شادی کے سلسلے میں نکلیا بات کی تو اس نے صاف اور واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہتی ہے۔ اس پر میں یہی نہیں اس کی ماں اور بھائی نے بھی خوشی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔ اب میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے بیٹے کہ کوئی مناسب موقع جان کر تم اپنی رادی اور بہن کے علاوہ غائب اس کے اہل خانہ کو لے کر قصر میں آؤ تاکہ باقاعدہ طور پر تمہاری اور نکلیا کی گفتگی کا اہتمام کیا جائے۔ اس کے بعد تم دونوں کی شادی کا اہتمام اس وقت کیا جائے گا جو وقت تم نے اور نکلیا نے لیوان کی موجودگی میں طے کیا ہے۔ اس لئے کہ لیوان نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ تم اپنے باپ کا انتقام لینے اور اپنی ماں کو حقوں کے ہاں سے لانے کے بعد شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اسی بناء پر میں چاہتا ہوں کہ فی الحال تم دونوں کی صرف گفتگی کی رسم اور کردی جائے۔ اس کے بعد جب تم اپنے باپ کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤ گے، اپنی ماں کو بھی واپس لے آؤ گے تو اس کے بعد بڑی شان و شوکت کے ساتھ تم دونوں کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مدتی دوا جب خاموش ہوا، تب لیوان نے ایک گہری نگاہ باری باری نکلیا، لیوان اور ان کی ماں سردام پر ڈالی۔ اس کے علاوہ مدتی دوا کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”اگر آپ برا نہ مانتیں تو اس موقع پر میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔“ لیوان کے ان الفاظ پر نکلیا کچھ پریشان سی ہو گئی تھی۔ لیوان اور سردام بھی سمجھدے ہو گئے تھے۔ یہاں تک مدتی دوا نے لیوان کو مخاطب کیا۔

اس کے ساتھ وہ محافظ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ لیوان آگے بڑھا، اس کمرے میں داخل ہوا، کمرے میں اس وقت سیتانیوں کا بادشاہ متی دوا، ادھیڑ عمر کی ایک عورت، ایک نوجوان اور ایک انتہائی خوبصورت، حسین اور پرکشش لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جس کا حسن نگاہوں کو خیرہ کرتا تھا۔ وہ ابھی نوعمر تھی۔ چھریے بدن کی دراز قدر لڑکی تھی۔ آنکھیں ایسی بڑی اور پرکشش تھیں گویا جس کی طرف دیکھنے کی، اس چیز میں سوراخ کر کے رکھ دے گی۔

لیوان آگے بڑھا۔ سیتانیوں کا بادشاہ متی دوا اٹھ کر ملا۔ اس پر باقی تینوں نے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر بہترین انداز میں اس کا استقبال کیا۔ اس کے بعد متی دوا نے جس نشست کی طرف اشارہ کیا تھا، لیوان اس کے پاس بیٹھ گیا۔ آخر کمرے میں گفتگو کا آغاز سیتانیوں کے بادشاہ متی دوا نے کیا۔ وہ لیوان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”لیوان! بیٹے یہ جوتن میرے ساتھ بیٹھے ہیں، کیا انہیں جانتے ہو؟“

اس پر لیوان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”کیا یہ بھی پوچھنے والی بات ہے۔“ پھر لیوان نے ادھیڑ عمر کی عورت کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

”یہ خاتون سردام ہیں، آپ کی بیوی ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کا بیٹا لیوان بڑھا ہوا ہے اور اس کے ساتھ آپ کی بیٹی نکلیا ہے اور یہ دونوں بہن بھائی تو میرے ہم کتب بھی رہے ہیں۔ یہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں ان سے خوب شناسا ہوں۔“

لیوان کے اس جواب پر سردام، لیوان اور نکلیا مسکرا رہے تھے جب کہ مدتی دوا کے چہرے پر بھی ہلکا سا مسکراہٹ اس وقت نمودار ہوا۔ آخر اس نے کچھ سوچا، اس کے بعد لیوان کو وہ مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”لیوان! میں نے تمہیں ایک خاص مقصد کے لئے بلایا ہے۔ پہلے میں تم سے یہ کہوں کہ تمہارے باپ کے بھٹہ پر ہی نہیں، سیتانی قوم پر بھی اتنے اور ایسے احسان ہیں جنہیں نہ اتارا جاسکتا ہے، نہ انہیں فراموش کیا جاسکتا ہے۔ سچے، وہ مجھے بڑا عزیز تھا۔ میرے ہاں اس کی قدر و قیمت ایک۔ بیٹے کی تھی۔ اب جو محبت، جو چاہت، جو قدر و عزت میں اس کے لئے رکھتا تھا، وہی اب تمہاری ذات میں سوچلی ہے۔ بچے، تم جانتے ہو، میرا بیٹا لیوان اور بیٹی نکلیا تمہارے ساتھ عسکری مکتب میں تعلیم حاصل کر رہا

یہ ہم دونوں کا رازدار رہا اور ہم دونوں کو کچکا کرنے میں اس کا بہت بڑا کردار تھا۔ یہاں تک کہنے کے بعد لیوان جب خاموش ہوا، تب پہلی بار متنی دڑا کی بیوی سردام کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بیٹے! کیا تم نے اپنی دادی اور اپنی بہن پر یہ انکشاف کر رکھا ہے کہ تم نکسیما کو کہتے ہو؟“

اس موقع پر نکسیما بڑے غور سے لیوان کی طرف دیکھ کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ لیوان اٹھا۔

”میں نے اپنی دادی اور بہن پر نکسیما سے محبت کا انکشاف تو بہت دور کی بات، بلکہ ان دونوں کے سامنے کبھی نکسیما کا ذکر تک نہیں کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے مہ سے ایک دوسرے میں دلچسپی لے رہے تھے اور پھر ایک دوسرے پر ہم اپنی محبت کا اظہار بھی یوتان کی موجودگی میں کیا لیکن مجھے ابھی تک پکی پختہ امید نہیں ہے کہ آپ لوگ نکسیما کو میری زندگی کا ساتھی بنانے پر رضامند ہو جائیں گے۔ آج جو مجھے فیصلہ کیا ہے، اس پر مجھے کتنی خوش ہوئی ہے، اس کا میں اظہار الفاظ میں نہیں کرتا۔ اب چونکہ یہ معاملہ طے ہو گیا ہے، لہذا آج میں اپنی دادی اور اپنی بہن سے اس معاملے کا ذکر کروں گا۔“

اس موقع پر نکسیما بولی اور اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

بابا، اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آج ان کے ساتھ ان کے گھر جا کر ان کی دادی سے بھی مل لوں۔ اس سے پہلے ان دونوں سے کبھی میری ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نے ان دونوں کو دیکھ تو رکھا ہے۔ اس لئے کر لیوان کے باپ جب کبھی لشکر لے کر تھے اور شہر کے لوگ انہیں الوداع کہتے تھے تو الوداع کہنے والوں میں ہم سب شامل تھے اور اس موقع پر لیوان کی ماں، دادی اور بہن بھی ہوا کرتی تھی۔ اس بناء پر میں نے لیوان کی دادی اور بہن کو دیکھ رکھا ہے لیکن یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اس کے بعد ہم عرصہ ہوا، ان سے میری نہ ملاقات ہوئی، نہ ان سے کوئی جان پچان ہے۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے بھی مجھے بچپن میں دیکھ رکھا ہو اور اب وہ دونوں بھی مجھے نہ پہچانیں۔“

”بیٹے! تم کہو، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے پوچھنے یا اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔“

اس پر لیوان کا صاف کرتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

”آپ کے ہاں آنے سے پہلے ہم طباش اپنی بیوی لسان کے ساتھ ہمارے ہاں آئے تھے۔ ان دونوں نے اپنے بڑے بیٹے مولک کے لئے میری بہن یوریمیا کا رشتہ مانگا ہے۔ میں اور میری دادی نے اس رشتے کو قبول کر لیا ہے۔ اس موقع پر ہم طباش چاہتے تھے کہ مولک اور یوریمیا کی منگیا کا ہتھام کر دیا جائے لیکن میں نے ہم طباش سے گزارش کی تھی کہ میری خواہش یہ ہے کہ پہلے میں اپنے باپ کا انتقام لوں اور حنیوں کے ہاں سے اپنی ماں کو واپس اشوکا کے لئے کر آؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ میری بہن اور مولک کی منگنی کی رسم میری ماں سریان کی موجودگی میں ادا کی جائے۔ اگر آپ برائے نامیں تو میں نکسیما کے سلسلے میں بھی یہی پسند کروں گا کہ میرے اور نکسیما کے سلسلے میں جو بھی رسم ادا کی جاتی ہے، وہ میری ماں کی موجودگی میں ادا کی جائے۔ اس سے ہماری خوشیوں میں اضافہ ہوگا اور مجھے امید ہے کہ میں بہت جلد اپنی ماں کو حنیوں کے مرکزی شہر خوشاش سے نکال لانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔“

لیوان کے ان الفاظ سے نکسیما خوش ہوئی تھی۔ مسکرا رہی تھی۔ یوتان اور سردام بھی مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔ یہاں تک کہ متنی ورا بول اٹھا۔

”بیٹے! اگر تم ایسا چاہتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تمہاری خوشی ہی ہماری خوشی ہے۔ بہر حال ہم لوگ آج سے نکسیما کو تمہارے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور یہ بات منادوں کے ذریعے پھیلا بھی دی جائے گی کہ نکسیما کا رشتہ سیماس کے بیٹے لیوان سے طے کر دیا گیا ہے تاکہ اور کوئی نکسیما کے رشتے کا طلب گار نہ ہو۔ اسی رشتے کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہیں اور نکسیما کو اجازت دیتا ہوں کہ تم دونوں آپس میں مل سکتے ہو، اپنے مستقبل سے متعلق گفتگو کر سکتے ہو، اکٹھے بیٹھ سکتے ہو۔“

متنی ورا جب خاموش ہوا، بلکہ سب اس موقع پر لیوان کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر متنی ورا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں سب سے پہلے نکسیما کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے میری زندگی کا ساتھی بننے پر اپنی خواہش اور رضامندی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد میں یوتان کا بھی شکر گزار

معموبندی میں نے کر رکھی ہے، وہ کچھ اس طرح ہوگی کہ تم اپنے ساتھ کچھ سلخ دے لے کر جاؤ گے۔ تمہارے ساتھ اپنی پوری خیمہ ہوگی اور اپنے آپ کو سوداگر ظاہر کرو گے۔ یہاں سے سیدھا چلیں گی سرزمینوں کی طرف نہیں جاؤ گے، پہلے مدین کا رخ لے لو، اس لئے کہ مدین کے تاجر جہاں ایک طرف چلیں اور آشوریوں کی سرزمینوں کی طرف جاتے ہیں تو دوسری طرف وہ مصر کا رخ بھی کرتے ہیں۔ شام کے سارے شہروں، ان کی تجارت چلتی ہے اور پھر سب سے بڑی بات کہ یہ بڑا غیر جانبدار علاقہ ہے۔ ان دنوں نہ مصر کے فروغ کے تحت ہے، نہ وہ ہمارے ماتحت ہے اور نہ ہی وہ ہمیں کی برتری کو تسلیم کرتا ہے۔ غیر جانبدار اور آزاد علاقہ ہے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہلے مدین کا رخ کرنا، اس کے بعد اپنے آپ کو تاجر ظاہر کر کے چلیں گی۔ مدینوں کا رخ کرنا۔ مدین میں داخل ہونے کے بعد وہ سارا سامان وہیں سے خرید لیتا، وہاں مدین تجارت کی غرض سے چلیں گی طرف لے کر جاتے ہیں۔ اپنے اس سلسلے میں انہیں بہترین جنگجو قسم کے دے میا کئے جائیں گے۔ خاصی بڑی رقم بھی میا کی جائے گی جس سے تم سوداگری کا سامان مدین کی سرزمینوں سے خرید کر چلیں گی۔ مدینوں کے مرکزی شہر فتوحاش کے نواح میں اپنی خیمہ لگا دینا، اس لئے کہ مدین تاجر جہاں کہیں بھی جاتے ہیں اور جس شہر سے انہوں نے تجارت کرنی ہوتی ہے، اس شہر سے باہر وہ اپنی خیمہ لگا لیتے ہیں۔ تم بھی ایسا ہی کرنا اور پھر چلیں گی کے مرکزی فتوحاش میں مال کے لین دین کا سلسلہ شروع کر دینا۔ اس دوران کوشش کرنا کہ تمہارا رابطہ تمہاری ماں سے ہو جائے۔ تمہاری ماں تمہیں بتا سکتی ہے کہ تمہارے باپ نے قاتل کون کون ہیں۔ پہلے اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینا، پھر کوئی مناسب موقع تلاش کر اپنی ماں کو وہاں سے نکال کر واپس اپنے مرکزی شہر اشوکانی چلے آنا۔ اسے خیال میں اگر یہ طریقہ اپنایا جائے تو تم دونوں کا یہ کام بڑی آسانی سے کر سکتے ہو۔ اب بولو اس سلسلے میں تمہارا کیا ارادہ ہے۔“

متی دڑا کی یہ منصوبہ بندی اور تجویز سن کر لیان نے خوشی کا اظہار کیا۔ نہ رہے کہ لگا۔ ”جو تجویز آپ نے کہی ہے، وہ ہماری منصوبہ بندی سے کہیں بہتر ہے اور اسی پر عمل کر کے ہم دونوں کام بآسانی سرانجام دے سکتے ہیں۔“

لیان کے ان الفاظ پر متی دڑا ہی نہیں، ہکسما، بیتان اور سردام نے بھی خوشی کا

ظہار کیا۔ لیان تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ متی دڑا بول اٹھا۔

”بیٹے! تمہیں میری طرف سے لیان کے ساتھ جانے، اس کی دادی، اس کی بہن سے ملنے کی اجازت ہے بلکہ میں یہ بھی کہوں گا کہ جب لیان چلیں گی اس کی طرف اپنی ماں پر نکل جائے تو اس کی غیر موجودگی میں تمہارا فرض بنتا ہے کہ تم اس کی دادی اور بہن دونوں کا خیال رکھو۔“

اپنے باپ متی دڑا کے اجازت دینے پر ہکسما کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ اس موقع پر اس نے سالیہ سے انداز میں جب اپنی ماں سردام کی طرف دیکھا تب سردام مسکرائی اور کہنے لگی۔

”بیٹی! جب تمہارے باپ اجازت دے چکے ہیں تو میری طرف سے بھی تمہیں بخوشی اجازت ہے۔ تم جاسکتی ہو۔ لیان کی موجودگی میں اور اس کی غیر موجودگی میں بھی تم اس کی دادی اور بہن سے جب اور جس وقت چاہو مل سکتی ہو، ملاقات کر سکتی ہو۔“

سردام جب خاموش ہوئی تب سہیتائوں کا بادشاہ متی دڑا نے موضوع کی طرف آیا اور لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیٹے! اب یہ کہو کہ تم اپنے باپ کا انتقام کیسے لو گے اور وہاں سے اپنی ماں کو کیسے نکال کر لاؤ گے۔ میں نے سنا ہے اس سلسلے میں تم صرف مولک کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو، اگر ایسا کرو گے تو کامیابی کی بہت کم امید ہے۔ بیٹے! اس سلسلے میں میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ میرے خیال میں اگر اس پر عمل کیا جائے تو تم بڑی آسانی سے نہ صرف اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لے سکتے ہو بلکہ بڑی آسانی سے اپنی ماں کو چلیں گی کے ہاں سے نکال کر اپنے ہاں لے آ سکتے ہو۔“

متی دڑا کے ان الفاظ پر لیان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ غور سے متی دڑا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”جو تجویز اور منصوبہ بندی اس وقت آپ کے ذہن میں ہے، وہ کہیں ہو سکتا ہے، اسی پر عمل کر کے ہم اپنا مقصد اور مدعا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔“

لیان کے ان الفاظ کے جواب میں متی دڑا مسکرایا اور اس کے بعد وہ کہہ رہا تھا۔

”سن بیٹے! تمہارا اور مولک کا یہ کام اس مہم پر جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ جو

اظہار کیا تھا۔ یہاں تک کہ متنی وزا پھر بول پڑا۔

”بیٹے! اگر یہ بات ہے تو ایک ہفتے بعد اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جو مسلح دستے سوداگروں کے ہمیں میں تمہارے ساتھ جائیں گے، وہ بھی تیار ہو جائیں گے۔ تمہارے لئے رقم اور دوسرے سامان کا بھی اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں تم صرف موک کو ساتھ لے کر جانا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے باپ اور طباش کے درمیان بھائیوں جیسے تعلقات تھے، میرے خیال میں موک کے ساتھ بھی تمہارے تعلقات ایسے ہی ہوں گے اور پھر موک کے ساتھ تم نے اپنی بہن کا رشتہ بھی طے کر دیا ہے۔ لہذا وہ تمہارے لئے بڑا مفصل اور جائز ثابت ہوگا۔ ساتھ ہی میری تمہارے لئے دعا بھی ہے کہ تم اپنی دونوں بہنیں کامیابی سے سر کر کے خیر و عافیت کے ساتھ واپس آؤ۔“

متنی وزا کے ان الفاظ پر لیان نے خوشی کا اظہار کیا تھا، پھر کہنے لگا۔

”اب مجھے اجازت دیں، میں جاتا ہوں۔“ متنی وزا نے جب بخوشی اسے جانے کی اجازت دے دی، جب لیان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس موقع پر نکسیما بھی کھڑی ہو گئی، کہنے لگی۔

”آپ اکیلے کہاں جائیں گے۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔“

جوزہ میں لیان مسکرا دیا۔ پھر وہ آگے پیچھے اس قصر کے کمرے سے نکلے۔ اس کے بعد نکسیما کے ساتھ لیان قصر سے نکل کر اپنی حویلی کا رخ کر رہا تھا۔

جب وہ نکسیما کے ساتھ اپنی حویلی کے دیوان خانے میں داخل ہوا تو اس وقت دیوان میں اس کی دادی طامہ اور بہن یوریمیا دونوں کسی موضوع پر بڑے پیارے انداز میں بڑی چابوت اور محبت کے ساتھ گفتگو کر رہی تھیں۔ جب لیان کے ساتھ دونوں نے نکسیما کو دیکھا تو خاموش ہو گئیں اور بڑے قیوب اور عجیب سے انداز میں وہ کبھی لیان اور کبھی نکسیما کی طرف دیکھتی تھیں۔ لیان آگے بڑھا، نکسیما اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ یہاں تک کہ لیان نے دونوں کو مخاطب کیا۔

”اوی اماں اور یوریمیا اس لڑکی کو غور سے دیکھو۔ کیا تم دونوں اسے جانتی اور پہچانتی ہو؟“

طامہ اور یوریمیا کچھ دیر تک بڑے غور سے دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ طامہ نے یوریمیا سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد کہا شروع کیا۔

”نکسیما! میری بہن، اب تم آئی ہو تو شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھا کر جانا، اب تم نے وہ والا ہے۔ میں مطبخ کی طرف جاتی ہوں اور کھانا تیار کرتی ہوں۔“

”یوریمیا! نکسیما نے یہاں آکر ہم پر احسان نہیں کیا، یہی گھر اب اسی کا ہے۔“

”نکسیما! میری بہن، اب تم آئی ہو تو شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھا کر جانا، اب تم نے وہ والا ہے۔ میں مطبخ کی طرف جاتی ہوں اور کھانا تیار کرتی ہوں۔“

”نکسیما! میری بہن، اب تم آئی ہو تو شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھا کر جانا، اب تم نے وہ والا ہے۔ میں مطبخ کی طرف جاتی ہوں اور کھانا تیار کرتی ہوں۔“

اس پر نکسما بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔
 ”میں ایک شرط پر یہاں قیام کر کے اور آپ کے ساتھ شام کا کھانا کھانے کا
 کرتی ہوں۔“

”کیسی شرط؟“ یوریمانے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔
 ”شرط یہ ہے کہ میں آج آپ کے ساتھ مل کر کھانا تیار کروں گی۔“
 یوریمانے اس موقع پر پہلے غور سے اپنے بھائی لیان کی طرف دیکھا تھا۔ پھر

کی نگاہیں نکسما پر جم گئی تھیں۔
 پھر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔
 ”اگر یہ بات ہے تو پھر آؤ۔“ اس پر نکسما فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر دونوں کھانا
 تیار کرنے کے لئے مطبخ کی طرف چل دی تھیں۔



مصر میں داخل ہونے کے بعد اپنے کام کی ابتداء کرنے میں مویٰ علیہ السلام کے اب
 و است راست تھے۔ ایک ان کے بڑے بھائی ہارون اور دوسرے بنی اسرائیل سے
 لائے والے ان کے بہترین دست راست جن کا نام یوشع بن نون تھا۔ چنانچہ چند
 دنوں کے بعد یوشع بن نون کو تو انہوں نے پیچھے چھوڑا اور خود فرعون کے پاس
 انہوں نے خداوند قدس کا پیغام پہنچانے کا ارادہ کیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ
 انہوں نے فرعون کے دربار میں جانے لگے تو ان کی والدہ نے انتہائی شفقت کی
 اور انہیں روک کر کہا کہ اے میرے بیٹے! اس شخص کے پاس جانا چاہتے ہو جو صاحب تخت و تاج بھی ہے،
 اور غرور بھی۔ وہاں نہ جاؤ، وہاں جانا بے سود ہوگا۔
 مگر دونوں نے اپنی ماں کو سمجھایا کہ یہ خداوند قدس کا حکم ہے جسے ٹالا نہیں جاسکتا
 اور اس کا وعدہ ہے کہ ہم ہی کامیاب ہوں گے۔

غرض دونوں بھائی فرعون کے دربار میں پہنچے، فرعون سے ملنے کی خواہش کا اظہار
 کیا اور فرعون نے انہیں اپنے پاس طلب کیا۔ طلبی کے بعد جب گفتگو کا
 ماحول انتہائی فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے مویٰ علیہ السلام کہنے لگے۔

”اے بادشاہ! ہم کو خدا نے اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ ہم تجھ
 کو ایمان دیتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا پر ایمان لاؤ اور کسی کو اس کا شریک، ساتھی
 نہ بناؤ، دوسرے یہ کہ ظلم سے باز رہو اور بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے نجات
 دلو، ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں، یقین رکھو، یہ بات اور تصنع نہیں ہیں اور نہ ہم کو یہ
 شک ہے کہ خدا نے تم کو اس کے ذمے غلط بات لگائیں۔ ہماری صداقت کے لئے
 اس طرح یہ تعلیم خود شاہد ہے، اسی طرح خدا تعالیٰ نے ہم کو اپنی دوزبردست نشانیاں
 دی ہیں۔ لہذا تیرے لئے مناسب یہی ہے کہ صداقت اور حق کے اس پیغام کو

فرعون نے بار بار دوران گفتگو موئیٰ علیہ السلام پر یہ اظہار کیا تھا کہ تو نے ہمارے ہاں بیت پائی ہے اور میں تیرا میری ہوں تو اس کے معنی صرف اسی قدر نہیں ہیں۔ اے اس کی بات میں وہ عقیدہ کام کر رہا تھا جس کی شکست و ریخت کے لئے موئیٰ علیہ السلام مبعوث کئے گئے تھے یعنی سلطنت مصر کا بادشاہ صرف بادشاہ ہی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ راع دیوتا کا وار مانا جاتا تھا۔ اس لئے فرعون کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ تربیت کائنات کا معاملہ راع دیوتا کے سپرد ہے، اور دنیا اس کا صحیح مظہر یا اوتار فرعون ہے۔ اب جب موئیٰ نے خدائے واحد کی پرستش کے حق میں اور دیوتاؤں کی پوجا کے خلاف آواز بلند کی اور فرمایا کہ میں خداوند قدوس کی طرف سے رسول ہوں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔

تب موئیٰ علیہ السلام کے دعوے کے جواب میں اول تو فرعون نے اپنی اور اپنے باپ دادا کی عظمت کو اس طرح ثابت کیا کہ موئیٰ علیہ السلام کی شخصیت پر اس کا بوجھ پڑے اور جب اس طرح اصل معاملے کو حل ہوتے نہ دیکھا تو اب مسئلہ کو زیادہ عریاں کر کے حضرت مومن علیہ السلام کے ساتھ مناظرے پر آمادہ ہو گیا اور کہنے لگا، ”یہ تو نبی بات کیا سنا تا ہے۔ کیا یہ خدا وہ بھی کوئی رب ہے کہ جس کو تو رب العالمین کہتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی تیقوت بیان کر۔“

اس پر موئیٰ علیہ السلام کہنے لگے، ”اگر تجھ میں یقین اور ایمان صحیح کی گنجائش ہے تو تجھ کو یقیناً چاہئے کہ میں جس ہستی کو رب العالمین کہتا ہوں وہ ذات اقدس ہے جس کے قبضے میں آسمان، زمین اور دونوں کے درمیان کی کل مخلوقات کی ربوبیت ہے۔ فرعون! کیا تو کوئی لڑکتا ہے کہ ان آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان تمام مخلوقات کو تو نے پیدا کیا یا ان کی ربوبیت کا کارخانہ تیرے دست قدرت میں ہے؟“

اگر نہیں، بلاشبہ نہیں تو پھر رب العالمین کی ربوبیت عام سے کیوں انکار کرتا ہے؟“

فرعون نے یہ سنا تو اپنے درباریوں کو تعجب اور حیرت سے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”کیا تم سننے ہو، یہ کیسی عجیب باتیں کر رہا ہے؟“
 موئیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے درباریوں کے اس تعجب اور حیرانگی کی پروا نہ کی ہوئے اپنے سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

تقول کرو اور بنی اسرائیل کو آزادی دے کر میرے ساتھ کرو تا کہ میں انہیں بخیر ہدایت کر دوں اور ان میں سے جو ان کے خدائے واحد کے سوا یہ کسی اور کی پرستش نہ کرے وہ بھی۔“
 موئیٰ علیہ السلام نے فرعون کے جواب میں یہ الفاظ سننے تو کہنے لگا۔

”موئیٰ علیہ السلام! آج تو پیغمبر بن کر میرے سامنے بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ وہ دن بھول گیا جب تو نے میرے ہی گھر میں پرورش پائی اور بچپن کی گزاری اور کیا تو یہ بھول گیا کہ تو نے ایک مصری کو قتل کیا اور یہاں سے بھاگ کر فرعون کے ان الفاظ کے جواب میں موئیٰ علیہ السلام کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! صحیح ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی۔ ایک شاہی محل میں رہا اور مجھے یہ بھی پتا ہے کہ غلطی کی بنا پر مجھ سے ناانستہ ایک مصری ہو گیا اور میں اس خوف سے چلا گیا لیکن یہ خدا کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس ضرورتوں اور مجبوریوں کی حالت میں تیرے ہی گھر میں میں میری پرورش کر لی اور مجھ کو اپنی سب سے بڑی نعمت یعنی نبوت اور رسالت سے سرفراز فرمایا۔ سن اے بادشاہ! کیا یہ طریقہ عدل و انصاف کا طریقہ ہوگا کہ مجھ ایک اسرائیلی کی پرورش کا بدلہ یہ کہ بنی اسرائیل کی تمام قوم کو تو غلام بنا کر رکھے۔“

فرعون نے اپنی مغرورانہ سرشت کے مطابق موئیٰ علیہ السلام کے پیغمبر خدا ہونے اور تیرا اذیاد اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے موئیٰ سے بحث شروع کر دی۔ اپنے اس کے احسان جتانے اور مصری کے قتل والا معاملہ یاد دلا دیا اور خوف زدہ کرنے کی ساری کوششیں کی۔ چنانچہ چونکہ ان مراحل کے متعلق خدائے برحق سے ہر قسم کا اطمینان کر چکے تھے لہذا ان پر مطلق نہ خوف کا اثر ہوا نہ ان کو غصہ آیا بلکہ انہوں نے فرعون کے گھمبیرانہ تربیت کا اعتراف بھی کیا اور مصری کے قتل کی غلطی کو بھی تسلیم کیا مگر ساتھ ہی ایک جواب دہانہ، ایک ایسی جہت اور خاموش کن دلیل بھی پیش کر دی کہ فرعون واقعی لا جواب اور اس نے ناراضگی اور غصے کے اظہار کے بجائے گفتگو کا پہلو بدلا اور موئیٰ علیہ السلام بات چیت شروع کر دی اور وہ دلیل و جہت یہی تھی کہ موئیٰ نے کہا کہ ”تو نے میری ذات سے متعلق ہے لیکن کیا یہ باتیں اس کے لئے جواز کا سبب بن سکتی ہیں کہ اسرائیل کی پوری قوم کو تو غلام بنائے۔“

وال دہرا دیا، کہنے لگا۔

”اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟“ جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ”ہمارا پروردگار تو وہ ایک ہی پروردگار ہے جس نے دنیا کی ہر چیز کو وجود بخشا اور پھر ہر طرح کی ذریعہ قوتیں دے کر اس پر زندگی اور عمل کی راہ کھول دی۔ جس نے ہر شے کو وجود عطا کیا۔ پھر سب کو منزل کمال کی طرف چلنے کی راہ دکھائی۔“

موسیٰ کا جواب سن کر فرعون ایک طرح سے لاجواب سا ہو گیا تھا، حیران رہ گیا تھا اور پہلو بدل کر بات کا رخ دوسری طرف جیسے نے کی اس طرح سچی کرنے لگا جس طرح کوئی کج رو جواب نہ دینے کی وجہ سے بات کا رخ بدلتا ہے۔

بات کا رخ بدلتے ہوئے فرعون کہنے لگا۔

”اگر میں تمہاری بات کو تسلیم بھی کر لوں تو پھر جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں، ان کا کیا مال ہوگا۔“ مطلب یہ تھا کہ اگر اتنی ہی بات صحیح ہے تو پھر ہم سے پہلے لوگ اور ہمارے آپ دادا جن کا عقیدہ تیرے عقیدے کی تائید میں نہیں تھا، کیا وہ سب عذاب میں گرفتار ہیں اور سب جھوٹے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام فرعون کی اس کج بیتی کو سمجھ گئے تھے اور انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اصل نیکو کو اچھٹا جاتا ہے، اس لئے فوراً جواب دیتے ہوئے کہنے لگے۔

”ان پر کیا گزری اور ان کے ساتھ خدا کا کیا معاملہ رہا ہے، اس کی ذمہ داری نہ ہے تم پر، ان کا ظلم میرے پروردگار کے پاس محفوظ ہے۔ ہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ میرا پروردگار بھول چوک اور خطا سے پاک ہے۔ جس نے جو کچھ کیا ہے، اس معاملے میں کوئی بھول یا ظلم نہ ہوگا۔“ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام پھر بات کا رخ اصل نیکی کی طرف پھیر دیا اور اپنے رب کے اوصاف کا ذکر کر کے مسئلے کی حقیقت کو اچھی طرح واضح کرنا شروع کیا۔

کچھ عرصہ تک موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں بھائی فرعون کو راہ حق کی طرف لاتے رہے اور مختلف مجالس میں مکالمات کا یہ سلسلہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان باقی رہا۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے روشن، پر اثر اور پر صداقت دلائل سن کر اگرچہ سچ ثابت لگتا مگر لا جواب ہونے کی وجہ سے کوئی صورت نہیں بنی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام سے غلط فہمی مائل کرے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ میری ربوبیت اور الوہیت کی بنیاد اس قدر کمزور ہے

304

”رب العالمین وہ ہستی ہے جس کی ربوبیت کے اثر سے تیرا اور تیرے باپ دادا کا وجود بھی خالی نہیں ہے یعنی جس وقت تو عالم وجود میں نہ آیا تھا تو تجھ کو پیدا کیا، میری ربوبیت کی اور اس طرح وہ تجھ سے پہلے تیرے آباؤ اجداد کو عالم وجود میں لایا اور ان کو اپنی ربوبیت سے نوازا۔“

فرعون نے جب اس زبردست دلیل کو سنا اور کوئی جواب نہ بن پڑا تو دربار میں سے کہنے لگا۔

”مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو خود کو تمہارا پیغمبر اور رسول کہتا ہے، مجنون ہے اور پاگل ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس سے اب کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو سوچا، یہ میرے بے کرداروں، لاشیں بیان میں خدا کی ربوبیت کو واضح کریں، اس لئے فرمایا۔

”یہ بے شرق اور مغرب اور اس کے درمیان ساری کائنات نظر آتی ہے، اس کی ربوبیت جس کے دست قدرت میں ہے، اسی کو میں رب العالمین کہتا ہوں۔ تم ذرا اس عقل اور سمجھ سے کام لو تو باسانی اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہو۔“

غرض موسیٰ علیہ السلام خداوند قدس کے مطابق برابر شیریں کلامی، نرم گفتاری اور لطف کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کو راہ حق دکھاتے اور رسالت کا فرض ادا کرتے رہے اور فرعون کی توہین آمیز گفتگو اور مجنون جیسے سخت الفاظ کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ اب موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام نے ایک طرح سے سلسلہ عطا کیا تھا کہ وہ اکثر و بیشتر فرعون کے پاس جاتے اور اسے راہ راست دکھانے کی کوشش کرتے۔

ایک روز پھر موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام فرعون کے پاس آئے اور فرعون کو یاد دلایا کہ جو راستہ تو نے اختیار کیا ہے، یہ صحیح نہیں ہے بلکہ خدا ہی وہ ذات ہے جو لائق پرست ہے اور اس کے مقابلے میں کسی انسان کا دعویٰ الوہیت کھلا ہوا شرک ہے۔ اے فرعون! تو اسے نہ مانا، نہ مانا، کیونکہ اس ہستی نے جس کو میں رب کہہ رہا ہوں، ہم پر وحی نازل کی ہے جو تجھ سے جو کچھ اس قول کی خلاف ورزی اور مخالفت کرے گا اور اس سے منہ موڑے گا وہ خدا کے عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔

فرعون کے پاس چونکہ کوئی جواب نہیں بن پڑ رہا تھا، لہذا اس نے وہی پہلے

۱۰۔ ہدایت کی قبولیت کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا۔

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے اس طرح تبلیغ کرنے کی وجہ سے فرعون کے خدشات متاثر ہوئے اور اس کو قوت و باطل کی کشمکش میں اپنے لئے خطرہ نظر آنے لگا۔ اس لئے مایہ کورف یہیں ختم نہیں کر دیا بلکہ ضروری سمجھا کہ اپنی سلطنت، جبروت اور قہر ممانیت اور موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام پر ڈالے اور اس طرح ان کو مرعوب کر کے ہاتھ حق کے فرض سے باز رکھے۔

پتا چڑھایا کرنے کے لئے ایک روز وہ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر تو نے میرے سوا اور کسی کو معبود قرار دیا تو میں تجھ کو قید میں ڈالوں گا۔“

جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ”اگرچہ میں تیرے پاس خدا نے واحد کی جانب واضح نشان لے کر آیا ہوں، تب بھی تیرے غلط راستے کو کیا میں اپنالوں گا؟“

اس پر فرعون کہنے لگا۔

”اگر واقعی تو اس بارے میں سچا ہے تو کوئی نشان دکھا۔“

اس پر موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے اور بھرے دربار میں فرعون کے سامنے اپنا عصا زمین پر ڈالا، عصا اسی وقت ایک بہت بڑے اژدھے کی شکل اختیار کر گیا اور یہ حقیقت تھی، نظر نہ آتا تھا اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو گر کر بیان کے اندر لے جا کر باہر نکالا تو وہ اژدھ سنارے کی مانند چمکا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یہ دوسری نشانی اور دوسرا معجزہ تھا۔ فرعون کے درباریوں نے جب اس طرح ایک اسرائیلی کے ہاتھوں اپنی قوم اور اپنے بادشاہ کی شکست کو دیکھا تو تھلا اٹھے اور کہنے لگے۔

”بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا ماہر جادوگر ہے اور اس نے یہ سب ڈھونگ اس لئے رچایا ہے کہ تم پر غالب آکر تمہیں تمہاری سرزمینوں سے نکال باہر کرے۔ لہذا ہم کو اب سوچنا ہے کہ اس کے متعلق کیا کرنا چاہئے۔“ فرعون اور اس کے حواریوں کے باہمی مشورے سے یہ طے پایا کہ فی الحال تو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو مہلت دو اور اس دوران میں نام نہاد مصری قلمرو سے ماہر جادوگروں کو دارالسلطنت میں جمع کر دو اور پھر موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرو۔ بلاشبہ یہ شکست کھا جائے گا اور اس کے تمام ارادے خاک میں مل جائیں گے۔“ پتا چڑھنے کی فیصلہ کرنے کے بعد فرعون نے موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا۔

”موسیٰ! ہم خوب سمجھ گئے کہ تو اس حیلہ سے ہم کو ہماری سرزمین مصر سے بے دخل

کہ دلائل موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کے سامنے تارنگبوت کی طرح تار تار ہو جاتی ہے اور درباری بھی اس کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اس لئے فرعون کے لئے یہ بات سخت ناگوار برداشت تھی اور جس قلمرو میں اس کے رعب شامی اور دبہ حکومت کے ساتھ ساتھ اس کی ریوہیت اور الوہیت کا جاہ و جلال بھی ملتا جاتا ہو، وہاں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی جرات کہ وہ اسے بت پرستی سے منع کر کے خدا کے واحد کی طرف بلائیں۔

تاہم حق پرستی یہ باتیں اندر ہی اندر اس کو سخت خائف اور پریشان کر رہی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے حقائق سن کر جب فرعون زیادہ ہی شرمندہ ہوا، تب اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ اس کے لئے ایک بلند مینار تعمیر کیا جائے جس پر کھڑے ہو کر وہ موسیٰ کے رب کا جائزہ لے۔

جہاں تک فرعون کے وزیر ہامان کا تعلق ہے تو قرآن مقدس اس سے متعلق کوئی تصریح نہیں کرتا، یہ کسی شخصیت کا نام تھا یا عہدہ اور منصب تھا اور نہ اس پر روشنی ڈالی کہ ہامان نے عمارت تیار کرائی کہ نہیں اور پھر فرعون نے اس پر چڑھ کر کیا کیا، کیونکہ یہ اس کے مقصد کے لئے غیر ضروری تھا۔ تو ریت نے بھی اس کے متعلق کوئی اشارہ نہیں کیا بلکہ اس نے فرعون کے عمارت بنانے کے حکم کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔

البتہ کچھ مؤرخین نے یہ قصہ ضرور نقل کیا ہے کہ جب ہامان نے ایک بڑا مینارہ تیار کر کے فرعون کو اطلاع دی تو فرعون اس پر چڑھا اور تیرکان ہاتھ میں لے کر آسمان کی طرف تیر پھینکا۔ قدرت الہی کے فیصلے کے مطابق وہ تیر خون آلود ہو کر واپس ہوا۔ فرعون نے یہ دیکھ کر غرور اور دشمنی کے ساتھ مصریوں سے کہا۔

”اب میں نے موسیٰ علیہ السلام کے خدا کا بھی قصہ تمام کر دیا ہے۔“

اب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے لگا تار فرعون کے سامنے اپنے خداوند قدوس کا پیغام پہنچانا شروع کر دیا تھا اور اسے شرک، بت پرستی سے راہ حق کی طرف لانے کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔ فرعون نے اپنے درباریوں، عام تقبیوں کے سامنے موسیٰ کے مقابلے میں اپنی شکست کو چھپانے کے لئے ہامان کو عمارت تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن وہ خود بھی سمجھتا تھا کہ یہ ایک ڈھوکہ ہے اور بس اس سے دلوں کی تسلی نہیں ہو سکتی اور بہت ممکن ہے کہ بہت سے مصری بھی اس کو سمجھتے ہوں، تاہم درباریوں اور خواص و عام میں ایک ایسی ایما ریل رشید نہ تھا جو جرات اور حق گوئی کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان کر دیتا اور

امری حکومت پر قابض ہوتا اور تم کو اس سے خارج کر دینا چاہتا ہے اور اب اس کا ایک طاق ہے کہ اپنی فکر کو کے مابین جادو گروں کو جمع کر کے موسیٰ علیہ السلام کو شکست دے دی جائے۔ ان کی اس چال کو تا کام بنایا جائے۔

موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بات کو اس لئے غنیمت جانا کہ وہ خدا تعالیٰ کے جس قدر اہانت، عجزات، فرعون اور قوم فرعون کو دکھانے لگے تھے، انہوں نے ان کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا۔ یہ تو جادو اور سحر ہے، لہذا اب جب کہ ساحروں اور جادو گروں سے مقابلہ کے بعد بھی خدا کا معجزہ غالب رہے گا تو تا پاران کی صداقت اور حق کے سامنے ہٹنا پڑے گا۔ ان کے بغیر کیا چارہ نہ رہے گا۔ نیز یہ سوچا اگر چہ دینی الہی کے یقین، روشن حجت و بان کے ذریعے معجزات کی صداقت کا کافی یقین دلایا جا چکا ہے، تاہم فرعون اور ارکان مملکت ہمیشہ ان واقعات کو سحر اور جادو کہہ کر عوام کو اصل حقیقت سے بے خبر رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔

حد اور تعصب نے خود ان کو حقیقی روشنی سے محروم رکھا۔ پس اگر جشن کے روز وہ اس و عام کے مجمع میں ساحر اور جادو گر عاجز ہو کر میری صداقت کا اقرار کر لیں تو کسی کو بھی اب شکائی کا موقع نہ ملے گا اور برسر عام حق کا مظاہرہ منصب تبلیغ کے لئے بہترین اور یقیناً ثابت ہوگا۔

اب ایک طرف جادو تھا اور دوسری طرف خداوند قدوس کا معجزہ، جہاں تک سحر کا تعلق ہے، نفرت میں سحر کے معنی امر مخفی اور پوشیدہ چیز کے ہیں۔ چنانچہ مجمع کے اول وقت کو حراس لئے کہتے ہیں کہ ابھی دن کی روشنی پوری طرح نمودار نہیں ہوئی اور قدرے تاریکی ہوتی ہے اور علمی اصطلاح میں ایسے عجب و غریب امور کا نام سحر ہے جس کے لئے وجود پذیر ہونے کے اسباب نظروں سے اوجھل ہوں اور بادی انکسار میں محسوس نہ ہوتے ہوں۔

سحر کی حقیقت کچھ ہے یا وہ محض نظر کا دھوکہ اور بے حقیقت شے ہے، اس کے متعلق علماء میں اختلاف رائے ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ سحر واقعی ایک حقیقت ہے اور مظہر و ہمار رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مصلحت کا کلمہ کے پیش نظر اس میں اس طرح اثرات رکھ دیے ہیں جس طرح زیر میں یا دوسری نقصان دہ ادویات میں ہیں۔

جبکہ ایک گروہ کہتا ہے کہ سحر کی حقیقت شعبہ، نظر بندی اور فریب خیال کے علاوہ

کرنا چاہتا ہے۔ لہذا اب تیرا علاج اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ بڑے بڑے جادو گروں کو جمع کر کے تجھ کو شکست دلائی جائے۔ اب تیرے اور ہمارے درمیان مقابلہ کے دن کا معاہدہ ہونا چاہیے اور پھر نہ ہم اس سے ٹپیں گے اور نہ تو وعدہ خلافی کرتا۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو مخاطب کر کے کہا۔ "اس کام کے لئے سب سے پہلا وقت یوم الزینہ ہے۔ اس دن سورج بلند ہونے پر ہم سب کو میدان میں ہونا چاہئے۔ یوم زینہ قدیم مصریوں کے جشن کا ایک دن تھا اور یہ دن اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ اس جشن کے روز سب لوگ جمع ہوں اور حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

غرض موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان یوم زینہ سے پایا اور فرعون نے اسی اپنے عمال سلطنت کے نام احکامات جاری کر دیئے کہ تمام قلعہ میں جو مشہور اور ہمار جادو گر ہیں، ان کو جلد از جلد دارالحکومت روانہ کر دیا جائے۔

دراصل موسیٰ علیہ السلام کی بشت کا زمانہ مصری تمدن کی جو تعریف پیش کرتا ہے، اس سے یہ بات بہت نمایاں نظر آتی ہے کہ مصری علوم و فنون میں سحر کو ایک مستقل علم اور فن کی حیثیت حاصل تھی اور اسی بناء پر ساحرین کا رتبہ مصر میں بہت بڑا سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ ان کو شاہی دربار میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا اور جنگ سمجھانے، پیدا کن اور وفات کی زانچہ کشی اور اہم حکومتی معاملات میں انہیں کی جانب رجوع کیا جاتا تھا اور ان کے ساحرانہ نتائج کو بڑی وقعت دی جاتی تھی۔

حق کی مذہبی معاملات میں بھی ان کو اہم جگہ دی جاتی تھی۔ قدیم شاہی مقبروں میں بھی کے ساتھ جو کائنات اور دستاویزات برآمد ہوئے ہیں، ان حجروں میں جو تصویروں اور نقوش پائے جاتے ہیں، ان سے بھی ان سارے معاملات کی تصدیق ہوتی ہے۔

قدیم قوموں کی عام گمراہیوں میں ایک گمراہی یہ بھی رہی ہے کہ وہ جادو پر مذہبی حیثیت سے اعتقاد رکھتے اور ان کو اپنی زندگی میں اثر انداز یقین کرتے تھے اور اسی اعتقاد کے پیش نظر وہ اس کو سیکھتے سکھاتے بھی تھے اور اس میں طرح طرح کی ایجادات اور اختراعات کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ بابل، مصر، چین اور ہندوستان کی تاریخ ایسے جادو کی شاہد ہے۔

میں جب بھی کہ مصری قوم پر فخر اور ان کی سلطنت کے ارکان حکومت کا یہ جادو چل گیا کہ موسیٰ جادو گر ہے اور یہ اپنے جادو کی مہارت کے اثر و رسوخ کو کام میں لائے

جاتا ہے، وہی نوع میں سے ہوتا ہے جس میں اس قوم کو جس کو کہ سب سے پہلے اس دُشمن نے خطاب کیا ہے، درجہ کمال حاصل ہوا اور وہ اس کے تمام پیلوؤں سے بخوبی آگاہ تھا کہ یہ کچھ نہیں میں آسانی ہو کہ پیغمبر کا یہ نشان انسانی اور بشری طاقت سے بالاتر قوت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اگر تعصب اور ہٹ دھرمی نہ ہو تو وہ بے ساختہ اقرار کرے گا کہ یہ خداوند قدوس کا عطا کردہ ہے۔

بہی مجرہ دراصل براہ راست خدائے تعالیٰ کا فعل ہے جو بغیر اسباب کے ایک صادق کی صداقت کے لئے وجود میں آتا ہے اور وہ کسی اصول قانون پر مبنی نہیں ہوتا کہ ایمان کی طرح سیکھا جائے اور نبی ہر وقت اس کے دکھانے پر قادر ہوتا، تا وقتیکہ حق تعالیٰ خداوند کے سامنے بطور شلیخ اس کو دکھانے کی ضرورت پیش نہ آجائے۔

سو جب کبھی اہم وقت آتا ہے نبی خدا سے رجوع کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی جانب سے اس کو دکھانے کی قوت عطا ہوجاتی ہے جب کہ کفر اور جادو ایک فن ہے جس کو اس نے اصول اور قوانین کی پابندی کے ساتھ ہر جادوگر اور ساحر ہر وقت کام میں لاسکتا ہے۔ اس کے اسباب اگرچہ عام نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں لیکن اس فن کے تمام اہلکار اس سے واقف ہوتے ہیں، اس لئے وہ دوسرے علوم اور فنون کی طرح ایک مرتب فن ہے جس کو مصریوں، چینیوں اور ہندوستانیوں نے بہت فروغ دیا اور حد کمال کو پہنچایا۔

مجرہ اور کفر میں بڑا فرق یہ بھی ہے کہ ساحر کی عام زندگی خوف، دہشت، ایذا رسانی اور بدعمری سے وابستہ ہوتی ہے اور لوگ اس نظر سے ساحر سے خوف کھاتے ہیں، اس کے سامنے مغلوب ہوجاتے ہیں۔

جبکہ نبی اور رسول کی تمام زندگی صداقت، خلوص، مخلوق خدا کی ہمدردی اور نکماری، تقویٰ و طہارت سے وابستہ ہوتی ہے اور اس کا کردار بے داغ، صاف اور روشن ہوتا ہے اور مجرہ کو پیش نہیں بناتا بلکہ خاص اہم موقع پر صداقت اور حق کی حمایت میں اس کا مظاہرہ کرتا ہے اور وہ ایسے وقت مجرہ دکھاتا ہے جب دشمن بھی اس کی عصمت اور صداقت اور کردار کی پاکیزگی کے پہلے سے متحرف ہوتے ہیں۔ مگر اس کی دعوت کو یا نہ خیال کی نگاہ سے دیکھنے یا انکار کے نقطہ نظر سے اور پھر اس سے مجرہ کے طالب ہوتے ہیں۔ نیز اگر کفر اور مجرہ کا مقابلہ آن پڑے تو مجرہ غالب رہے گا اور اعلیٰ سے

کچھ نہیں ہے۔ بلاشبہ باطل اور بے حقیقت شے ہے۔

جہاں تک کفر کا مذہب سے تعلق ہے تو اس کے سلسلے میں عموماً علماء تشریح کرتے ہیں کہ جن اعمال کفر میں شیاطین اور ارواح خبیثہ اور غیر اللہ سے التجا کی جائے اور ان کو حاجت روا قرار دے کر مومنوں کے ذریعے ان کی تعمیر سے کام لیا جائے تو وہ شرک کے مترادف ہے اور اس کا عامل کافر ہے اور جن اعمال میں ان کے علاوہ دوسرے طریقے استعمال کئے جائیں جن سے دوسروں کو نقصان پہنچایا جائے، ان کا مرتکب حرام اور گناہ گار ہے۔

اس کے علاوہ مومنین، مفسرین اور علماء میں گونا گویا بحث بھی جاری رہی ہے کہ کفر اور مجرہ میں آخر کیا فرق ہے۔ ایک شخص کہیں برا مزاحہ لگا سکتا ہے کہ نبی اور پیغمبر کا مجرہ کیا ہے یا ساحر یا جادوگر کا کفر اور جادو کیا ہے، تو اس سلسلے میں جو اہم علمی دلائل اور خیالات پیش کئے گئے ہیں، ان کے لئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے بڑی خوبصورتی سے اس کی وضاحت کی ہے۔ ہر حال مجرہ اور کفر میں فرق کے لئے ایک ہل اور آسان دلیل پیش کر دینا یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نبی اور رسول کا اصل مجرہ اس کی وہ تعظیم ہوتی ہے جو وہ گمراہ اور ہنگامی ہوتی قوموں کی ہدایت کے لئے نہایت کیا اور دینی اور دنیاوی فلاح اور کاسرانی کے لئے بے نظیر قانون کی شکل میں پیش کرتا ہے یعنی کتاب اللہ لیکن جس طرح ارباب علم و حکمت اس کے لئے ہونے علوم، حکم اور باتنی ہوئی رشد و ہدایت کی صداقت کے کمال کو پرکھتے ہیں اسی طرح عام انسان دنیا کی سرشت کے لحاظ سے اس پر قائم ہے کہ وہ چٹائی اور صداقت کے لئے بھی بعض ایسی چیزوں کے خواہشمند ہوتے ہیں جو لانے والے کے روحانی کوششوں سے تعلق رکھتی ہو اور جس کے مقابلے میں تمام دنیاوی طاقتیں عاجز ہوجاتی ہیں کیونکہ ان کا عمل کسی صداقت کے لئے اس کو معیار قرار دیتا ہے۔

اس لئے خداوند قدوس کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ انبیاء اور رسل کو دین حق کی تعلیم اور پیغام کے ساتھ چند نشانات بھی عطا کرتا ہے اور جب وہ دعویٰ نبوت کے ساتھ کفر اسباب کے ایسا نشان دکھاتا ہے جس کا کوئی دنیاوی طاقت مقابلہ نہیں کر سکتی تو اس کا نام مجرہ ہوتا ہے۔

اس لئے خداوند قدوس کا یہ بھی طریقہ رہا ہے کہ کسی نبی اور رسول کو مجرہ یا نشان

اعلیٰ سحر بھی اس کے سامنے مغلوب اور عاجز رہے گا۔

بہر حال عصا اور یہ بیضا کے نشانات موسیٰ علیہ السلام کو اس لئے عطا کئے گئے تھے کہ ان کے زمانے میں مصر سحر اور جادو کا مرکز تھا اور فن سحر شباب پر تھا اور مصریوں نے تمام دنیا کے مقابلے میں سحر اور جادو کو اوج کمال تک پہنچا دیا تھا۔

لہذا خداوند قدوس کا جو طریقہ کار جاری رہا ہے، اس کا تقاضا تھا کہ ایسے زمانے میں موسیٰ علیہ السلام کو ایسے نشانات یعنی معجزات عطا کئے جائیں جو اس نوع سے متعلق ہوں تاکہ انکار پر اصرار حد سے بڑھ جائے اور مخالفین اپنے تعصب، سحر اور جادو کے ذریعے ان کے مقابلے پر آجائیں تو خدا کے نشان یعنی معجزات مخالفوں کو یہ باور کرا دیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جوت اور طاقت ہے، وہ انسانی صنعتوں اور ججوبہ کاریوں سے بلند اور بشری دسترس سے باہر ہے۔ اس طرح عوام اور خواص کو اس صداقت اور ان کے مبعوث بشری اللہ ہونے کا یقین ہو جائے اور خواہ زبان سے اقرار کرے یا نہ کرے لیکن ان کا ضمیر اور ان کی گفتگو ان کے دلوں کے اقرار کی شہادت دینے لگے۔

فرعون منتہی نے یہی سمجھا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ایک بہت بڑے جادوگر ہیں اور اپنی جادوگری کے زور سے ہی وہ اپنے عصا کو اڑدہا بناتے ہیں اور اپنے ہاتھ کو چمکتا ہوا کر لیتے ہیں۔ چونکہ مصر میں اس دور میں جادوگری اپنے عروج پر تھی، اس بناء پر فرعون نے تہیہ کر لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس میدان میں اپنے سامنے زیر کر کے رہے گا۔ چنانچہ اس نے بڑے بڑے مناد اپنی سلطنت میں بھیلا دیئے تھے تاکہ سلطنت کے ماہر اور بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کیا جائے تاکہ موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں۔ اس طرح یوم زینہ جو مصریوں کے ہاں ایک طرح کا جشن اور ان کی عید تھی، وہ دن مقابلے کے لئے مقرر کیا گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھے اور دوسری طرف مختلف شہروں کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کے لئے مصر کے مرکزی شہر ممفس میں بن ہونا شروع ہو گئے تھے۔



یوم الزینہ جو مصریوں کے لئے ایک جشن اور عید کا دن تھا۔ اس سے کئی روز پہلے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کے لئے بڑے بڑے ساحر بڑے بڑے جادوگر مصر کے مرکزی شہر ممفس میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ مصر کا سب سے بڑا ساحر اندھا شمعون بنی ان جادوگروں کے اندر موجود تھا۔

موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے سے ایک روز قبل یہ سارے جادوگر ایک جگہ جمع ہوئے مصر کے ان تمام ساحروں پر شمعون کو ناظم نگران اور سرکردہ مقرر کیا گیا تھا۔ جب یہ سارے ساحر اکٹھے ہوئے تو شمعون نے ان سب کو مخاطب کر کے کہا۔

”میرے ساحر ساتھیوں! میں نے فرعون کے دو قاصدوں کے ذریعے یہ بتا لگایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کو تبلیغ کا کام کرتے ہیں اور دوپہر کے وقت آرام کرنے کی خاطر شہر سے باہر مجبوروں کے ایک جھنڈے سے سوتے ہیں۔“

”میرے کچھ ساتھی ساحر اس جگہ کو دیکھ کر آئے ہیں لہذا تم اپنے ساتھیوں کو اس طرف روانہ کر جہاں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سوتے ہیں وہ انہیں نقصان پہنچانے کے ارادے سے وہاں جائیں اور واپس آ کر رومل کے طور پر جو کیفیت ظاہر ہو وہ مجھے بتائیں تاکہ میں اس سے اندازہ لگاؤں کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سحر میں کس قدر مہارت اور قوت رکھتے ہیں۔“

شمعون کی اس تجویز پر کچھ ساحروں کو وہاں جانے کے لئے منتخب کیا وہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے اس نیت کے ساتھ کہ انہیں کوئی نقصان پہنچائیں۔

ساحروں کا یہ مختصر سا گردہ جب اس مخصوص جگہ پر پہنچا تو دیکھا کہ کچھوروں کے ایک جھنڈے کے نیچے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام گہری نیند سو رہے ہیں۔ جب

اس پر شمعون اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔
 ”ہم ضرور اس مقابلے میں حصہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام اور
 ہارون علیہ السلام کی طرف سے ہمارے مقابلے میں کیا پیش کیا جاتا ہے اب تم جاؤ اور
 محل کے مقابلے کے لیے ایسی رسیاں اور چھڑیاں تیار کرو جو مقابلے کے میدان میں
 مانپ بن کر بھگتے لگیں۔“

شمعون کا کہا مانتے ہوئے سب ساحر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔

اگلے روز مصریوں کا یوم الاثر یعنی عید اور جشن کا دن تھا جس میدان میں مقابلے
 کا اہتمام کیا گیا تھا وہاں گروہ در گروہ لوگ آنا شروع ہو گئے تھے۔ میدان ان گنت
 لوگوں سے بھر گیا یہاں تک کہ فرعون اپنے سارے اہل قوت، اپنے عزیز واقارب، اپنے
 درباریوں اور امراء کے ساتھ ایک شہ نشین پر آجلوہ افروز ہوا اور اس کے درباری اپنے
 اپنے مراتب کے مطابق قرینے سے اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ ان گنت لوگ حق اور
 باطل کے معرکہ کا نظارہ کرنے کے لئے وہاں جمع ہو گئے تھے ایک جانب مصر کے مشہور
 جادو گروں کا گروہ اپنے ساز و سامان سر سے لیس کھڑا تھا اور دوسری طرف خدا کے رسول
 علیہ السلام حق کے چنانبر اور سچائی اور راستی کے جیکر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ
 السلام کھڑے تھے اور ان کے ساتھ پوشن بن نوں اور کچھ دوسرے لوگ بھی جو ان کے
 اہل و عیال کے ساتھ تھے۔

فرعون بہت سرور اور خوش تھا اور اس یقین پر کہ ساحرین مصر ان دونوں کو جلد
 شکست دے دیں وہ بے پناہ مسرت کا اظہار کر رہا تھا۔ ساتھ ہی انعام و اکرام کی گفتگو
 کرتے ہوئے وہ ساحروں کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔

جادو گروں نے جب یہ دیکھا کہ ان گنت لوگ وہاں جمع ہیں چنانچہ انہوں نے
 ارادہ کیا کہ اب اپنے کام کی ابتداء کریں موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو چیلنج
 کریں کہ اتنے میں موسیٰ علیہ السلام نے حق تبلیغ ادا کرتے ہوئے وہاں جمع ہونے والے سب
 لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”تمہاری حالت پر سخت افسوس ہے تم کیا کر رہے ہو۔ تم کو ہم کو جادو گر کہہ کر خدا پر
 ہمارا الزام نہ لگاؤ مجھے ڈر ہے کہ وہ تم کو اس بہتان طرازی کی سزا میں عذاب دے کر تم
 کو جہنم سے نکال پھینکے کیونکہ جس کسی نے بھی بہتان باندھا وہ نامراد ہی رہا۔“

وہ ان دونوں کو نقصان پہنچانے کے لئے آگے بڑھے تو دیک رہ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام
 قریب رکھا ان کا عصا اُڑنے کی شکل اختیار کر گیا تھا پھر وہ ان کی طرف لپکا تو وہ
 ساحر وہاں سے بھاگ نکلے۔

واپس آ کر انہوں نے یہ سارا ماجرا شمعون سے بیان کیا شمعون چند ثانیوں
 گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر اپنے ساتھی ساحروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”میرے ساتھیو! جادو اور سحر ایسے امر کے لیے مخصوص ہیں جس کا سبب پوشیدہ
 اور وہ اصل حقیقت کے خلاف خیال میں آنے لگے گئے جو سحر ایک حقیقت ہے اور نہ
 رساں اثرات رکھتا ہے جس طرح ڈر اور دوسری نقصان رساں انتہاء میں ہوتے ہیں اور
 یہ بھی سو میرے ساتھیو! سحر حرکت دینے والے ہے بے نیاز ہو کر خود اپنی دانستہ
 حصہ نہیں ہے اور بغیر جادو گر کے حرکت پڑ کر نہیں ہوتا۔

”اس کے ساتھ میں یہ بات بھی واضح کر دوں کہ کوئی ساحر کیسا ہی ماہر اور سحر
 جادو گر کیوں نہ ہو اس کا جادو اور سحر اس وقت کار آمد ہوتا ہے اور نہ حرکت میں آتا ہے
 جب وہ ساحر سو رہا ہو اور سونے کی حالت میں ہے جو موسیٰ علیہ السلام کا عصا اُڑ رہا ہے
 حرکت میں آیا ہے تو اس نے مجھے تشویش اور غلبان میں ڈال دیا ہے۔“

شمعون کے ان الفاظ کے جواب میں ایک ساحر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
 ”تو کیا تمہارا خیال ہے موسیٰ علیہ السلام کے پاس سحر نہیں کچھ اور ہے؟“
 اس پر شمعون فکر گیر اور فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

”ہاں میرا ہند لہتا ہے یہ سحر نہیں کوئی معجزہ ہے اور معجزہ در حقیقت براہ راست
 خالق حقیقی کا فعل ہے جو بغیر اسباب کے ایک صادق کی صداقت کے لئے وجود میں آتا
 ہے۔ معجزہ سحر کی طرح کسی اصول اور قانون پر مبنی نہیں کہ ایک فن کی طرح استعمل
 جاسکے معجزہ کسی شے کی ماہیت اور صورت کو بدل دیتا ہے جبکہ سحر نقصان دہ ضرور ہے
 کسی مشکل اور ماہیت میں وہ حقیقی انقلاب برپا نہیں کرتا بلکہ قوت اور اک میں ایک
 انقلاب برپا کر سکتا ہے۔“

شمعون جب خاموش ہوا تب ایک دوسرے ساحر نے خوف بھری آواز میں
 یہ چاہا۔

”تو کیا ہمیں اس مقابلے میں حصہ نہیں لینا چاہیے؟“

لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کی جب یہ باتیں سنیں تو آپس میں گفتگو شروع کر دی اور سرگوشیاں کرنے لگے اور درباریوں نے یہ حال دیکھا تو جادوگروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”یہ دونوں بھائی بلاشبہ جادوگر ہیں یہ چاہتے ہیں کہ جادو کے زور سے تم اور تمہارے وطن سے نکال دیں اور تم پر غلبہ پالیں تم اپنا کام شروع کرو اور پرے باندھنا موسیٰ کے مقابلے پر ڈٹ جاؤ اور آج جو بھی غالب آئے گا وہی کامیاب ثابت ہوگا۔“ جادوگر بے حد مطمئن اور خوش تھے کہ فرعون اس کے درباریوں اور امراء کے ساتھ ان گنت لوگ جو وہاں جمع تھے ان کی پشت پر تھے موسیٰ علیہ السلام جب سارے لوگوں کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ ”اے ساحر! تمہاری ہلاکت سامنے آ چکی ہے اللہ تعالیٰ پر کسی بہتان نہ لگاؤ اور اس کے ساتھ خدا کی میں فرعون یا کوئی شریک نہ کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ تمہارا خالق اور رازق ہے تمہیں عذاب میں پھین ڈالے گا اور تمہاری بنیاد کو اٹھا ڈالے گا اور سن لو کہ اللہ پر بہتان باندھنے والا بڑے گھائے میں رہتا ہے۔“

موسیٰ علیہ السلام کی یہ تقریر سن کر ان جادوگروں پر بھی خاطر خواہ اثر ہوا ان میں سے بڑے یہ مشورہ کرنے لگے کہ ہمیں اس مقابلے سے باز رہنا چاہیے لیکن کچھ دوسرے ساحروں نے انہیں سمجھایا کہ اب تو مقابلہ سر پر آ گیا ہے ایسے موقع پر انکار کرنا بدیانتی اور ہمدردی خدائی ہے۔

اب مقابلے کے سارے سامان پوری طرح تیار تھے فرشتے پر فرعون اس کے وزیر امراء سب آچکے تھے اب ایک طرف فرعون کی سوتیلی ماں آسیہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی تھی وہ بھی بیٹھی تھی اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی اور فتح مندی کے لئے دعا مانگ رہی تھی۔

اس موقع پر مصر کے ان سارے جادوگروں کا سربراہ شمعون اپنے کچھ ساتھی ساحروں کی راہنمائی میں فرعون کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

”اے راجہ دیوتا کے عظیم اوتار اگر ہم یہ مقابلہ جیت گئے تو کیا اس کا کچھ انعام بھی ملے گا۔“

فرعون مسکرایا اور اپنے سامنے کھڑے سارے ساحروں کو خوش کرنے کی خاطر باہر آواز میں کہنے لگا۔ ”اے مصر کے معزز اور محترم ساحر! آج کا میدان اگر تم

موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے مقابلے میں مارلیا تو میں رکھو کہ تم نہ صرف انعام و اکرام سے نالاں کر دیے جاؤ بلکہ تمہاری حیثیت میرے پاس مقررین دربار کی سی ہوگی اور یہ تمہاری عزت افزائی ہے کہ ہر کوئی اس کا متنی اور خواہش مند رہتا ہے۔“

فرعون کے اس جواب پر ساحر مطمئن ہو گئے تھے پھر وہ چلے، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کے پاس آ گئے اس کے بعد فرعون کے حکم پر اس کے وزیر نے اٹھ کر اعلان کیا کہ جادو شروع کیا جائے۔ اس پر جادوگر اپنے سردار شمعون کا ہاتھ پکڑ کر موسیٰ اور ہارون کے سامنے آئے شمعون نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔

”اے موسیٰ علیہ السلام بن عمران اب جبکہ فرعون کی طرف سے مقابلہ شروع کرنے کا حکم جاری ہو گیا ہے تو کیا تم پہلے کچھ ڈالو گے یا ہم ابتداء کریں۔“

موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔

”تم لوگ ہی اپنے جادو سے ابتداء کرو۔“

اس پر اندھے شمعون نے بلند آواز میں نعرہ مارا۔ ”فرعون کی عزت کی قسم ہم ہی اب رہیں گے۔“

اس نعرے کے جواب میں تمام ساحروں نے اپنی رسیاں اور لاشعیاں زمین پر ڈال دیں جو سانپ اور اڑدھوں کی شکل میں دوڑتی نظر آنے لگیں۔

یہ معاملہ دیکھ کر لوگ دنگ رہ گئے اس موقع پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور خداوند تعالیٰ کا یہ حکم موسیٰ علیہ السلام کو سنایا۔

”موسیٰ علیہ السلام! آپ بھی اپنا عصا زمین پر ڈال دیں۔“

ساتھ ہی خداوند قدوس کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی وحی کی گئی کہ خوف نہ کھاؤ اور اوجہ ہے کہ غالب تم ہی رہو گے۔

جادوگروں کی رسیاں اور لاشعیاں کو سانپوں اور اڑدھوں کی صورت میں دیکھ کر ہارون اور اس کے سارے امراء اور مشیر بھی اپنی جگہ خوش ہو رہے تھے انہیں یقین تھا کہ موسیٰ کے مقابلے میں ان کے ساحر ہی کامیاب رہیں گے اسلئے میں موسیٰ علیہ السلام نے

خداوندی جب اپنا عصا میدان میں ڈالا تو میدان کے اندر وہ عصا ایک بہت بڑا مارا اور وہی مارا اور ان سارے ساحروں کے شعوہ کو نکل گیا۔

جب موسیٰ علیہ السلام کے اس اڑدھے نے ساحروں کے اس سارے کام کو نکل لیا تو

ان سے ایمان لا چکے تھے۔ وہی جادوگر جو تھوڑی دیر قبل فرعون سے انعام و اکرام، لاف و جہا کی آرزوئیں اور التجائیں کر رہے تھے، وہی ساحر اب ایمان کے بعد ایسے دروازے پر خوف ہو گئے کہ ان کے سامنے سخت سے سخت مصیبت اور دردناک عذاب الٰہی پہنچ ہو کر رہ گیا اور کوئی دہشت بھی ان کے ایمان کو حائل نہ کر سکی۔

ان ساحروں نے پہلے اپنے سردار شمعون کے ساتھ مشورہ کیا پھر انہوں نے بے حرج ہو کر فرعون سے کہا۔

”اے بادشاہ! یہ ہم بھی اور کسی صورت نہیں کر سکتے کہ سچائی اور روشن دلائل اللہ کے سامنے آگئے ہیں اور جس خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے اس سے منموڑ کر تیرا حکم مان لیں۔

اے بادشاہ! تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر گزرتو زیادہ سے زیادہ بھی کر سکتا ہے کہ دنیا کی اس زندگی کا خاتمہ کر دے گا ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں۔ وہ ہماری طاہتیں بخشے والا ہے ہمارے لئے ہمارا اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔“
ان جادوگروں کے اس جواب پر فرعون اور اس کی سلطنت کے ارکان کو سخت اہمیت اٹھانا پڑی اور سرعام وہ ذلیل اور رسوا ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام ہاروں علیہ السلام کے سب کا وعدہ پورا ہوا۔

یہ صورت حال دیکھ کر غیر اسرائیلی نوجوانوں میں سے ایک جماعت مسلمان ہو گئی جن فرعون کے ظلم و ستم کی وجہ سے اپنے اس ایمان کا اعلان نہ کر سکی کیونکہ ایمان قبول کرتے ہی اس کی عام رسم آرائیوں کا سلسلہ شروع ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس وقت (عز) کی ذلت اور شکست نے اسے اور زیادہ غضب ناک کر دیا تھا اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام ایمان لانے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تلقین فرمائی۔

”مومن ہونے کے بعد تمہارا سہارا صرف خدا ہے۔“

ان ایمان لانے والوں نے اس پر لبیک کہا اور خدا کے سامنے گڑگڑا کر رحمت اور عظمت کی دعائیں اور خالوں کے ظلم اور ستم سے محفوظ رہنے کی التجائیں کرنے لگے۔ فرعون کی اس بے بسی کے موقع پر اس کے درباری اس کے پاس آکھڑے ہوئے لیکن ان میں سے ایک نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”اے خداوند ہمیں فی الفور موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دینا چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ اس

میدان صاف اور خالی ہو گیا اور اس طرح ساحر اپنے سحر میں ناکام رہے اور سب لوگوں کے سامنے مقابلہ ہار گئے۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا یہ کرشمہ دیکھ کر جادوگر حقیقت حال کو جان گئے تھے جسے ان وقت فرعون اور اس کے درباری پوشیدہ رکھنے کی کوشش کر رہے تھے مگر وہ اس حقیقت کو چھپانے کے اور جادوگروں نے سرعام اپنی شکست کو تسلیم کر لیا۔

پھر جب سب کے سامنے انہوں نے اقرار کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عمل جادو سے بالا تر اور اللہ کا معجزہ ہے اور سحر سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ سارے جادوگر سجدے میں گر پڑے اور با آواز بلند اقرار کر لیا۔

”ہم موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئے کیونکہ وہی سارے جہانوں کا رب ہے۔“

فرعون نے جب دیکھا کہ اس کا دام فریب تار تار ہو گیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام شکست دینے کی آخری صورت بھی وہ بھی ختم ہو گئی ہے اور یہ کہ سارے جادوگروں نے اس سے صلاح مشورہ کیے بغیر موسیٰ علیہ السلام کے رب کو اپنا رب تسلیم کر لیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام ایمان لے آئے ہیں تو اسے خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں مصری عوام ہی ہاتھ سے نہ جا رہیں اور موسیٰ علیہ السلام اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔

اس معاملے کو ٹالنے کے لئے اس نے مکر اور فریب کا ایک اور طریقہ اختیار کیا۔
لوگوں کو سناتے ہوئے اس نے بلند آواز سے ساحروں کو مخاطب کر کے کہا۔

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تم سب کا استاد ہے اور تم سب نے آپس میں سازش کر رکھی ہے۔ تب ہی میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے انہوں اور ہارون پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد فرعون رکا اس کے بعد ساحروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”پرستو ساحرو! میں تم سب کو ایسی عبرت ناک سزا دوں گا کہ آئندہ کسی کو اس طریقے سے دغا دینا اور غداری کرنی کی جرأت اور جسارت نہ ہوگی ساحرو! میں پہلے تم لوگوں کو ہاتھ پاؤں اٹلے سیدھے کھنواؤں اور پھر میں تمہیں صلیب پر لٹکا دوں گا۔“
لیکن ساحروں پر فرعون کی اس دھمکی کا کوئی اثر نہ ہوا اس لئے کہ وہ نیک اور

کے ساتھ مصر کے اندر فساد پھیلائیں اور ہمارے دیوتاؤں کو ٹھکراتے پھریں۔“
پھر موسیٰ علیہ السلام کی روحانی طاقت اور معجزے کا مظاہرہ دیکھ کر فرعون پہلے ہی بے-
مرعوب ہو چکا تھا اس بناء پر اسے موسیٰ کو قتل کر دینا تو دور کی بات ان کے خلاف نہ
کہنے تک کی مطلق ہمت نہ ہوئی اپنے درباریوں کی تسلی کے لئے اس نے انہیں مخاطب
کے کہا۔

”تم لوگ گھبراہٹ کیوں ہو میں اسرائیلیوں کی طاقت بڑھنے نہ دوں گا اور میں
لوگوں کو اس قابل ہی نہ رہنے دوں گا کہ یہ ہمارا مقابلہ کر سکیں۔“
جس وقت فرعون اپنے درباریوں کے ساتھ یہ گفتگو کر رہا تھا اس کا ایک درباری
بھاگا بھاگا آیا اور بڑی بدحواسی میں فرعون کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے آقا میں آپ سے ایک ایسی بات کہنے آیا ہوں جو نا صرف ہم سب
لئے تعجب خیز اور حیران کن ہے بلکہ بے حد تکلیف دہ بھی ہے۔“
فرعون کچھ دیر غور سے اس درباری کو دیکھتا رہا پھر فکرگیری آواز میں کہا۔
”جو کہنا ہے جلدی کہہ دیجئے مزید فکر اور اہام میں نہ ڈال۔“
درباری نے اپنی سانس درست کی پھر بولا۔

”اے آقا فانی اور خج بات یہ ہے کہ آپ کی سوتیلی ماں آسیر بھی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان
لا چکی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ اس میدان میں عام لوگوں کے اندر
نبی موسیٰ علیہ السلام کی حج مندی اور کامیابی کے لئے دعائیں مانگ رہی تھی اور دعا بھی مالی
عام نہیں بلکہ وہ نہایت عاجزی و انکساری اور رقت کے ساتھ آنسوؤں میں ڈوب کر اس
رب سے دعا مانگ رہی تھی جس پر ایمان لانے کو موسیٰ علیہ السلام ہمیں کہتا ہے۔“
فرعون کے چہرے پر یہ بات سن کر ناگواری اور انتقامی کیفیت ظاہر ہوئی تھی نہ
ٹاپے خاموش رہ کر اس نے کچھ سوچا پھر وہ حسمانہ انداز میں اپنے درباری کو مخاطب
کے کہنے لگا۔

”تم ابھی اور اسی وقت جاؤ اور آسیر خاتون کو باکر میرے پاس لاؤ۔“
چنانچہ فرعون نے اس حکم میں کہ وہ درباری بھاگا بھاگا وہاں سے چلا گیا تھا۔
اس وقت آسیر مقابلے کے اس میدان سے نکل کر شاہی محل کی طرف جاری تھی
کہ درباری نے انہیں جالیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے مقدس ملکہ آپ کے بیٹے منتخا نے آپ کو جالیا ہے اور وہ اپنے
درباریوں کے ساتھ اس وقت میدان کے ایک طرف آپ کا منتظر ہے۔“

اس موقع پر آسیر نے غور سے تجسس بھرے انداز میں درباری کی طرف دیکھا جس
کے چہرے اور آنکھوں میں آسیر کے پڑھنے اور اندازہ لگانے میں ان گت تحریریں اور
الٹکھے جذبے تھے پھر انہوں نے دیر نہ کی اور خاموشی سے اس کے ساتھ ہو گئیں۔
آسیر جب فرعون منتخا کے سامنے آئیں تو اس نے ناراضگی اور تنگی سے

کہا۔

”اے خاتون مجھے خبر ملی ہے کہ جادو گروں کے ساتھ مقابلے کے دوران تم موسیٰ
علیہ السلام ہارون علیہ السلام کی کامیابی اور فتح مندی کے لئے دعائیں مانگ رہی رہو۔“
آسیر نے پہلے ہی بھڑکے لئے معنی خیز انداز میں فرعون کی طرف دیکھا پھر فیصلہ کن
انداز میں کہنے لگیں۔

”تو نے جو کچھ سنا ہے سچ سنا ہے میں تمہارے اور درباریوں کے سامنے اقرار
کرتی ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لا چکی ہوں۔ وہ
ایسا رب ہے جو رزاق اور مالک ہے اس کے علاوہ کوئی اس قابل نہیں جس کے سامنے
تقلیم ادا کی جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد آسیر کہیں، پھر دوبارہ وہ فرعون کو مخاطب کر کے کہنے لگیں۔
”تم اور تمہارے درباری گواہ رہنا کہ میں کائنات کے اس مالک اور واحد رب پر
ایمان الاتی ہوں جس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر اپنی بے مثل حکمت سے انسان
کے اندر احساسات جذبات، شعور اور عقل اور فکر اور عقل بیٹے جذبے بھر دیے۔“

آسیر کہیں، اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔
”اے فرعون تو لوگوں کا رب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیا تو بتا سکتا ہے کہ یہ
جذبے انسان کے اندر کبھی بھر گئے اور کیا تو ایسا کرنے پر قادر ہے؟ کیا تو جانتا ہے کہ
انسانی بنیاد کے عناصر ترکیب میں سے کون سا عنصر ان جذبوں کا منبع ہے۔“

فرعون کے پاس چونکہ ان باتوں کا کوئی جواب نہ تھا لہذا اپنے درباریوں اور وہاں
جمع ہونے والے دوسرے لوگوں کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لئے اس نے اپنے
وزیر کو مخاطب کر کے کہا۔

”دیکھو آسیہ خاتون خود اپنا جرم تسلیم کر چکی ہیں اور سب کی موجودگی میں انہوں نے اقرار کر لیا ہے کہ وہ موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لے آئی ہیں لہذا میری طرف سے ان کے لئے فیصلہ یہ ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں بستر کی طرح زمین پر لٹا دیا جائے پھر ان کے اوپر ایک بھاری چٹان گرا دی جائے۔“

چنانچہ فرعون کے کارکنوں نے اس کا بندوبست کیا آسیہ کو اس سزا سے گزارنے کے لئے جس کا اعلان کیا تھا سب سے پہلے چٹان کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے بعد سزا کی تکمیل کے لئے سب لوگوں کے سامنے آسیہ کو زمین پر لٹا دیا گیا چٹان گرائے جانے سے قبل آسیہ نے خداوند قدوس کے نزدیک نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر دعا کی اور کہا۔

”اے میرے اللہ مجھے اس رسوائی اور کرب سے بچا۔“ آسیہ کی یہ دعا خداوند قدوس کے ہاں قبول ہوئی فیصلہ اس کے کہ فرعون کے کارکن آسیہ پر چٹان گرا کر ان کا خاتمہ کر دیتے اس چٹان کے گرنے سے پہلے ہی آسیہ کی روح قبض کر لی گئی اور وہ اس جہان سے کوچ کر گئی اور چٹان ان کے مردہ جسم پر گری اس طرح خداوند قدوس نے آسیہ کو چٹان گرنے سے نجات دے دی تھی۔

اس طرح فرعون، آسیہ کو اس کے ایمان لانے کی سزا دینے اور ساحروں کے لئے سزا تجویز کرنے کے بعد وہاں سے اپنے امراء، مشیروں، وزیروں اور کارکنوں کے ساتھ ہٹ گیا تھا دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام نے یہ مقابلہ جیتنے کے بعد اور زیادہ تک و دو اور نئے جذبے کے ساتھ تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔



مدین والوں کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ حنیوں کے مرکزی شہر ختوشاش کے دروں میں خیمہ زن ہوا تھا۔ اس تجارتی قافلے میں طرح طرح کا سامان تھا اور وہ سامان انہوں نے اپنے خیمے سے باہر حنیوں کو اپنی طرف راغب کرنے لئے پھیلا دیا تھا۔ اس سامان میں آگ جلانے کے آہنی آلے، ریشم، منقش، چمڑے کا سامان، کڑھا ہوا کپڑا، ہاندی سونے کے پار اور زیورات، گوبر اور جواہرات، عورتوں کے لئے استعمال ہونے والی ٹوپیاں اور کمر بند، منقش چمڑے کے صندوق، لوہے کے برتن، جو اور سوکھا ہوا گوشت رکھنے کے لئے چمڑے کے تھیلے، آنٹوں کو سوکھا کر بنائی گئی تانت، بھیڑ کے اونچے ابرویں کے جوتے چمڑے کے، پاجامے، سردی سے بچنے کے لئے طرح طرح کے قیمتی لہاوے، کسان کے کپڑے، لوہے کے برتن، تراشے ہوئے ہاتھی دانت کی چیزیں، زیور رکھنے کیلئے جڑھ کی لکڑی کے ڈبے، خوبصورت آئینے غرض کہ ان کے پاس غریب مرد عورتوں سے لے کر شاہی خاندان کے مرد و عورتوں کے استعمال کا دافر سامان تھا۔ مدین کا یہ تجارتی کاروان حقیقت میں لیمان اور مولک کا کاروان تھا اور جو تاجر کی حیثیت کے ساتھ ان کے ساتھ کام کر رہے تھے، وہ سارے سیستانی جنگجو تھے۔ چنانچہ حنیوں کے مرکزی شہر ختوشاش سے باہر خیمہ زن ہوئے اور اپنی خیمہ گاہ کے سامنے انہوں نے تجارتی سامان لگا دیا تھا تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکیں۔

جس وقت خیمہ گاہ کے سامنے کپڑے بچھا کر ان پر سامان نمائش کے لئے سجایا جا چکا تھا تب ایک جگہ لیمان اور مولک دونوں جمع ہوئے پھر لیمان مولک کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مولک میرے بھائی! ہمیں تو ہم اپنے کام میں بالکل کامران ہیں کسی کو شک نہیں کہ ہم تاجر نہیں کچھ اور ہیں۔ میرے بھائی تجارت کا سامان تو ہم نے لگا دیا ہے۔ اب

گھر رہا تھا۔

”تم تمہیں رکو میں ان عورتوں کی طرف جاتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو میری ماں وہیں امری عورتوں کے ساتھ تھوڑا بہت سامان دیکھ کر واپس چلی جائیں مجھے ان کے سامنے ہانا چاہیے تاکہ میری ملاقات میری ماں سے ہو اور اس کے ساتھ مل کر میں اپنے مستقبل کا اندازہ عمل طے کر سکوں۔“

مولک نے اس سے اتفاق کیا تھا چنانچہ جو عورتیں آئی تھیں لیان بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

وہ عورتیں سارے سامان کا جائزہ لے رہی تھیں ان عورتوں میں لیان کی ماں مریان بھی تھی۔ لیان نے اس موقع پر اپنی ماں کو مخاطب نہیں کیا بلکہ جوں جوں وہ سامان دیکھ کر آگے بڑھتی رہی وہ بھی ان کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ ایک موقع پر جب مریان نے گناہا کر لیان کی طرف دیکھا تو چونک سی پڑی اس کی نگاہیں لیان پر جم کر رہ گئی تھیں۔ سامان دیکھنا وہ بھول گئی تھی۔ اس موقع پر لیان نے بھی رد عمل کا اظہار کیا ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنی ماں کو ایک طرح سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ تمہارا چہرہ میں اور فی الحال چپ رہو۔

لیان کے اس اشارے پر سریان کے چہرے پر گہری ہنسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر دوسری عورتوں سے وہ علیحدہ ہو کر سامان دیکھنے لگی تھی۔ جب اس نے ایسا کیا تب لیان اس کے قریب گیا اور انتہائی محبت میں کہنے لگا۔

”اماں یہ جو کچھ سامان ہم نے بچھایا ہے یہ صرف آپ سے رابطہ کرنے کے لئے اور آپ کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے کیا ہے اماں!“

یہاں تک کہتے کہتے لیان کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ سریان بچاری روتی ہوئی آواز میں انتہائی شفقت اور محبت میں کہنے لگی۔

”میرے بچے تجھے دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی میں تجھے گلے لگا کر تجھے چوم نہیں سکتی کہ یہ موقع عمل نہیں ہے، یہ بتا میری بیٹی یوریا کیسی ہے؟“

”وہ ٹھیک ہے اماں۔“

سریان کچھ دیر خاموش رہی پھر پوچھا۔ ”تمہاری دادی اماں اور برزہ کبسی ہیں۔“

میری اس کائنات کے پیدا کرنے والے سے دعا ہے کہ میری ماں بھی دوسری عورتوں کے ساتھ یہاں سامان دیکھنے کے لئے آئے۔ میں تو اپنی ماں کو پہچان جاؤنگا اور میرا امید ہے میری ماں بھی مجھے پہچان لے گی۔ گو ہمیں پچھڑے کی برس ہو چکے ہیں لیکن وہ میری ماں ہے۔ اپنے بیٹے کو پہچانے گی ضرور۔ اب میری ذہن میں یہ بات آئی ہے اگر میری ماں خوشی کی دوسری عورتوں کے ساتھ یہ سامان دیکھنے نہ آئی تو پھر نہ کہہ کریں گے ہمارا تو سارا مقصد بھی خراب ہو جائے گا۔

لیان کے ان الفاظ کے ساتھ مولک بھی پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا کچھ دیر وہ خاموش رہے اس کے بعد مولک لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے بھائی اس موقع پر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے چند روزوں میں اسی طرح نمائش کے لئے سامان لگا کر ہم تمہاری ماں کا انتظار کریں گے۔ اگر وہ آگئی تو ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ تم اس سے گفتگو کرنا۔ میرے خیال میں تمہیں دیکھ کر تمہاری ماں کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہوگی اور وہ تمہارے ساتھ جانے پر فی الفور رضامند ہو جائے گی۔ میرے عزیز بھائی اگر سامان کی اس نمائش کے دوران تمہاری ماں نہ آئی تب ہم ایسا کریں گے اپنے سامان میں سے کچھ قیمتی اشیاء جو شاہی خاندان کے افراد کے لئے مناسب ہوں وہ لے کر حقیق کے شاہی محل کا رخ کریں گے وہاں شاہی گھرانے کے افراد کے سامنے وہ چیزیں تحفہ پیش کرنے کے لئے جائیں گے اور مجھے امید ہے کہ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو شاہی محل کے اندر نہیں نہ کہیں تمہاری ماں بھی ہوگی۔ اس سے بھی ملاقات ہوگی اس طرح کر کے ایسا ہوگا تب بھی تمہاری ماں ہماری ملاقاتوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اس کے بعد ہم اپنی کاروائی کی ابتدا کریں گے مولک کی اس گفتگو سے لیان مطمئن ہو گیا تھا۔

”لیان اور مولک گناہا تین روز اسی طرح سامان لگاتے رہے۔ تیسرے روز شام سے کچھ پہلے جبکہ لیان اور مولک ایک جگہ کھڑے تھے اچانک لیان چونکا اور مولک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”مولک میرے بھائی کام ہوگا۔ وہ جو عورتیں آئی ہیں، وہ دیکھو ان میں میری ماں بھی ہے اسے میں پہچان چکا ہوں۔“

چنانچہ اس موقع پر لیان نے کچھ سوچا پھر مولک کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دوبارہ

تہارے باپ پر ٹوٹ پڑے اور ان کا خاتمہ کر دیا کاش وہ خم ٹھونک کر آتے تو پھر
 اگلے تہارے باپ کیسے ان پر حاوی ہوتا لیکن وہ اچانک اپنی کہیں گاہ سے نکل کر حملہ آور
 ہوئے اور تہارے باپ کو جس نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے لشکریوں کو اپنے سامنے
 ریت کے ذروں کی طرح اڑا دیا جس نے بڑے بڑے کوسور ماگوں کو بڑے بڑے بیخ
 لالوں کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا تھا اس کا انہوں نے خاتمہ کر دیا اور مجھے زبردستی
 اٹھا کر حتیٰ اپنے لشکر میں لے گئے اور وہاں سے اپنے مرکزی شہر خوشاش لے آئے۔

میرے بچے میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ تو ایک تجارتی کاروان کے بھیس
 میں یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ مجھے امید ہے ہم دونوں میں اب اپنے دونوں مقصد حاصل
 کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے میرے بچے میری بھی سب سے بڑی خواہش یہ ہے
 کہ میرے شوہر کے قاتلوں سے انتقام لیا جائے وہ جب اس شہر کے اندر چلتے پھرتے
 ہیں تو یاد رکھنا انہیں دیکھ کر میں اپنے جینے کو بے جا سمجھتی ہوں اور یہ سوچنے لگتی ہوں کہ
 کاش یہ زندگی مجھے لی ہی نہ ہوتی اور اگر ان سے انتقام لیا جاتا ہے تو میرے بچے میں
 سمجھو گی میں نے کچھ نہیں کھو یا میرے بچے تیرے باپ کے قاتل چار ہیں دیکھ بیچے ان
 پر ہمیں سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالنا ہے میں ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے چلی جاؤں گی آج
 جب سورج غروب ہو جائے گا تب ساربن نام کی ایک خادمہ تم سے رابطہ قائم کرے گی
 وہ میرے بچپن کی ساتھی ہے۔ میری راز دار ہے اور میرے ہر کام کو مجید اور راز بنا کر
 رکھے گی کسی پر عیاں نہیں کرے گی۔ میرے بچے تو برا بھلا اپنے شوہر کے مارے
 جانے کے بعد اب تو ہی میری زندگی کا نور اور مقصد ہے۔ ساربن نام کی وہ خادمہ ان
 چاروں افراد کی نشاندہی تفصیل کے ساتھ کرے گی جنہوں نے میرے شوہر اور تہارے
 باپ کو قتل کیا تھا اور ان چاروں کو زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ میرے بچے! جب تم اس خادمہ
 سے بات کرو جس کا نام ساربن ہے تو مولک کے علاوہ کسی کو بھی اس گفتگو میں شامل نہ
 کرنا ورنہ راز راز نہیں۔ گاہے جب تہارے باپ کے چاروں قاتلوں سے انتقام لیا
 جائے تب ساربن نام کی وہی خادمہ تم پر وہ لائحہ عمل عملی ظاہر کرے گی جس کے تحت میں
 شاہی محل سے نکل کر تہارے پاس آؤں گی پھر یہاں سے ہم اپنے گھر کی طرف ہوں گے
 گے میرے بچے اس سلسلے میں بڑی احتیاط سے کام لینا ذرا سی غلطی بھی ہمیں کہیں کا کہیں
 پہنچا سکتی ہے۔“

اس پر دکھ بھرے انداز میں لمیان کہنے لگا۔
 ”برزہ فوت ہو چکی ہیں، وادی ابان بوزی ہو چکی ہیں لیکن ابان وہ آپ کو اس
 یاد کرتی ہیں کہ آپ کو یاد کرتے کرتے کبھی وہ رو دیتی ہیں۔“
 لمیان کے ان الفاظ پر سر یان پچاری ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ لمیان
 اسے مخاطب کیا۔

”اماں یہ تجارتی کاروان مدین والوں کا نہیں ہے۔ اماں یہ سارا سامان یہ ابان
 ہے اس کا قلعہ میں جس قدر افراد ہیں وہ جابریں ہیں سارے لشکر کے جنگجو ہیں۔ اماں
 ان کے اندر غم طعاش کا بیٹا مولک بھی ہے۔ وہ نہی اجمال تجوز آگے کھڑا ہے میں نے
 بھی اسے روکا ہے تاکہ میں آپ سے علیحدگی میں گفتگو نہ کر سکوں۔ اماں! میں اب
 سارے جنگجوؤں کو لے کر پہلے مدین والوں کی سرزمینوں میں گیا۔ وہاں سے یہ سامان
 سامان خرید کر ہم تاجروں کے بھیس میں اس طرف آئے ہیں اور ہمارے اس طرف
 آنے کے اماں دو مقاصد ہیں۔“

”پہلا! یہ کہ میں آپ کو یہاں سے نکال کر اپنے گھر لے کر جاؤں دوسرا مقصد
 ہے کہ میں اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لوں۔ اماں میں نے اپنی زندگی کا یہ ایک
 اہم جزو بنا رکھا ہے کہ میں اپنے باپ کے قاتلوں سے ضرور انتقام لوں گا انہیں زندہ نہیں
 چھوڑوں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لمیان جب خاموش ہوا تب سر یان کہنے لگی۔
 ”میرے بچے میں تو خود اپنے گھر جانے کے لئے بڑی بے چین ہو رہی ہوں
 تہارے باپ کو قتل کرنے کے بعد جب مجھے یہاں لایا گیا تو مجھے مجبور کیا گیا، مجھ پر
 کی گئی میں دوسری شادی کر لوں پر میرے بچے میں نے ایسا نہیں کیا۔ میرے ایسا کرنے
 سے پہلے مجھ پر چہرہ لگادیا تھا میری نقل و حرکت پر گہری نظر رکھی جاتی تھی اور جب یہ
 دیکھا گیا کہ اب میں یہاں سے جانے والی نہیں تو پھر مجھ پر چہرہ فہم کر دیا گیا۔ اب
 میں اپنی مرضی سے آجائیں گی ہوں میں میرے بچے تیرے باپ کے چار قاتل ہیں اگر وہ
 سامنے آکر تیرے باپ کا مقابلہ کرتے تو وہ انہیں خشک پتوں کی طرح اڑا کر رکھ دیتا
 لیکن وہ کم ہمت است وقت گھات میں بیٹھے ہوئے تھے جب میں اور تہارے باپ گھوڑ
 دوڑ کے لئے نکلے تھے اور جب ہم ان کی گھات کے قریب گئے تو اچانک نکلے اور ایک

وہاں موجود تھا آپ کے خطاب کے دوران ایک اسرائیلی اٹھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ اس وقت دنیا میں کون سب سے زیادہ صاحب علم ہے؟“

اس اسرائیلی کے اس سوال پر آپ نے بلا توقف جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

”اس وقت میں دنیا میں سب سے بڑا صاحب علم میں ہوں۔“

خداوند کریم کو شاید موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات پسند نہ آئی تھی لہذا اسی وقت ہدائے محترم کی طرف سے جبرائیل امین علیہ السلام کی آئے اور موسیٰ علیہ السلام پر انکشاف کیا۔

”اے موسیٰ علیہ السلام آپ نے جو خود کو دنیا میں اس وقت سب سے بڑا صاحب علم بتایا ہے تو یہ درست نہیں ہے آپ کو اس سوال کا جواب یہ دینا چاہیے تھا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت دنیا میں کون سب سے بہتر صاحب علم ہے۔“

”اے موسیٰ علیہ السلام میں اپنے رب کی طرف سے یہ بھی وحی لے کر آپ کی طرف آیا ہوں کہ اللہ کا ایک بندہ اس دنیا میں ایسا بھی ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور بعض امور میں وہ آپ سے بھی زیادہ دانا اور عالم ہے۔“

اس وحی پر آپ سخت طویل اور محسوس ہوئے اور انتہائی عاجزی سے اپنے رب کے حضور التجا کی۔

”اے میرے رب تیرا جو بندہ اس وقت سب سے بہتر صاحب علم اور مجھ سے زیادہ دانا ہے وہ کہاں ہے اس سے مل کر میں اپنے دل کی تسلی کر سکوں۔“

موسیٰ علیہ السلام کے اس التجا کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی اور فرمایا گیا۔

”اس وقت وہ بندہ مجمع البحرین میں ہے پس اے موسیٰ علیہ السلام تو ایک تلی ہوئی پھلی اپنے پاس رکھ جس مقام پر وہ پھلی کم ہو جائے اس جگہ وہ شخص تمہیں ملے گا۔“

یہ حکم پا کر موسیٰ علیہ السلام نے تیاری شروع کی اور اپنے ایک ساتھی یوشع بن نون کو ساتھ لیا جسے آپ نے اپنا خلیفہ بنالیا تھا اور دونوں دریائے نیل کے کنارے کنارے جنوب کی طرف مجمع البحرین کی طرف اس شخص سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔

مصر سے سوڈان کی سرزمین میں داخل ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون علیہ السلام

یہاں تک کہنے کے بعد سریان جب خاموش ہوئی تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لیان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں! میری سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ آج آپ سے میری ملاقات ہو گئی ہے۔ اماں! آپ کو میری طرف سے پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بڑا محتاط ہو کر یہ سارا کام کروں گا اور ساری بات نام کی آپ کی خادمہ جس جس کی طرف بھی اشارہ کرے گی اماں وہ زندہ نہیں رہے گا۔“ لیان جب خاموش ہوا تب ایک گہری بھاری پھر لیان نے اس پر ڈالی پھر کہنے لگی۔

”میرے بچے! میرے بیٹے! ہم دونوں ماں بیٹے کا یوں علیحدہ کھڑے ہو کر اس طرح گفتگو کرنا بھی ہمیں مشکوک کر سکتا ہے۔ اب تم جاؤ میں کچھ دیر سامان کا جائزہ لیتی ہوں پھر جو شاہی خاندان کی عورتیں میرے ساتھ آئی ہیں ان کے ساتھ واپس چل آؤ گی اس پر لیان کہنے لگا۔

”اماں آپ خالی ہاتھ نہ جائیے گا یہاں سے کچھ سامان بھی لے کر جائیے گا تاکہ آپ کے ساتھ جو شاہی خاندان کی عورتیں آئی ہیں اور آپ یہ جو علیحدہ ہو کر مجھ سے گفتگو کر رہی ہیں تو جب آپ اپنی پسند کا کوئی سامان لے کر جائیں گی تو ان کو شک نہیں ہوگا وہ یہی سمجھیں گی کہ آپ جو ان سے علیحدہ ہوئی ہیں تو آپ نے اپنے لیے سامان پسند کر لیا ہے۔“

لیان نے ان الفاظ کے جواب میں سریان مسکرائی اور کہنے لگی۔

”بیٹے میں ایسا ہی کرونگی تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب تم جاؤ، اپنے کام میں لگ جاؤ۔“

اپنی ماں کے ساتھ اس گفتگو پر لیان خوش اور مطمئن ہو گیا تھا پھر سریان آئے بڑھنے لگی۔ کچھ چیزیں اس نے پسند کر کے لیں اور پھر شاہی خاندان کی ان عورتوں میں شامل ہوئی تھی وہ بھی کچھ چیزیں خرید چکی تھیں لہذا ان کے ساتھ سریان واپس چلی گئی تھی۔



موسیٰ علیہ السلام اک روز اپنی تبلیغ کے سلسلے میں بنی اسرائیل کو خطاب کرتے والے تھے اور اس وقت ان کے سامنے بنی اسرائیل میں سے سننے والوں کا ایک بہت

جہاں پر پھلی کپڑے سے نکل کر دریا کے اندر چلی گئی تھی بس دونوں حضرات وہاں سے مڑے تیزی سے دریا سے نکل کے کنارے اس چٹان کی طرف بڑھنے لگے جہاں پر ہلکی کا واقعہ پیش آیا تھا۔

جب دونوں واپس اس چٹان کے پاس پہنچے تو دیکھا وہاں ایک شخص نہایت صاف پتھرے کپڑے زیب تن کے سفید چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا۔
 موئی طیف نے اس محترم شخص کو دیکھتے ہی سلام کیا۔ ”موئی طیف کو سلام کا جواب اسے ہوئے اللہ کا وہ بندہ اٹھ کھڑا ہوا اور موئی طیف سے کہا۔

”تمہاری اس سرزمین میں سلام کہاں؟“ اللہ کے بندے کا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس سرزمین میں مسلمان نہیں رہتے موئی نے اس بات پر ان سے کہا۔
 ”میرا نام موئی ہے۔“ اس پر اللہ کے اس بندے نے انتہا مہر سے انداز میں کہا۔

”موئی بن عمران؟“
 موئی طیف نے ان کی تائید کی ہاں میں موئی بن عمران ہوں اور اس لیے آیا ہوں محمد آپ مجھے وہ حواس خاص علوم جو خدا نے آپ کو بخشے ہی سکھادیں۔
 موئی طیف کے الفاظ پر اللہ کے بندے کے لبوں پر ہلکی مکی سمراہت نمودار ہوئی اور اس نے کہا۔

”اے موئی طیف تم ان معاملات میں مہر نہ کر سکو گے اس لیے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو بنی اور رموز اسرار کا وہ علم عطا کیا ہے جو تمہیں نہیں دیا اور تمہیں ایسے تشریحی علوم عطا کیے ہیں جن سے مجھے مستفید نہیں کیا گیا۔ پس اے موئی طیف میں ایک بار پھر کہتا ہوں ان معاملات میں تم میرے ساتھ میرے کام نہ لے سکو گے۔“

جواب میں موئی نے ایک عزم اور استقلال کا اظہار کرتے ہوئے وعدہ کرنے کے انداز میں کہا۔

”آپ یقیناً مجھے صابر پائیں گے۔“ اس پر اللہ کے اس بندے نے اس عزم کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

”میں ایک شرط پر تمہیں ساتھ رکھنے پر تیار ہوں کہ کوئی بھی واقعہ اپنی آنکھوں سے نہ کرے مجھ سے کوئی سوال نہ کرے تاوقتیکہ میں خود ہی تمہیں ان امور کی حقیقت سے

اس مقام پر آئے جہاں دریائے نیل کی دو شاخیں البحر الرزق اور البحر الابيض آگیاں ہیں ملتی ہیں تو دونوں ایک چٹان کے پاس بیٹھ کر سستانے لگے اس لیے کہ یہی مقام البحر بن تھا۔

سفر کے دوران تھکاوٹ کے باعث دونوں لیٹ گئے اور نیند نے ان پر غلبہ کیا یہاں تک کہ یوش بن نون طیف بیدار ہوئے تو انہوں نے ایک انتہائی تعجب خیز اور غیر انگیز واقعہ دیکھا۔

انہوں نے دیکھا کہ وہ پھلی جو خداوند قدس کے حکم کے مطابق وہ تل کر کھانا کے لئے اپنے ساتھ لائے تھے وہ کپڑے میں سے نکل کر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی ہوئی پانی میں داخل ہوئی اور تیرتی ہوئی آگے نکل گئی تھی۔

یوش بن نون طیف نے یہ حیرت انگیز منظر بھی دیکھا کہ پانی کے اندر جس جس پر وہ پھلی آگے گئی وہاں پانی برف کی طرح جم گیا اور پانی پر دریا میں سے برف کی ایک گینڈ ٹڑی سے بن گئی تھی یہ واقعہ دیکھ کر جب موئی طیف بیدار ہوئے تو یوش ان سے یہ واقعہ بیان کرنا بھول گئے۔

پھر دونوں اس چٹان سے جو دریائے نیل کے کنارے تھی اٹھے اور سفر پر روانہ ہوئے راستے میں موئی طیف نے یوش بن نون طیف کو مخاطب کر کے فرمایا۔
 ”اے نون کے بیٹے میں بھوک محسوس کرنے لگا ہوں۔ آؤ یہاں بیٹھیں اور بندہ پھلی نکالیں اور اس سے بھوک کا تدارک کریں۔“

یہ سن کر یوش بن نون کو وہ سارا واقعہ یاد آ گیا کہ کس طرح پھلی کپڑے سے نکل کر پانی کے اندر چلی گئی تھی پس موئی طیف کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”افسوس پھلی کا تو اس جگہ ایک تعجب خیز واقعہ پیش آیا تھا جہاں ہم نے دریا۔ نیل کے کنارے چٹان کے پاس لیٹ کر آرام کیا تھا مگر میں واقعہ آپ کو بتانا بھول گیا تھا شاید یہ بھی اطمینان ہی کا چرکہ ہو اس کے بعد یوش بن نون نے پھلی کے کپڑے سے نکل کر دریا میں جانے کی تعمیل موئی طیف سے کہہ دی تھی۔ یوش بن نون طیف سے یہ سب کچھ سن کر موئی طیف چونکے اور کہنے لگے۔“

”یوش بن نون افسوس کہ ہم دونوں بہت آگے نکل آئے جہاں پھلی کا یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ یہی منزل مقصود ہے لہذا آؤ، ابھی کا سفر کریں اور اس چٹان کی طرف

اس پر مویٰ علیہ السلام نے فوراً معذرت خواہانہ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”یہ بات میں بالکل فراموش کر بیٹھا تھا۔ اس لیے آپ میری اس حرکت پر مجھ
 سے مواخذہ نہ کریں اور میرے معاملے میں سخت گیری سے کام نہ لیں۔“
 اس نے مویٰ علیہ السلام کی اس معذرت کو قبول کر لیا اور دوبارہ سفر شروع ہوا۔ اسی اثنا
 میں ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر آکر بیٹھی اور اس نے پانی میں چونچ ڈال کر ایک قطرہ
 پانی کا پانی لیا۔ تب اللہ کے اس بندے نے اس چڑیا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
 ”اے مویٰ علیہ السلام! یہ شہل علیہ السلام کے مقابلے میں میرا اور تیرا علم ایسے ہی بے حقیقت
 اور بے وقعت ہے جیسے اس بحر کے مقابلے میں پانی کا وہ ایک قطرہ جو اس چڑیا نے پیا
 ہے۔“

بہر حال جس کشتی میں وہ سفر کر رہے تھے وہ دریائے نیل کے دوسرے کنارے
 ہاگی۔ اور تینوں اتر کر دریا کے کنارے کنارے آگے بڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد
 وہ ایک بستی کے قریب آئے جس کے باہر ایک کھلا میدان تھا جس کے اندر بہت سے
 بچے آہل میں کھیل رہے تھے۔ مویٰ علیہ السلام اور یوش بن نون کے ساتھ سفر کرنے والے نے اُن
 کے اس بندے نے ایک بچے کے پاس آکر اسے غور سے دیکھا پھر اسے قتل کر دیا۔

مویٰ علیہ السلام کو پھر صبر کا یار نہ رہا لہذا اسے مخاطب کر کے فرماتے لگے۔
 ”آپ نے ناحق ایک معصوم کو مار کر بہت کر کیا۔“ اس پر اس نے دوبارہ مویٰ
 علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔

”میں تو شروع ہی میں کہہ چکا ہوں کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر اور ضبط سے
 کام نہ لیں گے۔“ اس پر مویٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ ”اگر میں صبر نہ کر۔ کا تو پھر معذرت کا

موتی موقع نہ دیتے گا۔“ چنانچہ اس نے اس معذرت کو قبول کر لیا اور سفر دوبارہ شروع ہوا۔
 چلتے چلتے وہ تینوں پھر ایک بستی کے پاس آئے بستی کے اندر داخل ہوتے ہوئے
 انہوں نے دیکھا کہ وہاں کے باشندے خوش حال اور مہمان نواز لگتے تھے۔ اس پر
 مویٰ علیہ السلام اور یوش بن نون کو مخاطب کرتے ہوئے وہ شخص کہنے لگا۔

”میرا خیال ہے تھوڑی دیر یہاں سنا لیا جائے اور بستی والوں سے مسافر ہونے
 کے تاتے سے کھانے کے لئے کچھ طلب کیا جائے۔“

آگاہ نہ کر دوں۔ اگر تم اس شرط کو تسلیم کر دو پھر میں تم دونوں کو سفر میں اپنے ساتھ رہنے
 کو تیار ہوں جس کے دوران تم اسرار اور رموز اور گہنی علوم سے متعلق جان پاؤ گے۔“
 جب مویٰ علیہ السلام نے اللہ کے اس بندے کی اس شرط کو قبول کر لیا تب اس نے وہی
 کو اپنے ساتھ رکھنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔

اب مویٰ علیہ السلام بن عمران یوش بن نون اور اللہ کا وہ بندہ دریائے نیل کے کنارے
 کنارے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ تینوں ایک ایسے گھاٹ پر جا پہنچے جہاں لوگوں کا
 ایک بہت بڑا مجمع ہو رہا تھا اور بے شمار کشتیاں بھی کھڑی تھیں جن میں دریا پار جانے
 لئے لوگ سوار ہو رہے تھے۔

چنانچہ ہاں کھڑے ہو کر اللہ کے اس بندے نے ایک کشتی میں بیٹھنے کا قصد کیا
 جب وہ اس کشتی کے مالکوں کے پاس آئے اور انہیں کرایہ ادا کر کے دریا پار جانے کو کہا
 تو ایسا ہوا کہ کشتی والوں نے انہیں پہچان لیا اور ان سے کرایہ لینے سے انکار کر دیا۔

تب اللہ کے اس بندے نے یہ ارادہ کیا کہ ان کی کشتی میں نہ جائیں گے بلکہ وہی
 اور ایسے ملاح کی کشتی میں دریا پار جائیں گے جو ان کو جانتا نہ ہو اور کرایہ بھی وصول
 کرے۔

جب اس کشتی والوں نے اللہ کے اس بندے کو روک لیا اور اصرار کیا کہ وہ انہیں
 کی کشتی میں سوار ہو کر دریا پار کریں اس پر وہ آمادہ ہو گئے اور یوں اللہ کا وہ بندہ مویٰ
 علیہ السلام اور یوش بن نون کے ساتھ دریا پار کرنے کے لئے اس کشتی میں سوار ہو گیا۔

ابھی وہ کشتی تھوڑی ہی دور پہنچی ہوئی کہ اللہ کا وہ بندہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کشتی نے
 سامنے والے حصے کا ایک تختہ اٹھا کر اس میں سوراخ کر دیا۔

مویٰ علیہ السلام کو اس کی اس حرکت پر ضبط نہ ہو سکا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگے۔
 ”کشتی والوں نے تو ہم پر یہ احسان کیا کہ آپ اور ہم دونوں کو بغیر کرایہ کے مفت
 اپنی کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کا بدلہ یہ دیا کہ اس کشتی میں سوراخ کر دیا تا کہ
 اس کشتی کے سارے مسافر پانی میں ڈوب سکیں۔“

مویٰ علیہ السلام ان الفاظ پر اللہ کا وہ بندہ بڑی تنبیہ میں کہنے لگا۔
 ”اے مویٰ علیہ السلام! میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تم میری باتوں پر صبر نہ کر سکو گے۔“
 وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا اور تم بول پڑے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خیال کی تائید کی تب وہ شخص اس بستی کے ایک آدمی :
پاس گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم اس بستی میں مسافر ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ہماری مہمان نوازی کریں۔“
اللہ کے اس بندے کی بات کے جواب میں اس شخص نے مہمان نوازی :
صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے چند اور افراد سے بھی یہی گزارش کی لیکن کسی :
کے کسی بھی فرد نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جب وہ لوگ :
والوں سے واپس ہو کر جانے لگے تو اللہ کے اس بندے نے دیکھا کہ ایک مکان :
دیوار بجلی ہوئی ہے اور اس کے گرد جانے کا اندیشہ ہے۔

تب اس نے باوق فطرت انداز میں دیوار کو سہارا دیا اور دیوار سیدھی کھڑی :
گئی۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام پھر صبر نہ کر سکے اور اللہ کے اس بندے کو ٹوکا اور فرمایا۔
”ہم اس بستی میں مسافر نہ ہوتے مگر آپ کی التجا کرنے پر بھی بستی والوں :
نے ہماری مہمان نوازی نہ کی اور نہ ہی کسی نے ہمیں آرام کرنے کے لئے جگہ کی پیشکش :
کی اور آپ نے اپنی طرف سے یہ کیا کیا کہ ایسے ناشکرے اور بے مروت لوگوں کی :
ایک گرتی ہوئی دیوار کو بغیر ہجرت کے درست کر دیا۔“
موسیٰ علیہ السلام کے ان الفاظ کے جواب میں اللہ کا وہ بندہ پھر بولا اور کہنے لگا۔

”اے موسیٰ علیہ السلام! اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ اب میں تمہارے :
سامنے تینوں واقعات کی حقیقت کھول کر بیان کرتا ہوں اور تمہارے ساتھ اب مزید :
جاری نہیں رکھ سکتا۔“

”سنئے موسیٰ! پہلا واقعہ کشی کا تھا جس میں میں نے سوراخ کر دیا تھا۔ وہ :
چند غریب آدمیوں کی تھی اور وہ اس کے ذریعے عین مزدوری کر کے روزی کماتے ہیں :
اسی پر ان کی گزر بسر ہے۔ اس میں عیب ڈالنے کی وجہ یہ تھی کہ دریا کے پار ایک ظالم اور :
جابر حکمران کی حکومت ہے جو ہر اچھی کشی کو اس کے مالکوں سے چھین لیتا ہے۔ اگر وہ :
کشی چھین جاتی تو وہ اپنے روزی کے اس سہارے سے محروم ہو جاتے۔“

”سنئے موسیٰ! دوسرا واقعہ اس لڑکے کا ہے جسے بقول آپ کے میں نے جلا دی تھا۔ :
دیا ہے۔ اس لڑکے کے ماں باپ صالح اور ایماندار ہیں۔ وہ لڑکا بڑا ہوتا تو کافراں :
انتہائی ظالم اور جابر ہوتا اور پھر اس کی ماں کو اس سے بے پناہ محبت بھی تھی۔ سو اللہ نے

لہجہ بڑا ہو کر ہر صورت اپنے ماں باپ کو ان کے ایمان کے خلاف سرکشی اور اسلام :
کے خلاف کفر پر آمادہ نہ کر دے۔ اس لیے کہ ماں باپ اپنے بیٹے سے بے حد محبت :
کرنے کی وجہ سے ایسا کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں میں نے اس کے ماں باپ کا ایمان :
بگاڑ کرنے کے لئے اس لڑکے کا کام تمام کر دیا۔ اب اس لڑکے کے بدلے میرا رب :
میں سے پیوستہ ہو کر پاکیزہ اور اس سے بہتر اولاد دے گا جو اپنے ماں باپ سے محبت کرنے :
والی ہوگی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اللہ کا وہ بندہ رکا پھر تیسرے واقعہ کی نشاندہی کرتے :
ہوئے کہنے لگا۔

”اب تیسرے واقعہ کی حقیقت سنو! جو دیوار میں نے اس بستی میں بغیر معاوضہ :
کے سیدھی کر دی تھی وہ دیوار دو تئیم لاکھوں کی ہے جو اس بستی میں رہتے ہیں۔ دیوار کے :
ان کا ورثاتی مال دفن ہے۔ جو ان کے صالح اور ایماندار باپ نے مرنے سے پہلے :
اپن دفن کر دیا تھا اگر دیوار گر جاتی تو بستی کے لوگ وہ مال لوٹ کر لے جاتے اس لیے :
اگر اے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ میں دیوار کو سیدھا کر دوں تاکہ وہ دونوں تئیم :
لکھ اپنے بلوحت کے سن کو پہنچ کر اپنے مال سے مستفید ہو سکیں۔

ساری تفریح کرنے کے بعد اللہ کا وہ بندہ اپنی غیر مری منزل کی طرف روانہ ہو گیا :
اور موسیٰ علیہ السلام اور یوش بن نون علیہ السلام واپس اپنے گھر کی طرف روانہ ہو لیے تھے۔

اللہ کا وہ بندہ جس کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام اور یوش بن نون علیہ السلام نے سفر کیا اس سے :
حق کہنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ موسیٰ علیہ السلام اور یوش بن نون علیہ السلام :
کے ساتھ انہوں نے جو تین کام کیے ان میں تیسرا کام تو شریعت سے نہیں نکلنا مگر پہلے :
دو کام یقیناً ان احکام سے متصادم ہوتے ہیں جو ابتدائے عہد انسانیت سے آج تک :
ان الہیہ میں ثابت رہے ہیں کوئی شریعت بھی انسان کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ کسی :
کو بے رحمی سے مار کر قتل کر دے اور کسی کے بچے کو بے رحمی سے قتل کر دے جس کی کسی انسان کو :
حق البہام میں معلوم ہو جائے کہ یہ کشتی کو آگے جا کر ایک غاصب چھین لے گا اور فلاں :
کو بڑا ہو کر سرکش اور قاتل بنے گا یا کافر بنے گا تب بھی اس کے لئے خدا کی بھیجی ہوئی :
محبتوں میں سے کسی شریعت کی رو سے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے اس الہامی علم کی بنا پر :
کسی میں چھید کر دے اور ایک بے گناہ کو مار ڈالے۔

فرکوئی انسان نہ تھے یعنی اس طرح دو باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں پہلی ہے کہ یہ کام کرنے کے لئے صرف خضر کو مستثنیٰ کیا گیا تھا اور دوسری بات یہ سامنے آتی ہے کہ خضر علیہ السلام کوئی انسان نہیں تھے بلکہ اللہ کے ان بندوں میں سے تھے جو مشیت الہی کے تحت نہ کہ شریعت کے تحت کام کرتے ہیں۔

اگر ہم پہلی صورت کو تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا بندہ جس نے موسیٰ کے ساتھ سفر کیا یعنی خضر انسان تھے تو یہ واقعہ جس انداز میں قرآن مقدس میں پیش کیا گیا ہے اس میں ان کے انسان ہونے کی کوئی تصریح نہیں کی بلکہ ان کے لئے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کے الفاظ بیان کیے گئے ہیں جو یہ ظاہر اس بندے کے انسان ہونے پر لاؤ نہیں آتے اس لیے کہ قرآن مقدس میں جگہ جگہ فرشتوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے علاوہ صحیح صحیح حدیث میں حضور علیہ السلام سے بھی کوئی ایسا ارشاد منقول نہیں ہے جس میں صراحت کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کو نبی انسانی کا ایک فرد قرار دیا گیا ہو۔

یہ واقعہ جو قرآن میں بیان ہوا ہے اس میں حضرت خضر کے لئے یہ لفظ رجل استعمال ہوا ہے جو اگرچہ مرد انسانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر انسانوں کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ جنات کے لئے بھی اکثر استعمال ہوا ہے دوسرے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جن یا فرشتہ یا کوئی اور غیر مرئی وجود جب انسان کے سامنے آئے گا تو انسان کی شکل ہی میں آئے گا اور اس حالت میں اس کو بشر یا انسان ہی کہا جائے گا اس لیے کہ حضرت مریم کے سامنے جب فرشتہ آیا تھا اس کے لئے بھی بشری کا لفظ استعمال کیا گیا تھا یہاں ہمارے سامنے کوئی ایسا واقعہ نہیں آتا جس سے یہ ثابت ہو کہ خضر انسان یا بشر تھے۔ اس کے بعد ہمارے لیے پیچیدگیوں کو رفع کرنے کے لئے ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم خضر کو انسان نہیں بلکہ فرشتوں میں سے یا اللہ کی کسی اور ایسی مخلوق سے سمجھیں جو شرع کی مکلف نہ ہو بلکہ لاگہ و مشیت کا کارکن ہو لہذا ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ دریا نے ٹیل کے کنارے موسیٰ اور یوش بن نون کے ساتھ اللہ کے جس بندے نے سفر کیا تھا وہ اگر خضر تھے تو خضر انسان یا بشر نہیں تھے بلکہ وہ فرشتوں میں سے یا دوسرے کارکنانِ اقتضا قدرت میں سے تھے۔



اس کے جواب میں یہ کہنا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ دونوں کام اللہ کے حکم کے تحت پیچیدگی رفع نہیں کرتا۔ سوال یہ نہیں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ کام کسی نے سے کیے تھے ان کا حکم الہی سے ہونا تو باقائین ثابت ہے کیونکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ ان کے یہ افعال ان کے اختیار ہی میں نہیں ہیں بلکہ اللہ کی رحمت ان کی تحریک ہوئی ہے اس لیے کہ تصدیق اللہ تعالیٰ خود بھی فرماتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے ایک خاص طہ حاصل تھا یہ اس امر تو بے شک و شبہ سے بالا ہے کہ یہ کام اللہ کے حکم سے کیے گئے تھے مگر اصل سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اللہ کے ان احکام کی نوعیت کیا تھی کیا وہ ہے یہ شرعی احکام نہ تھے کیونکہ شرع کے بنیادی اصول قرآن اور اس سے پہلے کی آسمانی سے ثابت ہیں۔ ان میں کبھی کسی انسان کے لئے قتل کی گنجائش نہیں رکھی گئی اور باثبوت جرم کے کسی دوسرے انسان کو قتل کر دے۔

اس لیے اس معاملہ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ احکام اپنی نوعیت میں اللہ کے ان احکام سے مشابہت رکھتے ہیں جس کے تحت دنیا میں ہر ان کوئی بیمار مارا جاتا کوئی تندرست کیا جاتا ہے کسی کو موت دی جاتی ہے اور کسی کو زندگی سے نوازا جاتا کسی کو تباہ کیا جاتا ہے اور کسی پر نعمتیں نازل کی جاتی ہیں۔

اب اگر یہ سمجھ لی جائے کہ ان کے مخاطب صرف فرشتے ہی ہو سکتے ہیں تو ان کے بارے میں شرعی جواز اور عدم جواز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ اپنے ذاتی اختیارات کے بغیر عواملِ الہیہ کی تعمیل کرتے ہیں۔ رہا انسان تو خواہ وہ بلا ارادہ یا عمداً عمداً ہی کسی حکم کے نفاذ کا ذریعہ بنے اور خواہ الہاماً اس طرح کا کوئی نہیں حکم اور علم یا حکم عمل درآئے کہ ہر حال وہ نگاہ گار ہونے سے نہیں بچ سکے گا۔ اگر وہ کام جو اس کے کسی حکم شرعی سے ٹکراتا ہے اس لیے کہ انسان بنیشت اس کے کہ وہ انسان کے احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اصول شریعت میں کہیں بھی یہ گنجائش نہیں پائی جاتی کہ انسان کے لئے محض اس بناء پر احکام شرعیہ میں سے کسی حکم کی خلاف ورزی جائز ہو اسے بذریعہ الہام اس خلاف ورزی کا حکم ملا ہے اور بذریعہ علم غیب خلاف ورزی مصلحت بتائی گئی ہو۔

یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر ہر کوئی متفق ہے۔ اب اگر یہ مان لیا جائے کہ قاعدہ کلیہ سے صرف ایک انسان مستثنیٰ کیا گیا ہے اور وہ ہیں حضرت خضر یا یہ

”دیکھو اب میں اس موضوع پر گفتگو کرتی ہوں جس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے تم دونوں کے پاس آئی ہوں ساتھ ہی یہ بھی کہوں کہ یہ سارا معاملہ راز میں رہنا چاہیے۔ سریان کے بیٹے اتھارے باپ سیاسی کے چار قاتل ہیں۔ یوں جانو چاروں ایک طرح سے پیشہ ور قاتل ہیں۔ عمدہ تیغ زن ہیں انہیں بھاری لالچ دے کر ہمارے بادشاہ متوشیش نے تمہارے باپ کو قتل کرنے اور اپنی بیٹی سریان کو اپنے پاس لانے کے لئے کہا تھا۔ سو وہ چاروں گھات سے نکل کر تمہارے باپ پر حملہ آور ہوئے۔ ان کا فائدہ کر دیا اور تمہاری ماں کو یہاں لے آئے اور چاروں کے ایک طرح سے روزمرہ کے کام کاج بھی ایک جیسے ہیں ان کا فائدہ کرنے کے لئے جو چیز تمہارے لئے سودمند ثابت ہو سکتی ہے وہ وہی ہے جس کی وجہ سے ان چاروں نے تمہارے باپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔“

”یہ چاروں تمہارے باپ پر اس وقت حملہ آور ہوئے جب تمہاری ماں اور تمہارے باپ گھوڑ دوڑ کے لئے نکلے تھے اور یہ اچانک حملہ آور ہوئے اور تمہارے باپ کا کام تمام کر دیا اب لگتا ہے ان چاروں کی موت بھی کچھ اسی طرح واقع ہونے والی ہے۔ سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے وہ شہر کے مشرقی حصوں میں گھوڑ دوڑ کرتے ہیں مشرق کی طرف شاہراہ ہے جو ناطولیہ کے میدانوں میں مشرقی سمت جاتی ہے جس کے دائیں بائیں اونچے نیچے ٹیلے ہیں تمہارے بڑے بھائی سودمند ثابت ہو چکے ہیں۔ میرے بچوں میں کل سورج غروب ہونے سے کافی پہلے تمہارے پاس آؤ گی تمہیں اپنے ساتھ اس شاہراہ کے کنارے شہر سے ذرا فاصلے پر لے جاؤ گی جہاں وہ چاروں گھوڑ دوڑ کرتے ہیں اس موقع پر میرا تم سے التماس ہے کہ تم دونوں بھائی ان کا فائدہ کرنے کیلئے نہ جانا اپنے ساتھ کچھ ساتھیوں کو بھی لے جانا۔ گھات میں رہتے ہوئے ان پر تیر اندازی کرنا ان کا فائدہ کر دینا اور ان کی لاشیں شاہراہ پر ہی پڑی رہنے دینا۔ شام کے وقت اور سورج غروب ہونے کے بعد اس شاہراہ پر کافی لوگوں کا آنا جانا ہوتا ہے سو رمان چاروں کی لاشیں وہاں پڑی دیکھیں تو لاشوں کو شہر میں لائیں۔ گے اس لیے کہ وہ چاروں شہر کے بڑے ہیں اور تمہارے باپ کو قتل کرنے کے بعد تو ہمارے مرکزی شہر میں ان کی بڑی عزت ان کا بڑا وقار ہو چکا ہے۔ چنانچہ جب ان چاروں کی لاشیں شہر کے اندر آئیں گے تو یاد رکھنا شہر کے اندر ایک شور مچل اٹھ کھڑا ہوگا قصر کے

حصوں کے مرکزی شہر خوشاش سے باہر لیان اور موک دوں بیٹھے آئے والے حالات سے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ ان کا ایک آدمی ذہلی ہوئی عمر کی ایک عورت کو ساتھ لے کر آیا۔ اس عورت کو دیکھتے ہوئے لیان اور موک دوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ عورت خیمے میں داخل ہوئی اور لیان اور موک کا جو آدمی اسے اپنے ساتھ لے کر آیا لیان کے ہاتھ کا اشارہ پا کر وہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔ عورت آگے بڑھی قریب جا کر رکی پھر بڑی اہانت میں ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”اگر میں غلطی پر نہیں تو تم دونوں میں سے ایک لیان دوسرا موک ہے میرے متعلق میری ماں سریان نے بتایا ہوگا کہ میرا نام ساربن ہے۔“

اس خاتون کی آمد پر کیونکہ لیان اور موک دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے لہذا جب اس عورت نے اپنا تعارف کروایا تب دونوں کے چہروں پر خوشیاں اور آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی پھر لیان نے ہاتھ کے اشارے سے اس خاتون کو ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب وہ خاتون بیٹھ گئی تب لیان نے اسے مخاطب کیا۔

”خاتون شاید آپ جانتی ہوں گی.....“

ساربن نام کی اس عورت نے لیان کی بات کاٹ دی اور کہنے لگی۔

”آپ کو کچھ بتانے کے لئے ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں آپ سریان کے بیٹے ہیں اور آپ کے ساتھی جو آپ کے ساتھ ہیں نام جن کا موک ہے وہ آپ کے باپ سیماس کے دست راست اور ساتھی طباش کے بیٹے ہیں۔ میرے خیال میں، میں نے غلط نہیں کہا۔“

ساربن نام کی اس عورت کے الفاظ پر لیان اور موک دونوں نے مسکراتے ہوئے جب گردن ہلاتی تب ساربن ان دونوں کو مخاطب کر کے پھر کہنے لگی۔

ہفت تک میرا اندازہ ہے کہ ان چاروں کی لاشیں بھی شہر میں پہنچ جائیں گی اور شہر کے اندر ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوگا اسی ہنگامے سے تم لوگوں نے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ اندر اٹھنا ہے۔

تم نے شاہی قصر کے پشتی حصے کی طرف آنا ہے پشتی حصے کی طرف وسیع باغ ہے اس کے اندر بھی تم نے رہنا ہے تمہاری ماں سریان اپنے کمرے سے پشت کی طرف سے نکلے گی۔ کیونکہ پشت کی طرف سے اس کے کمرے کی کھڑکی ہے۔ اسے استعمال کرے گی اور تم اپنی ماں کو لے کر اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ جس قدر تیزی کے ساتھ سفر کر سکتے ہو اپنی سرزمینوں کی طرف سفر کرنا۔ میرے خیال میں اگر تم تیزی سے سفر کرو تو اپنے کاروان کو چالو گے اور اس طرح تم بحفاظت اپنی ماں کو لے کر اپنی سرزمینوں میں پہنچ جاؤ گے۔

یہاں تک کہ کہنے کے بعد ساربن رُکی کچھ سوچا دوبارہ وہ لیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹے اس موقع پر ایک تبدیلی بھی رونما ہو سکتی ہے تم دونوں نے قصر کے پشتی حصے کی طرف سورج غروب ہونے کے بعد اس وقت آنا ہے جب نفاذات میں تاریکی گہری ہو جائے گی اگر اس وقت تک لاشیں شہر کے اندر نہ پہنچیں اور شہر کے اندر ہنگامہ اور اضطراب نہ اٹھے تب بھی تم لوگوں نے قصر کے پشتی حصے کی طرف آنا ہے۔ وہاں جو باغ ہے وہاں تمہاری ماں تمہارا بڑی بے چینی سے انتظار کرے گی اور وہیں سے تم نے اپنی ماں کو لے کر اپنے سفر پر روانہ ہو جانا ہے۔ اب یلو اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ یا غلط فہمی ہو تو یلو۔“

یہاں تک کہ کہنے کے بعد ساربن جب خاموش ہوئی تب بڑی خوش طبعی میں لیان اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خاتون محترم میں تمہارا درجہ کا آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہماری اور میری ماں کی خاطر اس قدر زحمت اٹھانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب رکیں میں آپ کے لئے کچھ منگواتا ہوں۔“

اس پر ساربن نے نفی میں سر ہلانے کا اشارہ کیا۔

”میرے لئے نہ کچھ منگوانے کی ضرورت ہے نہ ہی میں کچھ لوں گی۔ میں تم

اندر بھی پہنچ جائے گی اور اسی پہنچنے سے تم دونوں نے فائدہ اٹھا کر سریان کو اپنا ساتھ لے جانا ہے۔“

یہاں تک کہ کہنے کے بعد ساربن جب خاموش ہوئی تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے لیان بول اٹھا۔

”عزیز محترم خاتون وہ کیسے؟“

”میرے عزیز محترم بچو جو پیغام تمہاری ماں نے میرے ہاتھ بھجوا دیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ تمہارے اس کاروان کو کل دوپہر کے وقت یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے صرف تم دونوں بھائی اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ یہاں رہنا۔“

یہاں تک کہ کہتے کہتے ساربن کو رک جانا پڑا اس لیے مسکراتے ہوئے لیان بول اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میری ماں کی طرف سے تم جو پیغام لے کر آئی ہو وہ کچھ کچھ میں سمجھ گیا ہوں میرے خیال میں جو میں سمجھا ہوں تم سے کہتا ہوں نہیں رہنا۔ اگر میں موقع پر غلطی کروں تو مجھے روک دینا۔“

”تمہارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے قافلے کو کل دوپہر کے وقت یہاں سے اپنی سرزمینوں کی طرف کوچ کر جانا چاہیے مجھے اور مولک کو یہاں رہنا چاہیے اور ہمارے ساتھ کچھ مسلح جوان بھی ہونے چاہیے جب یہ ہماری خیمہ گاہ نہیں رہے گی تو لازم ہے ہم یہاں نہیں ہوں گے۔ ہم یقیناً انا طولیہ کے میدانوں میں خوشامشاش شہر کے مشرقی جانب جو شاہراہ دور مشرق کی طرف جاتی ہے وہاں گھات لگائیں گے جب وہ چاروں ٹھوڑے دوڑے لئے آئیں گے ان کا ہم خاتمہ کر دیں گے۔ اس کے بعد جب ان کی لاشیں آنے کی وجہ سے شہر کے اندر ایک ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوگا تب ہمیں قصر کی طرف آنا چاہیے تاکہ میں اپنی ماں کو وہاں سے نکال سکوں اسے کیسے نکالنا ہے یہ بات میری سمجھ نہیں آئی اب تم خود کہو ساتھ یہ بھی کہو کہ کچھ میں نے کہا ہے کیا وہ درست ہے۔“

جواب میں ساربن مسکرائی اور کہنے لگی۔

”عزیز بیٹے جو کچھ تم نے کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ میں شہر کے مشرق میں شاہراہ کے کنارے جو ٹیلے ہیں۔ میں تم سے آن کر لوں گی اور ان چاروں قافلوں کی نشاندہی کروں گی چکا تم نے خاتمہ کرنا ہے اس کے بعد جب سورج غروب ہو جائے تو اس

لہا سرحدوں کے نزدیک پہنچ چکے ہو گئے اور جب ایسا ہو گا تو سب محفوظ ہو جاؤ گے۔“
ساربن کے ان الفاظ پر لیان، مومک اور ان کے سب جوانوں نے خوشی کے اظہار کیا۔ کچھ دیر سب وہاں خاموش بیٹھے رہے یہاں تک کہ ساربن چونکی اور پھر لیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میرے بچو ذرا شہر کی طرف دیکھو وہ چاروں آ رہے ہیں۔“

اس پر چٹان کی اوٹ سے سر باہر نکال کر لیان اور مومک نے دیکھا واقعی چاروں اسے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے آ رہے تھے انہیں دیکھنے کے بعد لیان اور مومک دونوں کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر دونوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں لگی اشارہ کیا ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کو بھی مخصوص اشارہ کیا اور اس اشارے کو پا کر سب اپنی اپنی کمائیں درست کرتے ہوئے تیز چلنے پر چڑھائے بالکل تیار اور مستعد ہو گئے تھے۔

جب وہ چاروں اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑتے ہوئے ان کے قریب آئے تب اٹھناتے ہوئے کئی تیز بارش کی طرح ان پر برس گئے اور وہ چھلنی ہو کر اپنے گھوڑوں سے گرے اور دم توڑ گئے تھے۔

جب ایسا ہو چکا تب لیان اور مومک کو ہستانی سلسلے میں نکلے۔ بھاگتے ہوئے ان کی طرف گئے سب کا جائزہ لیا وہ سب مر چکے تھے۔ اس کے بعد وہ پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھات میں چلے گئے تھے۔

کوئی زیادہ دور نہ گزری تھی کہ مشرق کی طرف سے کچھ لوگ آتے کھائی دیئے ان لارخیتوں کے مرکزی شہر ختو شاش کی طرف تھا۔

جب وہ وہاں آئے تو چاروں لاشوں اور ادھر ادھر کھڑے گھوڑوں کو دیکھ کر وہ گے اپنے گھوڑے سے اترے لاشوں کا جائزہ لیا اور پھر وہ ادھر ادھر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ان چاروں لاشوں اور گھوڑوں کو وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

اقی دیر تک سورج بھی غروب ہو گیا تھا لیان اور مومک اپنے ساتھیوں اور ساربن کے ساتھ کچھ دیر حید وہاں رکے۔ جب اندھیرا گہرا ہوا تب لیان نے ساربن کو اپنے گھوڑے پر بٹھایا اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ شاہراہ سے ہٹ کر شہر کی طرف بڑھے اور وہیں کے مرکزی شہر ختو شاش کی طرف ہولیا تھا۔

دونوں پر پہلے ہی واضح کر دوں کہ تمہاری ماں ساربن نے مجھے اور میرے خاندان کو اس قدر دے رکھا ہے کہ میں اپنے خاندان کے ساتھ ساری عمر بھی بیٹھ کر کھاتی رہو تو بڑی سکون اور آسائش بھری زندگی بسر کر سکتی ہوں۔ میرے خیال میں مجھے جو پیغام پہنچا چاہیے تھا وہ میں پہنچا چکی ہوں۔ اب مجھے جانا چاہیے۔“

اس کے ساتھ ہی ساربن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی لیان اور مومک دونوں اسے اپنی خیر گاہ سے باہر چھوڑنے آئے اس کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد اندھیرے کی اوٹ میں ساربن بڑی تیزی سے شہر کی طرف ہی تھی۔ اگلے روز دوپہر کے وقت لیان اور مومک کا کاروان ختو شاش شہر کے نواح سے اپنی سر زمینوں کی طرف کوچ کر گیا تھا اور اسی وقت لیان اور مومک دونوں اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ ختو شاش شہر کے مشرق میں شاہراہ کے کنارے ایک نیلے کے پیچھے گھات لگا چکے تھے۔

عصر کے بعد بڑے راز دارانہ انداز میں ساربن بھی وہاں پہنچ گئی تھی بالکل اسی جگہ جا پہنچی جہاں لیان اور مومک اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھات لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی آمد پر لیان اور مومک دونوں نے خوشی کا اظہار کیا ساربن ایک بڑی چٹان کے پاس بیٹھ گئی تھی پھر لیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میرے بیٹے وہ چاروں تھوڑی دیر تک بس آئے ہی والے ہیں۔ چوٹی وہ نزدیک آئیں گے میں ان کی طرف اشارہ کروں گی اور چوٹی وہ نزدیک آئیں ان پر ایسی تیز تیر اندازی کرنا کہ ان میں سے کوئی بھی بچ کر بھاگ نہ پائے تمہاری ماں کے ساتھ جو اس طرف آنے سے پہلے میرا معاملہ طے ہوا ہے وہ یہ کہ یہاں سے تم مجھے اپنے ساتھ محل کے پشتی حصے کی طرف لے جانا۔ میرے وہاں پہنچے کے بعد تمہاری ماں پشتی کھڑکی سے نکل کر باغ میں چلی جائے گی اور تم اسے لے کر کوچ کر جانا۔ میں اس کمرے کی کھڑکی کھلی رہنے دوں گی لیکن کمرے کا دروازہ بند کر کے ان کی رہائش گاہوں کی طرف چل جاؤ گی جو ہم جیسے لوگوں کے لئے مختص ہیں۔ میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ تمہاری ماں جب تک اپنے کمرے میں سوئی رہے اسے کوئی جگا نہیں دے اپنی مرضی سے سوئی ہے اپنی مرضی سے اٹھتی ہے۔ کوئی اس کے کاموں میں غص نہیں ہوتا اور مجھے امید ہے کہ کافی دن چڑھے تک کوئی بھی نہیں جان سکے گا کہ ساربن اپنے کمرے میں نہیں ہے اور میرے خیال میں اس وقت تک تم اپنے کاروان اور اپنی ماں کو لے کر

بڑی راز داری سے لیان اور مولک قصر کے پشتی حصے کے باغ میں آئے وہاں انہوں نے جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھوڑے روکے تو ساربن بچے اتر کر تقریباً بھاگتی ہوئی قصر کی طرف گئی۔ اس کے قصر کے پشتی حصے کی طرف جانے کے گھوڑے ہی اس بعد اس حصے سے سریان نمودار ہوئی تھی۔ وہ اپنا چہرہ اپنا سر ڈھانپے ہوئے تھی لیان نے قریب آ کر اس نے اپنا چہرہ دکھایا اپنی ماں کو دیکھ کر لیان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اپنے گھوڑے سے بیٹھے اتر آ اور جو فالتوں گھوڑا اپنی ماں کے لئے وہ اپنے ساتھ لایا تھا سریان کو اس پر سوار کروایا اس کے بعد وہ بڑی راز داری سے اس طرف گئے جہاں ان چاروں کا خاتمہ کیا گیا تھا۔ اتنی دیر تک شہر کے اندر ایک کھرا م اور نوہ خوانی کا سامان برپا ہو گیا تھا۔ شہر سے باہر جانے کے بعد انہوں نے اپنا رخ بدلا اس کے بعد وہ اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے اپنی سرزمینوں کا رخ کر رہے تھے۔



سورج کافی چڑھ آیا تھا لیان کے مرکزی شہر خوشاش کے قصر میں بالکل سکون اور سکوت طاری تھا۔ دوپہر سے کچھ پہلے سریان کی ماں اسورک سریان کے کمرے کی طرف آئی۔ کمرہ اس نے کھولا اور کمرے کو خالی دیکھ کر وہ ٹھٹھکی ساتھ ہی اس نے دیکھا کہ کھڑکی کھلی ہے۔ کھلی کھڑکی نے اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس نے قصر کے ایک خادم کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ ساربن کو بلا کر لائے اس لیے کہ ساربن سریان کی ذاتی ملازمہ تھی۔

قصر کا وہ خادم بھاگتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا۔ گھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور اس کے ساتھ ساربن بھی تھی۔ اسورک کے سامنے آ کر ساربن رکی تب اسورک نے اسے مخاطب کیا۔

”سریان کہاں ہے؟“

اس موقع پر ساربن نے بڑے ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسورک کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”ماں! میں رات کو انہیں اپنے کمرے میں سلا کر اپنی کھڑکی کی طرف چلی گئی تھی اور آپ جانتی ہیں صبح جب تک وہ بلائی نہیں میں وہیں رہتی ہوں آج ابھی تک انہوں نے مجھے بلایا ہی نہیں ہے۔ لہذا میں نہیں جانتی وہ کہاں ہیں کیا اس وقت وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں؟“

اس پر غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسورک کہنے لگی۔

”جاؤ ذرا کمرہ دیکھو۔“

ساربن تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی سریان کے کمرے میں داخل ہوئی کمرے کا جائزہ لیا وہاں ہی آئی اور اسورک کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

کہہ کرتے ہیں تو میرا دل نہیں جتا۔ اس لیے کہ وہ تاجر قسم کے لوگ تھے اور پھر میں نے اٹھا۔ وہ واپس مدین ہی کی طرف گئے ہیں۔ میرے خیال میں وہ اتنی بڑی جرأت اور بہادری نہیں کر سکتے انہیں پتا ہے کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو سارے کے سارے قتل ہو جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لوزمان رکا اور اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

”گو وہ کل دو پہر کے وقت یہاں سے کوچ کر چکے ہیں۔ تاہم اگر آپ ان پر شک کرتے ہیں تو میں ابھی کچھ تیز رفتار مسلح جوان ان کے پیچھے روانہ کرتا ہوں۔ وہ اٹھا جائیں گے ان کی تلاشی لیں گے اور دیکھیں گے ہماری بہن ان کے ساتھ ہی مدین لہزمینوں کی طرف تو نہیں گئی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لوزمان جب خاموش ہوا تو اس کا باپ متوشیش پھر بول رہا تھا۔

”لوزمان میرے بیٹے مکمل طور پر مدین کے اس تجارتی قافلے پر شک نہیں کرتا۔ لیکن پتا ہوں اسی قافلے میں پر نگاہ رکھی جائے اور ان کی تلاشی بھی کی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ مجھے مقرر کر دو جو یہ جانے کی کوشش کریں کہ میری بیٹی سریان بھاگنے میں کیسے کامیاب ہوئی۔ وہ اکیلی تو نہیں جا ہی نہیں سکتی بزدل ہے ڈر پوک ہے۔ اپنے جاسوسوں کو وہ یہ جاننے کی بھی کوشش کریں کہ ہماری بیٹی سریان یہاں سے کس کے ساتھ ہلا گئی ہے۔“

اس کے ساتھ ہی متوشیش ہٹا اور قصر کے اسی کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں سے لوزمان اپنے دونوں بیٹوں اور بیوی کے ساتھ سریان کے کمرے کی طرف آیا تھا۔



لیان اور مولک دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ سریان کے ہمراہ اپنے کاروان میں جا چکے تھے اور جب پورے کاروان کاروان سیتانوں کے مرکزی شہر اشوکانی سے واپس آیا تو ایک جگہ سریان نے اپنے کھوڑے کی باگ کھینچنے ہوئے اسے روک دیا۔ اس پر کیونکہ لیان اپنی ماں کے ساتھ تھا اس نے بھی کھوڑے کو روک دیا۔ ان دونوں نے اپنے کو دیکھتے ہوئے مولک اور اس کے ساتھی بھی اپنی کھوڑوں کو روک چکے تھے۔

”چھوٹی مالکن تو کمرے میں نہیں ہیں اور کمرے کی ہشتی کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔“

ساریں کے ان الفاظ پر اسورک اور زیادہ پریشان ہو گئی تھی کہنے لگی۔

”اس کا مطلب ہے موقع پاک سریان یہاں سے بھاگنے میں آخر کار کامیاب ہو گئی۔ میرے خیال میں اس کا یہاں سے چلا جانا ہی بہتر تھا۔ اس لیے کہ کوئی بھی ماں اپنے بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یقیناً اسے اپنے بیٹے اور بیٹی کی محبت بھینچ کر لے گئی ہوگی۔“

اس کے بعد اسورک بیٹی اور ایک ایسے کمرے میں داخل ہوئی جس کے اندر اس کا شوہر اور تینوں کا بادشاہ متوشیش اور اس کے دونوں بیٹے کاوک اور لوزمان بیٹھے ہوئے تھے۔ اسورک نے ان کے پاس جا کر بڑے بڑے دکھ اور بڑے افسوس میں سریان کے اپنے کمرے میں نہ ہونے کی خبر کہی تھی۔ اس پر وہ تینوں کھڑے ہوئے تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے سریان کے کمرے کی طرف گئے۔ سریان کے خالی کمرے کا جائزہ لیا پھر ان تینوں کی نگاہیں کھڑکی پر جم گئیں یہاں تک کہ متوشیش اپنے دونوں بیٹوں کاوک اور لوزمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اس کا مطلب ہے سریان یہاں سے بھاگ گئی ہے۔ میں نے شروع میں اس پر پہرہ لگایا تھا لیکن جب میں نے اندازہ لگایا کہ اب وہ یہاں سے جانے اور بھاگنے کی نہیں ہے تو میں نے پہرہ ہٹا دیا۔ میرے خیال میں میری اسی نرمی سے اس نے فائدہ اٹھایا ہے اور بھاگ گئی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشیش نے ایک گہری نگاہ باری باری اپنے دونوں بیٹوں کاوک اور لوزمان پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

”میرے دونوں بیٹے پر کراؤ تمہاری بہن سریان کہاں گئی ہے کیسے یہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اگر وہ سیتانوں کی طرف گئی ہے تو وہ اکیلی تو سفر نہیں کر سکتی کسی نہ کسی کے ساتھ تو گئی ہے۔ یہ جو ہمارے شہر کے شرق میں مدین کے تاجروں کا قافلہ اتر رہا تھا اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟“

متوشیش کے ان الفاظ پر اس کا بیٹا لوزمان بول اٹھا۔

”اے میرے باپ! جہاں تک میں خبر رکھتا ہوں اس کے مطابق مدین والوں کا وہ تجارتی کاروان گزشتہ دن دو پہر کے وقت ہی یہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ اگر آپ اس پر

یہاں تک کہ سریان کو مخاطب کرتے ہوئے لیان کہنے لگا۔

”اماں کیا بات ہے آپ تھک گئی ہیں اب تو اماں ہم پہنچ گئے ہیں؟“

اس پر دکھ بھرے انداز میں سریان لیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”پہلے مجھے اپنے باپ کی قبر پر لے کر چلو اس کے بعد میں اپنی حویلی میں داخل ہوگی۔“

اپنی ماں سریان کے ان الفاظ پر لیان اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ مولک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”مولک تم سب کو لے کر شہر میں داخل ہو میں اماں کو لیکر پہلے قبرستان کی طرف جاتا ہوں وہاں سے گھر آتا ہوں۔“

اس پر مولک حرکت میں آیا اور اپنے سارے کاروان کو لے کر وہ شہر میں داخل ہوا جبکہ لیان سریان کو لے کر قبرستان کا رخ کر رہا تھا۔

قبرستان سے باہر دونوں ماں بیٹا اپنے کھوڑوں سے اتر گئے۔ قبروں کے اندر چلے ہوئے ایک جگہ لیان رک گیا اور اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے جب اپنے

باپ کی قبر کی طرف اشارہ کیا تب سریان کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ وہ پہلے ہی رونے والی ہو رہی تھی قبر کی طرف دیکھتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ پھر وہ قبر کے پاس بیٹھ گئی اور اپنے دونوں ہاتھ بڑی محبت اور پیار سے قبر پر پھیرتے ہوئے ہنچکیوں اور

سکینوں میں بری طرح رونے لگی تھی۔

کافی دیر تک ایسا ہی سارہ لیان چپ چاپ اپنی ماں کے پاس کھڑا ہو کر روتا رہا شاید وہ چاہتا تھا اس کی ماں خوب رو کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لے اور اس کا ذہن بگا

ہو جائے اچانک سریان چونکی اس لیے کہ قبرستان میں بوڑھی طامہ اور اس کے ساتھ سریان کی بیٹی اور لیان کی بہن یورینا داخل ہو رہی تھی۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے

سریان بھاری اور زیادہ بد حالی میں رونے لگی تھی۔ اس موقع پر لیان نے اپنی ماں کے ہر ہاتھ رکھا بڑی محبت میں کہنے لگا۔

”اماں ذرا سامنے دیکھو آپ کی بیٹی یورینا اور وادی اماں طامہ آ رہی ہیں۔“

جب وہ قریب آئیں تب سریان اٹھ کھڑی ہوئی پہلے وہ طامہ سے بغلیں ہوا ایسی روئی کہ دھاروں دھار اس کے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ اس کی ہچکیاں اور

سکیاں ایسی تھیں کہ رکنے والی نہ تھیں۔ پھر طامہ سے علیحدہ ہو کر اپنی پوری قوت کے ساتھ اس نے یورینا کو اپنے ساتھ لپٹایا اور اس کا ہاتھ، گال، چہرہ سب چومادالہا نہ انداز میں اسے پیار کرتی رہی ساتھ ساتھ روتی رہی جبکہ یورینا بھی اپنی ماں سے گلے کر دھاروں دھار رو رہی تھی۔

قبرستان میں کچھ دیر تک ایسا ہی ساں رہا یہاں تک کہ سب نے اپنے آپ کو مٹھالیا اس موقع پر بڑے پیارے انداز میں یورینا نے اپنے بھائی لیان کی طرف دیکھا کہہنے لگی۔

”بھائی میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھول سکوں گی کہ آپ میری ماں کو سلامت اپنے ساتھ لے کر آئے۔“

اس سے آگے یورینا کچھ نہ کہہ سکی اس لیے کہ ہلکی سی چپٹ اس کے گال پر لیان نے لگائی پھر کہنے لگا۔

”یورینا تو میری بہن ہے کیا بھائی اپنی بہنوں پر بھی کوئی احسان کرتے ہیں۔ میری بہن! تو جانتی ہے میں اور تم دونوں اپنی ماں کے بغیر اوصو رہے تھے اپنی ماں کو

پچاں لاتا میرے فرائض اولین میں شامل تھا اور پھر میں تمہیں اور وادی دونوں کو یہ خوشخبری بھی سناتا ہوں کہ میں نے اپنے باپ کے چاروں قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتار

دیا ہے۔ میں اپنے باپ کا انتقام بھی لے چکا ہوں اور اپنی ماں کو بھی بحفاظت اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ خداوند قدس نے چاہا تو اب ہم پر سکون اور خوش

فرم زندگی بسر کریں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد لیان جب خاموش ہوا تب طامہ پچلی بار بولی اور کہنے لگی۔

”لیان میرے بچے میں تیری جس قدر بھی تعریف کروں کم ہے بیٹے ہمیں زیادہ ہون یہاں نہیں رکنا چاہیے آؤ گھر چلیں آج میرے مرنے والے بیٹے کی روح بھی پر

گھون ہوگی کہ اس کے بیٹے نے نہ صرف یہ کہ اس کے قاتلوں سے انتقام لیا بلکہ اپنی ماں کو بھی واپس اپنی حویلی میں لے کر آیا آؤ میرے بچوں چلیں۔“

اس کے ساتھ ہی سریان، لیان اور یورینا تینوں طامہ کے پیچھے پیچھے ہو لیے تھے طامہ اور یورینا بھی دونوں ایک ہی کھوڑے پر بیٹھ کر آئی تھیں۔ لیان نے پہلے اپنی وادی

محنت ہوں تمہاری اور یوریا کی زندگی میں جو خلا تھا اسے میرے بیٹے تو نے پر کر دیا ہے۔“

سردام کی اس گفتگو کے جواب میں لیان نے اس کا شکریہ ادا کیا کچھ دیر تک سب وہیں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے پھر سردام، سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”میں ایک بار پھر اپنی حویلی میں آمد پر تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں میرے خیال میں اب جانی ہوں اور امید ہے اب تم لوگوں سے ملاقات ہوتی رہے گی۔“

اس موقع پر اپنی ماں کے ساتھ کھسا بھی کھڑی ہوئی پھر اپنا منہ اپنی ماں سردام کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

”اماں اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ دیر یہیں یوریا کے پاس ٹھہر جاؤں۔“

اس پر سردام مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”بھئی اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس گھر سے تیرا ایک تعلق ہے۔ ہم اپنے طور پر تو تمہارا معاملہ لیان کے ساتھ لے کر چلے ہیں۔ بس سریان کی آمد پر ہم ادا کرنی باقی ہے۔ اب سریان اور ہم مل کر اس سرطل کو بھی پورا کر لیں گے۔“

اپنی ماں سردام کے ان الفاظ پر نکسیما خوش ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ سردام نے طامہ اور سریان دونوں سے اجازت لی پھر وہاں سے چلی گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ پوریا جو اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی وہ حرکت میں آئی اپنا ہاؤس نے سریان کے شانے پر رکھا پھر اپنا منہ سریان کے کان کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

”اماں آپ کی آمد پر ہم سب دلیے ہی خوش ہیں اس سے بڑی خوشی ہمیں نصیب نہیں ہو سکتی ہے لیکن اماں اس موقع پر میں چاہتی ہوں آپ سے ایک خوشخبری بھی کہوں۔“

یوریا کی اس سرگوشی کے جواب میں سریان بھی مسکراتے ہوئے سرگوشی میں کہنے لگی۔

اس پر یوریا کہنے لگی۔

”بھئی اگر میرے لئے تمہارا پاس کوئی خوشخبری ہے تو کہو، رکتی کیوں ہے؟“

طامہ کو گھوڑے پر بٹھایا اس کے پیچھے یوریا بھی بیٹھی پھر سریان اور لیان بھی اس گھوڑوں پر سوار ہوئے اس کے بعد وہ قبرستان سے نکل کر شہر میں داخل ہوئے تھے۔ وہ حویلی میں داخل ہوئے تھے تو حویلی میں پہلے سے طباش، اس کا دوسرا بیٹا مارا، طباش کی بیوی بلسان سب وہاں موجود تھے جب وہ اپنے گھوڑوں سے اترے تب طباش مسکراتے ہوئے قریب آیا اور سریان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم اپنی بہن کو واپس اپنی حویلی میں آنے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔“

طباش کے ان الفاظ پر سریان نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اتنی دیر تک اس کی بیوی بلسان آگے بڑھی اور سریان سے گلے ملنے لگی تھی۔ ساتھ ہی طباش کا چھوٹا بیٹا مارا حرکت میں آیا اور سب کے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ

دیوان خانے میں داخل ہوئے اس وقت مولک بھی حویلی میں داخل ہوا تھا اور وہ بھی دیوان خانے میں ان کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر تک آس پاس اور محلے کے لوگ بھی وہاں آکر جمع ہونے لگے تھے سریان کی واپسی پر خوشی کا اظہار کرنے کے ساتھ

ساتھ لیان یوریا اور طامہ کو اس کی واپسی پر مبارکباد بھی دیتے گئے تھے۔ اسی دوران لوگ آتے رہے جاتے رہے اور مبارکباد دیتے رہے یہاں تک کہ حویلی میں سینتائیوں کے بادشاہ متی ورا کی بیوی سردام اور بھئی نکسیما دونوں داخل ہوئے ان دونوں کو دیکھتے ہی سب کھڑے ہو گئے تھے سریان چونکہ دونوں کو نہیں جانتی تھی اس بنا پر وہ

کسی قدر توجہ سے ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ لیان نے اسے مخاطب کیا۔ ”اماں یہ جو ایک خاتون اور اس کے ساتھ ایک لڑکی آئی ہیں۔ خاتون ہمارے

حکمران متی ورا کی بیوی اور بولڑی ہے وہ ان کی بیٹی ہے اور اس کا نام نکسیما ہے۔“

دونوں نے پہلے سریان کو اس کی واپسی کی مبارکباد دی اس موقع پر سردام سامنے بیٹھے لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”لیان میرے بیٹے سب سے زیادہ تم مبارکباد کے مستحق ہو اس لیے تمہارے جو ساتھی شہر میں داخل ہوئے ہیں ان سے قصر میں بھی یہ خبریں پھیل گئی ہیں تم نے اپنے باپ کا انتقام لے لیا ہے اور اپنی ماں کو بھی واپس لے کر آئے ہو میں تمہیں

ہوں اس ہمہ کی کامیابی پر تمہاری جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ اپنے باپ سے قاتلوں سے انتقام لینے کے بعد یہ جو تم اپنی ماں کو بھی وہاں سے نکال کر لائے ہو تو میں

”اماں یہ جو کسما نام کی لڑکی ہے جو ہمارے بادشاہ متی وذا کی بیٹی ہے اگر اہائی کی زندگی کا ساتھی بنا دیا جائے تو کیسا رہے گا؟“

اس موقع پر سریان کے لیوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا پھر کہنے لگی۔

”بیٹے یہ لوگ کیا میرے بیٹے کو اس لڑکی کا رشتہ دے دیں گے؟“

اس پر یوریماء نے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پھر سرکشی میں کہنے لگی۔

”اماں ہمارے حکمران متی وذا اور اس کی بیوی سرام نے کسما کا رشتہ میرے

بھائی کو دے دیا ہے وہ تو معنی طے کرنا چاہتے تھے پھر بھائی نے یہ شرط رکھی کہ جب تک

میری ماں یہاں نہیں آئے گی اس وقت تک معنی کی رسم ادا نہیں کی جائے اماں اب

آپ آگئی ہیں تو یہ رسم ادا کرنے میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔“

سریان کچھ دیر تک بڑے غور سے سمجھتا ہوا کسما کی طرف دیکھتی رہی پھر

اپنی بیٹی یوریماء کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

یوریماء میری بیٹی اگر کسما کا رشتہ میرے بیٹے لیان کے لئے مل رہا ہے تو میں سمجھتی

ہوں یہ ہماری خوش قسمتی ہے اور میرا بیٹا سب سے اچھے مقدور والا ہے کہ اسے اپنا

حکمران کی بیٹی اس کی زندگی کے ساتھی کے طور پر مل رہی ہے۔

سریان کے ان الفاظ کے جواب میں یوریماء بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے

ہوئے کہنے لگی۔

اماں بات بالکل مکمل ہو چکی ہے اب تو صرف آپ کے ہاں کرنے کی بات ہے۔

اس لیے کہ بھائی نے شرط رکھی تھی کہ جب تک آپ نہیں آئیں گی اس وقت تک معنی کی

رسم ادا نہیں کی جاسکتی۔“

یوریماء جب خاموش ہوئی تب سریان سرکشی میں کہنے لگی۔

”یوریماء میری بیٹی میں سمجھتی ہوں مجھے ایک ساتھ کی خوشیاں مل رہی ہیں۔ میرے

لئے سب سے بڑی اور پہلی خوشی یہ ہے کہ میں واپس اپنی حویلی میں آگئی ہوں۔ دوسری

خوشی یہ ہے کہ میں اپنے بیٹے اپنی بیٹی اور اپنے شوہر کی ماں کے پاس ہوں۔ اب تیسری

خوشی یہ مل رہی ہے کہ میرے بیٹے کو سیدتانوں کے بادشاہ متی وذا کی بیٹی کسما کا رشتہ مل

رہا ہے۔

لیان جو قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اس نے بھی شاید کان لگاتے ہوئے اپنی ماں

امان کی یہ گفتگو سن کر بھی لہذا وہ اپنی جلد سے اٹھ بڑے پیارے انداز میں اپنی ماں اور

بہن کے قریب آکر اس نے اپنی بہن یوریماء کا کان پکڑا اور اسے مخاطب کر کے کہنے

لگا۔

”اب تم تھوڑی دیر دور ہو مجھے اماں کے پاس بیٹھنے دو میں جانتا ہوں تم اپنا کام کر

رہی ہو۔ اب مجھے اپنے کام کی ابتداء کرنے دو میں یہ جان چکا ہوں کہ تم نے جو کچھ اماں

سے کہا اس کے جواب میں اماں کہہ چکی ہے کہ اسے ایک ساتھ تین خوشیاں مل رہی ہیں

اب میں اپنی ماں کو چوتھی خوشی سنانا چاہتا ہوں۔“

لیان کے ان الفاظ پر سریان چونکی تھی کہنے لگی۔

”بیٹے چوتھی خوشی کون سی ہے؟“

اس دوران یوریماء پیچھے ہٹ گئی تھی اس کی جگہ لیان ہو بیٹھا پھر اپنا منہ اپنی ماں کے

قریب لے جاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”اماں پہلے آپ یہ بتائیں کہ عم طباش کا بیڑا بیٹا مومک آپ کو کیسا لگتا ہے؟“

لیان کے ان الفاظ پر یوریماء مسکراتے شرمائے لگی تھی۔ یہاں تک کہ سریان

لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بہت اچھا بیٹا ہے، بات ماننے والا ہے۔“

اپنی ماں کے ان الفاظ کے جواب میں لیان نے ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگا۔

”عم طباش نے مومک کے لئے یوریماء کا رشتہ مانگا تھا میں اور دادی اماں نے اس

رشتے کے لئے ہاں کر دی ہے۔ طباش اور ان کے اہل خانہ معنی کی رسم ادا کرنا چاہتے

تھے پر اماں میں نے یہ شرط رکھی کہ معنی کی رسم ادا کی جائے جب میری ماں

اس حویلی میں آئے گی اور وہ میرے اور میری بہن کے سر پر ہاتھ رکھے گی۔“

یہاں تک کہ کہنے کے بعد لیان دھکا پھر غور سے اپنی ماں سریان کی طرف دیکھتے

ہوئے کہنے لگا۔

”اماں کیا آپ کی تین خوشیوں میں اور خوشی کا اضافہ کر کے میں نے خوشیوں کی

تعداد چار نہیں کر دی ہے؟“

جواب میں سریان مسکراتی اپنے دونوں ہاتھوں سے لیان کا سر تھاماس کی پیشانی پر

طویل بوسا دیا پھر کہنے لگی۔ ”بیٹے اس میں کوئی شک نہیں اور اگر یوریماء کے لئے مومک کا

رشتہ آیا ہے تو میں سمجھتی ہوں یہ بھی ہماری خوش قسمتی ہے۔ بیٹے! چند دن کا وقفہ ڈال کر تم دونوں بہن بھائی کی منگنی کی رسم اور مولک اور نکلیا کے ساتھ ملے کر دی جائے گی۔“

سریان کے ان الفاظ پر لیان اور یوریمیا دونوں بہن بھائی خوشی کا اظہار کر رہے تھے یہاں تک کہ غلام نے یوریمیا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

یوریمیا میری بیٹی! تیری ماں کو بھوک لگی ہوگی۔ بیٹی! آج کھانا تیار کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔“

اس پر سریان اپنی بہن پر ہاتھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

”اماں! اب میں تم سے کچھ نہیں خواہ آپ سب کے لئے کھانا تیار کرتی ہوں۔“

سریان جو بیٹی سمجھتی تھی، یوریمیا نے فوراً اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کا بازو پکڑ کر کھینچ کر وہ بارہا اسے ہٹایا پھر کہنے لگی۔

”اماں! آپ کی بیٹی اب بڑی بوجھتی ہے۔ میرے ہوتے ہوئے اگر آپ گھر کا کام کریں تو میرے لئے بوجھ بڑھ جائے گا۔ لہذا آپ چپ چاپ جس نشست سے اٹھی ہیں اسی نشست پر بیٹھ جائیں آپ اٹھنے کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی بیٹی یوریمیا سمجھتی ہے اور تم بھی یہی سمجھنا چاہتی ہو۔“

اس کے ساتھ ہی یوریمیا نے کھینچ کر سریان و اس کی نشست پر ہٹا دیا جب وہ اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے نکلیا بھی کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی۔

”یوریمیا میری بہن! آج میں بھی تمہارے ساتھ مطبخ کی طرف جلتی ہوں اور دونوں مل کر کھانا تیار کرتی ہیں۔“

نکلیا کے ان الفاظ پر جہاں سریان اور غلام مسکرا دی تھی وہاں یوریمیا بھی مسکراتے ہوئے آگے بڑھی۔ نکلیا کا ہاتھ پکڑا پھر وہ دونوں مطبخ کی طرف ہولی تھیں۔



فرعون ایک روز اپنے ممفس شہر کے قصر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے بن کارندوں میں سے ایک جو بنی اسرائیل سے کام اور مشقت لینے پر مامور تھا اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ زمین کی طرف بھٹکتے ہوئے اس نے فرعون کو تعظیم دی اس کے بعد کہنے لگا۔

”مالک بنی اسرائیل کے لوگ جن سے ہم کام لیتے ہیں اب دن بدن زیادہ تنگ کرنے لگ گئے ہیں۔ ان سے ہمیں دو طرح کی شکایت ہے۔ ایک یہ کہ ان کی تعداد پہلے کی نسبت بہت بڑھ گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اب وہ کام کے دوران اور کام کے بعد بھی شدت کے ساتھ ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ان سے اب یہ مشقت نہ لی جائے اور ان فلسطین کی طرف جانے کی اجازت دی جائے۔“

اس پر فرعون کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ان سے تم کام کم لیتے ہو جس کی بناء پر ان کے پاس قاتلو وقت ہوتا ہے اور اس وقت کے دوران وہ طرح طرح کی سازش اور سرکشی کی باتیں سوچتے ہیں۔ دیکھو انہیں مصروف رکھنے، سرکشی اور بغاوت سے بچانے کے لئے ایک بہترین طریقہ ہے رئیس اور فہم دونوں شہر کا کافی حد تک مکمل ہو گئے ہیں۔ اب ان کے اندر دیوتاؤں کے معبود کی تعمیر کے کام باقی ہیں۔ اب تک بنی اسرائیل کے ساتھ ہمارا معاملہ کچھ یوں ہے کہ انہیں حکومت کی طرف سے انہیں بنانے کے لئے بھس مہیا کیا جاتا ہے چنانچہ وہ اپنے روزمرہ کی اینٹوں کی گنتی پوری کر کے فارغ بیٹھتے ہیں اور پھر ہماری حکومت کے خلاف طرح طرح کی سازش کی باتیں بناتے ہیں۔ اب میری طرف سے جا کر انہیں یہ حکم سنا دو کہ آج کے بعد انہیں بنانے کے لئے بھس مہیا نہیں کیا جائے گا وہ جہاں سے اور جہر سے چاہیں خود جا کر بھس حاصل کریں اور بھس حاصل کرنے

فرعون ہمارے سخت خلاف ہو چکا ہے۔ پہلے ہمارے آدمیوں کو ہمیں مل جاتا تھا اور انہوں کی جوتعداد فرعون نے مقرر کر رکھی تھی وہ بڑی آسانی سے مکمل کر کے اپنے کام سے فارغ ہو جاتے تھے اور ان کی مشقت پوری ہو جاتی تھی لیکن اب موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کی فطرتی فرعون ہم پر اتار رہا ہے۔ ہمارے آدمیوں کو ہمیں بھی نہیں دیتا اور ساتھ یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ جو انہیں ہمارے آدمی پہلے بناتے تھے اب انہیں وہ اب بھی بنائیں گے۔ ہمیں تلاش کرنے کے بعد جب ہمارے آدمی ابھی انہیں پوری نہیں کرتے فرعون کے کارندے ان پر ظلم اور تشدد کرتے ہیں۔ میرے بھائیو! اگر ہم نے اس کا کوئی حل تلاش نہ کیا تو یاد رکھنا کہ بدن بنی اسرائیل پر مظالم بڑھتے جائیں گے اور پھر بنی اسرائیل کے فلسطین کی طرف جانے کے مواقع بھی کم سے کم تر ہوتے چلے جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد روبن قبیلے کا سردار سموہ جب حاضری ہوا تب آسر قبیلے کا سردار ستور بولا اور کہنے لگا۔

”میرے بھائیو! میں کہتا ہوں آدابہ کے بارہ مل کر فرعون سے ملاقات کریں اور اس پر واضح کریں کہ جو کتنی ہمارے آدمی ہمیں ملنے کے بعد پوری کرتے تھے وہ اب کیسے پوری کر سکتے ہیں دن کا بیشتر حصہ تو انہیں ہمیں تلاش کرنے میں ہی گزر جاتا ہے لہذا وہ اگر رات گئے تک بھی کام کریں تو انہوں کی مقررہ تعداد پوری نہیں کر سکتے لہذا تو انہیں دوبارہ ہمیں بھیجا گیا جائے یا ان کی مشقت میں کسی حد تک کمی کی جائے۔“

روبن قبیلے کے سردار سموہ کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے ہاں سے ہاں ملائی، پھر اشکار قبیلے کا سردار جال بولا اور کہنے لگا۔

”بھائیو! اس معاملے میں روہ نہیں کرنی چاہیے۔ آد، ہمیں سب فرعون کے پاس چلے ہیں اور اس موضوع پر اس سے گفتگو کریں جسے چنانچہ اشکار قبیلے کے سردار جال کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا سو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے وہ بارہ سردار فرعون سے ملاقات کرنے کے لئے فرعون کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔“

فرعون کو جب اطلاع دی گئی کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے سردار اس سے ملنا چاہتے ہیں تب فرعون نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ فرعون کے سامنے جانے کے بعد سب پہلے اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کے قبیلے کے سردار یوشع بن نون بولے اور فرعون کو

کے بعد انہیں روزانہ اتنی ہی انہیں بنانا ہونی چاہیے وہ اس وقت بناتے رہیں ہیں جب ہم کسی مہیا کرتے تھے۔“

فرعون کا یہ حکم سن کر اس کے کارندوں کا سربراہ واپس گیا اور بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تمہارے لیے فرعون کا کہنا ہے کہ آج کے بعد تم کو ہمیں نہیں ملے گا۔ تم خود بنی جہاں سے چاہو ہمیں حاصل کر لو لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے انہیں تم ہی بنائے۔“

بنی اسرائیل اس وقت بناتے تھے جب ہمیں ہماری طرف سے مہیا کیا جاتا تھا۔“

یہ حکم پا کر بنی اسرائیل کے لوگ بڑے تنگ اور بیزار ہوئے مصر کے مختلف علاقوں میں ہمیں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے تاکہ ہمیں حاصل کر کے انہیں بنائیں اور اپنی مشقت پوری کریں۔

اور جب بڑی مشکل سے ہمیں حاصل کرنے کے بعد وہ انہیں بناتے اور انہوں کی روزمرہ کی تنہائی پوری نہ ہوتی تب فرعون کی طرف سے مقرر بیکار لینے والے انہیں دھمکی دیتے ہوئے کہتے کہ تم اپنا روز کا کام جیسے ہمیں پا کر کرتے تھے اب بھی کرو جبکہ تم ایسا نہیں کر رہے ہو۔ چنانچہ جب چند روز تک بنی اسرائیل کے لوگ ہمیں حاصل کرنے کے بعد انہوں کی اتنی تعداد نہ بنا سکے جتنی تعداد وہ پہلے بناتے تھے تو فرعون کے کارندوں نے ان پر سختی کرنا شروع کر دی۔ اس سختی کے جواب میں بنی اسرائیل کے لوگ تنگ پڑ گئے۔ آخر انہوں نے فرعون سے مل کر اپنا یہ مسئلہ حل کرانے کا تجویز کر لیا تھا۔

چنانچہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے سردار ایک جگہ جمع ہوئے ان میں سے روبن قبیلے کا سموہ، شمعون کے قبیلے کا ابن جوزی، یہودہ کے قبیلے کا کالب بن یوذا، اشکار کے قبیلے کا اجمال، بنی دان سے ابن جلی، آسر کے قبیلے کا ابن میکائیل، اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کے قبیلے کا یوشع بن نون، نیا کے قبیلے کا قحی، زیبولوں کے قبیلے کا جدی، بن لسانی کے قبیلے کا ابن دئی، آشر کے قبیلے کا جدد کے قبیلے کا جبرائیل اور افراہیم کے قبیلے کا سمی ایک جگہ جمع ہوئے اور صلاح مشورہ کرنے لگے۔

سب سے پہلے روبن قبیلے کا سموہ ۱۱۔۱۱۔۱۱ سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز بھائیو! ہم دیکھ رہے ہیں کہ جب سے مدین کی سرزمینوں سے موسیٰ علیہ السلام لوٹ کر آئے ہیں اور انہوں نے فرعون کو خداوند کا پیغام سنا شروع کیا ہے تب سے

چنانچہ بنی اسرائیل کے وہ بارہ سردار جب فرعون کے محل سے نکلے تو اتفاقاً تھوڑی دُور ان کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے راستے میں ہوگئی تب ان بارہ سرداروں میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خداوند ہی تمہیں دیکھے اور تمہارا انصاف کرے کیونکہ تم نے ہم کو فرعون اور اس کے خادموں کی نگاہوں میں ایسا ذلیل اور خوار کیا ہے کہ ہمارے قتل کے لئے ان کے ہاتھ میں تم لوگوں نے تلواریں دے دی ہے۔ بنی اسرائیل کے سرداروں کی یہ باتیں سن کر موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام نے ایک بار پھر فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل پر مظالم اور بے حرکت کر دے اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکل کر فلسطین جانے کی اجازت دے دے۔ جب فرعون کے افسر اور گھمنڈ کی بناء پر ایسا کرنے سے انکار کر دیا تب حکم خداوندی مصر پر مختلف صورتوں میں عذاب نازل ہونا شروع ہوا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خداوند کے حضور التجائی کہ فرعون تو سیدی راہ کی طرف نہیں آتا اور میرا کہا ماننے سے انکار کرتا ہے۔ تب عذابوں کا سلسلہ شروع ہوا موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ دریائے نیل کے کنارے فرعون کے پاس جائیں اور جب وہ اپنے عصا کو آسمان کی طرف بلند کریں گے تو مصر پر پہلے عذاب کی ابتداء ہو جائے گی۔

خداوند قدوس کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا گیا کہ مصر کے لوگوں پر ایسے او لے برسیں گے کہ جو مصر میں جب سے اس کی بنیاد ڈالی گئی ہے نہیں برے ہوں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کو بھی حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جا کر یہ اعلان کریں کہ اپنے چوپایوں کو اور جو کچھ لوگوں کا مال کھیت میں ہے اس کو اندر لے آئیں کیونکہ جتنے افراد اور جانور دوسری اشیاء میدان میں ہوگی اپنے گھروں میں نہیں بیچنے پائیں گی ان پر او لے برسیں گے اور ہر چیز فنا اور ہلاک ہو جائے گی لیکن خداوند قدوس کا یہ پیغام موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو پہنچایا تو فرعون نے اس کی کوئی پروا نہ کی لیکن فرعون کے حواریوں میں سے جو خداوند قدوس کے عذاب سے ڈرتے تھے وہ اپنے خدام، اپنے آدمی اور چوپایوں کو گھروں میں لے آئے اور جنہوں نے خداوند قدوس کے اس عذاب کا کوئی لحاظ نہ کیا انہوں نے تکبر اور گھمنڈ سے کام لیتے ہوئے اپنے چوپایوں اور برے شے کو گھروں سے باہر ہی رہنے دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے جب یہ پیغام فرعون کو پہنچ گیا تب خداوند قدوس کی

مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ آخر تمہارے کارندے بنی اسرائیل پر ایسی سختی جزا ور ظلم کیوں کرتے ہیں۔ تمہارے کارندے بنی اسرائیل کے مشقت کرنے والوں کو بھس بھی نہیں دیتے اور ساتھ ہی ان سے یہ بھی کہتے ہیں! انہیں بناؤ اور دیکھو انہوں کی تعداد اتنی ہی ہو، چاہے جتنی اس وقت ہو جتنی جب بھس مہیا کیا جاتا تھا۔ لہذا خود بھی سوچو بنی اسرائیل کے لوگوں کا کافی وقت تو بھس تلاش کرنے میں گزر جاتا ہے پھر وہ کیسے انہوں کی مشقت کی ہوئی تعداد پوری کر سکتے ہیں اور جب ایسا نہیں ہوتا تو ان پر ظلم اور جبر کیا جاتا ہے۔“ فرعون پہلے ہی بنی اسرائیل پر تیار کیا تھا اس لیے کہ ایک تو ان کی تعداد مصر میں کافی ہوگئی تھی۔ دوسرے وہ واپس فلسطین جانے کا تقاضا کرتے تھے۔ فرعون انہیں واپس نہیں بھیجا چاہتا تھا۔ اس لیے کہ اگر بنی اسرائیل اس کے ملک سے نکل گئے تو پھر اس کے لئے مشقت کون کرے۔ گا اس بنا پر فرعون بنی اسرائیل کے سرداروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو میں نے حکم دیا ہے وہ جاری رہے گا بھس بھی مہیا نہیں کیا جائے گا اور انہوں کی تعداد اتنی ہی حاصل کی جائے گی جتنی بھس دینے وقت کی جاتی تھی۔ اس لیے کہ تم بنی اسرائیل کے لوگ کاہل ہو گئے ہو لہذا میں تم سے کہتا ہوں کہ تمہارے پاس کافی فائدہ وقت چھتا ہے جس کی بناء پر تمہارے لوگ اکثر بیشتر میرے کارندوں سے کہتے ہیں کہ انہیں فلسطین جانے دیا جائے تاکہ وہ اپنی مرضی سے وہاں زندگی بسر کریں۔ لہذا میں تم سے کہتا ہوں تم سب جاؤ کام کر دو کیوں کہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ میں تم کو نہیں ملے گا اور انہوں کی تعداد تمہیں اتنی ہی دینا ہوگی جتنی تم پہلے دیا کرتے تھے اور اگر میرے حکم کی تعمیل نہیں ہوئی تو بہت برا ہوگا۔ واپس جا کر بنی اسرائیل کے لوگوں سے کہہ دو کہ میں خود حاصل کرو اور اس کے ساتھ ہی اپنی انہوں اور دوزمرہ کے کام میں کسی طرح کی کمی نہ ہو پائے۔“

بنی اسرائیل کے بارہ سردار فرعون کی اس گفتگو سے بڑے مایوس اور پریشان ہوئے اس لئے کہ فرعون نے نہ صرف ان کا کہا ماننے سے انکار کر دیا بلکہ تکبر اور گھمنڈ سے کام لیتے ہوئے انہیں جملے کے انداز میں اپنے محل سے جانے سے کہہ دیا تھا۔

۴۴ بنی اسرائیل کو جانے دے ورنہ اگر تو نہیں جانے دے گا تو دیکھ کیل تیرے ملک میں
میرے خداوند قدوس کی طرف سے ایک نئے عذاب کی ابتداء ہو جائے گی۔“

آپ نے فرعون کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو کچھ مجھے خداوند قدوس نے بتایا ہے
اس کے مطابق اب بھی اگر تو نہ مانا تو تجھ پر مٹیوں کا عذاب نازل ہوگا اور وہ اتنی بڑی
فداوش آئیں گی کہ وہ زمین کی سطح کو ایسے ڈھانک لیں گی کہ کوئی زمین کو دیکھ نہ سکے
اور اولوں سے جو کچھ تمہارا رنج رہا ہے وہ اسے کھا جائیں گی اور تمہارے جتنے درخت
میدان میں گئے ہیں ان کو بھی چٹ کر جائیں گی اور تیرے آبا اجداد نے جب سے وہ
پیدا ہوئے اس وقت سے آج تک ایسی ہولناکی نہ دیکھی ہوگی۔

فرعون نے جب دوبارہ خداوند قدوس کی اطاعت کرنے اور بنی اسرائیل کو جانے
کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تب ایک بار پھر موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی اپنا عصا
بلند کیا جس کے نتیجے میں اتنی تعداد میں مٹیائیں مصر میں آن گئیں کہ ہر قسم کی سبزی کو جو
اولوں سے بچ رہی تھی چٹ کر گئیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے
دوسرے عذاب کے لئے اپنی لاشی بڑھائی تب ساری رات ہوا چلتی رہی اور صبح ہوتے
ہوئے وہ ہوا جو آندھی کی صورت اختیار کرتی چلی گئی تھی مٹیائیں لے آئی اور مٹیائیں
مارے ملک مصر میں چھا گئیں پس مصر میں جو پھل دار درخت گھروں میں یا باغوں میں
تھے پھرے تھے اور جو غمراہ میوے پک گئے تھے یا پختے والے تھے سب کو وہ مٹیائیں چٹ کر
گئیں اور مصر میں نہ کسی درخت کی، نہ کھیت کی، نہ کسی سبزی کی ہر پانی باقی رہی یہ
صورت حال دیکھتے ہوئے فرعون نے پھر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بلوا کر کہا کہ میں
تمہارے خدا کا ایک بار گناہ گار ہوں ہوا سو فظ اس بار میرا گناہ بخشوار ہو اپنے خداوند
سے سفارش کرو کہ وہ اس موت کو مجھ سے دور کرے۔

موسیٰ علیہ السلام نے پھر جب مٹیوں کے عذاب کے نکلنے کی انتہاس کی تو مٹیائیں جب
مٹی گئیں تب موسیٰ علیہ السلام کا کہنا مانتے سے ایک بار پھر فرعون نے انکار کر دیا۔ اس کا دل
تخت ہو گیا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے جو وعدہ کیا تھا اسے فراموش کرتے
ہوئے ایک بار پھر بنی اسرائیل کو مصر سے نکل جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا
تھا۔

فرعون کے اس تکبر اور گمنہ کے جواب میں تیسرے عذاب کی ابتداء ہوئی یہ

طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ اے موسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ آسمان کی طرف برساتا کہ مصر
ملک مصر میں انسان اور حیوان، کھیت اور سبزی پر جو مصر میں ہے اگلے گرے۔

پس اپنے خداوند قدوس کے احکامات کا اتباع کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنی
لاٹھی آسمان کی طرف اٹھائی اور خداوند قدوس نے اسی وقت مصر پر بارش اور اگلے پتہ
شروع کر دیے اگلے بڑی تیزی سے برساتا شروع ہو گئے تھے اور ایسے اگلے گرے اور
وہ وزن میں ایسے تھے کہ جب سے مصری قوم آباد ہوئی تھی اپنے ملک میں ایسے اگلے
گرتے نہ دیکھتے تھے پس ان اولوں سے سارے مصر میں انسانوں اور حیوانوں میں
جو میدان میں رہ گئے تھے ان کا صفایا کر دیا جو کھیت اور سبزی میں وہ بھی اولوں
تہا ویرا ہوا ہو گئیں میدانوں کے ہبز درختوں کو توڑ ڈالا اور حیرت انگیز بات یہ کہ جش کا
علاقہ جہاں بنی اسرائیل رہتے تھے وہاں اگلے نہیں گرے تھے۔

”فرعون نے جب یہ صورت حال دیکھی تب اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو
بلوا کر ان سے کہا۔ میں نے اس دفعہ گناہ کیا یقیناً خداوند قدوس صادق ہے۔ میں اور
میری قوم دونوں ہی بدکار ہیں پس اپنے خداوند سے شفاعت کرو کیونکہ یہ زور سے گرنا
اور اولوں کا برساتا بہت ہو چکا میں تم کو جانے دوں گا اور تم بار کو نہیں۔“

تب موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا۔ ”میں شہر سے باہر نکلتے ہی خداوند قدوس کے
آگے ہاتھ پھیلاؤں گا اور یہ عذاب ختم کرنے کی التجا کروں گا لیکن تو یہ جان لے کہ یہ
ساری دنیا خداوند قدوس ہی کی ہے۔“ پس حسب وعدہ موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے
ہاں التجا کی اور اس التجا کے جواب میں اگلے برسنے بند ہو گئے۔

چنانچہ فرعون اور اس کے خوریوں نے دیکھا کہ اچانک اگلے موقوف ہو گئے ہیں تو
اس نے اس کے خوریوں نے موسیٰ علیہ السلام کا کہنا مانتے سے انکار کر دیا فرعون کا دل پھر سخت
ہو گیا اور وہ سوچنے لگا کہ جو عذاب طاری ہونا شروع ہوا تھا وہ تو ختم ہو گیا ہے اب اس
موسیٰ علیہ السلام کی بات ماننے کی کیا ضرورت ہے۔

فرعون نے پھر بنی اسرائیل کو مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف جانے کی اجازت
دینے سے انکار کیا تب حکم خداوندی ایک بار پھر موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام
فرعون کے پاس گئے اور اس سے کہا۔

”خداوند قدوس فرماتا ہے کہ تو اب تک میرے سامنے جھکے سے انکار کرتا رہا ہے

سامنے ہی کیوں نہ الٹ دیا جائے۔

بہر حال مختلف مذاہبوں کے متعلق تجربے دیکھنے کے بعد آخر فرعون نے اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کو اجازت دے دی تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر فلسطین کی طرف لے جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو وقت مقرر کیا تھا اس وقت تک سب بنی اسرائیل ایک جگہ جمع ہونا شروع ہوئے۔ ان کا سب سے بڑا مرکز ان دنوں جنش کا علاقہ تھا جنش وہی علاقہ تھا جہاں شروع میں اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو آباد کیا تھا۔ حضرت موسیٰ، ہارون اور ان کے ساتھ یوشع بن نون علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے چنانچہ وہ کسی محفوظ راستے کو استعمال کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو ایک محفوظ جگہ پہنچانا چاہتے تھے لہذا شمال کی طرف انہوں نے سفر شروع کیا مورسین کہیں ہیں کہ بنی اسرائیل نے جس مقام سے بحیرہ احمر کو عبور کیا وہ غالباً موجودہ سوئیز اور اسماعیلیہ کے درمیان کوئی مقام تھا یہاں سے گزر کر یہ لوگ جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے کی طرف سائل۔ کے کنارے کنارے روانہ ہونا چاہتے تھے اس زمانے میں جزیرہ نمائے سینا کا مغربی اور شمالی حصہ مصر کی سلطنت میں شامل تھا۔ جنوب کے علاقے میں موجودہ شہر طور ابو زمیمہ کے درمیان تھے اور فیروزہ کی کائناتیں جن سے اہل مصر بہت فائدہ اٹھاتے تھے اور ان کا نوں کی حفاظت کے لئے مصریوں نے چند مقامات پر چھاؤنیاں قائم کر رکھی تھیں۔ انہی چھاؤنیوں میں سے ایک چھاؤنی منقہ کے مقام پر تھی جہاں مصریوں کا ایک بہت بڑا خانہ تھا جس کے آثار اب بھی جزیرہ نمائے سینا کے جنوب مغربی علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے قریب ایک اور مقام بھی تھا جہاں قدیم زمانے سے ساری قوم کی چاند دیوی کا بت خانہ تھا۔ غالباً انہی مقامات میں سے کسی کے پاس سے گزرتے ہوئے بنی اسرائیل کو جن پر مصریوں کی غلامی نے مصریّت کی زندگی کا اچھا خاصا نمونہ دکھا رکھا تھا۔

بہر حال خداوند قدس بنی اسرائیل کو ایسے راستے سے لے گیا جہاں وہ فلسطین کے مملوں سے بھی بچ سکتے تھے اور مصر کی راستے میں پڑنے والی چھاؤنیوں سے بھی بچ کر نکل سکتے تھے۔ ایسا شاید اس لیے کیا گیا تھا کہ یہ لوگ لڑائی بھڑائی دیکھ کر بچپتا نہ لگیں اور مصر کو لے نہ جائیں لہذا انہوں نے بحر احمر کا رخ کیا تھا اس کے علاوہ وہ

بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام نے یہ راستہ موزوں سمجھا گیا۔ غرض موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات بحر احمر کی راہ ہوئے اور روانہ ہونے سے پہلے مصری عورتوں کے زیورات اور قیمتی پابجہ جات جو ایک ہزار میں مستعار لئے تھے وہ بھی واپس نہ کر سکے کہ کہیں مصریوں پر اصل حال نہ کھل جائے۔

چنانچہ جب بنی اسرائیل روانہ ہو گئے تب فرعون کے پاس دو شکایتیں کی گئیں پہلی کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف جانے کی اجازت دے کر بہت بڑی رقم کی ہے اور ان کے بعد مصر میں ان کی جگہ کو کام کرے گا۔ دوسرے یہ کہ انکشاف کیا گیا کہ ایک تہوار کے موقع پر بنی اسرائیل نے مصریوں سے زیورات لئے تھے وہ بھی واپس نہیں کیے ساتھ لے گئے ہیں۔ واپس انہوں نے اس لئے نہیں کیے کہ کہیں سارے لوگوں پر یہ جید نہ کھل جائے کہ وہ کوچ کرنے والے ہیں۔ یہ صورت حال جاننے کے بعد فرعون نے اسی وقت ایک زبردست لشکر کو ساتھ لیا اور بنی اسرائیل کا اس نے تعاقب شروع کر دیا تھا۔

اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد تورات کے مطابق بچوں اور چوپایوں کے سمیت چھ لاکھ تھی چنانچہ پچھوٹے کے بعد جب انہیں چلا کر فرعون تو اپنے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے لگ گیا ہے تب وہ گھبرائے اور طرہ یہ انداز میں موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”کیا مصر میں قبریں نہیں ہیں جو تو ہم کو مرنے کے لئے بیابان میں لے آیا ہے تو نے ہم سے یہ کیا کیا کہ ہم کو مصر سے نکال لیا ہے۔ کیا ہم تجھ سے مصر میں یہ بات نہ کہتے تھے کہ ہم کو رہنے دے کہ ہم مصریوں کی خدمت کریں کیونکہ ہمارے لئے مصریوں کی خدمت کرنا بیابانوں میں مرنے سے بہتر ہوتا۔“

چنانچہ بنی اسرائیل کے سردار اور دوسرے لوگ اس طرح کی گفتگو اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کرنے لگے تو حضرت موسیٰ نے ان کو تسلی اور فرمایا۔

”خوف نہ کرو خدا کا وعدہ سچا ہے وہ تم کو نجات دے گا اور تم ہی کامیاب ہو گے۔“ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو وہی کے ذریعہ حکم دیا گیا کہ اپنے عصا کو پانی پر مارا کر پانی

پھٹ کر بیچ میں راستہ نکل آئے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا جب انہوں نے قلام پر اپنا عصا مارا تو پانی پھٹ کر دو جانب دو پہیڑوں کی صورت کھڑا ہو گیا اور بیچ میں راستہ نکل آیا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر تمام بنی اسرائیل اس میں اتر گئے اور خشک زمین کی طرح اسے پا کر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر جب سمندر کے دوسرے کنارے چلے گئے اتنی دیر تک فرعون بھی پیچھے گیا فرعون نے جب دیکھا کہ سمندر دو حصوں میں بٹ گیا ہے اور نیچے خشکی دکھائی دے رہی ہے تب فرعون نے اپنی قوم کو اور اپنے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”یہ میری کرشمہ سازی ہے کہ بنی اسرائیل کو تم جا چکدو کہ یہ سمندر میں بہا رہا ہے۔ ایک راستہ بن گیا ہے لہذا بڑھو چلو چنانچہ فرعون اور اس کا تمام لشکر بنی اسرائیل کے پیچھے اسی راستے پر ہوا۔“

موسیٰ دوسرے کنارے پر جا کر پھر اپنے عصا کو حرکت میں لاتے ہوئے سمندر کو برابر کرنا چاہتے تھے پھر خداوند قدوس نے ایسا کرنے سے روک دیا اس لئے کہ اسی راستے پر خداوند نے فرعون کو غرق کرنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔

چنانچہ اپنے لشکر کے ساتھ فرعون سمندر میں بننے والے اسی راستے پر بنی اسرائیل کے پیچھے ہوا لیکن خداوند قدوس کی کرشمہ سازی کہ جب بنی اسرائیل کا ہر مرد دوسرے کنارے پر سلامتی کے ساتھ پہنچ گیا اور فرعون اپنے پورے لشکر کے ساتھ سمندر میں داخل ہو گیا تو پانی حکم الہی پر اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور فرعون اور اس کا تمام لشکر ابھی درمیان ہی میں تھاقور ہو گیا۔

جب فرعون غرق ہونے لگا اور ملائکہ عذاب سامنے نظر آنے لگے تو پکار کر کہنے لگا ”میں اسی واحد لا شریک سستی پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لاتا ہے اور میں فرمانبرداروں سے ہوں مگر یہ ایمان کیونکہ حقیقی تھا بلکہ گزشتہ قریب کاروں کی طرح نجات حاصل کرنے کے لئے یہ ایک مضطر بات یا نہ تھی اس لیے خداوند قدوس کی طرف سے جواب ملا۔

”اب یہ کیہ رہا ہے حالانکہ اس سے پہلے جو قہر اور کاہت تھا اس میں انکار کرنا نہ تھا۔“ وہ مفسدوں میں سے تھا۔ یعنی خدا کو خوب معلوم ہے کہ تو مسلمانوں میں سے

تھے بلکہ مفسدین میں سے ہے دراصل فرعون کی یہ پکار ایک ایسی پکار تھی جو ایمان لانے اور یقین حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ عذاب الہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد بے انتہاری حالت میں نکلتی ہے۔

اس طرح فرعون سمندر میں غرق ہوا اور آج تک وہ مقام جزیرہ نمائے بننا کے قطری ساحل پر موجود ہے جہاں فرعون کی لاش سمندر میں تیرتی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کو موجودہ زمانے میں جبل فرعون کہتے ہیں اور اسی کے قریب ایک گرم چشمہ ہے جس کو طائی آبادی نے حمام فرعون کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔ اس کی جائے وقوع ابو زینا سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے۔ علاقے کے باشندے اسی علاقے کی نشاندہی کرتے ہیں کہ فرعون کی لاش یہاں پڑی ہوئی ملی تھی

دوبنے والا وہی فرعون منتحار ہے جس کو زمانہ حال کی تحقیق نے فرعون موسیٰ قرار دیا ہے اس کی لاش آج تک قبرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ سن انیس سو سات میں مرگرافٹن الین سمجھنے نے اس کی مٹی پر چند پٹیاں کھولی تھیں۔ اس کی لاش پر نمک کی ایک چمچی ہوئی پائی گئی تھی جو کھارے پانی میں اس کے غرقابی کی ایک کھلی ہوئی علامت تھی اس طرح فرعون اپنے لشکروں کے ساتھ ہلاک ہوا اور موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام انہوں کی سرکردگی میں بنی اسرائیل بحر قزموں کو عبور کرنے کے بعد خشکی پر چڑھے تھے۔



کریں اسنے میں متوشلیش کے کچھ خبر جن کی تعداد چار کے لگ بھگ تھی اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوئے۔ ان کی آمد پر متوشلیش چونکا تھا۔ اس کے کمرے میں آنے والے وہ لوگ تھے جنہیں متوشلیش نے اپنی بیٹی سریان کا اتا پتا لگانے کے لئے مقرر کیا تھا لہذا ان کی آمد پر متوشلیش ہی نہیں اس کی بیوی اسورک اور دونوں بیٹے کاکوک اور لوزمان بھی ایک طرح کی جستجو میں مبتلا ہو گئے تھے اور بڑے غور سے آنے والے ان چاروں کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

متوشلیش نے ان چاروں کو آگے آنے کے لئے کہا چنانچہ وہ چاروں قصر کے اس کمرے میں داخل ہوئے یہاں تک کہ آگے بڑھ کر انہوں نے متوشلیش کو تعظیم دی پھر متوشلیش نے انہیں مخاطب کیا۔
”کیا تم میری بیٹی کا اتا پتا لے کر آئے ہو؟“
اس پر ان میں سے ایک جو شاید ان کا سرکردہ تھا متوشلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک آپ کا اندازہ درست ہے ہم آپ کی بیٹی کا اتا پتا کر آئے ہیں اور آپ کی بیٹی واپس اپنی حویلی یعنی سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکانی جا چکی ہے۔“
اس پر دکھ بھرے انداز میں متوشلیش بول اٹھا۔
”وہ کیسے اور کیونکر وہاں اکیلی پہنچ گئی؟“
اس موقع پر اسورک کاکوک اور لوزمان بھی پریشانی کا اظہار کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ خبر پھر بول اٹھا۔

”مالک وہ اکیلی نہیں گئی ہم ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں چند ہفتے پہلے مدینی تاجروں کا کاروان ہمارے مرکزی شہر کے مشرقی حصے میں خیمہ زن ہوا تھا۔ وہ اپنے ساتھ وہی سامان لائے تھے جو عموماً مدینی تاجر ہمارے ہاں لے کر آتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ کاروان مدین والوں کا نہیں تھا وہ کاروان سیتانیوں کا تھا۔“

ان الفاظ پر متوشلیش چونکا تھا کہنے لگا۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

اس پر وہ خبر پھر بولا اور کہنے لگا۔

حتیوں کا بادشاہ متوشلیش ان دنوں بڑا پریشان اور فکر مند رہنے لگا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی یہ کہ حتیوں کا بادشاہ بننے سے پہلے متوشلیش کی یہ بڑی خواہش تھی کہ وہ سیتانیوں اور باہل کے کامیوں کے علاقوں پر قبضہ کر کے حتیوں کی ایک شاندار اور وسیع سلطنت پر حکومت قائم کرے اب تک چونکہ اس کا یہ خواب پورا نہیں ہوا تھا لہذا وہ عموماً اپنے انہی ارادوں کی تکمیل کے متعلق سوچتا رہتا۔

دوسری بڑی فکر مندی جو اسے اب لاحق ہوئی تھی وہ اس کی بیٹی سریان کی وجہ سے تھی۔ جس وقت یہاں سے اس کو قتل کرنے کے بعد اس کے آدمی سریان کو لے کر حتیوں کے مرکزی شہر شوشاں پہنچے تو متوشلیش اور اس کے اہل خانہ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ اس لیے کہ سریان انہیں واپس لے گئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں متوشلیش اور اس کی بیوی سریان کو اس بناء پر پسند کرتے تھے۔ ایک تو وہ چھوٹی تھی دوسرے نہایت حسین اور خوبصورت تھی۔

اب جو پھر اس کی بیٹی اس کے محل سے غائب ہو گئی تب ایک تو بیٹی کا غم تھا۔ اس کی جدائی نے اسے فکر مند اور پریشان کر دیا تھا دوسرے وہ اس معاملے کو بھی اپنے لیے عار اور ذلت خیال کرنے لگا تھا کہ اس کی بیٹی کو اس کے محل کے اندر سے نکال کر کوئی لے گیا ہے اور ابھی تک یہ پتا نہ چلا تھا کہ اس کی بیٹی کہاں گئی ہے اپنی مرضی سے گئی ہے یا کوئی زبردستی اسے نکال کر لے گیا ہے۔

متوشلیش ایک روز انہیں تفکرات میں اپنے محل کے اندر بیٹھا ہوا تھا اس کی بیوی اور اس کے بیٹے جانتے تھے کہ ان کا باپ سریان کی وجہ سے بڑا پریشان اور فکر مند ہے چنانچہ جس وقت وہ اکیلا بیٹھا ہوا تھا اس کی بیوی اسورک دونوں بیٹے لوزمان اور کاکوک بھی آکر بیٹھ گئے اور چاہتے تھے کہ اسے باتوں میں لگا کر اس کی دل جوئی کا سامان

”مالک میں ٹھیک اور درست کہہ رہا ہوں وہ کاروان جس نے ہمارے مرکزی شہر کے مشرقی حصے میں پڑاؤ کیا تھا وہ مدین والوں کا تہائی کاروان نہیں تھا بلکہ وہ سینیائی تھے اور وہ تاجر نہیں تھے وہ سب تاجر بنے ہوئے تھے بلکہ وہ سب جنگجو اور مسلم سینیائی تھے اور ان سب کی کمانداری آپ کا نواسا اور آپ کی بیٹی سریان کا بیٹا لیان کر رہا تھا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ خبر کار پھر اپنی بات کو آگے بڑھا تا پھر کہہ رہا تھا۔
”مالک میں آپ پر انکشاف کروں کہ آپ کی بیٹی سریان کے دو بیٹے ہیں ایک بیٹا جس کا نام لیان ہے اور ایک انتہائی خوبصورت اور حسین بیٹی ہے اس کی شکل و صورت آپ کی بیٹی سریان سے ملتی جلتی ہے اور اس کا نام یوریمہ ہے۔ میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ جس وقت ہمارے جنگجوؤں نے گھات سے نکل کر اچانک سیاسی حملہ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد سریان کو اپنے لشکر میں لائے اور پھر سریان کو اپنے مرکزی شہر میں لایا گیا تھا سریان یہاں آنے پر خوش نہیں تھی۔ پہلے تو آپ نے اس کی نگرانی پر کچھ لوگوں کو مقرر کیا ہوا تھا چنانچہ وہ بالکل پابند اور مجبور تھی اور جب اس کی نگرانی سے سب گتھیاہوں کو ہٹا دیا گیا تب وہ معنوی زندگی بسر کر رہی تھی اور یہاں سے بھاگنے کا بھی کوئی لمحہ ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اور کس طرح سینیائیوں کے ہاں اپنے بیٹے اور بیٹی کے پاس جائے۔“

میں آپ پر یہ واضح کر دوں کہ جس وقت ہمارے آدمیوں نے سیاسی قتل کیا تھا تو سیاسی اور سریان کے بیٹے لیان نے قسم کھائی تھی کہ وہ نہ صرف یہ کہ اپنے مرنے والے باپ سیاسی قتل کا انتقام لے گا بلکہ اپنی ماں سریان کو بھی ہمارے مرکزی شہر ختو شاش سے نکال کر سینیائیوں کے مرکزی شہر اشوکانی لے کر جائے گا۔

اسے بادشاہ اس نے ایسا کر دکھایا اس نے چند سینیائی دستوں کے ساتھ پہلے اپنے مرکزی شہر اشوکانی سے سفر کیا سیدھا ہمارے علاقوں کی طرف نہیں آیا بلکہ پہلے ان دستوں کے ساتھ وہ مدین کی سرزمین میں داخل ہوا اپنے آپ کو سب نے تاجر ظاہر کیا وہاں سے اس قسم کا سامان خریدا جس قسم کا سامان مدیائی تاجر ہمارے ہاں لے کر آتے ہیں پس وہ مدین والوں کے تاجر کے ایک کاروان کی صورت میں داخل ہوئے اور شہر سے باہر انہوں نے پڑاؤ کیا۔“

”اب آپ کا نواسا لیان دو کام کرنے کے لئے آیا تھا پہلا یہ کہ اپنے باپ کے

قاتلوں سے انتقام لے اور دوسرا یہ کہ اپنی ماں کو یہاں سے نکال کر لے جائے۔“
”مالک آپ جانتے ہیں ہمارے جن چار بیٹے زلوں نے سیاسی قتل کیا تھا وہ چاروں آپس میں دوست اور گہرے ساتھی تھے اور شام کے وقت وہ چاروں انا طولیہ کے میدانوں میں ہمارے مرکزی شہر سے نکل کر جو شاہراہ مشرق کی طرف جاتی ہے اس پر گھوڑ دوڑ کیا کرتے تھے لگتا ہے آپ کے نواسے نے یہاں رہنے والوں میں سے کسی شخص کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ کس کے ساتھ رابطہ قائم کیا یہ تو ہم نہیں جانتے لیکن ہمارا اندازہ ہے اس کا یہاں کسی کے ساتھ رابطہ تھا جس نے اس پر انکشاف کیا کہ اس کے باپ کے چاروں قاتل سورج غروب ہونے سے پہلے ہمارے مرکزی شہر ختو شاش کے مشرق میں گھوڑ دوڑ کے لئے جاتے ہیں چنانچہ اس نے نگاہ رکھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ اس جگہ گھاٹ میں بیٹھ گیا جہاں ہمارے چاروں بیٹے زلوں کی لائیں لگتی یعنی اس نے اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لے لیا۔“

اب ہم یہ نہیں جانتے کہ اس نے اپنی ماں سے کیسے اور کس طرح رابطہ قائم کیا تاہم یہ بات ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی بھی موقع پر آپ کے قصر میں داخل نہیں ہوا۔ میرے خیال میں جس شخص نے آپ کے نواسے کو اس کے باپ کے قاتلوں سے متعلق خبر کی تھی اس نے اس کا رابطہ اس کی ماں سے کرایا ہوگا۔ چنانچہ دونوں ماں بیٹے کے درمیان کوئی معاملہ طے ہوا ہوگا اور اسی منصوبہ بندی اور معاملے کے مطابق لیان اپنے ساتھیوں اور اپنی ماں کو لے کر یہاں سے چلا گیا اور ہمیں خبر تک نہ ہوئی اور وہ اپنے بیٹے کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کر رہی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ خبر جب خاموش ہوا تب متوہیش تھوڑی دیر تک گہری سوجوں میں ڈوبا رہا اس کے بعد وہ پناہ غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
”میں اپنے کسی نواسے کسی نوای کو نہیں جانتا۔ میں صرف اپنی بیٹی سریان کو جانتا ہوں اگر سینیائی نے خیال کرتے ہیں کہ وہ میری بیٹی میرے محل سے نکال کر اپنے مرکزی شہر اشوکانی لیجانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور اس کا کوئی رد عمل نہیں ہوگا تو یہ ان کی بھول ہے میں ان کے اس فعل کے جواب میں ایسے رد عمل کا اظہار کر دوں گا جس کی وہ امید اور توقع بھی نہیں رکھتے۔ میں ان کی ساری سرزمینوں کو روند دوں گا ان کے شہر کو تباہ اور یاد کر دوں گا اور ان کے مرکزی شہر کو آگ کی نذر کرتے ہوئے اسے راکھ میں بدل

مجلس کی امید نہیں کر سکتے تو یہ ان کی بھول ہے اب تو سیدتانوں کے علاوہ ہم کاسیوں کے ہر شہر اور ان کے ہر قصبے کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشیش رکا پھر دوبارہ وہ اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں چاہتا ہوں صرف دو ہفتے تیاری پر صرف کئے جائیں ان دو ہفتوں کے دوران یا زیادہ سے زیادہ تین ہفتوں کے دوران ہمیں اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دینا چاہئے۔ اس وقت جس قدر لشکر ہمارے پاس ہے اس کے تین حصے کئے جائیں گے ایک حصہ مرکز میں رہے گا اور اپنے علاقوں اور اندرونی حالات کی نگہبانی کرے گا دوسرے دو حصے دشمن کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔“

”گور اور سنوٹھ تم دونوں اس لشکر کے سربراہ ہوں گے اور تمہارے تحت یہ سالار ہمارے نائب کی حیثیت سے کام کریں گے پہلے سیدتانوں پر ضرب لگائی جائے گی اگر تم دیکھو سیدتانی تمہاری راہ روکنے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو تھوڑا پیچھے ہٹ کر سستاؤ اس کے بعد اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے سیدتانوں کے لئے کئی محاذ کھول دو اس طرح سیدتانوں کی جب قوت تقسیم ہو جائے گی تو ان کے اندر کمزوری کے آثار نمودار ہونگے اور اس طرح تم لوگوں کو کہیں نہ کہیں سیدتانوں کے علاقوں میں داخل ہونے کا موقع مل جائے گا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایک بار تم لوگوں نے سیدتانوں کی سرزمینوں میں داخل ہو کر ان کے شہروں کی شکست درجیت اور ان کے علاقوں کو آگ لگاتے ہوئے راہ میں تبدیل کرنا شروع کیا تو جنوب میں سیدتانوں کی آخری سرحد تک کوئی بھی قوت تمہاری راہ نہیں روک سکے گی جس لشکر نے سیدتانوں پر حملہ آور ہوا ہے اس کی تیاری کے لئے میرے دونوں بیٹے کا دک اور لوزمان تمہارے ساتھ ہونگے رسد اور ضرورت کا ہر سامان تمہیں مہیا کیا جائے گا میں چاہتا ہوں کہ سیدتانوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد تم دونوں اپنے لشکر کو لے کر باہل کا رخ کر دو کاسی انہوں نے ماضی میں باہل شہر ہم سے چھین لیا تھا اس بار ان پر ایسی ضرب لگائی جائے گی کہ آگے والے دور میں کبھی وہ باہل شہر پر پہلی نگاہ ڈالنے میں کامیاب نہ ہوں۔ میری سب سے بڑی خواہش ہے کہ باہل شہر ان کاسیوں کا نہیں چھوٹے اور چھوٹی کی ہر اچھوٹی ہونی چاہئے۔“

دو ٹکا اب وقت آ گیا ہے کہ اپنی پوری عسکری طاقت اور قوت کے ساتھ پہلے سیدتانوں پر ضرب لگائی جائے سیدتانوں کے سارے علاقوں کو کئی سلطنت میں شامل کیا جائے گا کے بعد ایسی ہی ضرب کاسیوں پر لگائی جائے اور ان سے باہل شہر اور گردنواح سارے علاقے چھین کر انہیں بھی ہم اپنی مملکت میں شامل کر لیں اور جس روز ایسا ہوا اس روز میں جانو ٹکا کی مملکت کی تکمیل ہوگئی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متوشیش کچھ دیر خاموش ہوا وہ بارہ سوچا اس کے بعد اپنے سامنے کھڑے خبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب تم جاؤ جا کر آرام کرو اور جاتے ہوئے گور اور سنوٹھ دونوں سالاروں اور میرا پتنام دو کہ وہ خود بھی آئیں اور اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کو قصر میں آ کر آئیں۔“

اس کے ساتھ ہی وہ خبر دہاں سے ہٹ گئے تھے تھوڑی دیر بعد قصر کے کمرے میں چٹیوں کے پرانے تجربہ کار سالار گور، سنوٹھ اور اس کے ساتھ بننے پرانے سالار داخل ہوئے تھے اور سارے اپنے اپنے منصب کے مطابق متوشیش کے سامنے نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔

جب سب سالار اپنے اپنے منصب کے مطابق اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب متوشیش نے ایک گہری نگاہ اپنے چھوٹے بڑے سالاروں پر ڈالی اس کے بعد تھوڑی دیر پہلے اس کے خبر جو اطلاعات لے کر آئے تھے اس کی تفصیل اس نے سب پر بیان کی سب نے دیکھا اس موقع پر متوشیش بے پناہ غصے اور غضب کی حالت میں تھا چنانچہ تفصیل بتانے کے بعد وہ رکا اس کے بعد اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم سب لوگ جانتے ہو کہ اپنے بھائی متوشیش کے دور حکومت میں بھی میری سب سے بڑی خواہش تھی کہ سیدتانوں اور کاسیوں کے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کر کے عیسوں کی ایک ناقابل تغیر سلطنت کی تکمیل کرنی چاہیے جس کو اب تک انجام نہیں دے سکے اب سیدتانوں نے خود ایک بھانہ ہمارے سامنے کھڑا کر دیا ہے وہ ایک بار پھر میری بیٹی کو یہاں سے نکال کر اپنے مرکزی شہر اشوکانی لے گئے ہیں۔ اگر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں ۲۱ ذلت اور عار میں ڈالنے کے بعد وہ ہماری طرف سے کسی

یہاں تک کہنے کے بعد متوشلیش جب خاموش ہوا تب پھر ایک بار اپنے بڑے سالاروں گودر اور سنوش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو کچھ میں نے کہا ہے اس سلسلے میں اگر تم لوگوں کو کوئی شک ہو تو کہو۔“

متوشلیش کے اس سوال کے جواب میں جب چھوٹے بڑے سارے ہی سالاروں نے متوشلیش کی اس تجویز اور منصوبہ بندی سے اتفاق کیا تب متوشلیش نے خوشی کا اظہار کیا پھر بولا۔

”اگر یہ بات ہے تو آج سے ہی اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینا شروع کر دو میں ہر صورت چاہتا ہوں کہ تین مہینے کے بعد لشکر یہاں سے نکلے اور سیدستانوں کی سر زمینوں پر حملہ آور ہو کر ان کے ہر لشکر ان کے ہر شہر اور ہر قصبہ کو تباہی اور بربادی کا شکار کر دیا جائے۔“

یہ فیصلہ کرنے کے بعد متوشلیش نے اپنے سالاروں کو جانے کی اجازت دے دی تھی اس نے وہ اجلاس بھی ختم کر دیا تھا۔ یوں حتی سیدستانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے اور سیدستانوں کی سر زمینوں کو اپنی مملکت میں شامل کرنے کے لئے بڑی تیزی سے اپنی جنگی اور عسکری تیاریوں کو آخری شکل دینے لگے تھے۔



مطخ کے سامنے والے کمرے میں طہامہ، سریان، لہیان اور یوریمیا چاروں اکٹھے **کھانا کھا رہے تھے** کھانا کھانے کے بعد لہیان اور یوریمیا دونوں بہن بھائی اٹھے **دلوں نے پہلے مطخ میں ہاتھ دھوئے پھر یوریمیا ایک بڑے طشت نما برتن میں پانی لے کر آئی اسی برتن میں اس نے اپنی دادی طہامہ اور اپنی ماں سریان کے ہاتھ دھوائے۔** اس کام سے فارغ ہونے کے بعد پانی سے بھر اٹشت اس نے زمین پر رکھا اپنے شانے **مرکھے ہوئے انگو بیجھے سے پہلے اس نے طہامہ کے ہاتھ صاف کیے پھر وہی انگو چھالے** مگر جب وہ سریان کے ہاتھ صاف کرنے لگی۔ تب سریان نے اس کے خوبصورت گال **ہلکا سا پیار بھرا طہانچہ لگایا ساتھ ہی کہنے لگی۔**

”میری بیٹی تو اپنی دادی کا یہ کام کرتی ہوئی تو اچھی لگتی ہے لیکن ماں کا نہیں یہ کام **میری بچی میں خود کر سکتی ہوں۔ تو میرے لئے کیوں زحمت کرتی ہے؟ تو اپنی دادی کی** **ہب خدمت کرتی ہے تو اس وقت میں کتنی خوش ہوتی ہوں۔ بیٹی! میں اپنے جذبات کا** **ظہار الفاظ میں نہیں کر سکتی۔“**

یہاں تک کہتے کہتے سریان کو رک جانا پڑا اس لئے کہ طہامہ مسکراتے ہوئے بول **لی۔**

”سریان میری بچی تمہیں اور یوریمیا دونوں کو اگر میں کوئی بہت بڑی مشعل لے کر **میری دنیا میں تلاش کرتی اور ڈھونڈتی تو تم جیسی بیٹیاں مجھے کہیں نہ ملتیں اس سلسلے میں** **خدمت ہوں کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا جو مارا گیا لیکن ایک سلسلہ میں، میں خوش قسمت بھی** **اس کہ مجھے تمہاری اور یوریمیا کی صورت میں دو خدمت گزار بیٹیاں اور لہیان کی صورت** **میں ایک نایاب بیٹا ملا اور میں جب تک زندہ ہوں تم تینوں پر فخر کرتی رہو گی۔“**

یہاں تک کہنے کے بعد طہامہ جب خاموش ہوئی تب یوریمیا طہامہ سے لپٹ گئی

اس کی پیشانی چوی پھر کہنے لگی۔

”دادی اماں آپ کس قسم کی گفتگو کرتی ہیں۔ آپ کی خدمت کرتا ہمارے فرائض میں شامل ہے اگر ہم لوگ یہ نہیں کرتے تو پھر یوں جائیں ہماری زندگی بے کار ہے۔ یوریا کے ان الفاظ کا جواب طمامہ دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی اس موقع پر لمیان حرکت میں آیا اور اپنی ماں سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔“

”اماں میں دیکھتا ہوں کون ہے اس کے ساتھ ہی لمیان اس کمرے سے نکلا تھا۔“ تھوڑی دیر بعد لمیان جب لوٹا تب طمامہ، سریان، یوریا تینوں دیوان خانے میں بڑی بے چینی سے اس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ جب وہ دیوان خانے میں آیا تو اسے دیکھتے ہی سریان نے بڑی بے تابانی اور بے چینی سے پوچھ لیا۔

”کون تھا بیٹے؟“

لمیان کمرے میں داخل ہوا بیٹھا نہیں بلکہ اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اماں مجھے اپنے سکران متی وزا نے بلایا ہے شاید کوئی اہم معاملہ ہے۔“ لمیان کے اس انکشاف پر ہلکا سا تبسم اس موقع پر سریان کے چہرے پر نمودار ہوا کچھ سوچا پھر لمیان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بیٹے ہو سکتا ہے متی وزا تمہاری اور کسما کی شادی کی بات کرے۔“

اس پر لمیان کہنے لگا۔

”نہیں اماں معاملہ یہ نہیں ہے کچھ اور بات ہے۔ اس لئے کہ سارے سالاروں اور امراء کو بھی طلب کیا گیا ہے۔ عم طباش اور مولک کو بھی بلایا گیا ہے۔ ویسے بھی اماں اس وقت ہمارے ملکی حالات ایسے تو نہیں ہیں کہ ہم اس شادی کے لئے ہامی بھر لیں اس کے لئے ایسے خاصے اخراجات انھیں غسے کسماسمتی وزا کی بیٹی ہے اور شاید وہ شادی سادگی سے کرنا پسند نہ کریں۔“

لمیان جب خاموش ہوا تب ہلکا سا تبسم اس موقع پر سریان کے چہرے پر نمودار ہوا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی طمامہ بول اٹھی۔

”بیٹے یہ بات تم نے کیا کہہ دی کہ تمہاری شادی کے لئے ہمارے پاس اخراجات

ہیں۔ بیٹے ابھی تیری ماں اور تیری دادی زندہ ہے۔ ہمارے پاس اس قدر اثاثہ ہے کہ ایسی کئی شادیوں کا ہم شہانہ اور بڑے شان و شوکت اور کوفر کے ساتھ اہتمام کر سکتے ہیں۔“

اس پر لمیان حیرت بھرے اور کئی قدر عجیب انداز میں باری باری اپنی دادی طمامہ

لمیان میرے بیٹے کوچہ تمہاری دادی نے کہا ہے درست ہے۔ اس وقت تم متی ملا کے پاس جاؤ واپس آؤ پھر میں اور اماں تم پر انکشاف کریں گے کہ ایسی کئی شادیوں

فی خاندان کے ساتھ ہم دونوں ماں بیٹی کیسے کر سکتی ہیں۔“ اپنی ماں کے ان الفاظ پر یوریا بھی حیرت زدہ سے انداز میں کبھی اپنی دادی کبھی

اپنی ماں کی طرف دیکھ لیتی تھی یہاں تک کہ طمامہ پھر بولی اٹھی۔

”بیٹے فی الحال تو چاہتے بلایا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے شادی کے علاوہ کوئی اہم معاملہ

ہو سکتا ہے۔“ طمامہ یہی تک کہنے پائی تھی کہ اسی لمحہ حویلی کے دروازے کے باہر سے لمیان کو

وازو دے کر بلایا گیا تھا اس پر طمامہ کہنے لگی۔

”جاؤ جلدی کرو طباش تمہیں بلارہا ہے۔ میرے خیال میں وہ دونوں باپ بیٹا

چھبیس ساتھ لے جانے کے لئے باہر ہی کھڑے ہوں گے۔“ اس پر لمیان بڑی تیزی سے مڑا جب حویلی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو واقعی طباش

اور مولک باہر کھڑے تھے انہیں دیکھتے ہی لمیان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ طباش بول اٹھا۔

”بیٹے آؤ متی وزا نے سب کو بلایا ہے۔ میرے خیال میں کوئی اہم معاملہ درپیش ہے جواب میں لمیان چپ چاپ طباش اور مولک کے ساتھ ہویا تھا۔“

تینوں ایک ساتھ اشوکا شہر کے قصر میں داخل ہوئے بہت سے امراء اور کچھ

ملاز پھیلے وہاں پہنچ چکے تھے طباش آگے بڑھ کر اس نشست پر بیٹھا جاں کبھی وہ

ہیماس کے پہلو میں بیٹھا کرتا تھا اس موقع پر مولک اور لمیان نے چھوٹے سالاروں کے

اندر جو نشستیں خالی تھیں ان پر بیٹھنا چاہا اس پر متی وزا کا چوہدار فوراً حرکت میں آیا اور

لمیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”لمیان تمہارا۔۔۔ باپ کی نشست متی وزا کے پہلو میں سپہ سالار کی حیثیت سے ہوا

کرتی تھی۔ وہ نشست ابھی تک خالی ہے کسی کو اس کا حق دار خیال نہیں کیا گیا آج جب تمہیں بلایا گیا تو میرے لئے یہ حکم جاری کیا گیا تھا کہ تمہیں تمہارے باپ کی نشست بٹھایا جائے اور محترم طباش کے ساتھ جو نشست خالی رکھی گئی ہے وہ ان کے بیٹے موگ کے لئے ہے۔

چوہدار کے ان الفاظ پر طباش مسکرایا تھا اپنی جگہ سے اٹھائیاں کا ہاتھ پکڑ کر اسے نشست پر بٹھایا جس پر کبھی اس کا باپ ہیساں بیٹھا کرتا تھا اور پھر موگ اپنے باپ کے پہلو میں جو نشست خالی تھی اس پر بیٹھ گیا اب باقی سالار اور امراء بھی بیٹری سے اکر بڑے کمرے میں داخل ہو کر جیسے تھوڑی دیر بعد لیان اور طباش کی نشستوں کے پاس جو نشست تھی اس کے پشتی حصے سے مٹی وزا اور اس کا بیٹا یوتان دونوں نمودار ہوئے اور نشست پر بیٹھ گئے۔

اپنی نشست سنبھالنے کے بعد مٹی وزا نے پہلے اس بڑے کمرے کا جائزہ لیا آخر میں اس کی نگاہیں ہیساں کی نشست پر بیٹھے اس کے بیٹے لیان پر جم گئی تھیں۔ اس موقع پر مٹی وزا کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا پھر لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”لیان میں تمہیں اپنے باپ کی نشست اور اس کے منصب کے مطابق بیٹھنے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ بیٹے! مجھے امید ہے کہ مختلف معرکوں میں جو کارہائے نمایاں تھے اسے باپ نے انجام دیئے مجھے امید ہے کہ تم اپنے باپ ہی کی طرح اس اعلیٰ منصب کا حق ادا کرو گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مٹی وزا کا کچھ سوچا پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں، جس کے لئے تم سب کو بلایا گیا ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے تجربوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ حتیوں کا بادشاہ مویشلیش پھر ہمارے خلاف حرکت میں آنے کے درپے ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو تین بیٹری کی مہلت دی ہے اس مہلت میں اس کا لشکر تیاری کرے گا رسد اور ضرورت کا دوسرا سامان اپنے لئے مہیا کرے گا اس کے بعد حتیوں کا وہ لشکر حتیوں کے تجربہ کار اور منجھے ہوئے سالار گودر اور سنوش کی سرکردگی میں ہماری سرزمینوں کا رخ کرے گا حتیوں کا بادشاہ مویشلیش یہ چاہتا ہے کہ پہلے ہم سیتانیوں کی سلطنت کا خاتمہ کر کے سیتانیوں کے سارے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کرے۔ ہمارے تجربوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم سے

”ان حالات میں، میں چاہتا ہوں کہ ہم بھی اپنے لشکر کی تیاریوں کو آخری شکل میں لشکر کی تیاریوں کا سالار کام طباش کے سپرد کرنا ہوں لیان تم اور موگ اس سلسلے کا طباش کی مدد کرو گے۔ باقی سارے سالار بھی طباش ہی کے تحت کام کریں گے اور امید ہے کہ جس طرح ماضی میں طباش ہیساں کے ساتھ مل کر حتیوں پر ضرب لگاتا ہے اور انہیں اپنے علاقوں سے ہرجا کرتا رہا ہے اب بھی وہ لیان اور موگ کے ساتھ مل کر اپنے ماضی کی یادیں تازہ کر دے گا۔ جب وہ ہیساں کے ساتھ کام کرتے ہوئے بادشاہ کی حیثیت سے دونوں اپنے مرکزی شہر اشکانی میں داخل ہوا کرتے تھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیتانیوں کا بادشاہ مٹی وزا کا کچھ سوچا دوبارہ اپنے امراء اور سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اس کے علاوہ بھی میرے پاس ایک خبر ہے اور وہ یہ کہ مصر کا فرعون مفتاح بنی بائیل کا تعاقب کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ سمندر میں ڈوب مرا ہے۔ یہ اطلاع

مستقر میں لشکر کی تیاریوں سے فارغ ہونے کے بعد لیوان جب اپنی حویلی میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا اس وقت حویلی کے دیوان خانے میں طہامہ، سریان، یوریا تھیں نکلیا کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں۔ لیوان جب دیوان خانے میں داخل ہوا اور اپنی ماں اور دادی طہامہ کے درمیان جا کر بیٹھ گیا تب سریان نے اس کے ٹانے پر ہاتھ رکھا اور بڑی شفقت میں کہنے لگی۔

”بیٹا کیا فیصلہ ہوتا ہے تمہاری آمد سے پہلے نکلیا کے ساتھ ہی امی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں۔ ہم نے تمہاری بہت سی شکایات بھی نکلیا سے لگا دی ہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ قصر میں جو سب کو بلایا گیا تھا کس موضوع پر گفتگو ہوئی۔“

اس موقع پر ایک گہری نگاہ اپنی بہن یوریا کے پاس بیٹھی نکلیا پر لیوان نے ڈالی پھر اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میرے خیال میں میرے آنے سے پہلے نکلیا نے ساری تفصیل آپ لوگوں سے کہہ دی ہوگی کیوں بلایا گیا تھا اور وہاں کیا فیصلے ہوئے۔“

لیوان کے ان الفاظ کے جواب میں سریان کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس سے پہلے ہی نکلیا لیوان کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھی۔

”آپ فکر مند نہ ہوں میں نے انہیں کچھ بتایا ہے اور نہ مجھے پتا ہے۔ جب میں اس مجلس میں تھی ہی نہیں تو مجھے خبر ہو جائے گی کہ کیا فیصلے ہوئے ہیں اور پھر جس وقت آپ قصر سے نکل رہے تھے اس وقت میں نے آپ کو آواز دے کر بلایا بھی تھا لیکن آپ باقی سارے سالاروں کے بیچ میں جا رہے تھے اور میرے خیال میں بائیں کر رہے تھے۔ اس بناء پر شاید آپ نے میری آواز نہیں سنی تھی اب بتائیں قصر میں کیا فیصلہ ہوا۔“

اس کے بعد نکلیا کے کہنے پر لیوان نے قصر کے اندر جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد سریان ٹھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبی رہی یہاں تک کہ لیوان نے اسے مخاطب کیا۔

”اماں میرے خیال میں آپ کو افسوس تو ہوگا۔ اس لئے کہ چند روز تک ہمارا ایک لشکر حویلی کی ترک تازہ کر رہا ہے اس لئے سرحدوں کا رخ کرے گا۔ اس لشکر میں ہم

بھی آج ہی ہمارے ہرکاروں نے دی ہے۔ ماضی میں مصر کے فرعون ہمارے لئے ہماری بہترین پشت پناہ ثابت ہوا کرتے تھے خصوصیت کے ساتھ رعیمیس نے اپنے دور حکومت میں حویلی کے خلاف ہماری اور بائلی کاسیوں کی بھرپور مدد کی رعیمیس کے پورے دور میں ان حویلی نے ہم پر کوئی بڑا حملہ نہیں کیا۔ رعیمیس کے بیٹے منتاح کا دور مختصر ہی رہا ہے اور اس دوران بھی حتی ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے اجتناب ہی کرتے رہے ہیں۔ میرے خیال میں اب انہیں بھی یہ خبر پہنچ چکی ہے کہ مصر کا فرعون مارا چکا ہے اور یہ مصر کے اندر ان دنوں حکومتی معاملات میں افراتفری کا عالم ہے چنانچہ جتنی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ہم سے تائید اور بائلی کے کاسیوں پر ضرب لگاتے ہیں تو مصر کی طرف سے ہمیں کوئی مدد نہیں ملے گی لہذا ہم نے بھی یہ تہیہ کر لیا ہے کہ اب ہم مصر کی مدد کے بغیر صرف کاسیوں کے ساتھ مل کر حویلی کو نہ صرف شکست دیں گے بلکہ انہیں ان کے علاقوں میں وکیلے ہوئے ان کے خلاف جوابی کارروائی بھی کریں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد دم لینے کے لئے ہستی وزا کا کچھ سوچا دوبارہ وہ طباش کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”طباش میرے عزیز میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنی تیاریوں کو صرف ایک ہفتے کے اندر مکمل کر لیں میرے خیال میں اتنی دیر تک بائلی کے بادشاہ برناوش کو بھی میرا پیغام مل جائے گا اور وہ بھی اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے لے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ حویلی کے ہماری سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہمارا لشکر اپنی سرحدوں پر پہنچے برناوش کے نام میں نے یہ پیغام دے رکھا ہے کہ وہ کوشش کرے کہ وہ ایک لشکر ہزارال کو دے کر بھیجے۔ اس لئے کہ سیماس اور طباش کی طرح ہزارال بھی ایک ایسا سالار ہے جو نامکونگن بنانے کی ہنرمندی اور صنائی رکھتا ہے۔“ ہستی وزا پھر کا کچھ سوچا پھر طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”طباش میرے عزیز! یہاں سے اٹھ کر سب سالار مستقر کا رخ کریں میں بھی اپنے بیٹے لیوان کے ساتھ ادھر ہی پہنچتا ہوں اور وہیں قیام کرتے ہوئے اس لشکر کی ترتیب اور تقسیم کو آخری شکل دیں گے جس نے حویلی کی راہ روکنے کے لئے سرحدوں پر پہنچتا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی ہستی وزا نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور سارے سالار قصر کے اس کمرے سے اٹھ کر مستقر کی طرف ہو لئے تھے۔

طباش کے ساتھ میں اور مولک بھی شامل ہو گئے اور بہت سے دیگر سالار بھی رہا ساتھ ہو گئے۔

یہاں تک کہتے کہتے لیوان کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی ماں غور سے اس طرف دیکھتے ہوئے کھینچی گئی۔

”بیٹے جو بات تم نے کہی ہے اگر یہ بات تم اس بناء پر کہہ رہے ہو کہ میں بادشاہ کی بیٹی ہوں اور مجھے یہ افسوس ہوگا کہ سیتانی اور کاسی دونوں قومیں مل کر مجھے کا قتل کر دیں گی۔ بیٹے حتیٰ میں اس وقت تھی جس وقت اپنے ماں باپ کے پاس رہتی تھی اور میری شادی نہیں ہوئی تھی جب میری شادی تمہارے باپ سے ہو گئی تو رکھنا حتیٰ میں نہ رہی تھی سیتانی ہو گئی تھی تم اور یورینا دونوں بہن بھائی یہ بھی اپنے پاس گرہ باندھ کر رکھنا کہ تمہارے باپ سے شادی میں نے اپنی مرضی سے کی تھی یہ شادی کسی نے زبردستی نہیں کرائی تھی۔ اس لئے کہ میں نے تمہارے باپ کو پسند کیا تھا اور سے محبت کی تھی اور شادی کی پیشکش بھی میں نے خود ہی کر دی تھی۔ اس بناء پر مجھے اپنی افسوس نہیں ہوگا اگر سیتانی اور کاسی مل کر مجھوں پر ضرب لگاتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سریان کی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ لمبے رہی تھی۔

”لیوان اس وقت تم، تمہاری بہن اور اماں غلامہ ہی میرا سب کچھ ہیں اور میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ اگر مجھے چھوٹوں سے کوئی رغبت رہ گئی ہوتی تو بیٹے میں تمہارا ساتھ وہاں سے نکل کر ادھر نہ آتی۔ میں تو تم بہن بھائی کی خاطر ساری دنیا تک چھوڑ چکی ہوں۔ حتیٰ تو ایک طرف رہ گئے اور پھر میرے بیٹے تمہارے ساتھ یہاں آنے سے پہلے کئی مرتبہ میں نے اپنے باپ سے گفتگو کی اور اسے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ آنے والے دور میں چھوٹوں کو سیتانیوں اور کاسیوں سے نہیں گھرانے چاہئے اور نہ ہی ان کے شہروں اور ان کی بستیوں پر حملہ آور ہو کر ہمیں ان کے نقصان کا باعث بننا چاہئے۔ لیکن اس موضوع پر میرا باپ کوئی بات سننے کے لئے تیار ہی نہیں تھا۔ دراصل میرا باپ سمجھتا ہے کہ حتیٰ سلطنت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک سیتانیوں اور کاسیوں کے سارے علاقے چھوٹوں کے زیر اثر نہیں آ جاتے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سریان جب رکی تب بڑے پیارے انداز میں لیوان نے

اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا پھر کہنے لگا۔

”اماں ایسی گفتگو کے قسم اس کا نانت کے مالک کی تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اماں! ایک موضوع تو ختم ہوا اب دوسرے موضوع کی طرف آتے ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ لوگوں نے میری بہت سی شکایات نکلیا سے کر دی ہیں کیا میں ان شکایات سے متعلق جان سکتا ہوں؟“

اس پر سریان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹے یہ ساری باتیں تو نکلیا تمہیں خود ہی بتائے گی یہ بچاری کافی دیر سے بیٹھی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ تمہارے آنے سے پہلے یہ کھانا نہیں کھانا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ سب اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے لیکن جب تم نے دیر کر دی تو پھر میرے بیٹے ہم نے کھانا نکلیا کو بھی کھلا دیا۔ اب یہ کافی دیر سے انتظار کر رہی تھی کہ تم آؤ اور سے چھوڑ کر آؤ۔“

اس موقع پر لیوان نے نکلیا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”جو شکایات آپ نے نکلیا سے کی ہیں۔ وہ نکلیا پہلے بتائے اس کے بعد میں اسے چھوڑ کر آؤں گا۔“

اس پر مسکراتے ہوئے نکلیا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

”آپ میرے ساتھ چلے پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے۔ یہاں جو باتیں ہوئی ہیں میں راستے میں آپ سے کہہ دوں گی آپ بے فکر رہیں میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں۔“

نکلیا کے ان الفاظ کے ساتھ ہی لیوان بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر دونوں چوٹی سے نکلے۔ تھوڑا سا آگے جانے کے بعد نکلیا کی طرف دیکھتے ہوئے لیوان کہنے لگا۔

”اب کہو کیا معاملہ ہے؟“

اس پر نکلیا نے چلتے چلتے غور سے لیوان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”شکایات کچھ زیادہ نہیں پر ایک خاصی بڑی شکایت ہے آپ نے اماں دادی اور پورینا سے یہ کیوں کہا کہ انہی آپ کے مالی حالات اسے نہیں ہیں کہ نکلیا کے ساتھ آپ کی شادی ہو سکے۔ یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ شادی سادگی سے نہیں ہوگی بلکہ بڑی شان و شوکت اور بڑی دھوم دھام کے ساتھ ہوگی۔ دیکھیں، میں نے آپ کو

مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”دادی اماں! آپ نے کہا تھا کہ آپ کا بیٹا کوئی اتنا میا گزرا بھی نہیں ہے کہ اس نے اپنی کوئی بیچ پوٹھی نہ چھوڑی ہو جس سے میری شادی شان و شوکت سے نہ ہو سکے۔ اب بتائیں آپ نے یہ بات کس بناء پر کہی تھی۔“

جواب میں طماہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

”میرے بچے میں نے کس بناء پر کہی تھی جو اس کی جد اور علت ہے وہ تو تیری ماں بھی جانتی ہے۔ میں تم سے پھر کہتی ہوں کہ تمہاری شادی یقیناً شان و شوکت اور شاندار طریقے سے ہوگی اور اس سلسلے میں ہم تمہیں یہ احساس نہیں ہونے دیں گے کہ ہم صاحب ثروت نہیں ہیں۔“

اپنی دادی طماہ کے ان الفاظ پر لیان کچھ دیر مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

”اماں اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے ثبوت کے طور پر کچھ دکھائیں۔“

اس موقع پر طماہ نے مخصوص انداز میں سریان کی طرف دیکھا۔ اس پر سریان اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے کھڑا ہونے پر طماہ بھی اٹھ گئی پھر سریان بولی اور کہنے لگی۔

”تم دونوں بہن بھائی میرے ساتھ آؤ۔“

چنانچہ چاروں باہر نکلے دیوان خانے سے نکل کر دو کمرے چھوڑ کر جب وہ اگلے کمرے میں گئے تو وہاں دو سریان تھیں جن کے پائے کافی مضبوط اور چٹلی طرف سے کافی جگہ گھبرے ہوئے تھے پھر سریان وہاں آ کر رکی اور لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بچے یہ جو چٹک ہے اس کا ایک پایہ ہٹا کر پائے کی جگہ کھودو۔“

چنانچہ لیان باہر گیا کھدائی کرنے کے لئے ایک اوزار لے کر آیا تو ہوا سا ہی اس نے گڑھا کھودا ہوگا کہ اس میں سے لوہے کا ایک کافی بڑا ڈبہ نکلا اس کا جب وہ کھنکھوٹا گیا تو لیان دنگ رہ گیا اس لئے کہ اس میں سنہری سکون کے علاوہ جواہرات بھی کافی تعداد میں موجود تھے اور کچھ دوسرے اور عام بھی تھے۔

وہ سب چیزیں دیکھتے ہوئے لیان خوش ہو گیا تھا اور حیرت سے کبھی سریان اور کبھی طماہ کی طرف دیکھتا تھا یہاں تک کہ اس کی دادی طماہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”میرے بیٹے ابھی تم نے ایک ہی پائے سے گڑھا کھود کر نکالا ہے جس قسم کا ڈبہ تم نے نکالا ہے ایسے ڈبے سمہری کے چاروں پایوں کے نیچے موجود ہیں اب بتائی دادی کو

صاحب ثروت جان کر آپ کا ساتھی بننے کا تہیہ کیا ہے نہ ہی میں نے آپ کی اس سے نہ ہی میں نے آپ کی جائیداد سے اور نہ ہی کسی اور وجہ سے چاہا ہے۔ میرے پسندیدہ صرف آپ کی ذات ہے۔ میں نے آپ کی ذات سے پیار کیا ہے اس علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہئے میں ایک اور بات بھی آپ سے کہہ دوں کہ اگر آپ مجھے نہ بھی نہ دیں لوہے کا ایک چھلا پھرنا کبھی اگر آپ مجھے قصر سے اپنی جوبلی میں اپنی ہون کی حیثیت سے لے آئیں گے تو میں اپنے خدائے واحد کو شاہد بنا کر کہتی ہوں کہ اس دلی طور پر مطمئن ہوں گی اور روحانی طور پر پرسکون ہوں گی اب آپ پولیس کیا ہیں۔“

”نکسما جب خاموش ہوئی جب لیان کہنے لگا۔

”اچھا یہ تو میں بعد میں کہوں گا کہ میرے کیا خیالات ہیں لیکن جب تم سے اماں دادی اور یو ریما نے یہ شکایت کی ہوگی پھر انہوں نے اپنے تاثرات کا بھی اظہار ہوگا۔“

نکسما مسکرائی اور کہنے لگی۔

”آپ کا اندازہ درست ہے انہوں نے یقیناً اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا۔ دادی نے کہا تھا کہ ہم ایسے گئے گزرے بھی نہیں ہیں کہ اپنے بیٹے کی شادی شان و شوکت کروفر سے نہ کر سکیں۔ وہ کہہ رہی تھی جب میرے بیٹے لیان کی شادی ہوگی تو دنیا میں گی کہ ہم کیسے شاندار انداز میں شادی کا اہتمام کرتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد نکسما کی ایک کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

”قصر اب قریب آ گیا ہے میں آپ سے یہ کہوں کہ چند روز تک آپ اپنے ساتھ یہاں سے کوچ کریں گے۔ کوچ کے وقت میں آپ سے ملنے ضرور آؤں گا لیکن اس سے پہلے میں آپ سے کہے دیتی ہوں کہ اپنا خیال رکھیے گا۔ اس لئے کہ آپ کی سلامتی، آپ کا تحفظ میری اپنی ذات کی سلامتی اور تحفظ ہے اس بناء پر مجھے یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو جان بوجھ کر خطرات میں نہیں ڈالیں گے۔“

نکسما نے وعدہ کیا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ اتنی دیر تک قصر آ گیا نہ نکسما کو وہاں چھوڑنے کے بعد لیان اپنی جوبلی کی طرف ہولیا۔

جب وہ دیوان خانے میں آیا تو اسی طرح طماہ، سریان اور یو ریما بیٹھیں کھانا کر رہی تھیں اس بار آگے بڑھ کر لیان اپنی دادی طماہ کے پہلو میں بیٹھ گیا پھر لیان

جواب میں لیان کہنے لگا۔

”اماں چند دن تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا اس لئے کہ سارے انتظام مکمل ہو چکے ہیں۔ عم طباش بھی لشکر کے ساتھ جا لیں گے۔“ اس موقع پر یوریا ابھی اور کہنے لگی۔

”بھائی باتوں میں کافی وقت ہو گیا آپ بیٹھیں میں آپ کے لئے کھانا لاتی ہوں۔“

اس پر لیان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”نہیں میری بہن تم بھی رہو میں مستقر سے کھانا کھا کر آ رہا ہوں۔“

اس پر یوریا پھر بیٹھ گئی اس کے بعد چاروں مل کر آئندہ کی جنگوں سے متعلق گفتگو کرنے لگے تھے۔



کہ ہم تیری شادی نکسیما کے ساتھ نہیں کر سکتے؟ وہ اگر سیدتانوں کے بادشاہ متی وزا کی بیٹی ہے تو کیا ہوا تم سیماس کے بیٹے ہو جو اپنے دور میں سیدتانوں کی لشکریوں کا سپہ سالار رہ چکا ہے اور مختلف جنگوں میں اسے جو کچھ حاصل ہوا میرے بیٹے وہ بھینا بڑی محنت اور محبت کے ساتھ تم دونوں بہن بھائی کے لئے جوڑ جوڑ کر رکھتا رہا۔ بہر حال میرے بیٹے ہمارے پاس اس قدر اثاثہ ہے کہ تم دونوں بہن بھائیوں کی شہادت انداز میں شادی کرنے کے بعد بھی ہمارے پاس اس قدر بچار ہے کہ ہم اپنی باقی زندگی بڑے احسن اور باعزت طور پر گزار سکیں۔“

کچھ دیر مزید لوہے کا وہ ڈبہ لیان دیکھتا رہا پھر اس کا ڈھکن بند کر کے اس نے اسی گڑھ میں ڈال دیا۔ اس کے ایسا کرنے کے بعد سریان باہر گئی باورچی خانے سے ایک برتن میں پانی لے کر آئی اور گڑھ میں مٹی بھرنے کے بعد اس کی اوپر سے لپائی کر دی گئی تھی اس کے بعد دوبارہ باورچی خانے میں جا کر وہ ہاتھ دھونے کے بعد لوٹی اور کہنے لگی۔

اب آؤ دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں اس کے ساتھ ہی سب پہلے کی طرح دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئے تھے اس موقع پر یوریا بول اٹھی۔

”دادی اماں کم از کم میں اور بھائی یہ امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ہمارے باپ نے ہمارے لئے اس قدر اثاثہ جوڑا اور چھوڑ رکھا ہوگا۔“

اس پر عمامہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”بیٹی تیرا باپ فضول خرچ نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اس نے جنگوں میں بہت کچھ کمایا اور پھر ہمارے بادشاہ متی وزا نے بھی اسے خوب نوازا۔ اس لئے کہ اس کی کاروائیاں اور دشمن کے خلاف اس کی مہر کہ آرائیاں ایسی تھیں کہ جب تک وہ زندہ رہا متی وزا اس کی قدر دانی کرتا رہا۔ تم دونوں بہن بھائی کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تمہارا باپ اس قدر اثاثہ چھوڑ چکا ہے کہ تم دونوں بہن بھائی اپنی زندگی آسودگی اور بڑی آسائش میں گزار سکتے ہو۔“

یہاں تک کہنے کے بعد عمامہ در کی سر بیان لیان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بیٹے تم اپنے لشکر کے ساتھ کب تک روانہ ہو گے اور کیا لشکر میں طباش بھائی بھی

شامل ہوں گے؟“

”بدبختو! خداے واحد کی بندگی اور عبادت کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا پاٹ کی طرف بھل ہوئے ہو اور خدا کی ان تمام نعمتوں کو فراموش کر بیٹھے ہو جن کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر چکے ہو۔“

تاریخ عالم میں بنی اسرائیل کا ایک قوم کی حیثیت سے نقشہ لوگوں کے سامنے اس طرح آتا ہے کہ وہ تقریباً ساڑھے چار سو برس سے مصر کے قاہرہ اور جابر بادشاہوں اور مصری قوم کے ہاتھوں میں غلام اور مظلوم چلے آتی تھی اور غالب قوم کے سخت سے سخت معاصبات اور مظالم کا شکار بن رہی تھی کہ اچانک اسی مردہ قوم میں بجلی کی کڑک اور آفتاب کی چمک کی طرح ایک برگزیدہ ہستی سامنے آتی ہے اور اس کی صدائے حق اور اعلان ہدایت سے روئے باطل، جبریمصر ہو جاتی ہے اور ایوان ظلم و قہر میں بھونچال آ جاتا ہے۔ وہ دنیا کی ایک زبردست قوت کی طاقت کے مقابلے میں یہ اعلان کرتی ہے کہ میں خداے واحد کا رسول اور اپنی ہوں اور تم کو ہدایت کی پیروی اور مظلوم قوم کی آزادی کا پیغام سنائے آیا ہوں۔

طاغوتی طاقت اپنے تمام مادی اسباب کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتی ہے مگر ہر مرتبہ شکست کا منہ دیکھتی ہے آخری بازی میں حق کی کامیابی اور باطل کی ہلاکت کا ایسا حیرت انگیز نقشہ سامنے آتا ہے کہ مادی طاقت قلام میں غرق ہو جاتی ہے غلام اور مظلوم قوم اور دنیاوی اسباب مسائل سے محروم قوم آزادی کے گیت گاتے ہوئے آگے بڑھتی ہے۔

یہ ہے وہ عجیب و غریب فطرت اور غلامی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی قوم بنی اسرائیل جو ان تمام معرکوں و باطل کو آنکھوں سے دیکھنے اور حق کی کامیابی کے ساتھ نجات پانے کے لئے جواب میں آج موئی علیہ السلام سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہم کو بھی ایسے معبود بنادے جیسا یہ پجاری بت خانے میں بیٹھ کر پوج رہے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اگرچہ بنی اسرائیل نیبوس کی اولاد تھی اور ان میں ابھی تک یہ اثرات ایک حد تک باقی تھے جو ان کو باپ دادا سے ورثے میں ملے تھے تاہم صدیوں سے مصری بت کدوں میں بود و باش کرنے اور ان کے حاکمانہ اقتدار میں غلام رہنے کی وجہ سے ان میں صم پرستی کا جذبہ کافی سرایت کر چکا تھا اور وہی جذبہ تھا جو آج پجاریوں کو دیکھ کر ان میں ابھر آیا اور وہ موئی علیہ السلام سے ایسا ناپاک مطالبہ کرنے لگے تھے۔ حالانکہ جو واقعات بنی اسرائیل نے دیکھے تھے ان کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان

موئی علیہ السلام، بارہن علیہ السلام، یوشع بن نون کے ساتھ بنی اسرائیل، ملائمتی کے ساتھ بزم قلام کو پار کر گئے انہوں نے اپنی آنکھوں سے فرعون اور اس کے لشکر کو غرق ہوتے دیکھ پھر ان کی لاشوں کو ساحل پر تیرتے بھی دیکھ لیا تو یہ تقاضا فطرت اور یہ تقاضا بشریت ہے۔ بدحدسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور اس موقع پر بنی اسرائیل کی عورتوں نے خصوصیت کے ساتھ ڈنبن بجاتے ہوئے خوشی کے گیت گائے شادمانی اور خوشی کا ثبوت دیا جب یہ سب کچھ ہو چکا تو موئی علیہ السلام نے قوم کو اس موقع پر مخاطب کر کے فرمایا۔

”اے میری قوم! وہ میرا محترم خداوند قدوس ہی ہے جس نے تم کو اس زبردست فتنہ سے نجات دی وہ خداوند قدوس کا شکر ادا کرو اور اس کی بندگی اور عبادت کرو۔“

چنانچہ موئی علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساتھ لے کر پیش قدمی شروع کی جس علاقے میں پیش قدمی ہوئی اسے بیابان حورب بھی کہتے ہیں اسے کوہستان سینا بھی کہتے ہیں اور اسے وادی قہ بھی کہتے ہیں سفر کے دوران وہ ایسے مقام پر پہنچے جہاں صحرائے سینا میں پرستاران صمن بت کدوں کی پوجا میں مشغول تھے چنانچہ وہاں قیام کے دوران بنی اسرائیل نے جو یہ منظر دیکھا تو موئی علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”اے موئی علیہ السلام ہم کو بھی ایسے ہی معبود بنادے تاکہ ہم بھی اس طرح ان کی پرستش کریں۔“

بنی اسرائیل کے یہ الفاظ سن کر حضرت موئی علیہ السلام نے بڑی کا اظہار کیا اپنی قوم کی زبان سے یہ مشرکانہ مطالبہ، توبت زیادہ ناراض ہوئے اور بنی اسرائیل کو ڈانٹا، عار دلائی اور ملامت کی۔

پانی کا ایک قدرہ بھی نہیں ملے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے حضور التجا کی جس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اپنا عصا زمین پر مار دو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے جب اپنا عصا زمین پر مارا تو فوراً وہاں بارہ چشمے ابل پڑے اور بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کے لئے جدا جدا چشمے جاری ہو گئے اور بنی اسرائیل اس سے مستفید ہونے لگے۔

وہ چٹان جس سے یہ بارہ چشمے پھوٹے اب تک جزیرہ نمائے سینا میں موجود ہیں اور سیاح اسے جاکر دیکھتے ہیں اور چشموں کے شگاف اس چٹان میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ بارہ چشموں میں یہ معلومت تھی کہ بنی اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے خدا نے ہر قبیلے کے لئے الگ چشمر نکال دیا تاکہ ان کے درمیان پانی کا جھگڑا نہ ہو۔

لیکن بنی اسرائیل مطمئن ہونے والے نہیں تھے بنی اسرائیل کو جب پانی کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو کہنے لگے پانی کا تو انتظام ہو گیا لیکن زندگی کے لئے صرف یہی تو کافی نہیں ہے ہم کو پھوک لگی ہے۔ اب کھائیں گے کہاں سے؟ اور یہاں کھانے پینے کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے خلاف بھی بڑبڑانے لگے۔

چنانچہ بنی اسرائیل ان بارہ چشموں کے پانی سے مستفید ہوتے رہے، جن کے پاس سمجھو کے درخت بھی تھے۔ اس کے بعد آگے بڑھنا شروع ہوئے اور ان میدانوں میں پہنچے جو تقریباً صحرائے سینا کے درمیان واقع ہے وہاں پہنچ کر سب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے پھر فحش اور ناراضگی کا اظہار کرنے لگے اور کہنے لگے ”کاش کہ ہم خداوند کے ہاتھ سے ملک مصر میں ہی مار دیے جاتے۔ جب ہم وہاں گوشت کی ہڈیوں کے پاس بیٹھ کر دل بھر کر روٹی کھاتے تھے کیونکہ تم تو ہم کو اس بیابان میں اس لئے لاے ہو کہ سارے مجمع کو بھوکا مار دو۔ بنی اسرائیل کی اس ناراضگی اور فحش کو دیکھتے ہوئے موسیٰ نے پھر خداوند قدوس کے حضور التماس کیا اس پر خداوند قدوس کی طرف سے موسیٰ کو تسلی دی گئی کہ بنی اسرائیل کے کھانے کا اہتمام بھی عہدہ کیا جائے گا چنانچہ موریشین لکھتے ہیں جب رات بیت گئی صبح ہوئی تو بنی اسرائیل نے دیکھا کہ زمین اور درختوں پر جگہ جگہ سفید ابلے کے دانے کی طرح شبنم کی صورت میں آسمان سے کوئی چیز برس کر گری ہوئی تھی جب انہوں نے اسے کھا کر دیکھا تو نہایت شرمین

سے ایسے مطالبے کی امید نہیں کی جاسکتی تھی اس لئے کہ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا بلکہ حق و باطل کے معرکوں میں ایک عظیم الشان معرکہ تھا ایک جانب فرور اور نفوت، جبر و ظلم اور کبر و ممانیت اور گمراہی کی ذلت اور رسوائی تھی، دوسری جانب مظلومیت اور خدا پرستی، صبر و استقامت کی فتح اور کامرانی کا کامل مرقع تھا خداوند قدوس نے فرعون اور قوم فرعون کی ہلاکت و نیا دی کی بعد عبرت اور بصیرت کے لئے اس طرف بھی توجہ دلائی کہ اس قسم کے لوگوں کے لئے آخرت اور سرحدی اور ابدی زندگی میں کس قدر سخت عذاب اور خدا کی پھونکار کے کیسے کیسے عبرت ناک سامان مہیا ہیں۔

یہ سب کچھ جاننے کے بعد کوئی بھی سلیم اور صالح طبع رکھنے والا نیک خواہ اور اچھی سرشت والا انسان کسی بھی موقع پر اپنے جینے سے بت پرستی کا مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن بنی اسرائیل مصر میں رہتے ہوئے کچھ ایسے بھٹکے تھے کہ بس بت پرستی کی طرف فوراً مائل ہونے لگے۔

دراصل گائے اور بتل کی پرستش کا مرض بنی اسرائیل کی ہمسایہ اقوام میں ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ مصر اور کنعان میں اس کا رواج تھا حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم نے بعد بنی اسرائیل اس مرض میں مبتلا ہوئے اور رفتہ رفتہ قبیلوں کے غلام بنی گئے تو انہیں من جملہ اور امراض کے ایک سے مرض بھی اپنے نمکروں سے ملے گا وہ گاؤ پرستی کا شکار ہوئے۔

یوں بنی اسرائیل کا گاؤ پرستی کا پہلا مطالبہ تو مسترد کر دیا اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر آگے بڑھے اور جس سرزمین میں قدم رکھا۔ یہ عرب کی سرزمین تھی جو قلم کے مشرق میں واقع ہے جو حق و باطل کا آب و گیاہ میدان ہے شروع ہوتی ہے۔ تورات کی زبان میں اسے بیابان تیر یا وادی سینا یا وادی حورب کے نام دیے گئے ہیں اور کوہ سینا کوہ سینا حورب یا کوہ سینا طور تک اس کا دامن وسیع ہے یہاں شدید گرمی پڑتی ہے اور در در و دریک سبزہ اور پانی کا پتہ نہیں۔ اس لئے بنی اسرائیل ان سرزمینوں میں داخل ہو کر گھبرا گئے اور موسیٰ علیہ السلام نے فریاد کرنے لگے کہ ہم پانی کہاں سے پئیں۔

وہ کہنے لگے ہم تو یہاں سے تڑپ تڑپ کر مرجائیں گے یہاں تو پینے کے لئے

ہوں نے موتی سے ایک اور مطالبہ کر دیا کہنے لگے کہ کمری کی شدت اور سایہ دار درختوں اور مکاؤں کی راحت ہمیں میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہم بہت پریشان ہیں۔

ایسا نہ ہو یہ پیش، تجاوت اور گرمی ہماری زندگی کا خاتمہ ہی کر دے چنانچہ حضرت موسیٰ پھر مجبور ہوئے انہیں تسلی اور تسکینی دی اور خداوند قدوس کے حضور ان کے اس سلسلے میں گزارش کی کہ اے اللہ جو تے ان پر بڑے بڑے انعام اور فضل و کرم کی بارش کی ہے تو اس سخت تکلیف سے بھی ان کو نجات عطا فرما۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی فریاد سنی گئی اور آسمان پر بادلوں کے غول کے غول بنے بنی اسرائیل پر سایہ نکل ہو گئے اور بنی اسرائیل جہاں بھی سفر کرتے ہوئے جاتے بادلوں کا یہ سائبان ان کے سروں پر سایہ کیے رہتا تھا اس طرح بنی اسرائیل خداوند قدوس کی نعمتوں سے مستفید ہوتے ہوئے ارضی فلسطین کی طرف بڑھتے۔



حنیوں کے دونوں بڑے سالار گودور اور سوش اپنے ماتحت کی سالاروں کے ساتھ ایک جڑا لشکر لے کر سیتائین کی سرزمین کی طرف بڑھے تھے دوسری طرف سیتائینوں کا لشکر عیاش کی کمانداری میں سرحد پر پہنچ چکا تھا۔ اس لشکر میں عیاش، مولک اور کچھ دوسرے سالار بھی تھے عیاش نے حنیوں کے علاقوں تک دور تک اپنے خبر پھیلارکے تھے تاکہ حنیوں کے لشکر کی نقل و حرکت سے متعلق انہیں آگاہ کر سکیں۔ اب عیاش عیاش اور مولک کو بابل کے لشکر کا انتظار تھا اس لیے کہ سیتائینوں کے بادشاہ نے بابل کے بادشاہ برنابورس کی طرف پیغام بھجوایا تھا کہ دونوں قومیں مل کر حنیوں کا مقابلہ کریں۔

چنانچہ بابل کے بادشاہ برنابورس نے بڑی خوشی اور رضا مندی کا اظہار کرتے ہوئے سیتائینوں کے بادشاہ کی اس تجویز کو پسند کیا تھا اس نے اپنے تجربہ کار سالار ہزال کو ایک لشکر دے کر سیتائین کی سرزمین کی طرف روانہ کیا تھا اور ہزال کے ماتحت کئی دوسرے سالاروں کو بھی رکھا گیا تھا اب عیاش، عیاش اور مولک اپنی سرحدوں پر اپنے لشکر کے ساتھ ہڑاؤ کیے بڑی جہنمی سے ہزال ہی کا انتظار کر رہے تھے۔

دراصل وہ دیتوں چاہتے تھے کہ حنیوں کے سرحد کی طرف آنے سے پہلے پہلے ہزال ان کے پاس پہنچ جائے تاکہ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حنیوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔

حلوے کی طرح پایا۔ چنانچہ اس کا نام من رکھا اور دن میں تیز ہوا چلتی اور تھوڑی دیر میں بیروں کے غول کے غول آ کر زمین پر اترتے اور بیکل جاتے بنی اسرائیل یا آسانی انہیں ہاتھوں سے پکڑ لیا کرتے اور بھون کر کھانے لگے اس کا نام سلوئی رکھا گیا۔ اس طرح روزانہ بغیر زحمت اور تکلیف کے ان کو دونوں نعمتیں مہیا ہو جاتی لیکن خداوند قدوس نے بنی اسرائیل کو موسیٰ کی معرفت تنبیہ کر دی تھی کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق من و سلوئی کو کام میں لائیں اور دوسرے دن کے لئے ذخیرہ نہ کریں۔ ہم ان کو روزانہ نعمت عطا کرتے رہیں گے۔

من و سلوئی سے متعلق بائبل کچھ اس طرح بیان کرتی ہے کہ مصر سے نکلنے کے بعد جب بنی اسرائیل ہلیم اور سینا کے درمیان گزر رہے تھے اور خوراک کے ذخیرے ختم ہو کر فاقوں کی نوبت آ گئی۔ اس وقت من و سلوئی کا نزول شروع ہوا اور فلسطین کے آباء علاقے میں پہنچتے پورے چالیس سال یہ سلسلہ جاری رہا من و سلوئی سے متعلق بائبل میں جو لکھا گیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اور یوں ہر روز شام کو اتنے بھر آتے کہ ان کی خیمہ گاہ کو ڈھانپ لیا اور صبح کو خیر گاہ کے آس پاس اوس پڑی ہوتی تھی اوس جو پڑی ہوئی تھی سوکھتی تو کیا دیکھتے ہیں بیابان میں چھوٹی چھوٹی ایک گول چیز ایسی چھوٹی کہ جیسے دھنیے کے دانے ہوتے ہیں زمین پر پڑی ہے۔ بنی اسرائیل اسے دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا ہے اور بنی اسرائیل نے اس کا نام من رکھا اور وہ دھنیے کے بیج کی طرح سفید اور اس کا مزہ شہد سے ہے ہوئے حلوے کی طرح تھا۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ من اور سلوئی وہ قدرتی غذائیں تھیں جو اس خروچ کے زمانے میں ان لوگوں کو چالیس برس تک مسلسل ملتی رہیں۔ من دھنیے کے بیج جیسی ایک چیز تھی جو اس کی طرح گرتی تھی اور زمین پر جم جاتی تھی اور سلوئی شیر کی قسم کے پرندے تھے۔ خدا کے فضل سے ان کی اتنی کثرت تھی کہ ایک پوری کی پوری قوم انہیں غذاؤں پر زندگی بسر کرتی رہی اور اسے فاقہ کشی کی مصیبت نہ اٹھانا پڑی حالانکہ آج کسی نہایت متدن ملک میں بھی اگر چند لاکھ مہاجر یا ایک آدھریں تو ان کی خوراک کا انتظام مشکل ہو جاتا ہے۔

کھانے پینے کی ضروریات کی فراہمی سے جب بنی اسرائیل کو اطمینان ہو گیا تو

طہاش کو لیوان اور مولک کے ساتھ اپنے لشکر سمیت سرحدوں پر قیام کیے تھے۔ ہونے ہوں گے کہ وہ شاہراہ جو سرحدی علاقوں سے بابل کی طرف سے آتی تھی، گرد کے بادل نمودار ہوئے گرد کے اٹھنے ان بادلوں کو دیکھ کر طہاش کے چہرے پر ہنس مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ مسکراتے ہوئے اُس نے باری باری اپنے قریب کھڑے لیوان مولک اور دوسرے جلاازوں کی طرف دیکھا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ بابل کے کاسیوں کا ہمارا مدد کے لیے پہنچ گیا ہے۔ ذرا مشرق کی طرف دیکھو جو شاہراہ بابل سے ان علاقوں کی طرف آتی ہے۔ اس پر دھول اتر رہی ہے۔ اور گرد کے یہ بادل بتاتے ہیں کہ کاسیوں کا لشکر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ ہی ان علاقوں کا رخ کر رہا ہے۔ اس لیے کہ کاسیوں کے لشکر کی رہنمائی ہمارے وہ قاصد کر رہے ہوں گے جنہیں ہمارے بادشاہ نے بابل کے بادشاہ برتاووش کی طرف روانہ کیا تھا۔“

طہاش کے ان الفاظ کے جواب میں لیوان، مولک اور دوسرے سارے جلاازوں نے اور طہاش کا اظہار کر رہے تھے تھوڑی دیر بعد مشرق سے اٹھنے والے گرد کے وہ بادل چھٹ گئے اور اُس کے اندر سے ایک لشکر نمودار ہوا اُس لشکر کو دیکھتے ہوئے سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے کہاں تک اس لشکر کے گھوڑے زمین کو ادھیڑتے ہوئے اور فاصلوں سمیٹتے ہوئے اُن کے قریب پہنچتے۔

جب وہ نزدیک آئے تو طہاش پہچان گیا اُس لشکر کے آگے آگے بڑا ہلکا۔ بڑا ہلکا استقبال کرنے کے لیے طہاش اپنے پڑاؤ سے باہر نکلا۔ دوسری طرف طہاش کے پاس آ کر بڑا ہلکا نے اپنے لشکر کو روک دیا اپنے گھوڑے سے اترا ہلکا کر آگے بڑھا بڑا۔ پر جوش انداز میں طہاش سے انگلیں ہوا دونوں نے ایک دوسرے کی پیشانی چومی پھر یک دوسرے بڑا ہلکا نے، پریشان اور فکر مند ہو گیا لمحہ بھر کے لیے اس کی گردن جھک گئی پھر دیکھتے ہوئے لمحے میں وہ طہاش کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”طہاش آج تمہارے ساتھ تو سیما کو نہ دیکھتے ہوئے یوں جانو میرا دل ڈوبنے لگا ہے۔ وہ ایک ایسا سارا تھا جو لیوان کے اندر نامکن کو ممکن کر دکھاتا تھا اپنے علاقوں میں جب وہ حرکت میں آتا تھا تو حتیوں پر لرزہ اور خوف طاری ہو جاتا تھا اس لیے کہ

جانتے تھے کہ سیما جس سمت کا بھی رخ کرے گا کامیابی اور فتح مندی کو اپنے دامن میں سینٹ چلا جائے گا۔ میرے عزیز بھائی! کاش میں نزدیک ہوتا سیما اور اس کے اہل خانہ سے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتا تم لوگوں کے جو قاصد بابل گئے تھے اُن سے میں نے سیما سے متعلق تفصیل سے پوچھا تھا انہوں نے مجھ پر آشرف کیا تھا کہ حتیوں کی سرحدوں پر سیما اپنی بیوی کے ساتھ گھوڑ دوڑ کے لیے نکلا تھا کہ اچانک گھمات سے حتی نمودار ہوئے۔ اُس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا اور اس کی بیوی کو لے کر اپنے مرکزی شہر خوشاش لے گئے انہوں نے مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا کہ سیما کے لیے بیٹے لیوان نے بھی نامکن کو ممکن کر دکھایا اُس نے نہ صرف یہ کہ اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لیا اُن کا خاتمہ کیا بلکہ اپنی ماں سریان کو بھی حتیوں کے مرکزی شہر خوشاش سے نکال کر اپنی حویلی میں لے آیا ہے۔ طہاش خیر سے بھائی میں سیما کے بیٹے کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں جس کا نام مجھے بتایا گیا ہے۔“

بڑا ہلکا کی اس گفتگو سے طہاش نے خوشی کا اظہار کیا پھر لیوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ سائے دیکھ لیوان کھڑا ہے۔ اُس کے ساتھ میرا بیٹا مولک ہے۔“

بڑا ہلکا مسکراتے ہوئے آگے بڑھا اپنے دونوں بازو اُس نے پھیلے پھر بڑے پر جوش انداز میں اُس نے آگے بڑھ کر لیوان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا کی باراس کی پیشانی چومی پھر کہنے لگا۔

”بچہ تم سے بگلیگر ہوتے ہوئے میں یہ خیال کر رہا ہوں کہ میں تمہارے باپ سیما سے مل رہا ہوں۔ اس لیے کہ شکل و شباعت قد و کھٹھ میں تم بالکل اپنے باپ جیسے ہو میرا اندازہ ہے، دشمنوں کے خلاف یہ تمہاری پہلی مہم جوئی ہے اور اس کائنات کے پیدا کرنے والے کے حضور میری دعا ہے کہ تمہیں ہر مقصد، تمہیں ہر معرکہ، تمہیں ہر کارزار میں کامیاب اور کامران رکھے۔“ لیوان سے ملنے کے بعد بڑا ہلکا اُس کے انداز میں مولک سے بھی ملا تھا اس موقع پر طہاش نے بڑا ہلکا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”میرے بھائی پہلے اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دو اُس کے بعد سب خیمے میں بیٹھتے ہیں لشکر کے لیے کھانا تیار کرنے کا حکم دیتے ہیں اور پھر وہیں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔“

بڑا ہلکا نے اس سے اتفاق کیا تھا چنانچہ اُس نے طہاش کے لشکر کے پہلو میں

اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی اُس کے لشکری خیمے نصب کرنے لگے تھے اس موقع پر ہڑال نے پھر لیحیان کی طرف دیکھا بڑی عقیدت اور اراقتندی میں کہنے لگا۔

”سیاس کے بیٹے! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے اپنے باپ کے قاتلوں سے بھی انتقام لے لیا ہے اور اپنی ماں کو بھی حویں کے ہاں سے واپس لے آئے ہو۔ بیٹا! تمہاری اس جرأت مندی پر، تمہاری اس عظمت پر میں تمہیں سلام پیش کرتا ہوں آن تمہارا باپ زندہ ہوتا تو اُس کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہاء نہ ہوتی بہر حال بیٹے! تجھے اُمید ہے کہ تم اپنے باپ کی طرح اپنا نام روشن کرو گے۔“ اس کے ساتھ ہی طہاش سب کو لے کر اپنے خیمے کی طرف جا رہا تھا۔



حویں کے دونوں سالار اپنے جہاز لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے بیتانیوں کی اہم زمینوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دونوں بڑے سالار گودر اور سنوش کچھ دوسرے اچھوٹے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کے آگے تھے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ گودر نے اپنے لشکر کو رکنے کا اشارہ دیا اور یہ اشارہ پاتے ہی اُس کے پیچھے سارا لشکر رک گیا تھا۔ جب ایسا ہوا تب سنوش اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر گودر کے قریب آیا اور بڑی رازداری میں اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”گودر میرے عزیز لشکر کو تم نے روک دیا ہے۔ کیا کوئی خاص بات یا وجہ ہے؟“ اس پر گودر کہنے لگا۔

”سنوش میرے بھائی تمہارا کہنا درست ہے متوجہ طہاش نے ہمارے ذمے یہ کام اٹھایا تھا کہ ہم پہلے اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ بیتانیوں پر حملہ آور ہوں اور اُن کے علاقوں کو زیرِ زبر اور اُن کے شہروں کو برباد کرنے کے بعد ایک طرح سے اُن کے علاقوں پر قبضہ کر کے اُس کے بعد ہم کاسیوں کے مرکزی شہر بابل کا رخ کریں اور اس کی بھی یہی حالت کریں۔“

”میرے بھائی تجھلی منزل پر تمہارے سامنے اور تمہارے ساتھیوں کے رو برو بھی ہمارے خبریہ اطلاع دے چکے ہیں کہ ہمارا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی سرحدوں پر بیتانی اکیلے نہیں ہیں بلکہ کاسیوں کا ایک لشکر بھی بابل سے نکل کر اُن کی مدد کے لیے پہنچ چکا ہے اور بابل کے لشکر کی کمانداری بابل کا نامور سالار ہڑال کر رہا ہے۔ سنوش جنگ میں ہڑال کی ہنرمندی سے تم بھی واقف ہو۔ وہ سیاسی جیسا ہی سالار ہے۔ اب اگر بیتانیوں کی سرحدوں پر بیتانی اور کاسیوں دونوں کے لشکر اکٹھے ہوئے ہیں تو ہمیں ایک خاص بڑی قوت کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور ایسی صورت میں کامیابی حاصل کرنے

ہر نامور سالار ہزاں تو ایک جہاں فکر لے کر سیتانوں کے لشکر سے جا ملا ہے چنانچہ میں
 ہاں ہوں بڑی رازداری اور ساتھ ہی بڑی تیزی اور برقی رفتاری کے ساتھ ہمارے لشکر
 ایک حصہ بابل کا رخ کرے اور باقی کو فتح کرے۔

بابل کو فتح کرنے کے بعد وہاں اپنے لیے حالات بہتر کیے جائیں وہاں ایک لشکر
 بٹھا جائے بلکہ میں یوں کہوں گا کہ لشکر کا جو حصہ بابل شہر کو فتح کرے گا وہ وہیں قیام
 کرے اور وہیں سے تیز رفتار قاصد متوشلیش کی طرف روانہ کیے جائیں اور اس سے یہ
 وعدہ کیا جائے کہ بابل کو ہم نے فتح کر لیا لہذا لشکر کا آدھا حصہ بابل شہر ہی میں قیام
 کرے گا تاکہ باقیوں کا سالار ہزاں اگر پلٹ کر دوبارہ بابل شہر ہم سے چھینے اور لینے
 کی کوشش کرے تو اسے مار دیا جائے اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی استدعا کی جائے
 کہ آدھا لشکر بابل ہی میں قیام کرے گا لہذا جو لشکر سیتانوں کا مقابلہ کرے گا اس
 کی تعداد کم ہے۔ اس بناء پر متوشلیش ایک اور لشکر سیتانوں پر ضرب لگانے کے لیے
 روانہ کرے تاکہ سیتانوں کی سلطنت کے اندر جگہ جگہ ہر شہر، ہر قصبہ میں گسٹ ریخت
 اور تباہی کا کھیل کھلایا جائے اور سیتانی سلطنت کا خاتمہ کیا جائے سنوش اگر ہم ایسا کریں
 اور میرے خیال میں ہماری اس منصوبہ بندی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ہم دونوں کامیاب
 ہونگے بلکہ متوشلیش بھی ہمارے اس اقدام پر خوشی اور رضا مندی کا اظہار کرے گا
 میرے بھائی اب بولو کم کیا کہتے ہو۔“

گودر جب خاموش ہوا تب سنوش مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”سو فیصد اتفاق کرتا ہوں۔ چونکہ ہزاں ایک کافی بڑے لشکر کے ساتھ سیتانوں
 سے آئے ہیں سیتانی لشکر کی کمزوری طبعاً ظاہر ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ طبعاً
 تخت سیاسی کا بیٹا لیان اور طبعاً بابل کا بیٹا بھی مولک ہے اور جس طرح باغی میں
 ہمارا اور طبعاً نے متحد ہو کر ہماری ہر کوشش کو ناکام کیا تھا اس طرح مجھے اندیشہ ہے
 کہ سیاسی کا بیٹا لیان اور طبعاً بابل کا بیٹا مولک بھی دونوں مل کر ہماری یلغار ہماری ترک
 کو ناکام بنا سکتے ہیں۔ لہذا جو کچھ تم کہہ رہے ہو میرے خیال میں اس پر فی الفور عمل
 کرنا چاہیے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ بابل پر حملہ آور ہو جائے اور دوسرا
 حصہ آگے بڑھ کر سیتانوں اور کاسیوں کے لشکر کو اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھے،
 حیات اختیار نہ کرے کس انہیں ابھائے رکھے۔“

کے لیے ہمیں مزید جدوجہد کرنا پڑے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہزاں اور سیتانوں کا
 سالار طبعاً دونوں مل کر ہمارے خلاف کوئی ایسی ہنرمندی استعمال کریں کہ ہماری
 کاسیوں کو ناکامی میں تبدیل کر دیں سنوش تم جانتے ہو جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں۔
 ہزاں سیاسی جیسا ہی ایک سالار ہے جب کہ سیتانوں کا سالار طبعاً بھی اس سے کم
 نہیں۔ وہ ان گنت مصروف میں طبعاً کے ساتھ کام کر چکا ہے۔ دشمن کے خلاف ضرب
 لگانے کا اس کا طریقہ کار سیاسی جیسا ہی ہے۔ لہذا ہزاں اور طبعاً دونوں مل کر ہماری
 جدوجہد پر ناکامی کا یقین لگا سکتے ہیں جب کہ میں ناکامی کا مزہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں
 متوشلیش کے پاس یہ خبر نہیں پہنچنے دیتا چاہتا کہ اسے جا کر کوئی کہے کہ سیتانوں کے
 مقابلے میں ہمیں شکست اور ہسپانی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں چاہتا ہوں جو بھی اس
 کے پاس جائے اسے ہماری کامیابی اور فتح مندی کی خبر دے اور اس کے لیے میں نے
 ایک نئی جوہر اور نئی منصوبہ بندی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد گودر
 رکا کچھ دیر بعد دوبارہ دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سنوش تم جانتے ہو ہمارا بادشاہ متوشلیش اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ چاہتا ہے
 کہ اگر سیتانوں کے سارے علاقے اور کاسیوں کی ساری سلطنت بھی ہمارے علاقوں
 میں شامل ہو جائے تب کہیں جا کر حمیوں کی سلطنت کی تکمیل ہوتی ہے یہ اس کی پہلی
 آرزو ہے اور اس کی دوسری بڑی آرزو ہے کہ کم از کم بابل شہر جس کی پوری دنیا میں وہم
 اور شہرت ہے وہ حمیوں کی مملکت میں شامل ہونا چاہیے۔ سنوش میرے بھائی میں چاہتا
 ہوں کہ یہاں رکنے کے بعد اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا جائے آدھا حصہ میرے
 پاس رہے آدھا تمہاری کمانداری میں ہو۔ آدھا لشکر آگے بڑھ کر سیتانوں کو صرف
 اپنے ساتھ مصروف رکھے ان کے خلاف جارحانہ کارروائیاں نہ کرے بلکہ دفاع تک
 محدود رہے ہونے ایک طرح سے سیتانوں کو اپنے ساتھ ابھائے رکھے جب کہ لشکر کا
 دوسرا حصہ بڑی تیزی اور برقی رفتاری سے بابل کا رخ کرے۔ کاسیوں کا لشکر ہزاں
 کی کمانداری میں اس وقت بابل سے نکل کر سیتانوں کے علاقوں کی طرف آیا ہو گا۔
 لہذا میرا اندازہ ہے کہ بابل شہر میں اس وقت کوئی چھوٹا سا لشکر ہوگا جو شہر کی حفاظت
 پر مقرر ہوگا اور پھر اس پر کوئی تجربہ کار سالار بھی نہیں ہوگا زیادہ سے زیادہ کاسیوں کا
 بادشاہ برنا یورش ہی اس لشکر کی کمانداری کر رہا ہوگا اس لیے کہ کاسیوں کا سب سے

مردوں کا رخ کیا۔

چنانچہ ایک روز اپنے پڑاؤ میں ہزال، طباش، لمیان، مولک اور دوسرے سالار بیٹھے ہوئے تھے کہ چھوٹی کی خبریں اچکنے والے خبر وہاں پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی طباش چونکا تھا لمیان اور مولک بھی بڑے غور سے اُن کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ وہ قریب آئے اور طباش نے انہیں مخاطب کیا۔

”ساتھیو! میں نے تمہیں چھوٹی کے لشکر پر نگاہ رکھتے اور اُن کی نقل و حرکت کے متعلق آگاہ کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟“ اس پر ان مجرّموں میں سے ایک طباش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”ہم اپنے کچھ ساتھیوں کو بھیجے چھوڑ کر آئے ہیں اور وہ چھوٹی کے لشکر کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں گے جب کہ ہم آپ کے لیے انتہائی کارآمد خبر لے کر آئے ہیں۔“

اُن طلائی گروں کے اس انکشاف پر طباش، ہزال، لمیان اور مولک کے علاوہ وہاں کھڑے دیگر سالار بڑے غور سے آنے والے اُن طلائی گروں کی طرف دیکھنے لگے تھے یہاں تک کہ طباش نے انہیں مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

”عزیز ساتھیوں اگر تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو تو کہو۔“

اس پر جو پہلے مخاطب ہوا تھا کہنے لگا۔

”جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں اُسے ہم اچھی تو نہیں لیکن اب ہم خبر کہہ سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں چھوٹی کا جو لشکر ہماری سرحدوں کی طرف بڑھنے کے لیے چھوٹی نے اپنے مرکزی شہر خوشنشاہ سے روانہ کیا تھا اُس میں اُن کے دو بڑے اور تجربہ کار سالار گوردور اور سنوش بھی شامل ہیں چنانچہ اپنے علاقوں میں تقریباً آدھا سفر کرنے کے بعد ایک جگہ گوردور نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اُس کے بعد اُس نے ایک ایسی منصوبہ بندی کی ہے جس کے تحت وہ اپنی کامیابی اور اپنی کامرانی کے درکھول کر اپنے بادشاہ ستولیش کی نگاہوں میں باختر اور بخترم ہو جانا چاہتا ہے۔“

اس کے بعد اُس مجرّم نے اُس منصوبہ بندی سے سب کو آگاہ کر دیا تھا جو منصوبہ بندی گوردور نے اپنے ساتھ سنوش اور دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر طے کی تھی۔

جب وہ خبر خاموشی اور حجاب ہزال کچھ دیر کی سوچ بچار کے بعد بولا اور طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سنوش کے ان الفاظ پر گوردور نے خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا پھر دوبارہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے بھائی اب تم فیصلہ کرو کہ تم کس حصے کی کمانداری کرنا چاہتے ہو جو تم کو، کرو میں دہی کام کروں گا۔“

اس پر سنوش سکرایا اور کہنے لگا۔

”میں سارا فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں جو تمہارا فیصلہ ہوگا وہی میرے لیے آواز ہوگا۔“

اس پر گوردور غور سے سنوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو سنو میں چاہتا ہوں میں آدھا لشکر لے کر بابل کا رخ کروں اور ہر صورت میں اُسے فتح کروں۔ جب کہ آدھے لشکر کے ساتھ تم آگے بڑھو۔“

سیتانیوں اور ہزال دونوں کو اپنے ساتھ مصروف جنگ رکھ لیتا مجھے امید ہے کہ میں بہت جلد بابل شہر میں داخل ہو جاؤں گا اور قبضہ کروں گا۔ بابل شہر کو فتح کرنے کے بعد میں تیز رفتار قاصد اپنے مرکزی شہر خوشنشاہ کی طرف روانہ کروں گا اور اپنے بادشاہ ستولیش کو بابل کو فتح کی خبر پہنچاؤں گا۔ ساتھ ہی اُس سے یہ بھی التماس کروں گا کہ ایک اور لشکر سنوش کی مدد کے لیے سیتانیوں کی سرحدوں کی طرف روانہ کر دے تا جس طرح ہم نے کاسیوں کا مرکزی شہر فتح کر کے اُس پر قبضہ کیا ہے۔ اس طرح سنوش اور دوسرا لشکر سیتانی علاقوں کے اندر ترک تازہ کرتے ہوئے سیتانیوں کے مرکزی شہر اشوکائی پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔“

چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہیں پڑاؤ کر لیا جائے اور رات کے پچھلے حصے میں آدھا لشکر لے کر بابل پر ضرب لگانے کے لیے کوچ کر جائے چنانچہ یہ فیصلہ ہونے بعد گوردور سنوش کے لشکر نے عارضی طور پر وہیں پڑاؤ کر لیا تھا۔

چھوٹی کے دونوں سالار گوردور اور سنوش نے گوبڑی رازداری سے یہ فیصلہ کیا تھا وہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے ایک حصہ سیتانیوں کو اپنے ساتھ مصروف رکھے گا اور دوسرا بابل پر ضرب لگائے گا لیکن اُن کے ارد گرد اُن کے اطراف سیتانیوں کے خبر اور جاسوس بڑی تیزی اور بڑی جانفشانی سے اپنے کام میں مصروف تھے گوردور اور سنوش کے درمیان ہونے والی اکر، منصہ، مندی کو وہ لے اڑے اور اپنا

میں شامل ہوگا جب کہ ہڑال کے لشکر کا جو بیڑا حصہ ہوگا وہ لیان کی کمنداری میں ہوگا۔
بھڑالی دیر تک تم ایسا کرنا کرنا اور لیان دونوں یہاں سے رات کے وقت کوچ کر
کے علاقوں سے جو شاہراہ کی طرف آتی ہے وہاں کسی مناسب جگہ لیان کو اس
حصے کے ساتھ گھاٹ میں بٹھانا اور خود شاہراہ پر سامنے رہنا۔“

”چنانچہ گورد جب اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچے گا تو تم اس کی راہ روکنا۔ یقیناً گورد
ب دیکھے گا کہ اُس کے مقابلے میں چھوٹا سا ایک لشکر ہے جسے وہ انھوں کے اندر زیر
کر کے آگے بڑھ سکتا ہے تو پھر وہ تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا لیکن جب
وہ لشکر ٹکرائیں گے تو لیان اپنی گھات سے نکل کر گورد پر حملہ آور ہو جائے گا اور مجھے
یہ یقین ہے کہ لیان کے اس طرح گھات سے نکل کر گورد پر حملہ آور ہونے سے نہ
رف یہ کہ گورد کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو جائے گی بلکہ گورد شکست اٹھا کر
پس بھاگنے کو ہی اپنے لیے عافیت خیال کرے گا۔“

”جہاں تک ہمارے لشکر کے باقی دو حصوں کا تعلق ہے تو ان دو میں ایک حصہ
فری کمنداری میں دوسرا میرے بیٹے مولک کی کمنداری میں رہے گا ہڑال میرے بھائی
ب تم اور لیان یہاں سے کوچ کر جائے گا تو تمہارے جانے کے ٹھوڑی دیر بعد ہم اپنے
لوگوں کے ذریعے یہ خبریں پھیلادیں گے کہ بھڑالی کے لشکر پر اچانک حملہ آور ہونے
لے لیے سیستانوں کا سالار طہاش اپنے کچھ سالاروں کے ساتھ ہمیں کم نام گھات میں
اُگھیا ہے اور کسی مناسب موقع پر نکل کر وہ بھڑالیوں پر ایسی ضرب لگائے گا کہ بھڑالیوں کی
ہست اور اپنی کامیابی کو یقینی بنادے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد طہاش زکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا

”چنانچہ جب یہ خبریں بھڑالیوں تک پہنچیں گی تو یاد رکھنا کیونکہ سنوٹھ کو لشکر کے ایک
حصے کے ساتھ ہمارے علاقوں کی طرف بڑھنے کے لیے مقرر کیا ہوا ہے یہ خبریں سن کر
وہ محتاط ہو جائے گا اور اس کی ہمارے علاقوں کی طرف بڑھنے کی رفتار بہت سست ہو
ئے گی۔ وہ کوشش کرے گا کہ چھوٹک چھوٹک قدم رکھے تاکہ طہاش اور اس کا بیٹا
اُگھیا جو گھات میں چلے گئے ہیں کہیں اچانک نکل کر اُس کے لشکر کے لیے موت کا
نہ نہ بن جائیں جب وہ چھوٹک چھوٹک قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھے گا تو یقیناً

”طہاش میرے بھائی لگتا ہے اس گورد اور سنوٹھ نے ماضی میں لیان کے باپ
سیاس کے ہاتھوں اپنی لگاؤ تار کا کی اور شکستوں کو فراموش کر دیا ہے۔ بہر حال انھوں
نے اگر ایسا کیا ہے تو وہ شکستیں ہم انہیں ایسی یاد دلانیں گے کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے
اگر گورد اور سنوٹھ نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے
آدھا اس طرف آئے اور اس طرف آئے والا ہمیں جنگ میں مصروف رکھے اور دوسرا
آدھا بائیں کی طرف جائے گا اور وہاں سے مزید ملک طلب کرے گا لیکن کائنات کے
مالک نے چاہا تو ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔“
یہاں تک کہنے کے بعد ہڑال جب خاموش ہوا تب طہاش بولا اور ہڑال کی طرف
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہڑال میرے بھائی اس موقع پر میرے ذہن میں ایک تدبیر اور منصوبہ بندی
ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر ہم اُس پر عمل کریں تو بھڑالیوں کے دونوں لشکروں کو ہم تار کا کی
کا منہ دکھا کر انہیں واپس جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔“
ہڑال نے مسکراتے ہوئے طہاش کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”طہاش میرے بھائی اگر ایسی کوئی منصوبہ بندی اور تدبیر تمہارے ذہن میں ہے
تو پھر فی الفور کہو اس سے بہتر معاملہ اور کیا ہو سکتا ہے۔“
جواب میں طہاش مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”جیسا کہ مجھوں نے بتایا ہے گورد ایک لشکر لے کر بائیں کا رخ کرے گا سنوٹھ
ہماری طرف آئے اور ہمیں جنگ میں مصروف رکھے گا۔ ہمارے خلاف جارحیت اختیار
نہیں کرے گا صرف ہمیں مصروف رکھے گا تاکہ ہم بائیں کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں اور اپنی
دیر تک گورد بائیں پر حملہ آور ہو کر بائیں پر قبضہ کرے میرے بھائی گورد اور سنوٹھ کی اس
منصوبہ بندی کو نام کام بنانے کے لیے ایسا کرتے ہیں کہ ہم بھی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم
کرتے ہیں۔ ہڑال جو لشکر تم لے کر آئے ہو پورے کا پورا تمہاری کمنداری میں رہے
گا۔ جو لشکر ہم لے کر آئے ہیں اُس کے تین حصے کیے جائیں گے ان تین حصوں میں
سے دو میرے پاس رہیں گے ایک حصہ لیان کی کمنداری میں رہے گا اب اس
آگے ہم نے کیا کرتا ہے؟ اور غور سے سننا۔“

”جو حصہ میرے پاس رہے گا اُس میں ایک سالار کی حیثیت سے میرا بیٹا مولک

اُسے ہماری سرحدوں تک پہنچنے میں کچھ وقت لگے گا ہزال اتنی دیر تک تم اور لیوان کا کام کی تکمیل کر لینا۔

گودور جب لشکر کا ایک حصہ لے کر باہل کا رخ کرے گا تو تم باہل کی طرف جانے والی شاہراہ پر گودور کی راہ روکنا جب سامنے کی طرف سے تم اور ایک پہلو کی طرف سے لیوان حملہ آور ہو جائے گا تو گودور کے پاس بھی شکست تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہے گا۔ بس میرے بھائی جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا یہی کچھ ہے اگر اس میں اس میں سے کوئی کمی نکالنا چاہتا ہے یا اضافہ کرتا چاہتا ہے تو ایسا کرنے سے یقیناً ہم بہت عمدہ فیصلہ کر سکیں گے۔“

ہزال، طباش، لیوان اور مولک کچھ دیر خاموش رہ کر باقی سالاروں کے رویوں کا انتظار کرتے رہے جب کوئی نہ بولا تب ہزال خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
”طباش یہ جو سارے سالار خاموش ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ سب تمہاری تجویز اور منصوبہ بندی کو پسند کرتے ہیں لہذا آخری فیصلہ یہ ہے کہ آنے والی شب گہری ہو جائے گی تو میں اور لیوان اپنے لشکریوں کو لے کر یہاں سے بڑی برق رفتاری کے ساتھ اُس شاہراہ کی طرف پیش قدمی کریں گے جو شاہراہ ہٹیوں کے علاقے باہل کی طرف جاتی ہے اور مجھے امید ہے کہ جو منصوبہ بندی تم نے کی ہے اُس منصوبہ بندی کے تحت میں اور لیوان ہٹیوں کے تجربہ کار سالار گودور کو شکست دے کر مار بیٹھاں گا میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اتنی دیر تک تم دشمن کو کچھ دیتے رہنا اُن کے سامنے نہ آنا اور اُدھر اُدھر گھاتات ہی لگائے رکھنا تاکہ ہٹیوں کا دوسرا سالار سنوش جو تمہاری طرف بڑھ گا وہ ابھیں ہی میں جتا رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اتنی دیر تک گودور سے بچنے کے بعد میں اور لیوان بھی اپنے لشکر کو لے کر تمہارے پاس آ جائیں گے۔ اس طرح جب ہم سب مل کر سنوش پر ضرب لگائیں گے تو سنوش اپنے آپ کو ایسے محسوس کر رہا ہوگا جیسے اُسے سائب سنوگھ گیا ہو۔“

چنانچہ اُس فیصلے پر سب نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ آنے والی شب کو ہزال اور لیوان اپنے اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے روانہ ہوئے اور پھر رات کی گہری تاریکی میں بڑی تیزی اور برق رفتاری سے ہن کی طرف جانے والی شاہراہ کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے جب کہ طباش اور اس کے بیٹے مولک نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ اسی

خبر ہٹ کر ایک مناسب جگہ اپنا پراڈ قائم کر لیا تھا ساتھ ہی چاروں سمت اپنے مجبوروں کے ذریعے یہ خبریں بھی پھیلا دی گئی تھیں کہ ہٹیوں کی راہ روکنے کے لیے سیتانیوں کا تجربہ کار سالار طباش کسی مناسب جگہ گھات لگا چکا ہے اور جو بھی اتنی اُس کے قریب نہیں گئے طباش اُن پر حملہ آور ہو کر اُن کی تباہی کا باعث بن جائے گا۔

اب صورت حال یہ سامنے آئی کہ گودور لشکر کا ایک حصہ لے کر باہل کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہولیا تھا جب کہ دوسرا سالار سنوش لشکر کے دوسرے آدھے حصے کو لے کر سیتانیوں کی سرحدوں کی طرف بڑھا تھا۔ اس کی پیش قدمی کی رفتار سستی تھی اس لیے کہ اُن علاقوں میں سیتانی جاسوسوں نے جگہ جگہ یہ خبریں پھیلا دی تھیں کہ طباش اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں جا چکا ہے اور اچانک کہیں سے نکل کر ہٹیوں پر حملہ آور ہوگا اور اپنی فتح کو یقینی بنائے گا طباش چونکہ ماضی میں سیاسی کے ساتھ کام کرتا رہا تھا اور اُن دونوں نے مل کر کئی مواقع پر ہٹیوں کو بدترقی دینے میں ہمیشہ سنوش پر طباش کا خوف بھی طاری تھا کہ کہیں وہ اچانک نکل کر اُس کے لشکر کے کسی پہلو یا پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر اُن کی طرف ساری منصوبہ بندی کو خراب نہ کر دے لہذا اُس کے آگے بڑھنے کی رفتار بڑی سست رکھی تھی۔

دوسری طرف گودور اپنے لشکر کے ساتھ آدھی اور طوفان کی طرح باہل کی طرف جانے والی شاہراہ کے فاصلوں کو سمیٹ رہا تھا کہ ایک جگہ اچانک اس نے اپنے لشکر کو روکنے کا اشارہ دیا اور اس کا یہ اشارہ پاتے ہی پورا لشکر اُس کے پیچھے رک گیا تھا اس لیے کہ سامنے ہزال اپنے لشکر کے ساتھ اُن کی راہ روکنے کھڑا تھا۔

گودور کے لیے کو یہ صورت حال نئی تھی۔ اس لیے کہ گودور تو یہاں نہیں کر رہا تھا کہ ہزال، طباش، اس کا بیٹا مولک اور لیوان سب متحدہ لشکر کے ساتھ سیتانی سرحد پر پڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ سنوش انہیں اپنے ساتھ جنگ میں مصروف رکھنے کا کٹھواڑ کو طویل دیتا رہے گا اور اس دوران گودور باہل کو فتح کر کے اُس پر قابض ہو جائے لیکن جب گودور نے دیکھا کہ ایک لشکر اس کی راہ روکنے کھڑا ہوا ہے اور جب اُسے یہ خبر ہوئی کہ جس لشکر نے اس کی راہ روکی ہے وہ لشکر کاسیوں کا ہے اور اس کی کمانداری کا ہی حکمرانوں کا باہلی سپہ سالار ہزال کر رہا ہے تو گودور نے پہلے تو کچھ سوچا۔ اس لیے کہ ہزال کا نام بھی دشمنوں کے لیے دہشت کا نشان تھا لیکن گودور نے جب داند لگایا کہ جس لشکر کے ساتھ ہزال

میں داخل ہوگا۔ اس طرح بابل کو فتح کرنا اس کے لیے مشکل نہیں رہے گا۔ گویا بابل سے باہر بابل کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہزال سے ٹکرا کر گورد ایک طرح سے خوش تھا کہ اسے آسانی سے بابل کو فتح کرنے کا موقع مل جائے گا لیکن اب جو اس کے پہلو پر لیحان حملہ آور ہوا تب اس کے سارے ارادے بدلنے لگے۔ پہلے تو وہ بڑھ چڑھ کر آگے حملہ آور ہو رہا تھا لیکن اب اس کے لشکر کا پہلو پسپے لگ گیا لیحان نے حملہ آور ہو کر اپنی پہلی ہی ضرب میں اس گنت ہتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اس طرح جس پہلو پر لیحان حملہ آور ہو رہا تھا اس پہلو میں اس نے افزائش اور ایک پہل اور بدلتی کامیابیوں پر بڑھ کر رکھ دیا تھا۔ گورد نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح اپنے لشکر کو سنبھالا دے اور اپنے سامنے ہزال کو مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ پہلو پر حملہ آور ہونے والے لشکر پر بری ضرب لگائے لیکن تھوڑی دیر تک اس کے لشکر ہی جی چھوڑنے لگے اس لیے کہ اس کے لشکر کے اندر یہ انوہ پھیل گئی کہ اس کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہونے والا لیحان نام کا سالار ہے جو سیناتینوں کے نامور سالار سیاست کا بیٹا ہے۔

سیاس کا نام ہی ہتھیوں کے لیے خوف اور وحشت کا نشان تھا۔ چنانچہ جب انہیں پتا چلا کہ سیاست کے بیٹے لیحان کا بھی حملہ آور ہونے کا انداز اپنے باپ کا سا ہے اور اس نے ہتھیوں کے لشکر کے ایک پہلو کو کاٹ کر رکھ دیا ہے تب ہتھیوں کی حالت بڑی تیزی سے بدلتی ہوئی اداس شعلوں، شب تاجر کے زہر، حوصلہ شکنی کے سیلاب، ذلت اور رسوائی کی خوفناکی اور سنگینی مناسک شب سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

جب جنگ تھوڑی دیر مزید جاری رہی تب ہی گورد نے اندازہ لگالیا کہ اب اس کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونا شروع ہو گئی ہے پہلو کی طرف سے لیحان کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے سامنے کی طرف سے ہزال نے اپنے حملوں میں مزید شدت پیدا کر دی ہے اور اب اس نے ہتھیوں کی انہی صفوں کا صفایا کر کے ان کے لشکر کے مرکزی حصے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ دوسری طرف یہی حالت لیحان کی بھی تھی وہ ہتھیوں کے پہلو پر حملہ آور ہوا تھا پہلو کی کئی صفوں کو سینے کے بعد وہ بھی ہزال کی طرف ہتھیوں کے وسطی حصے کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا تھا۔

یہ صورت حال گورد کے لئے ناقابل برداشت تھی لہذا گورد نے شکست قبول کی اور

نے اس کی راہ روکی ہے تعداد کے لحاظ سے گورد کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ گورد کو کسی حد تک اطمینان ہوا۔ چنانچہ اس نے وقت ضائع کیے بغیر ہزال کو اپنے راہ سے ہٹا کر دوبارہ اسی رفتار سے بابل کی طرف پیش قدمی کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکر کو استوار کیا مصلیٰ درست کیس پھر آگے بڑھا اس کے بعد وہ خوابوں کے عذاب میں مرگ کا پیغام دے دینے غیر مرئی جذبوں اور رات کے سکوت میں چنگاریوں کی طرح بجڑک اٹھنے والے آگ و دھن کے پیغام کی طرح ہزال کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

دوسری طرف ہزال نے بھی گورد سے جذبوں کا اظہار کیا اور وہ بھی شب کی آوازوں، ساعتوں میں سلامتی کے گوشوں کو خون آلود کر دینے والے کرب خیز غذاؤں، صبر، لوث لینے والے شورا انگیز نعروں کی گونج کی طرح ہتھیوں پر حملہ ہوا تھا۔

یوں بابل کی طرف جانے والی شاہراہ پر دونوں لشکر ایک دوسرے پر سیلاب ریلیوں، شوق کے ہجوم، ایک اور مستی کی آتشیں برسات کی طرح حملہ آور ہونے لگے۔ تیر اور اس ٹکڑے کے نتیجے میں بڑے بڑے حرب آزما اور جنگجو عناصر اپنی روح اور جسم کی تفریق کا شکار ہونے لگے تھے۔ بڑے بڑے آتشیں انقلاب سے بیخ کن خوفناک حربوں کے سامنے سرنگوں ہونے لگے تھے۔

جس وقت گورد اور ہزال ایک دوسرے سے بری طرح ٹکرا رہے تھے اچانک پشت کی جانب سے لیحان اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا چنانچہ اس نے ہتھیوں کے لشکر کے ایک پہلو پر کمانوں کا مزاج بدلنے، آگاہی کا ہر نشان مٹانے، وحشی جنگجو عناصر اور نعرہ و صوت کو طوفانوں کے سایوں میں تبدیل کرتے صحر کی دہکنی آگ کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

گورد جو اس سے پہلے ہزال پر بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہا تھا اور یہ اُمید لگا، بیضا تھا کہ ہزال زیادہ دیر تک اس کا سامنا نہیں کر پائے گا، شکست اٹھائے گا اور بابل کی طرف بھاگ کھڑا ہوگا لہذا گورد یہ سوچے ہوئے تھا کہ جب شکست اٹھانے کے بعد ہزال اس کے آگے آگے بابل کی طرف بھاگے گا تو وہ پوری شدت کے ساتھ سامنے کی طرح ہزال اور اس کے لشکر کا تعاقب کرے گا۔ اس نے یہ بھی سوچ رکھا تھا کہ جب ہزال بابل شہر میں داخل ہوگا تو اس کے پیچھے پیچھے گورد بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ

ہوئی تھیں جس کی بناء پر وہ بد دل ہو گیا شکست اور ہسپائی قبول کر کے پیچھے ہٹا اس کے پیچھے ہٹنے کے عمل کے دوران بھی ہڑال اور لیمان نے اس پر ضرب لگائی اور رسد کی صورت میں گورد جو کچھ اپنے ساتھ لے کر گیا تھا اس سارے سامان پر ہڑال اور لیمان نے قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ دونوں سالار گورد کے لشکر کے سارے رسد کے سامان اور اپنے لشکر کو لے کر سیرستانی سرحدوں کے اس طرف چلے گئے ہیں جہاں طباش اور اس کا بیٹا مولک ہم سے ٹکرائے کے لئے بڑی مستعدی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔“

یہ انکشاف سنوٹھ کے لئے یقیناً حوصلہ شکن تھا چنانچہ آگے بڑھنا اس نے بند کر دیا اپنے لشکر کو روک دیا اور پھر جس قدر اس کے ماتحت سالار تھے اس کے ساتھ اس سلسلے میں اس نے مشورہ کیا۔ سب نے یہی رائے دی کہ ان حالات میں ہمیں سیرستانیوں کے سرحدی علاقے کی طرف نہیں بڑھنا چاہیے اس لیے کہ جب تک ہم اس جگہ پہنچتے ہیں جہاں طباش ہے اس وقت تک ہڑال اور لیمان بھی اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچ جائیں گے اور یوں انہوں نے جس طرح گورد کو شکست دی ہے اس طرح وہ اسے بھی شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ سوچتے ہوئے سنوٹھ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تیز رفتار قاصد گورد کی طرف بھجوائے اور اسے یہ پیغام دیا کہ وہ باہل کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہی رک جائے ساتھ ہی اس نے یہ بھی پیغام دیا کہ وہ خود بھی لشکر لے کر اس کے پاس آ رہا ہے چنانچہ سنوٹھ پیچھے ہٹا اور اپنے لشکر کے ساتھ ہی تیزی سے اس سمت بڑھا جہاں اس کے جاسوسوں کے مطابق گورد اپنے بیچے کے لشکر کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔

حتیوں کا بادشاہ متوشلیش ایک روز اپنے مرکزی شہر خوشاش میں اس میدان سے باہر جس میں نے لشکریوں کو تربیت دی تھی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ اس کے دونوں بیٹے کاک اور لوزبان کے علاوہ کچھ سالار بھی وہاں موجود تھے۔ یہاں تک کہ کچھ مجبر اس کے پاس پہنچے متوشلیش انہیں پہچان گیا ان کے آنے پر وہ کسی قدر کرمند ہوا جو نبی وہ گھوڑوں سے اتر کر قریب آئے اسے تعظیم دی متوشلیش نے فوراً انہیں مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

”کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟“

اس پر آنے والوں میں سے ایک متوشلیش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک ہم کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آئے انفسوس کا مقام ہے کہ ہمارے لشکر کو

بیچے کچھ لشکر کو لے بھاگ کھڑا ہوا۔ ہڑال اور لیمان نے کچھ دور تک اس کا تعاقب کیا خوراک اور دوسری اشیاء کے ذخائر جو گورد نے لے کر جا رہا تھا سب پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد ہاتھ آئے والی ہر چیز کو سمیٹتے ہوئے ہڑال اور لیمان دونوں سیرستانیوں کے سرحدی علاقوں کی طرف روانہ ہوئے تھے جہاں طباش اور اس کے بیٹے مولک نے قیام کر رکھا تھا اس سلسلے میں سیرستانی طلائی گرہن کی رہنمائی کر رہے تھے۔

ادھر حتیوں کا دوسرا سالار سنوٹھ بڑا چھوک چھوک کر قدم رکھ رہا تھا اور بڑی آہستگی اور احتیاط کے ساتھ سیرستانیوں کی سرحدوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اسے اس کے مجبور نے یہ اطلاع دی کہ گورد کو ایک لشکر نے شکست دی ہے اور گورد پیچھے ہٹ گیا ہے جو خبر خبر لے کر آئے تھے۔ ان کے یہ الفاظ سن کر کچھ دیر تک سنوٹھ ان کی اطلاع پر اعتبار ہی نہیں آیا پھر فوراً اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! گورد کو آخر شکست دینے والا کون ہے جب کہ سیرستانیوں کا سپہ سالار طباش اور باہل کے کاسیوں کا سپہ سالار دونوں ہی سیرستانیوں کی سرحدوں پر ہیں جب کہ سیاسی کامیابیوں اور خود طباش کا بیٹا مولک بھی ان کے ساتھ ہیں پھر یہی قوت کون سی ابھر آئی ہے جس نے ہمارے گورد جیسے اعلیٰ پاک کے سپہ سالار کو شکست دے دی ہے اور پیچھے ہٹنے لگا، شکست قبول کرنے اور پھر بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔“

سنوٹھ کے ان الفاظ کے جواب میں آنے والے مجبوروں میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

”بات یہ ہے کہ سیرستانیوں اور کاسیوں نے ہمیں دھوکے اور فریب میں رکھا ہے۔ دراصل ہڑال اور سیرستانیوں کے مرنے والے سیاسی کے بیٹے لیمان نے یہ سارا کام خراب کیا ہے۔ گورد اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور بڑی رفتاری کے ساتھ باہل کا رخ کیے ہوئے تھا کہ ایک جگہ شاہراہ پر کاسیوں کے سالار ہڑال نے اس کی راہ روک دی دونوں میں ٹکراؤ شروع ہو گیا اسی ٹکراؤ کے دوران ایک طرف سے لیمان ایک لشکر لے کر ایک حصے کے ساتھ نمودار ہو کر ہمارے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہو گیا اس طرح سامنے سے ہڑال اور پہلو سے لیمان کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے گورد زیادہ دیر تک دشمن سے لڑا کہ وہ برداشت نہ کر سکا اور اس نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ اس کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو رہی تھی ساتھ ہی میدان جنگ کے اندر رسائی اڑھیں حتیوں ہی کی بڑی

کاؤک اور لوزمان پر ڈالی پھر انہیں مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے بچو! ایک خاصا بڑا لشکر تیار کر کے گودر اور سنوش کی طرف روانہ کرو۔ ساتھ ہی ایک پیغام میں میری ناپسندیدگی اور ناراضگی کا بھی اظہار کرو کہ انہوں نے کیوں میری منصوبہ بندی کے خلاف راستے میں اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو مختلف مہموں کا آغاز نہ کر دیا انہیں یہ بھی کہنا کہ اب جو کچھ ہوا سو ہوا اسے فراموش کر دو اور جو میں نیا لشکر بھجوا رہا ہوں اسے اپنے ساتھ ملا کر اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ پہلے سیستانیوں پر چڑھ دوڑو اور انہیں یہ بھی پیغام دینا کہ اگر تم ایسا کرتے ہو تو فتح مندی تمہاری ہوگی اور اگر تم سیستانیوں کو فتح کر کے ان کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیتے ہو اس کے بعد بابل کا رخ کرتے ہو تو پھر بابل والے زیادہ دیر تک تمہارے سامنے اپنا دفاع نہ کر سکیں گے اور اس طرح سیستانیوں کے بعد کاسیوں کی سلطنت بھی ہماری حکومت کا ایک حصہ ہو جائے گی۔“

اس طرح اپنے باپ کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے موٹھلیش کے دونوں بیٹے ایک خاصا بڑا لشکر تیار کرنے لگے تاکہ اسے گودر اور سنوش کی مدد کے لیے روانہ کیا جائے اور وہ دونوں مل کر سیستانی اور کاسیوں کے علاقوں پر قبضہ کر لیں۔ اسی دوران لشکر کو چھوٹے سالاروں کے حوالے کر کے گودر اور سنوش صلاح مشورے کے لئے اپنے مرکزی شہر پہنچ گئے تھے۔



شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔“ آنے والے اس خبر کے ان الفاظ پر موٹھلیش چونکا ہوا اس کے دونوں بیٹے کاؤک اور لوزمان بھی پریشان ہوئے تھے۔ جب کہ وہاں انہیں ہونے سارے سالاروں کے منہ بھی لٹک گئے تھے یہاں تک کہ موٹھلیش نے نفی اور غصے میں پوچھا۔

”کھل کر کہو کیا معاملہ ہے؟“

اس پر آنے والے اس خبر نے راستے میں گودر کے لشکر کو روکنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے سنوش کو سیستانیوں کی طرف بھیجنے اور گودر کے خود بابل کی طرف جانے کی ساری منصوبہ بندی سے آگاہ کرنے کے ساتھ یہ تفصیل بھی کہہ دی تھی کہ کس طرح کاسیوں کو کاسیوں کے سالار ہزال اور سیستانیوں کے لیوان کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور گودر اپنے بچے کے لشکر کو لے کر پیچھے بھاگا اور اب یہ کہ سنوش سیستانیوں کے سرحدی علاقوں کی طرف بڑھ رہا تھا وہ بھی پلٹ کر گودر سے جا ملا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ خبر جب رکا تب بے پناہ غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے موٹھلیش بول اٹھا۔

”یہ گودر اور سنوش دونوں نے کیا حماقت کی، میں نے تو انہیں حکم دیا تھا کہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ متحد ہو کر پہلے سیستانیوں کے علاقوں کا رخ کرو انہیں شکست دے کر ان کے علاقوں کو نیست و نابود کر کے قبضہ کر لو اس کے بعد فتح کے گت گاتے ہوئے بابل کی طرف بڑھو اور بابل کو بھی فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لو۔ انہوں نے یہ ایسا حماقت کی کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا سنوش آدھے لشکر کو لے کر سیستانیوں کی سرحدوں کی طرف بڑھا جب کہ گودر نے اپنے حصے کے ساتھ بابل کا رخ کیا۔ اس طرح گویا ان دونوں نے اپنے لشکر کو تقسیم کر کے اپنے لشکر کو کمزور اور ناتواں بنا کر رکھ دیا اگر وہ اکٹھے رہتے تو یقیناً سیستانیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں بدترین شکست دیتے اور ان کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع ہو جاتے بہر حال تفصیل کہو کہ گودر سے کون کون نکرایا اور کیسے اسے شکست ہوئی۔“

جواب میں اس خبر نے سامنے کی طرف سے ہزال اور پہلو کی طرف سے لیوان کے حملہ آور ہونے کی تفصیل کہہ دی تھی جسے سن کر موٹھلیش کچھ دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک گہری نگاہ اس نے اپنے قریب بیٹھے اپنے دونوں بیٹوں

کی چیزوں کے طلب گار بنے ہو اور اس طرح خدا کی نعمتوں کی ناشکری کا ارتکاب اور اس کے احسانات کی ناشکری کر کے کفرانِ نعمت کرتے ہو پس اگر واقعی تم کو یہ نعمتیں نہیں بھائیں اور جن چیزوں کا تم نام لے رہے ہو ان ہی کے لئے اصرار کرتے ہو تو وہ کہیں سے مل سکتی ہیں۔

موسیٰ کا یہ جواب سن کر بنی اسرائیل خاموش ہو رہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کی ہدایت کے سامان کی ابتداء شروع ہوئی وہ اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام سے خداوند قدوس نے وعدہ کیا تھا کہ جب بنی اسرائیل مصری حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو تم کو شریعت دی جائے گی۔ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ خدا کا وعدہ پورا ہو۔ اس لیے حضرت موسیٰ وحی الہی کے اشارے سے جبلِ سینا پر پہنچے اور وہاں عبادت الہی کے لئے اعتکاف کیا اس اعتکاف کی مدت ایک مہینہ تھی مگر بعد میں دن بڑھا کر اعتکاف کی مدت چالیس دن کر دی گئی۔ اس کی تفصیل مونیٹن اور مفرین کچھ اس طرح لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کا ایک ماہ کا اعتکاف ختم ہوا ایک تو انہوں نے خداوند قدوس سے ہم کلامی کی تیاری شروع کی کیونکہ مسلسل ایک ماہ روزے ہی میں بسر کیا تھا اس لیے منہ میں بساند محسوس کرتے تھے انہوں نے پسند نہ کیا کہ خدا واحد برتر سے اسی حالت میں ہم کلام ہوں لہذا انہوں نے ایک خوشبودار بوٹی کو چنایا۔

اس موقع پر فروری ہی ان پر وحی کا نزول ہوا اور خداوند قدوس نے نوکا اور موسیٰ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”اے موسیٰ تم نے روزہ کیوں اظہار کیا؟“ موسیٰ علیہ السلام نے اس کی وجہ بیان کر دی تب خداوند قدوس کی طرف سے حکم ہوا۔

”موسیٰ علیہ السلام اس مدت کو جس دن بڑھا کر چالیس دن کر دو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے ہاں ایک روزہ دار کے منہ کی بساند بھی مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے۔“

چنانچہ آپ نے چالیس دن کا اعتکاف پورا کیا اور اعتکاف پر بیٹھنے سے قبل اور جبلِ سینا پر جانے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون کو اپنا چاشنیق بنایا تھا تاکہ وہ ان کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل کو راہِ حق پر قائم رکھیں اور ہر معاملہ میں ان کی نگرانی کریں۔

چنانچہ چالیس دن کا اعتکاف کرنے کے لئے جب جبلِ سینا پر موسیٰ علیہ السلام پہنچے

بنی اسرائیل کو وادیِ سینا میں ہر وہ چیز خداوند قدوس کی طرف سے مہیا کی گئی جس کا انہوں نے مطالبہ کیا۔ ان کے لئے پانی کا بہترین اور دافرا اہتمام لیا گیا اور مونیٹن لکھتے ہیں کہ پانی کے وہ چشمے جن کا ذکر بنی اسرائیل کے واقعات میں آتا ہے بحرِ بحر کے شرقی بیابان میں سوئز سے زیادہ دور نہیں ہیں اور اب بھی عیون، دینی علیہ السلام کے نام سے مشہور ہیں ان چشموں کا پانی اب کافی حد تک سوکھ گیا ہے اور بعض کے آثار بھی قریب قریب معدوم ہو گئے ہیں اور کہیں کہیں ان چشموں پر کھجوروں کے باغات نظر آتے ہیں۔

بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طفیل بنی اسرائیل پر خداوند قدوس نے احسانات کی مسلسل بارش ہوتی رہی اور یتیم کو درس کی غلامی سے ان کے عزائم کی پستی اور اخلاقی کمزوری اور ہمت و شجاعت کے فقدان نے ان پر جو ایک مستقل مایوسی اور ناامیدی طاری کر دی تھی، ان خدا کے نشانات نے بڑی حد تک ان کی ذہان سر بندھا نے رکھی مگر عجیب فطرتِ قوم کا اس پر بھی کافی اثر نہ ہوا اور انہوں نے اپنی بھوک مٹانے کا ایک نیا مظاہرہ کر دیا۔

چنانچہ بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگ ایک دن سب جمع ہو کر کہنے لگے۔

”اے موسیٰ! ہم روز ایک غذا کھاتے رہنے سے گھبرا گئے ہیں۔ ہم کو اس سن و سلوئی کی اب ضرورت نہیں ہے۔ اپنے خدا سے دعا کر کہ وہ ہمارے لئے زمین سے کھیر، انگوری، مسور، لہسن، پیاز بھی چیزیں اگائے تاکہ ہم خوب کھائیں۔“

بنی اسرائیل کے ان سرکردہ لوگوں کے اس مطالبے پر موسیٰ علیہ السلام کو بڑا غصہ اور غصہ آیا فرما نے لگے۔

”تم کہتی کس قدر اہق ہو کہ ایک عمدہ اور بہترین غذا کو چھوڑ کر معمولی اور گونا گونا

خداوند قدس موسیٰ سے ہم کلام ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔
 ”اے میرے خدا تو نے مجھ کو لذتِ مع سے نوازا ہے تو پھر لذتِ مشاہدہ سے
 کیوں محروم رکھا ہے اس سے بھی سرفراز فرما۔“

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی اس فرمائش کے جواب میں جواب ملا۔
 ”موسیٰ تم مشاہدہ ذات کی تاب نہ لا سکو گے۔ اچھا دیکھو ہم اپنی ذات کی بجلی کا
 ظہور پہاڑ پر کریں گے اگر اس بجلی کو برداشت کیا تو پھر تم سے سوال کرنا۔“ اس کے بعد ظہور
 پر خداوند قدس کی بجلی نے ظہور کیا تو پہاڑ کا وہ حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
 بھی اس نظارے کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے اور گر پڑے۔

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو انہوں نے خدائے برتر کی حمد و ثناء کی اور اپنے
 سوال سے رجوع کیا اور کہا۔

”میں اقرار کرتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں کہ تیرے جمال کی بجلی عرفان کے نمودن
 میں کوئی حق نہیں۔ نقصان صرف میری ہستی کے مجروح و تباہی کا ہے چنانچہ اس اعتکاف
 کے بعد کو ہستان طور پر موسیٰ کو تورات عطا کی گئی ساتھ ہی خداوند قدس کی طرف سے
 حکم ہوا کہ اس پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اپنی قوم سے کہنا کہ وہ بھی ان احکام پر اسی
 طرح عمل کریں جو عملِ نیک جس قدر زیادہ قرب الہی کا سبب بنیں اس کو دوسرے اعمال
 پر ترجیح دیں یہ بھی حکم ہوا کہ خداوند قدس نے اس کتاب میں تمہارے لئے دینی اور
 دنیاوی فلاح کی تمام تفصیلات بیان کر دی ہیں اور حلال حرام اور محسن و مصائب غرض
 تمام اوسر و ادنیٰ کو کھل کر بیان کر دیا ہے اور یہی میری شریعت ہے۔“

اس موقع پر نزولِ تورات کے سلسلے میں مفسرین اور مورخین دو گروہوں میں بٹ
 جاتے ہیں کچھ کہتے ہیں کہ اس واقعہ میں جن احکامات کا نزول ہوا وہ تورات تھی جب کہ
 نصرانی صاحبِ علم اور ان کی جماعت کہتی ہے کہ اس سے مراد وہ دس احکامات ہیں جو
 مذہبِ موسوی میں شریعت یا احکامِ عہد کے نام سے موسوم ہیں یعنی خدا کے سوا کسی کی
 عبادت نہ کرو، زنا نہ کرو، چوری نہ کرو، وغیرہ لیکن کچھ مفسرین مورخین کہتے ہیں کہ یہ
 دوسرا خیال قرآن اور تورات دونوں کی شہادت سے غلط ہے اور قولِ اول ہی صحیح اور
 درست ہے اس لیے کہ قرآن عزیز نے سورہ بقرہ میں حضرت موسیٰ کے اعتکاف کا ذکر
 کرتے ہوئے جب نزولِ احکامات کا تذکرہ کیا ہے تو اس کو کتاب اور فرقان کہا ہے اور

یہ دونوں صفات قرآن عزیز میں تورات کے لئے بولی گئی ہیں تاکہ دس احکام شریعت
 کے لئے بہر حال جبلِ سینا یا جبلِ حورب پر موسیٰ کو جو الواحِ اعتکاف کے بعد دی گئیں وہ
 تورات کی تھیں۔ اس کے علاوہ اگر انگریزی کتبوں کے ترجموں میں لفظ Law اور
 عربی اور اردو کتبوں میں شریعت کو ہی صحیح مان لیا جائے تو پھر یہ لفظ اپنے معنی کی وسعت
 میں تورات پر صادق کرتا ہے اور تورات شریعت اور قانون سب کا مصداق ایک ہی چیز
 ہے۔

بہر حال اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی گئی اور ساتھ یہ بھی بتادیا گیا کہ ہمارا
 قانون یہ ہے کہ جب کوئی قوم ہدایت کو پہنچنے اور اس کی صداقت پر دلائل اور روشن جہت
 آجائے کہ باوجود بھی سمجھ سے کام نہیں لیتی مگر اسی اور باپ دادا کی بری ریت اور رسم
 بھی پر قائم رہتی ہے اور اس پر اصرار کرتی ہے تو پھر ہم بھی اس کو گمراہی میں چھوڑ دیتے
 ہیں اور ہمارے پیغامِ حق میں ان کے لئے کوئی حصہ باقی نہیں رہتا اس لیے کہ انہوں
 نے قبولِ حق کی استعداد اپنے غرور اور اپنی سرکشی کی بدولت ضائع کر دی۔

جس وقت تورات حاصل کرنے کے لئے موسیٰ جبلِ طور یا کوہستان سینا کے اوپر
 تھے تو اسی اثناء میں ایک اور عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جس کو حیرت زدگی کہا جاسکتا
 ہے اور انھوں نے بھی انکس اور جس سے بنی اسرائیل کی ذہنیت اور اخلاق کی پستی سے بے نقاب
 ہو کر سامنے آتی ہے یعنی جبلِ حورب پر موسیٰ پروردگارِ عالم سے راز و نیاز میں مصروف
 تھے اور بنی اسرائیل کے لئے آئینِ الہی یعنی تورات حاصل کرنے میں مشغول تھے اور
 اپنے وادی سینا میں بنی اسرائیل میں سامری کی قیادت میں خود ہی اپنا معبود ایک گٹو
 اہل کے شکل میں منتجب کر کے اس کی پرستش شروع کر دی تھی۔

مورخین اور مفسرین اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام
 جب جبلِ سینا پر تورات لینے کے لئے تشریف لے جانے لگے تو بنی اسرائیل کو مخاطب
 کر کے فرمایا۔

”میرے اعتکاف کی مدت ایک ماہ ہے اور مدت پوری ہونے پر فوراً تمہارے
 پاس پہنچ جاؤں گا۔ میرا بڑا بھائی ہارون تمہارے پاس موجود ہے۔ یہ تمہارے احوال کے
 مگران رہیں گے۔“

مگر کوہستان سینا پر جا کر وہ اعتکاف کی تیس دن کی مدت خداوند قدس کے حکم

”جب تک موسیٰ نہ آ جائے ہم اس سے باز آنے والے نہیں۔“

جب یہ نوبت سامری کی وجہ سے پہنچی تو خداوند قدوس کی مصلحت کا تقاضا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ سے مطلع کر دیں اس لیے خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ سے فرمایا۔ ”موسیٰ تم نے قوم کو چھوڑ کر یہاں آنے میں اس قدر جلدی کیوں کی؟“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔

”خدا یا اس لیے کہ تیرے پاس جلد حاضر ہو کر قوم کے لئے ہدایت حاصل کروں۔“

اس پر خداوند قدوس نے اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ جس کی ہدایت کے لئے تم اس قدر مضطرب ہو رہے تو گنو سالہ پرستی کی گمراہی میں مبتلا ہو چکی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو ان کو سخت رنج ہوا غصے اور ندامت کے ساتھ قوم کی طرف واپس ہونے اور جب دیکھا کہ قوم واقعی گنو سالہ پرستی میں ملوث ہو چکی ہے تب بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”یہ تم نے کیا کیا مجھ سے ایسی کون سے تاخیر ہو گئی تھی کہ تم نے یہ جو آفت برپا کی۔ یہ فرماتے جاتے تھے اور غیض و غضب میں کانپ رہے تھے۔ ہاتھ سے توری کی الواح بھی گر گئیں۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس استفسار پر بنی اسرائیل نے کہا ہمارا کوئی قصور نہیں ہے ہم نے مصریوں سے جو زیورات لئے تھے مصر سے جلدی نکلنے وقت وہ زیورات ہم انہیں واپس نہ کر سکے اپنے ساتھ ہی لے آئے مصریوں کے زیورات کا بوجھ ہم ساتھ لئے پھرتے تھے سامری نے ہم سے مانگ کر یہ گنو سالہ بنالیا اور ہم کو گمراہ کر دیا شرک منصب نبوت کے لئے ایک ناقابل برداشت ہے اس لیے اور نیز اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت گرم مزاج تھے چنانچہ انہوں نے اپنے بھائی ہارون کی گردن پکڑ لی اور داڑھی کی جانب ہاتھ بڑھایا تو حضرت ہارون نے جواب میں فرمایا۔

”میرے بھائی اس سلسلے میں میری مطلق کوئی خطائیں ہے میں نے ان کو ہر چند سمجھا یا مگر انہوں نے کسی طرح نہ مانا اور کہنے لگے۔“

”جب تک موسیٰ علیہ السلام نہ آجائیں ہم تیری بات سننے والے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے مجھ کو کمزور پاکر میرے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو خیال کیا کہ اگر

سے چالیس دن ہو گئی تو اس تاخیر سے ایک شخص یعنی سامری نے فائدہ اٹھایا۔

اس نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی تاخیر سے مضطرب ہو رہے ہیں اس نے کہا کہ اگر تم اپنے وہ تمام زیورات میرے پاس لے آؤ جو تم نے مصریوں سے مستعار لیے تھے اور پھر واپس نہ کر سکے تھے تو میں تمہارے فائدے کی ایک کارروائی کروں گا۔

سامری گو نگار حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا مگر اس کے دل میں لغو و شرک کی نجاست بھری ہوئی تھی پس جب بنی اسرائیل نے تمام سونے کے زیورات اس کے حوالے کر دیئے تو اس نے ان کو بھیجی میں ڈال کر گھا دیا اور اس سے ایک تمثالہ یعنی پتھر سے کاہنم تیار کیا اور اپنے پاس سے ایک مشبہ خاک اس میں ڈال دی۔ اس ترکیب سے گنو سالہ میں آثار حیات پیدا ہو گئے اور وہ پتھر سے کی آواز نکالتے۔ یہ بھائیں بھائیں کرنے لگا۔

یہ کام کرنے کے بعد سامری نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا۔

”اب موسیٰ علیہ السلام سے غلطی اور بھول ہو گئی کہ وہ خدا کی تلاش میں طور پر چلا گیا تھا معبود تو گنو سالہ یعنی پتھر تمہارے پاس ہے۔“

بنی اسرائیل سامری کے اس بیکاؤ سے میں آگئے اس لیے کہ صدیوں تک مصریوں کی غلامی نے بنی اسرائیل میں شرک اندر رسوم کے عقیدہ کو پھیلا دیا تھا اور وہ اسی رنگ میں کافی حد تک رنگے جا چکے تھے اور گنو سالہ پرستی کا قدیم عقیدہ تھا اور ان کے اندر میں اس کو بہت اہمیت حاصل تھی اس لیے ان کے ایک بڑے دیوتا حورس کا منہ گا۔ اس شکل کا تھا اور وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ زمین گائے کے سر پر قائم ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ تمام بت پرست اقوام میں گائے کی تقدیس اور گنو سالہ پرستی مشرق کے عقیدے کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لیے ہندوستان، ایران، عراق، چین اور جاپان کے بت پرستوں میں اس کی اہمیت یکساں نظر آتی ہے چنانچہ سامری نے بنی اسرائیل کو ترغیب دی کہ وہ اس کے بتائے ہوئے گنو سالہ کو اپنا معبود سمجھیں اور اس کی پوجا کریں تو انہوں نے با آسانی اس کو قبول کر لیا۔

حضرت ہارون نے یہ دیکھا تو بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ ایسا نہ کرو یہ تو گمراہی راستہ ہے مگر انہوں نے حضرت ہارون کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے۔

عاطب کر کے فرمایا۔

”پر بختو! یہ معمولی بات بھی نہ سمجھ سکے کہ تمہارا معبود صرف وہی ایک خدا ہے جس کا نہ کوئی سائ بھی ہے نہ کوئی شریک اور وہ ہر شے کا عالم اور دانا ہے۔“

غیر خدا اب کے لوگ عموماً یہ سوال کھڑا کرتے ہیں کہ یہ سامری کون تھا؟ اگر اس کا نام سامرہ کی طرف منسوب ہے تو پھر سامرہ شہر اس وقت آباد نہیں ہوا تھا جس وقت اللہ کے نبی حضرت موسیٰ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا لہذا قرآن کے اس واقعہ میں سامری اس کے ذکر کے کیا معنی۔

چنانچہ صاحب علم لوگ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ سامری سامرہ شہر کی جانب منسوب نہیں ہے اور نہ منسوب ہو سکتا ہے اس سے متعلق صاحب علم لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں سامری سے مقصود سمیری قوم کا فرد ہے کیونکہ جس قوم کو ہم نے سمیری نام سے پکارنا شروع کر دیا ہے عربی میں اس کا نام قدیم سے سامری ہے اور اب بھی عراق کی مرزیتوں میں ان کو اسی نام سے پکارا جاتا ہے چنانچہ قرآن میں جو اسے سامری کہہ کر پکارا گیا ہے تو اس سے صاف واضح ہے کہ یہ نام نہیں ہے اس کی قومیت کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ شخص اسرائیلی نہیں تھا سامری تھا اور اسرائیلیوں میں شامل ہو گا تھا۔ اس سامری کے علاوہ اور بہت سے لوگ تھے جن کا کوئی تعلق بنی اسرائیل سے نہیں تھا لیکن وہ بنی اسرائیل میں شامل ہو گئے تھے لہذا اسرائیلی کہلاتے تھے۔

جہاں تک سامری یا سامریوں کا تعلق ہے تو تین ہزار سال قبل مسیح سے پہلے چلے اور فرات کے دو آبے میں دو مختلف قومیں آباد ہو رہی تھیں اور ایک عظیم الشان تمدن کی بنیاد ڈال رہی تھیں۔ ان میں سے ایک قوم جو جنوب سے آئی تھی وہ عرب تھے اور دوسری جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ شمال سے وارد ہوئی تھی اسے سمیری کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اسی قوم کے نام سے تاریخ قدیم کا شہر سامرہ آباد ہوا جس کا مکمل وقوع اب تل ابیب میں دریافت ہوا ہے اور وہاں سے پانچ ہزار برس پیشتر کے بنے ہوئے زیور اور شہری ظروف تک برآمد ہوئے ہیں۔

اب یہاں ایک اور سوال اٹھتا ہے کہ سمیری قوم کی اصل کیا تھی اس بارے میں اس وقت تک کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جاسکتی لیکن نیا شہر میں اشوریوں کے 666 قبل مسیح کا جو کتب خانہ دریافت ہوا ہے اس میں تختیوں کا ایک مجموعہ لغت کی کتاب کا بھی

ان سے لڑائی کی جائے اور موئین، کالمین اور ان کے درمیان جنگ برپا ہو جائے گا کہیں مجھ پر الزام نہ لگا دیا جائے کہ میرے پیچھے قوم میں تفرقہ ڈال دیا۔ اس لیے میں خاموشی کے ساتھ تیرا منتظر رہا۔ میرے بھائی تو میرے سر کے بال نہ توچ اور نہ داؤھی ہاتھ چلا اس طرح دوسروں کو ہم پر ہینے کا موقع ملے گا۔“

اپنے بھائی ہارون کی یہ معقول دلیل سن کر موسیٰ کا غصہ ان کی جانب سے فرو ہوا یا اور اب سامری کو مخاطب کرتے ہوئے موسیٰ نے کہا شروع کیا۔

”سامری تو نے یہ کیا سامان بنایا ہے؟“ اس پر سامری جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں نے ایسی بات دیکھی جو ان اسرائیلیوں میں سے کسی نے نہیں دیکھی تھی۔ بنی غرق فرعون کے وقت جبرائیل گھوڑے پر سوار اسرائیلیوں اور فرعونوں کے درمیان حائل تھے میں نے دیکھا ان کے گھوڑے کی سم کی خاک میں اڑ جاتی پیدا ہو جاتا ہے اور خشک زمین پر بزرہ اگ آتا ہے تو میں نے حضرت جبرائیل کے گھوڑے کے قدموں کی خاک سے ایک مٹی بھری اور اس خاک کو اس پتھر سے میں ڈال دیا اور اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور یہ بھائیں بھی جانیں کرنے لگا۔“

”سامری کے یہ الفاظ سن کر حضرت موسیٰ نے فرمایا۔

”اچھا اب تیرے لئے دنیا میں یہ سزا تجویز کی جاتی ہے کہ تو پاگوں کی طرح مارا مارا پھرے گا اور جب کوئی انسان تیرے قریب آئے گا تو تو اس سے بھاگتے ہوئے یہ کہے گا۔ دیکھو مجھ کو ہاتھ نہ لگا نا یہ دنیاوی عذاب ہے اور قامت میں ایسے نافرمانوں اور گمراہوں کے لئے جو عذاب مقرر ہے وہ تیرے لئے وعدہ الہی کی صورت میں پورا ہونے والا ہے۔“

”سن سامری! یہ بھی دیکھ کہ تو نے جس گٹھڑی کو معبود بنایا ہے اور جس کی پرستش تو نے شروع کروائی ہے ہم اب بھی اس کو آگ میں ڈال کر خاک کریں گے اور اس خاک کو دریا میں پھینکیں گے تاکہ تجھ کو اور تیرے بیوقوف پیروکاروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ تمہارے معبود کی قدرت و قیامت، طاقت اور ثبوت کا یہ حال ہے کہ وہ دوسروں پر عنایت اور کرم کیا کر تا خود اپنی ذات کو ہلاکت اور تباہی سے نہ بچا سکا۔“

سامری کے لئے یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو

کا حکم دیا گیا۔

پھر ایک طوائف شہدان تیار کرنے کا حکم دیا جس میں چھ شخصیں ہوں۔ ایک طرف ہیں اور دوسری طرف بھی تین رکھی گئیں اس شہدان میں چار پیالے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ پوری بڑی چیز ایک خیر تیار کرنے کا حکم ملا اس کے لئے حکم یہ تھا کہ خیرہ باریک کتان لے آسان قرمز سرخ رنگ کے پردوں کا تیار کیا جائے ہر پردے کا طول اٹھائیس فٹ اور عرض چار ہاتھ ہو یہ پانچوں پردے ایک دوسرے سے اس طرح جوڑ دیئے گئیں کہ ایک ایک طرف ان کے حاشیہ میں آسانی رنگ کے پچاس نیکے ریشی اور اس کے مقابلے میں دوسری طرف گانٹھیں طوائف لگائی جائیں تاکہ ان کے ملانے سے وہ ایک ہی کی صورت اختیار کر جائیں اور اس خیمے کے بالائی حصے کے لئے گیارہ پردے بکریوں کے بالوں کے بنائے جائیں جن کی لمبائی میں ہاتھ چوڑائی چار ہاتھ ہو پانچ پردے ہیں اور چھ ایک میں ملا دیئے جائیں۔

چھٹا پردہ خیمے کے منہ کی طرف رکھا جائے اس میں بھی پچاس نیکے اور پچاس گانٹھیں لگائی جائیں مگر اس کی پچاس گانٹھیں پتیلی کی ہوں۔

اس پورے خیمے کو ڈھانکنے کے لئے بکریوں کی کھال کا ایک بڑا خیرہ بھی تیار کرنے کا حکم دیا گیا پھر ایک پردہ اور باریک کتان کا تیار کرنے کو کہا گیا جو آسانی اور آراغوانی رنگ کا ہو اور شمشاد کے چار ستونوں پر خیمے کے اندر لٹکا دیا جائے پھر اس کے نیچے تابوت شہادت اس پر قبہ شہادت رکھ دیا جائے اور میز پر شہدان کو رکھا جائے یوں اس خیمے کو بنی اسرائیل کے لئے وحی اور عبادت کے لئے مختص کیا گیا۔ گویا یہ بنی اسرائیل کے لئے کعبہ کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کی طرف منہ کر کے بنی اسرائیل خداوند قدوس کی عبادت کرتے تھے۔ نماز پڑھتے تھے اور اس سے تقرب الہی حاصل کرتے تھے اس کی تمام خدمات حکم الہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد کی گئی تھیں۔

جب یہ چیزیں تیار ہو گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہوئے تو بنی اسرائیل ان کے گرد کھڑے ہو جاتے تھے اور ابرہ کا ایک ٹکڑا ان پر نمودار ہوتا تھا بنی اسرائیل یہ دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑتے تھے اور خداوند تعالیٰ اس ابرہ کے ٹکڑے کے لئے بنی اسرائیل کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکامات جاری کرتا تھا اور بنی اسرائیل

ملا ہے جس میں عکادی اور سیری زبان کے ہم معنی الفاظ جمع کیے گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیری زبان کے اصوات عربی حروف کے اصوات سے مختلف نہیں تھے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ بھی دراصل انہی قبائل کے مجموعہ سے کوئی عبیدی تعلق رکھتے ہوں جن کے لئے ہم نے توریت کی اصطلاح سامی اختیار کر لی ہے بہر حال سیری قبائل کا اصل وطن عراق تھا مگر یہ دور دور تک پھیل گئے تھے مصر سے ان کے تعلقات کا سراغ ایک ہزار سال قبل مسیح تک روشنی میں آچکا ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ اسی قوم کا ایک فرد بنی اسرائیل میں شامل ہو چکا تھا اور بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو یہ بھی ان کے ساتھ نکل آیا اسی کو قرآن پاک نے سامری کے لفظ سے یاد کیا ہے اس کے علاوہ گائے، بیل اور بچھرے کی تقدیس اور پرستش کا خیال سیریوں میں بھی تھا اور مصریوں میں بھی۔ سامری کا تعلق سامرہ سے نہیں بلکہ سامری قوم سے تھا۔

سامری کا یہ حادثہ پیش ہونے تک خداوند قدوس نے بنی اسرائیل کے لئے عبادت کا طریقہ بھی واضح کر دیا تھا اور اس سلسلے میں موسیٰ کو تین چیزیں یاد کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ پہلی چیز صندوق شہادت تھا۔ حضرت موسیٰ کو حکم دیا گیا کہ شمشاد کی لکڑی کا ایک صندوق بنایا جائے جس کا طول ڈھائی ہاتھ عرض اور اونچائی ڈیڑھ ہاتھ رہے جائے اس صندوق میں اندر اور باہر سونے کے پترے چڑھائے جائیں اور اس کے اندر طوائف کلس اور چار ہیکے ڈھلے ہوئے سونے کے دو ایک طرف اور دوسری طرف لگائے جائیں شمشاد کی لکڑی ہی کی دو چوٹیں بنا کر اس پر سونا چڑھا دیا جائے اور ان کو اس خوشبو سے ان قلعوں میں ڈال دیا جائے کہ اس صندوق کو اٹایا جاسکے اس صندوق کا نام تابوت شہادت رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اسی صندوق شہادت کے ایک حصے کے طور پر ایک پترے سونے کا بنانے کا حکم دیا گیا جس کا طول ڈھائی ہاتھ اور عرض ڈیڑھ ہاتھ ہو اسے تابوت شہادت کے اوپر رکھنے کا حکم دے دیا گیا۔

دوسری چیز جو بنانے کا حکم ملا وہ شمشاد ہی کی لکڑی کی ایک میز تھی جس کی لمبائی ۱۱ ہاتھ چوڑائی ایک ہاتھ اور اونچائی ڈیڑھ ہاتھ رکھنے کا حکم ملا اور اس پر بھی سونے کے پترے چڑھانے کے لئے کہا گیا اس کے پاؤں طرف بھی طوائف کلس اور چاروں پاؤں کے مقابل چار طوائف کلس لگ کر ۱۱ میں چار چوٹیں جو سونے سے منڈھی گئی تھیں لگائے گئے کہ کہا گیا اور یہ میز خداوند قدوس کے حضور نذر چڑھانے کے لئے استعمال ہونے

ران کو اس حکم سے آگاہ کیا۔

”موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات سن کر وہ سردار تسخراڑاتے ہوئے کہنے لگے۔

”اے موسیٰ کیا تو ہم سے مذاق کرتا ہے بھلا گائے کا ذبح کرنے کا اس معاملے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔“

جواب میں موسیٰ علیہ السلام انہیں مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”میں تو اللہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں میں شمار ہوں میں بھلا انصاف کے اس معاملے میں کیوں تم سے مذاق کروں گا۔“

اس پر بنی اسرائیل کے سرداروں میں سے ایک پھر موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر یہ واقعی خدا کا حکم ہے تو جو گائے ہم نے ذبح کرنی ہے کیسی ہو اور اس کی حقیقت کیا ہوئی چاہئے؟“

اس پر موسیٰ علیہ السلام کو جب گائے کی حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا تو انہوں نے بنی اسرائیل کو بتاتے ہوئے کہا۔

”وہ گائے ایسی ہو کہ نہ بوڑھی ہو نہ بچھیا بلکہ درمیانی عمر کی جوان ہو پس اب جو تمہیں کہا گیا ہے اس کی تعمیل کرو۔“

اس پر موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے ایک اور سردار بول اٹھا۔

”اے موسیٰ تو اپنے خدا سے پوچھ اس ذبح کی جانے والی گائے کا رنگ کیا ہو؟“ اس سوال کے جواب میں بھی موسیٰ کو وحی کے ذریعے خداوند قدوس کی طرف سے ہدایت کر دی گئی تہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”خداوند کریم کا حکم ہے کہ گائے گہرے زرد رنگ کی ہو کہ دیکھنے والے کو خوش رنگ لگے۔“

اس پر بنی اسرائیل کے سرداروں نے پھر حجت بازی کی اور کہنے لگے۔

”اے موسیٰ ہمیں گائے کی کیفیت کے بارے میں ابھی تک شہ ہے کہ خدا کے حکم سے ہم واقعی کامیاب ہو جائیں گے۔“

جواب میں موسیٰ انہیں پھر مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”اے بنی اسرائیل خدا کا حکم ہے کہ وہ گائے نامحنت کی ماری ہو، کوئی ہونہی زمین

اس سے آگاہ ہوتے تھے۔

جب کبھی بھی بنی اسرائیل میں کسی بات پر جھگڑا ہو جاتا اور موسیٰ علیہ السلام سے انصاف طلب کرتے تو آپ اہی قد اور قربان گاہ کی طرف آتے اور اس تابوت کے پاؤں خاموش کھڑے ہو کر مناجات کرتے تب وحی نازل ہوتی اس کے مطابق مقدمات فیصلہ کیا کرتے تھے۔

اس دوران بنی اسرائیل میں ایک اور حادثہ کھڑا ہوا۔ ہواہوں کہ بنی اسرائیل سے ایک شخص نے اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کر دیا مقتول ایک سرکردہ آدمی تھا اور قاتل نے اسے چھپ کر قتل کیا تھا کسی کو خبر تک نہ ہوئی تھی اور نہ ہی قاتل نے کسی سے کہا تھا۔ یہ تسلیم کیا کہ وہ قتل میں ملوث ہے۔

آخر اس قتل نے پہلے تو ایک شے کی شکل اختیار کی پھر یہ معاملہ گڑبٹا ہوا آگے بڑھا اور اس کے بارے میں بنی اسرائیل کے مختلف قبائل کے لوگ ایک دوسرے پر شک کرنے لگے اور اس شک کو تہمت کی بناء پر سارے بنی اسرائیل میں اختلافات پیدا ہونے لگے اور قریب تھا کہ وہاں سخت خانہ جنگی اور خون ریزی کی صورت پیدا ہو جاتی کہ بنی اسرائیل کے بڑے بوڑھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے اس معاملے میں انصاف کرنے کی التجا کی تاکہ بنی اسرائیل کے قبائل خانہ جنگی اور خون ریزی سے بچ جائیں۔

یہ معاملہ سن کر موسیٰ علیہ السلام عبادت اور وحی کے اس خانے میں داخل ہوئے اور تابوت شہادت کے دروازہ کھڑے ہو کر انہوں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا اور انتہائی عاجزی کے ساتھ اپنے رب کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

”اے خداوند اس واقعہ نے بنی اسرائیل کے اندر ایک انتشار اور جنگی صورت حال کی کیفیت پیدا کر دی ہے اے خدا تو حکیم اور عظیم ہے اس سلسلے میں میری مدد فرما۔“ جواب میں موسیٰ علیہ السلام وحی نازل ہوئی اور حکم دیا گیا۔

”بنی اسرائیل سے کہو پہلے ایک گائے ذبح کر دو اور ذبح کی ہوئی گائے کے ایک حصے کو مقتول کے جسم سے مس کریں اس طرح ہم مقتول کو دوبارہ زندگی دیں گے اور مقتول خود اٹھ کر اپنے قاتل کی نشان دہی کرے گا۔“

پس اس وحی کے بعد موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے

میں مل چلائی رہی ہو نہ ہی کھیتوں کو سیراب کرتی رہی ہو بلکہ بے داغ اور بے دھبہ ہو۔“

اس بار بنی اسرائیل کے سردار کہنے لگے۔ ”اے موسیٰ اس بار تو صحیح بات لایا ہے پس اب ہم خداوند قدوس کے حکم کے مطابق گائے ذبح کریں گے۔“
پس انہوں نے جس گائے کی نشاندہی کی تھی وہی ہی گائے حاصل کی اور اسے ذبح کر دیا پھر اس کے ایک حصے کے گوشت کو مقتول کے جسم کے ساتھ مس کیا گیا ایسا کرنے سے خدا کے حکم سے وہ مقتول زندہ ہو گیا اور اس نے اپنے قتل کا سارا واقعہ بیان کر دیا اس طرح قاتل کو بھی اقرار کیے بغیر کوئی چارہ نہ رہا اور یوں بنی اسرائیل کے مختلف قبائل میں اختلافات پیدا ہو کر جو خونریز اور خانہ جنگی کی صورت رونما ہونے والی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا۔

بہر حال سامری کے معاملے سے فارغ ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کی طرف رجوع ہوئے اور خداوند قدوس کو مخاطب کر کے التجائی کی۔
”اے خداے مہربان بنی اسرائیل کے جو لوگ گنہگار پستی کے شرک اور بے دینی میں مبتلا ہوئے ہیں ان کی تیرے ہاں کیا سزا ہے۔“
چنانچہ وحی کے ذریعے خداوند قدوس نے موسیٰ علیہ السلام پر انکشاف کیا۔
”اے موسیٰ جن لوگوں نے شرک کیا ہے انہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔“

پس خداوند قدوس کا یہ حکم ملنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس آئے اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگے کہ تم لوگ جو گنہگار پستی اور شرک میں مبتلا ہوئے ہو تو اس سے تمہاری توبہ کی ایک صورت ہے۔

اس پر لوگ پوچھنے لگے۔ ”وہ صورت کیا ہے؟“
جواب میں حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ صورت یہ ہے کہ شرک میں مبتلا ہونے والے جرموں کو اپنے آپ کو اس طرح ختم کرنا چاہئے کہ جو شخص رشتے میں اس سے زیادہ قریب ہے اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے یعنی باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو بھائی بھائی کو قتل کرے۔

چنانچہ بنی اسرائیل کو اس حکم الہی کے سامنے سر جھکانا پڑا اور تین ہزار کے قریب۔

اسرائیلی جو گنہگار پستی اور شرک میں مبتلا ہوئے تھے اپنے ہی باپ بیٹے اور بھائیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

یہ کام جب ہو چکا تو موسیٰ اپنے رب کی طرف سے ملنے والی الواح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”اے میری قوم یہ الواح مجھے خداوند قدوس کی طرف سے عطا کی گئی ہیں تمہارا فرض ہے کہ ان پر درج احکامات کا اتباع کرو۔“

بنی اسرائیل تو بہر حال بنی اسرائیل تھے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔
”موسیٰ ہم کیسے یقین کریں کہ یہ تختیاں خداوند قدوس کی طرف سے ملی ہیں صرف تیرے کہنے پر تو ہم نہیں مان جائیں گے۔“

ہم تو جب مائیں گے کہ خدا کو ہم خود اپنی آنکھوں سے بے حجاب دیکھیں اور وہ یہ کہے کہ ہاں یہ تختیاں میری ہی طرف سے ہیں اور تم اس پر ایمان لاؤ۔“

اس پر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔
”ہو تو فوا! حقاً! ایسے سوال نہ کرو۔ ان آنکھوں سے خدا کو کسی نے دیکھا ہے جو تم دیکھ سکو گے یہ باتیں غیر ذمہ دارانہ ہیں۔“

لیکن بنی اسرائیل نے موسیٰ کی کوئی بات نہ مانی اور اپنے اس اصرار پر بدستور قائم رہے چنانچہ موسیٰ نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل ان کی بات ماننے والے نہیں ہیں تو آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔

”اے میری قوم! یہ کیسے ممکن ہے کہ تم لاکھوں کی تعداد میں میرے ساتھ جبل سینا پر اس کی تصدیق کے لئے جاؤ مناسب یہ ہے کہ تم میں سے چند سردار چن کر اپنے ساتھ لے جاتا ہوں اگر وہ واپس آ کر تصدیق کریں تو پھر اے بنی اسرائیل تم سب اسے تسلیم کر لینا اور چونکہ تم ابھی گنہگار پستی کے ایک بڑے گناہ سے گزر چکے ہو اس لیے اظہارِ ندامت اور خدا سے آئندہ نیکی کے لئے عہد کرنے کا بھی مناسب موقع ہے۔“

چنانچہ بنی اسرائیل اس پر تیار ہو گئے انہوں نے اپنے سردار چنے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جبل سینا کی طرف جائیں اور اگر واپس پر وہ سردار آ کر بنی اسرائیل سے کہہ دیں کہ انہوں نے خدا کو دیکھا ہے اور یہ کہ احکامات جن کا ہمیں اتباع کرنے کو کہا جاتا ہے وہ خداوند کریم کی طرف سے ہیں تب ہم انہیں مان لیں گے اور جیسا آپ

چاہیں گے ویسا ہی کریں گے۔

آخر یہ فیصلہ ہونے کے بعد ان ستر سرداروں کو لے کر موسیٰ جبل سینا کی طرف روانہ ہوئے اور ان ستر سرداروں کو ایک طرف کھڑا کرنے کے بعد موسیٰ آگے بڑھے اور خدا کے حضور ہم کلامی کے لئے التجائی کی۔

پس ان ستر سرداروں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی اس التجا اور دعا کے نتیجے میں جبل سینا پر سفید رنگ کے بادل کی طرح نور نمودار ہوا جس نے موسیٰ علیہ السلام کو گھیر لیا۔ جب یہ بادل نما نور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پوری طرح چھا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے حضور گزارش کی۔

”اے میرے اللہ تو سب حالات کا دانا اور پنا ہے۔ ان کی ضد پر ان کے ستر منتخب سرداروں کو میں اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں میرے اللہ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ بھی اس قلاب نور سے میری اور آپ کی ہمکاری کو شین تا کہ قوم کے پاس جا کر اس کی تصدیق کر سکیں“

موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے ستر سرداروں کو بھی قلاب نور میں لے لیا گیا اور انہوں نے اپنے کانوں سے موسیٰ اور خداوند قدوس کے کلام کو سنا پھر جب پردہ نور ہٹ گیا اور حضرت موسیٰ نے ستر سرداروں کو دیکھا تو وہ آپس میں مشورہ کرتے ہوئے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور حضرت موسیٰ سے اصرار کرتے ہوئے بولے۔

”جب تک ہم اپنے رب کو بے قلاب نہ دیکھ لیں اس وقت تک تو ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“

اس احمقانہ ضد اور ہٹ دھرمی پر غضب الہی حرکت میں آیا اور ایک بیت ناک کڑک، چمک اور زلزلے نے ان سرداروں کو آلیا اور وہ ستر کے ستر سردار جبل سینا پر چل کر خاک ہو گئے۔

یہ دیکھ کر موسیٰ سجدے میں گر گئے اور گڑگڑاتے ہوئے نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے حضور دعا مانگتے گئے۔

”اے خداوند محترم یہ بیوقوف اگر حماقت کر بیٹھے ہیں تو تو انہیں معاف فرما اپنی رحمت سے اے میرے اللہ ان کی خطا کو بخش دے تاکہ بنی اسرائیل میں واپس جا کر یہ

میرے حق میں گواہی دینے والے ہوں اور میں ان کے اندر تیرے احکام کے فروغ کے لئے کام کر سکوں۔“

پس خداوند قدوس نے موسیٰ علیہ السلام کی یہ عاجزی بھری التجا اور درخواست کو قبول کر لیا اور اسی وقت خداوند قدوس نے جل کر مرنے والے ان ستر سرداروں کو دوبارہ حیات تازہ بخشی پس یہ ستر سردار جب حضرت موسیٰ کے ساتھ واپس بنی اسرائیل میں آئے تو انہوں نے اپنی قوم کو اپنے محل مرنے اور پھر حکم الہی سے دوبارہ زندہ ہونے کے واقعات تفصیل سے سنا ڈالے اور انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ حضرت موسیٰ جو کہتے ہیں وہ حق سچ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بے شک خدا کے فرستادہ ہیں۔“

ان ستر سرداروں کی گواہی کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ سارے بنی اسرائیل کے لوگ خدا کا شکر بجالاتے اور اپنے اوپر اس کے فضل و کرم کی فراوانی کے پیش نظر فرماں برداری سے اس کے سامنے تسلیم کر دیتے مگر ہوا یہ کہ انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کو باقی رکھا اور اپنے نمائندوں کی تصدیق کے باوجود خداوند قدوس کے احکامات کو قبول کرنے میں تکرار اور پس پیش شروع کر دی۔

جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ رویہ اختیار تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور گزارش کی۔

”میرے اللہ میں نے ہر طرح سے اس ضدی اور ہٹ دھرم قوم کو اطمینان دلانے کی کوشش کی مگر یہ لوگ حقیقت کو اپنے سامنے دیکھ کر بھی اعتبار نہیں کرتے۔ اے میرے اللہ انہیں بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھی اور سچی راہ دکھا۔“

موسیٰ علیہ السلام کی یہ التجا سن کر خداوند قدوس کی طرف سے حکم ہوا۔

”اے موسیٰ ان نافرمانوں کے لئے میں تجھے ایک دلیل اور جت عطا کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جس جبل سینا پر تو مجھ سے آ کر گفتگو کرتا ہے اور جس پر تیری قوم کے منتخب ستر سرداروں نے بھی حق کا مشاہدہ کیا اسی کو ہستانی سلسلے کو میں حکم دیتا ہوں کہ اپنی جگہ سے رکت کرے اور ساتباں کی طرح بنی اسرائیل کے سروں پر چھا جائے اور زبان حال سے یہ اعلان کرے کہ موسیٰ علیہ السلام خدا کا سچا پی ہے اور یہ کہ تو تیرے بلاشبہ خدا کی سچی کتاب ہے اور یہ کہ اگر حق اور صداقت کے دونوں مظہر نہ ہوتے تو یہ عظیم الشان نشانیاں نہ دیکھتے جن کا ظہور قدرت الہی کے سوا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔“

ضدی اور ہٹ دھرم تھے اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طرح طرح کی جتیل اور طرح طرح کی ضد کرتے رہے۔ جب انہوں نے کوہستان سینا کو اپنے اوپر معلق دیکھا اور اس میں سے انہیں آواز بھی سنائی دی اور اس آواز نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور خداوند قدوس کی وحدانیت کی تصدیق کی تب یہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے بعد بنی اسرائیل جبراً اور قہراً بظاہر تورات کے احکامات کو تسلیم کرنے پر رضامند ہو گئے تھے۔



عتیوں کا بادشاہ متوشیش ایک روز اپنے دونوں بیٹوں کاوک اور لوزمان کے علاوہ بڑے سالار گودر، سنوش اور چند دوسرے سالاروں اور امراء کے ساتھ بیٹھا اپنی جنگی تیاریوں پر گفتگو کر رہا تھا کہ اس کا چودا پر اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور متوشیش کو تعظیم دینے کے بعد کہنے لگا۔

”مالک ہماری شمال مشرقی سرحدوں کی طرف سے کچھ قاصد آئے ہیں اور آپ کی خدمت میں کچھ اہم خبریں پیش کرنا چاہتے ہیں۔“

اپنے اس چودار کے ان الفاظ کے جواب میں متوشیش کچھ فکر مند ہوا وہاں بیٹھے سب لوگ بھی متوشیش کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ متوشیش نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”جو مجر ہماری شمال مغرب کی سرحدوں سے آئے ہیں انہیں فی الفور میرے سامنے پیش کرو۔“

متوشیش کا یہ حکم پا کر وہ چودار پیچھے ہٹ گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ چند لوگوں کو لے کر آیا اور انہیں متوشیش کے سامنے کھڑا کر دیا تھا جب وہ تعظیم دے چکے تب متوشیش نے انہیں مخاطب کیا۔

”کیا تم ہماری شمال مشرقی سرحدوں کی طرف سے کوئی بری خبر لے کر آئے ہو یا اچھی۔“

اس پر ان میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

”اے بادشاہ اگرچہ انہیں ہے ان علاقوں کی طرف سے آشوری نام کی ایک قوم اٹھی ہے۔ یہ لوگ بڑے جنگجو اور بڑے خونخوار ہیں اب تک وہ بڑی خاموش زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ اب انہوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے اور وہ لشکر بڑی

چنانچہ جو بنی خداوند قدوس کا یہ فرمان اور فیصلہ صادر ہوا اور جبل سینا بنی اسرائیل کے سر پرستان کی طرح آگیا اور پھر بنی اسرائیل نے جبل سینا سے سنا کہ انہیں پکار کر کہا جا رہا تھا۔

”اے بنی اسرائیل اگر تم عقل و شعور باقی رکھتے ہو اور اگر تم حق و باطل کی تمیز رکھتے ہو تو غور سے سنو کہ میں اپنے رب کا نشان بن کر تم کو یقین دلاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ موسیٰ نے بار بار مجھ پر کھڑے ہو کر خداوند کریم کے ساتھ گفتگو کا شرف حاصل کیا اور تورات کی صورت میں جو تمہارے لیے رشد و ہدایت کا قانون نازل کیا گیا ہے وہ بھی موسیٰ کو میری پیٹھ پر عطا ہوا۔

غفلت میں پڑنے والو! میری یہ کیفیت اور ہیبت جو تمہارے لیے پریشان کن اور حیران کن بن رہی ہے یہ اس امر کی شہادت ہے کہ جب انسان کے سینے میں دل کی نری سختی سے بدل جاتی ہے تو پھر وہ دل پتھر بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے اور رشد و ہدایت اس میں کی طرف سے بھی اور ساریت نہیں کر پاتی۔

اے بنی اسرائیل میری طرف عبرت کی نگاہ سے دیکھو میں پتھروں پر مشتمل ایک کوہستان ہوں لیکن اپنے رب کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیے کس طرح عبودیت کا مظاہرہ کر رہا ہوں جب کہ تم کو ہم اپنی انانیت اور خودی کے گھمنڈ میں اپنی کسی حالت میں بھی بدلنے کے لیے تیار ہی نہیں ہو۔“

چنانچہ بنی اسرائیل نے جب جبل سینا کو اپنے اوپر معلق دیکھا اور اس آواز کو اپنے کانوں سے سنا۔ تب ان پر خوف اور وحشت چھا گئی جس کے بعد وہ تورات کے احکام کی طرف متوجہ ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام سے تورات کے احکام کی تعمیل کا اقرار کیا۔

تب خداوند قدوس کی طرف سے موسیٰ پر وحی نازل ہوئی اور اس میں بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے خداوند قدوس نے فرمایا۔

”بنی اسرائیل جو کچھ تم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے تمام لو اور جو احکامات موسیٰ کے ذریعے تم لوگوں کو دیے گئے ہیں ان کی تعمیل کرو کہ تم سختی اور پرہیزگار بن سکو۔“ یہ معاملہ بنی اسرائیل کے لئے ایک بہت بڑی جت اور ایک بہت بڑی دلیل تھی ایک ایسی دلیل جسے دیکھ کر پتھر دل انسان بھی موم ہو جاتا اور خداوند قدوس اور اس کے رسول کے احکامات کی آنکھیں بند کر کے بیرونی کرنے لگتا۔ بنی اسرائیل جو حد سے زیادہ

کارروائیاں کرنے کے لئے مقرر کر رکھے ہیں انہیں فی الغور واپس بلایا جائے اور ایک خاصا بڑا لشکر گورد اور سنوٹھ کے علاوہ چند چھوٹے سالاروں کی کمانداری میں آ شور یوں کی راہ روکنے کے لئے مقرر کیا جائے اور اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ایسا نقصان اٹھائیں گے کہ پھر کبھی بھی قوم مستعین نہیں پائے گی۔“

مٹویش کے دونوں بیٹوں کے بعد وہاں بیٹھے دوسرے سالاروں اور امراء نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا لہذا مٹویش نے گورد اور سنوٹھ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

ابھی اسی وقت تیز رفتار قاصد سیستانیوں اور کاسیوں کی سرحدوں کی طرف روانہ کر دو اور وہاں جو لشکر ہیں ان کے سالاروں کو حکم دو کہ فی الغور اپنے مرکزی شہر پیچھے والی بات کریں تاکہ ایک خاصا بڑا اورکیل کانٹے سے لیس لشکر تیار کر کے آ شور یوں پر ضرب لگائی جائے۔ اس کے ساتھ ہی مٹویش نے وہ مجلس ختم کر دی تھی گورد اور سنوٹھ نے اسی روز تیز رفتار قاصد سیستانیوں اور کاسیوں کی سرحدوں کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔

جہاں تک اس آ شوری قوم کا تعلق ہے تو یہ آ شوری لوگ عرب اور سامی نسل تھے عرب کے صحراؤں سے ہی اٹھ کر یہ روزی رزقی کی تلاش میں شمال کے علاقوں کی طرف گئے تھے مورخین کا کہنا ہے کہ پہلے یہ لوگ باہل پیچھے اور باہل میں یہ بڑی چپ چاپ خاموش زندگی بسر کرتے رہے آخر یہ حرکت میں آئے باہل میں اپنی سکونت کو ترک کر کے وہ دریائے دجلہ کے آس پاس کے علاقوں میں آباد ہونا شروع ہو گئے جہاں انہوں نے ایک چھوٹی سے سلطنت قائم کر لی تھی جو سلطنت آ شور کے نام سے موسوم ہوئی۔

اپنے نام کے حوالے سے وہاں انہوں نے ایک شہر بھی آباد کیا اور اس کا نام بھی آ شور ہی رکھا۔ لہذا ان کا پایہ تخت شروع میں یہی آ شور شہر تھا بعد میں ایک اور شہر انہوں نے آباد کیا وہ پایہ تخت بنا اور آخر میں مشہور شہر نینوا آ شور یوں کا دار السلطنت مقرر ہوا۔ آ شور کی زراعت پیشہ تھے لیکن انہی نئی مملکت میں قابل کاشت زمیں بہت کم تھی اور جو تھی وہ سر زمین باہل کی طرح زرخیز اور شاداب نہ تھی اس لیے انہوں نے لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنالیا ہر سال موسم بہار میں وہ ہمسایہ ممالک میں تاخت و تاراج اور قتل غارتگری کرتے جو لوگ ان کے ہاتھوں اسیر ہوتے انہیں غلام بنا لیتے۔

خونخوری آندھی اور طوفان کی طرح ہمارے علاقوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اگر اس لشکر کی راہ نہ روکی گئی تو وہ ایسی تیز یلغار کریں گے کہ ہمارے مرکزی شہر تک پیش قدمی کرتے چلے جائیں گے۔“

یہ خبر سن کر مٹویش ہی نہیں وہاں بیٹھے سارے سالار اور مٹویش کے دونوں بیٹے ہی چونک اٹھے تھے پھر مٹویش نے آئے والوں کو مخاطب کیا۔

”تم جاؤ جا کر آرام کرو لیکن تیار رہنا چند روز تک جو لشکر ہم یہاں سے آ شور یوں کی سرکوبی کے لیے بھیجیں گے تم اس لشکر کی رہنمائی کرو گے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ خبر وہاں سے نکل گئے تھے ان کے جانے کے بعد مٹویش نے فکر مندی کے انداز میں اپنے دونوں بڑے سالاروں گورد اور سنوٹھ کی طرف دیکھا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اچھا ہے اس وقت تم دونوں بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہو جو کچھ آنے والوں نے کہا ہے تم نے بھی سنا ہو لیا کہتے ہو؟“

اس موقع پر گورد اپنے بادشاہ مٹویش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میری صلاح یہی ہے کہ ہم اس وقت سیستانی اور باہل کے کاسیوں کو فراموش کر دیں اور ان کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے ہمارے جو لشکر گئے ہیں انہیں فی الغور واپس بلایا جائے اور ایک ہزار لشکر لے کر آ شور یوں کا مقابلہ کیا جائے اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو نقصان اٹھائیں گے۔“

گورد جب خاموش ہوا تب سنوٹھ کی طرف مٹویش غور سے دیکھنے لگا تھا سنوٹھ نے بھی گورد کے خیالات کی تائید کی تھی اس کے بعد مٹویش کی نگاہیں اپنے دونوں بیٹوں کا دک اور لوز مان پر جم گئیں تھیں یہاں تک کہ کاوک اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے میرے باپ! گورد کا کہنا درست ہے۔ اس وقت ہمارے مرکزی شہر میں جو لشکر موجود ہے اگر اسی کے ساتھ حرکت میں آتے ہیں اور آ شور یوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور اگر اس لشکر کو شکست ہو گئی تو یاد رکھیے کہ آ شور یوں کو کوئی بھی قوت ہمارے مرکزی شہر تک آنے سے روک نہیں سکے گی اور اگر ایسا ہو گیا تو تھیں کی سلطنت ہی ختم ہو کر رہ جائے گی لہذا ہمارے وہ لشکر جو اس وقت ہم نے سیستانیوں اور کاسیوں کی سرحدوں پر

بعض مورخ آشوریوں کو انتہائی بے رحم اور شنی انقلاب کہتے ہیں۔ قتل و غارت گری کو وہ خداؤں کی مشا کے مطابق سمجھتے تھے آشوریوں کی سنگ دلی کی ایک وجہ مورخین یہ بھی بتاتے ہیں کہ ان کی تعداد کم تھی اور ان کے تابع فرمان علاقے بہت وسیع تھے اس لیے وہ مفتوح اقوام کو مرغوب اور مطیع رکھنے کے لئے ان کے ساتھ جابرانہ سلوک اور رو بہ رکھتے تھے۔

مورخین آشوریوں کی سلطنت کے عہد کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک عہد سن پندرہ سو سے نو سو قبل مسیح کا، دوسرا عہد نو سو سے سات سو پچیس قبل مسیح اور تیسرا عہد سات سو پچیس سے چھ سو سات قبل مسیح تک قائم رہا۔ آشوریوں نے پہلے پہل اپنے حکمران ثقلت پالمر اول کے تحت عظیم الشان سلطنت کے راستے پر قدم رکھا جو کسی حد تک بقول مورخین قبل از وقت تھا ثقلت پالمر نے شام پر حملہ کیا اور اپنے آپ کو پورے امور کا فاتح قرار دیا وہ جبل طاروس سے گزر کر حتیوں کی زمین میں پہنچ گیا اور اعلان کیا کہ حتیوں کے جانشین کی حیثیت سے میں شام کا مالک ہوں نیز جبلہ، اردوس، میدہ اور دوسرے فونیقی شہروں کو بھی میری اطاعت قبول کر لینی چاہئے۔

جبلہ ان دنوں اٹھس ذکر بعل کے تحت تھا آشوریوں کا نام سن کر وہ بھی لرز کانپ گیا تھا۔ چنانچہ آشوریوں نے بڑے بڑے دیودار کے درخت کٹوائے اپنے دیوتاؤں کا مندر بنانے کی غرض سے انہیں اپنے مرکزی شہر شیمچ دیا یہاں پہلی بار آشوری سمندر کے کنارے پہنچے اور انہوں نے بحری کھڑوں اور ڈولفین کا شکار کیا اور آشوری لشکریوں نے جن کی تیل مار کر نہ صرف اپنی غذا کا اہتمام کیا بلکہ آس پاس کے علاقوں پر وہ رعب اور خوف طاری کر دیا۔

ثقلت پالمر نے دریائے فرات کے پار جتنا علاقہ فتح کیا تھا اس پر بہت جلد آرائی قوم حملہ آور ہو کر قابض ہو گئی یہ آرائی بھی عرب اور سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

چنانچہ آشوری عرب اس بار اپنے دوسرے حکمران آشور ناصر پال کے تحت حرکت میں آئے اور جس قدر علاقے ان سے چھپے تھے فتح کر لیے چنانچہ فتح مند کی اور کامیابی کا جو راستہ اس سے پہلے آشوریوں کے حکمران ثقلت پالمر نے شروع کیا تھا وہی دوسرے حکمران آشور ناصر پال نے شمالی پر حملے کے لئے اختیار کیا پر وہ جنوب کی طرف مڑ گیا۔ دریائے عاصی کو عبور کر کے لبنان میں داخل ہو گیا اس طرح کسی بڑی مزاحمت

کے بغیر سمندر کے کنارے پہنچ گیا یہیں فونیقی شہروں نے عارضی طور پر آشوریوں کی اطاعت قبول کر لی حالانکہ فونیقی خود بھی عرب اور سامی نسل تھے۔

دو آبدہ جلد اور فرات سے شام پر آشوریوں کی صورت میں پہلا بڑا حملہ تھا اور اس کی حیثیت فرعون مصر کے اس حملے کی سی تھی جو سولہ سال پیشتر شام پر ہوا تھا اس کے بعد آشور ناصر پال کے بیٹے اور جانشین حلم نھر نے حریرہ فتوحات حاصل کیں اور اپنے باپ کا کام مکمل کیا۔

اسی حلم نھر کو قراقر کے میدانوں میں جو وادی عاصی میں واقع ہے، شام کی متحدہ ریاستوں سے جنگ ہوئی۔ اس متحدہ قوت کا رئیس دمشق کا آرائی بادشاہ تھا۔ کچھ دوسرے ہمسایوں نے بھی ان کی مدد کی حلم نھر نے اس متحدہ قوت کو بدترین شکست دی اور اس فتح مند کی پر حلم نھر نے اپنی فتح کا ذکر ایک کتبے میں ان الفاظ میں کیا تھا۔

”اپنے عہد حکومت کے اٹھارویں سال میں نے دریائے فرات سلوویں مرتبہ عبور کیا آرامیوں کے بادشاہ خراقل کو اپنی بڑی فوج پر بھروسہ تھا میں نے اس کا تخت الٹ دیا پھر میں نے بعلی راہی کی جانب پیش قدمی کی جو ایک پہاڑی ہے اور سمندر کے اندر چلی گئی ہے میں نے اپنا مجسمہ وہاں نصب کیا پھر صور اور صیدہ کے لوگوں سے خراج وصول کیا۔“

حلم نھر اور اس کے باپ نے شام کی تسخیر سے جس سلطنت کی بنیاد رکھی تھی اس میں آشوریوں کے ایک اور بادشاہ ثقلت پالمر ثالث اور اس کے جانشین نے اس میں ایک نئی روح پھونکی اسی نے اپنا جنگی مرکز ارفاد شہر میں رکھا اور وہاں سے شام کی ازسرنو تسخیر کے لئے ہمیں بھیجتا رہا یا خود لے جاتا رہا اس کے بیٹے حلم نھر پنجم نے فونیقیہ اور اس کے شہروں کو پامال کر ڈالا جیسا کہ مورخ جوزف فس نے سامی روایات کی بناء پر بیان کیا ہے صیدہ عکہ اور صور کے شہروں نے گوان کے خلاف ایکا کر لیا تھا وہ چاہتے تھے کہ آشوریوں کی سیاست اور مالی کنٹرول سے آزادی حاصل کر لیں لیکن ایسا کرنا آسان نہ تھا۔

اس لیے کہ آشوریوں کے بادشاہ حلم نھر نے بخشی پر اپنی فوج جمع کر رکھی تھی کہ جزیرہ صوریہ تا کہ بندی کنارے کی جانب سے جاری رہی۔ جزائر شہر کے اندر چھٹے پانی کے کنوئیں موجود تھے۔ لہذا اہل شہر کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں پانچ سال کے محاصرے میں بھی شہر حوالے نہ ہوا اور آخر کار دونوں قوتوں کے درمیان صلح کا عہد نامہ ہو گیا۔

بعد کے دور میں صور کے بادشاہ ایلو ابلی نے آشوریوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں مصریوں سے بھی اس نے مدد طلب کی۔ اسے لے کر وہ مصریوں کا حمایتی تھا۔ اس ایلو ابلی نے طاقت اور قوت پکڑتے ہوئے قرص کو بھی فتح کر لیا تھا۔ ان دونوں آشوریوں کا بادشاہ مرجون تھا لیکن جب یہ فوت ہوا تو اس کا بیٹا خیرب یا خناریب آشوریوں کا بادشاہ بن چنانچہ اس خیرب نے صور کے حکمران ایلو ابلی کی بوسمتی ہوئی قوت کو توشیح کی لنگاہ سے دیکھا اور ایلو ابلی کا مصر سے اتحاد بھی خیرب کو پسند نہیں تھا چنانچہ آشوریوں کا بادشاہ خیرب لشکر لے کر لنگاہ صور کے بادشاہ ایلو ابلی پر حملہ آور ہوا۔ مصریوں نے بے شک اس کی مدد کی لیکن آشوریوں نے شکست دے کر ان دونوں قوتوں کو کھنگال کر رکھ دیا اور صیدہ کے بادشاہ آیت بعل کے تحت مصر شہر بھی کر دیا اور آیت بعل نے آشوریوں کا فرمانبردار و مطیع اور خراج دینے کا وعدہ کیا۔

شکست کھا کر صور کا بادشاہ ایلو ابلی بھاگ کر قبرص چلا گیا اور آشوریوں نے ایلو ابلی کے گرمائی محل کو آگ لگادی جو لبنان میں واقع تھا اور اس کے تاجستان و باغات پامال کر ڈالے۔ اس کے بعد انہی آشوریوں کے لشکر پر بھیجی اور نیزوں کا سہارا لیتے ہوئے دیودار کے درختوں کے نیچے سساتے ہوئے بلند چوٹیوں پر چڑھ گئے، جہاں درختوں کے جھنڈ میں ایلو ابلی کا قلعہ تھا۔ اس کے محافظ فوج کے آدمیوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر خیرب کی پیش قدمی میں پہنچایا گیا خیرب نے دریائے کلب کے کنارے ایک چٹان پر ایک نقش چھوڑا تھا جو اب تک موجود ہے جو دیکھا جاسکتا ہے اور وہ اس طرح حملہ آور ہوا تھا جس طرح بھیڑ یا ریوڑ پر حملہ آور ہوتا ہے چنانچہ اس کی یاد اب تک چٹان پر تازہ ہے۔

لیکن کچھ عرصہ بعد جب صیدا کے بادشاہ آیت بعل نے بھی سرکشی اختیار کی اور آشوریوں کو خراج دینے سے انکار کر دیا اور ان کی اطاعت نہ کی جب آشوری اس کے خلاف بھی حرکت میں آئے حملہ آور ہوئے صیدا شہر کو برباد کر ڈالا اس کی دیواریں سمندر میں گرا دی گئیں اور صیدا کا حکمران اپنی جان بچانے کے لئے سمندر میں کود پڑا لیکن آشوری بھی اتنی جلدی ہار ماننے والے نہیں تھے انہوں نے اسے سمندر سے بھی نکال آیا اور اس کا سر قلم کر دیا۔

بہی آشوری تھے جنہوں نے بعد میں نہ صرف عیسوی بلکہ آس پاس کی ساری

حکومتوں اور حکمرانوں کو کچل کر ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔

ان آشوریوں کو تاریخ نویسی سے بہت شغف تھا یہ لوگ مٹی کی تختیاں یا لوحیں بناتے ان پر خط بنی میں حالات و واقعات ضبط تحریر میں لاتے اور آگ میں ان لوحوں کو پکا لیتے تھے اس طرح انہوں نے نہ صرف کتابیں بلکہ کتب خانے مرتب کیے یہ لوحیں نیوا کی تباہی میں مٹی کے نیچے دفن کی تھیں جو کھدائی سے نکال لی گئیں۔

یہ قدیم زمانوں کی تاریخ کا بہت بڑا ماخذ ہیں اس قسم کی کئی ہزار لوحیں بیروس میں لہور کے عجائب خانے میں موجود ہیں مشہور ترین کتب خانہ آشوری پال کا ہے جو کھدائی کے دوران دستیاب ہوا آشوریوں نے مختلف صنائع اور فنون لطیفہ کی بہت سرپرستی کی۔

ان کی سلطنت میں تجارتی معماری کتبہ نگاری اور نقاشی وغیرہ نے بہت ترقی کی بلکہ حیرت انگیز طور پر ترقی کی۔ مثال کے طور پر ایک جگہ بادشاہ کی شکار گاہ کا منظر نظر آتا ہے اس میں گھوڑوں کی حرکات اور سکنات اس قدر قدرتی ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں اس زمانے میں زرگری اور خاتم کاری کا فن بھی اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔

یہ آشوریوں کے مختصر سے حالات ہیں بہر حال عیسویں کے بادشاہ متوشلیش نے انہی آشوریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تہ تیہ اور کاسیوں کے علاقوں سے اپنے سارے لشکر و واپس اپنے مرکزی شہر ختوشاش طلب کر لئے تھے لیکن عیسویں کی بد قسمتی جب تک سینیٹانوں اور کاسیوں کے علاقوں سے متوشلیش کے لشکر اس کے مرکزی شہر ختوشاش پہنچے اس وقت تک حملہ آور آشوری عیسویں کے کچھ علاقوں کو روند کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلے ہوئے اور اپنے لئے بہت ساساں حاصل کر کے لوٹ مار کا بازار گرم کر کے واپس اپنے مرکزی شہر کی طرف چلے گئے تھے اور عیسویں کا بادشاہ متوشلیش دیکھتا رہ گیا تھا۔ اب متوشلیش کے سامنے دو راستے آ کر کھڑے ہوئے تھے۔ پہلا یہ کہ کیا وہ آندھی اور طوفان کی طرح ترقی کرنے والے آشوریوں کا مقابلہ کرے یا تہ تیہ اور کاسیوں سے اپنی گزشتہ ناکامیوں کا انتقام لے ان میں سے سینیٹانی اور آشوری تو عرب تھے جب کہ کاسی عرب تھے بہر حال عیسویں کے بادشاہ متوشلیش کے لئے حالات بڑی نازک صورت حال اختیار کرتے چلے جا رہے تھے۔

کا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ کر رکھا ہے۔

پس موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے بارہ آدمیوں کا چناؤ کیا۔
پس بنی بنی اسرائیل کے بارہ سرکردہ آدمی ارض کنعان کا حال جاننے کے لئے
اس سرزمین کی طرف روانہ ہوئے اور ساتھ ہی انہیں یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ وہ یہ دیکھ کر
آئیں کہ وہ ملک کیسا ہے اور وہاں جو عوام بستے ہیں وہ کیسے ہیں؟ زور آور ہیں یا کمزور؟
تھوڑے ہیں یا بہت زیادہ؟ اور جن شہروں میں وہ رہتے ہیں ان کا احوال کیا ہے؟ آیا وہ
خمیوں میں رہتے ہیں یا قلعوں میں؟ وہاں کی زمین زرخیز ہے یا بخراس کے اندر درخت
ہیں یا نہیں؟

ساتھ ہی ان کو یہ بھی ہدایت کردی کہ جب وہ اس سرزمین سے لوٹ کر آئیں تو
آتے ہوئے اپنے ساتھ وہاں کے پھل لے کر آئیں تاکہ وہ پھل بنی اسرائیل کو دکھا کر
انہیں اس سرزمینوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی جاسکے پس یہ احکامات پانے کے بعد
موسیٰ علیہ السلام کے حکم پر بنی اسرائیل کے وہ بارہ آدمی ارض کنعان کا حال جاننے کے لئے
دشہت فاران سے روانہ ہوئے تھے۔

جس دور میں یہ واقعات رونما ہو رہے تھے اس وقت ارض فلسطین میں دو شخص
بڑے اہم تھے ان میں سے پہلا بلعم بن بعور تھا اور بقول موصیٰ بن ایک غیر اسرائیلی
عالم تھا اور تورات کی رو سے وہ مستجاب الدعوات شخص تھا۔ جسے ایک خاص موقع پر قبیلہ
حواہب کے بادشاہ نے بنی اسرائیل کے حق میں بددعا کرنے کے لئے بلایا تھا لیکن بقول
توریت خدا کے حکم سے اس کی زبان سے بار بار ان کے حق میں دعائی نکلی۔ نیز انہی
روایات کی رو سے بعد ازاں بلعم کے کہنے پر مدین کے رہنے والوں نے اپنی عورتوں کو
بنی اسرائیل کے پاس بھیجا تاکہ وہ آمادہ گناہ ہو کر عتاب الہی کے مورد ہوں چنانچہ اسی
بادش میں دوسرے مدعیانوں کے ساتھ بلعم پر بھی عتاب نازل ہوا جس کا ذکر اور تفصیل
بعد میں آئے گی۔

اسرائیلی روایات کے مطابق بلعم بن بعور اور بنو ادم کا بادشاہ صالح بن بعور اور
ایک شخص آرام کا باپ کوئیل اور یعقوب کا خسر روبن دین ایک ہی شخص تھا۔
قرآن مقدس میں کسی بھی مقام پر بلعم بن بعور کا نام نہیں آیا لیکن بعض مفسرین
نے کہا ہے کہ قرآن مقدس کی اس آیت میں کہ۔

بنی اسرائیل کو مصر سے نکلے ہوئے ایک برس اور دو ماہ گزر چکے تھے اور ابھی تک
وہ صحرائے سینا کے بیابانوں کے اندر ہی پڑاؤ کیے ہوئے تھے یہاں تک کہ دشہت سینا
میں خداوند قدوس کی طرف سے اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔

”بنی اسرائیل کے ایسے مردوں کی گنتی کرو جو عمر میں میں برس سے زائد ہوں اور
جنگوں میں حصہ لینے کے قابل ہوں اور ایسے جوانوں کی گنتی اس طرح کی جائے کہ بنی
اسرائیل کے ہر قبیلے سے ہر آدمی جو اپنے آبائی خاندان کا سردار ہو اس گنتی کے دوران
موسیٰ علیہ السلام بارون علیہ السلام کے ساتھ رہے اور یوں ایک ایک مرد کا نام لے کر گنتی کی جائے۔“
سو خداوند قدوس کا یہ حکم پا کر موسیٰ اور ان کے بھائی بارون نے اس کا اتمام
کرتے ہوئے جب بنی اسرائیل کے ان جوانوں کی گنتی کی جو عمر میں بیس سال سے
زائد اور جنگوں میں حصہ لینے کے قابل تھے تو ان کی تعداد اچھ اٹھ تین ہزار پانچ سو تھیں۔
قریب ہوئی۔

چنانچہ اس عظیم مرحلے کے بعد پھر خداوند واحد کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو حکم آیا
گیا۔ ”بنی اسرائیل کے ساتھ دشہت سینا سے کوچ کرو اور دشہت فاران میں جا کر پڑاؤ
کرو۔“

پس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا بھی اتباع کیا گیا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی بارون
علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور جب دشہت فاران میں
جا کر وہ خیمہ زن ہوئے تب انہیں پھر خداوند قدوس کی طرف سے ہدایت کی گئی۔

”بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے بارہ آدمی ارض کنعان کی طرف روانہ کرو،
تاکہ وہ اس سرزمین کے حالات جان لے آئیں اور اس کے بعد اس سرزمین کے رہنے
والوں پر حملہ آور ہو کر بنی اسرائیل اس پر قبضہ کر لیں کیونکہ میں وہ جگہ ہے جس کے دیے

بجائے اس نے ان کے آگے سر ڈال دی۔

توریت کی رو سے یلم بن یعور نے نہ صرف خود مگر اسی اختیار کی بلکہ جو آبیوں کے بادشاہ کو بیوں کی قربانیاں کرنے اور زنا کاری کی بھی تعلیم دی بعض کے نزدیک یلم بن یعور علماء بنی اسرائیل میں سے تھا۔ اسے حضرت موسیٰ نے دعوت دین دینے کے لئے مدین کے بادشاہ کے پاس بھیجا جس نے اسے ترغیب اور بہت سے انعام و اکرام دے کر اپنے پاس بلا لیا اور اس نے دین موسوی ترک کر دیا بہر حال اس شخص کا ذکر بعد میں پھر آئے گا اس نے کیا کیا کام کیے اور اس کی حقیقت کیا تھی۔

دوسرا شخص جو ان علاقوں میں بڑا اہم تھا وہ اوج بن عقیق تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ارض کنعان کے اندر بسن شہر کا حکمران تھا اور وہ اس قدر طاقتور انسان تھا کہ درجنوں انسانوں کو اپنی بغلوں میں دبا کر اٹھ بہا کرتا تھا اس سے متعلق مزید لکھا جاتا ہے کہ اس کا قد اس قدر تھا کہ ناپا ہی نہیں جاسکتا تھا اور بہت کم لوگ ایسے دنیا میں رہے ہونگے کہ اس جیسے طویل القامت ہوں گے۔ اس کے علاوہ عام لوگوں کی روایت یہ بھی ہے کہ اوج بن عقیق گزشتہ تین ہزار سال سے زندہ تھا اور اس دور تک بھی جوان اور توانا تھا۔

چنانچہ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے جن بارہ قبیلوں کے بارہ آدمیوں کو ارض فلسطین کا حال جاننے کے لئے روانہ کیا تھا وہ ارض فلسطین کی طرف روانہ ہوئے ان میں دو اشخاص بڑے اہم تھے ایک یوش بن نون اور دوسرے قابیل بن یوحنا جب یہ بسن کی سرزمینوں میں داخل ہوئے تب اوج بن عقیق ان کی راہ روک کہ کھڑا ہو گیا اور بنی اسرائیل کے ان بارہ سرکردہ لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم لوگ اپنے علیے، لباس اور شکل و صورت سے مقامی نہیں لگتے کہاں سے آئے ہو کہ ہر کارخ کر رہے ہو اور ادھر آنے کی وجہ کیا ہے؟“

اس کے اس انکشاف پر یوش بن نون کہنے لگے۔

”کیا تمہارے سوال کا جواب دینے سے قبل یہ بہتر نہیں کہ ہم جان لیں کہ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے اور کیوں تم ہم سے اس نوع کے سوال پوچھ رہے ہو؟“

اس پر اوج بن عقیق نے بڑے غور اور کسی قدر استغماہیہ انداز میں یوش بن نون کی طرف دیکھا پھر کسی قدر تلخ لہجے میں کہنے لگا۔

”میں اس شہر میں بسن کا حاکم ہوں۔ نام میرا اوج بن عقیق ہے اور میں جاگم شہر

”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جسے ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا۔ آخر کار شیطان اس سے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا۔ اگر ہم چاہتے تو اس سے ان آیتوں کے ذریعے بلندی عطا کرتے مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا۔ اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑا رہا لہذا اس کی حالت کسے کی سی ہوگئی کہ تم اس پر عمل کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔ یہ مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں تم یہ حکایات ان کو سناتے رہو شاید کہ یہ کچھ نور کریں۔“

ان آیات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے طبری نے جو روایات بیان کی ہیں اس کی رو سے یلم بن یعور بنی اسرائیل یا مدینہ الجبارین میں سے یا اہل یمن یا کنعانیوں میں سے تھا۔

جب کہ دوسرے عام مفسرین میں سے مولانا محمود دی لکھتے ہیں کہ ایسا محسوس ہون ہے کہ وہ ضرور کوئی متعین شخص ہوگا جس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول کی یہ انتہائی اخلاقی بلندی ہے کہ جب بھی کسی کی برائی کو مثال میں پیش کرتے ہیں تو بالعموم اس کے نام کے تصریح نہیں کرتے بلکہ اس کی شخصیت پر پردہ ڈال کر اس کی بری مثال کا ذکر کر دیتے ہیں تاکہ اسے رسوا کیے بغیر اصل مقصد حاصل ہو جائے۔

اس لیے نہ قرآن مقدس میں بتایا گیا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص کون تھا جس کی مثال یہاں پیش کی گئی ہے مفسرین نے عہد رسالت اور اس سے پہلے کی تاریخ کے مختلف اشخاص پر اس کی مثال کو چسپاں کیا ہے کوئی یلم بن یعور کا نام لیتا ہے کوئی امیر بن ابی اسلم کا اور کوئی سیفی بن راہب کا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خاص شخص تو پردے میں ہے جو اس تفصیل میں پیش نظر تھا البتہ یہ تخیل ہر اس شخص پر چسپاں ہوتی ہے جس میں یہ صفت پائی جاتی ہو۔

وہ شخص جس کی مثال یہاں پیش کی گئی ہے آیات الہی کا علم رکھتا تھا یعنی حقیقت سے واقف تھا۔ اس علم کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ وہ اس روئے سے بچتا جسے وہ غلط جانتا تھا اور وہ طرز عمل اختیار کرتا جو اسے معلوم تھا کہ صحیح ہے لیکن وہ دنیا کے فائدوں، لذتوں اور آرائشوں کی طرف جھک پڑا۔ خواہشات نفس کے تقاضوں کا مقابلہ کرنے کے

کی حیثیت سے تم لوگوں سے ہر طرح کی پوچھ گچھ اور تمہارے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے جیسے چاہوں سوالات کر سکتا ہوں۔“

جب اوج اپنا تعارف کروا چکا تو یوش بن نون نے کہا: شروع کیا۔

”اے اوج بن عنق ہمارا تعلق بنی اسرائیل سے ہے تم جانتے ہو گے کہ ہم مصر کی سرزمین میں آباد تھے پھر خدا نے ہمارے اندر رموی طیفا اور ہارون طیفا دو پیغمبر معبوث کیے انہوں نے ہمیں مصریوں کی غلامی سے نجات دی اور ہمیں مصر سے نکال کر اس طرف لانے میں کامیاب ہوئے اس وقت بنی اسرائیل وشت سینا سے ہوتے ہوئے صحرائے فاران میں خیمہ زن ہیں اور ہم لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔

تم ہمیں بنی اسرائیل کے نقیب مجھو ہم ان سرزمینوں کی طرف اس لیے آئے ہیں کہ یہاں سے اپنے لئے ایسی اطلاعات حاصل کریں جو ہمارے لئے سودمند اور منفعت بخش ہوں اس لیے کہ سبکی وہ زمین ہے جسے خدا نے ہمارے تصرف میں دینے کا ہمارے آباء اجداد سے عہد کیا تھا۔“

یوش بن نون کی اس گفتگو سے اوج بن عنق غصے سے بھڑک اٹھا اور غرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

”تو گویا تم اس غرض سے یہاں آئے ہو کہ ان سرزمینوں سے متعلق معلومات حاصل کرو اور پھر ان پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کر لو اگر ایسا ہی ہے تو پھر کیوں نہ میں تم سب کا خاتمہ کر دوں کہ تم سب یہاں سے نہ معلومات حاصل کر سکو اور نہ واپس جا کر اپنی قوم کو اطلاع کر سکو۔“

یہ کہنے کے بعد اوج بن عنق غضب ناک حالت میں آگے بڑھا اور اس نے اپنی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان بارہ سرکردہ اسرائیلیوں میں سے چھ کو اپنی دائیں بغل میں اور چھ کو بائیں بغل میں دبانے کے بعد اٹھایا اس کے بعد وہ مڑا اور اسے گھر کی طرف چل دیا۔ جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کی بیوی نے دیکھا کہ اس کا شوہر اپنی دونوں بظلوں میں بارہ آدمیوں کو دبائے آ رہا ہے تو اس نے حیرت اور پریشانی سے پوچھا۔

”یہ بارہ آدمی کون ہیں اور انہیں تم کہاں سے پکڑ لائے ہو؟“

اس پر اوج بن عنق منکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ بارہ بنی اسرائیل ہیں اور بنی اسرائیل مصر سے نکل کر بقول ان کے وشت فاران میں خیمہ زن ہیں اور ان بارہ کو انہوں نے اس غرض سے ادھر بھیجا ہے کہ یہ لوگ یہاں کے بارے میں ضروری اطلاعات ان کو فراہم کریں تاکہ کسی مناسب موقع پر بنی اسرائیل ہم پر حملہ آور ہو کر یہاں قبضہ کر لیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اوج بن عنق رکا پھر استغماہیہ سے انداز میں اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر تم کہو تو میں ان کو اپنی بظلوں میں ایسا دباؤں کہ ان سب کا خاتمہ کر دوں۔“ اس پر اس کی بیوی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”ایسا ہرگز نہ کرنا بلکہ ہماری اور ہماری قوم کی بہتری اسی میں ہے کہ تو انہیں آزاد کر دے اور یہ واپس جا کر اپنی قوم میں تیری قوت اور طاقت کے چرچے کریں تاکہ بنی اسرائیل کو ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت نہ ہو۔“

اپنی بیوی کے اس مشورے پر اوج بن عنق کہنے لگا۔

”زندگی میں پہلی بار تو نے کوئی اچھا اور مناسب مشورہ دیا ہے۔ اس لیے میں ان لوگوں کو آزاد کر رہا ہوں تاکہ یہ واپس جا کر اپنی قوم میں میری طاقت کے چرچے کریں اور خوفزدہ ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی اوج بن عنق نے ان بارہ اسرائیلی سرکردہ لوگوں کو اپنی بظلوں سے گرا دیا اور پھر ان کو ڈانسنے کے انداز میں کہنے لگا۔

”تم سب یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ مارے جاؤ گے۔ اس پر وہ بارہ کے بارہ اسرائیلی گرتے پڑتے بھاگے اور اس مکان سے باہر نکل گئے۔

چنانچہ رموی علیہ السلام کے ذریعے خداوند قدوس کا جو حکم ان بارہ سرکردہ اسرائیلیوں کو ملتا تھا وہ ارض فلسطین کی طرف بڑھے ان میں دوسر کردہ اشخاص تھے۔ ایک یوش بن نون اور ایک قالب بن یوحنا پس یہ بارہ سامعی چالیس روز تک ارض کنعان میں گزرے اور وہاں سے کچھ پھل بھی حاصل کیے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پھل انہوں نے وادی اشکل کے ایک باغ سے حاصل کیے تاکہ بنی اسرائیل کو یہ پھل دکھائے جائیں اور انہیں اس سرزمین پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی جائے جو بارہ پھل انہوں نے وادی اشکل کے باغات سے حاصل کیے تھے ان میں انگور کی ایسی ڈالی بھی تھی جس پر انگور کا اتنا بڑا

گنجا تھا کہ دو آدمی ایک لاشی پر لٹکا کر چل سکتے تھے اس کے علاوہ انہوں نے کچھ انار اور انجیر بھی حاصل کیے اس کے بعد وہ شہت فاران کے اس مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں بنی اسرائیل کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

یہیں یہ بارہ اسرائیلی جب شہت فاران میں واپس آئے اور ان میں سے ایک نے موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا۔

”جس سرزمین کی طرف آپ نے ہمیں روانہ کیا تھا وہاں واقعی دودھ اور شہد بہتا ہے اور یہ وہاں کا پھل ہے لیکن جو لوگ وہاں بستے ہیں وہ زور آور ہیں۔ ان کے شیر بڑے بڑے اور فیصل دار ہیں اور ان سرزمینوں کے اندر کنعانوں کے علاوہ غنائقی حتیٰ اور اسودی آباد ہیں۔

اس پر قاب بن یوحنا نے اس آدمی کی بات کاٹتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

”ہمارے لئے بہتر ہے کہ ہم یک دم جا کر اس سرزمین پر حملہ آور ہوں اور اس پر قبضہ کر لیں کیونکہ ہم اس قابل ہیں کہ اس پر ہم مسلط ہو جائیں۔“

قاب کے خاموش ہونے پر ایک اور اسرائیلی بول اٹھا۔

”ہم ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ ان لوگوں پر حملہ کر سکیں۔ کیونکہ وہ ہم سے زیادہ زور آور ہیں ہم نے جس قدر بھی لوگ وہاں دیکھے قد آور ہیں اور ہم نے وہاں جباروں کی نسل دیکھی ہے اور ان کے سامنے ہم ایسے ہی تھے جیسے مڈے ہوتے ہیں سو یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ہم کنعان میں بسنے والے لوگوں پر حملہ آور ہوں اور انہیں شکست دے کر اس سرزمین پر قبضہ کر سکیں۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان بارہ آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

”تم لوگ بنی اسرائیل کے سامنے ارض کنعان کی یہ کیفیت بیان نہ کرنا کہ وہاں کے لوگ زور آور اور طاقت ور ہیں اور یہ کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔“

ان بارہ میں سے دو یسوی یوش بن نون اور قاب بن یوحنا نے موسیٰ علیہ السلام کے احکامات کو مکمل طور پر اتباع کیا اور ان دونوں میں سے کسی نے بھی بنی اسرائیل کے کسی فرد پر ارض کنعان کی کیفیت بیان نہ کی لیکن باقی دس نے بنی اسرائیل کو کنعانیوں کے حالات تفصیل سے سنا ڈالے۔ اس پر بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگ روتے پیتے اور چیختے

چلاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے شکایت کرتے ہوئے کہنے لگے۔

”اے موسیٰ کاش ہم مصر میں ہی مر گئے ہوتے اور اگر ایسا ممکن نہ تھا کاش مصر سے نکلنے کے بعد ہم ان صحراؤں ہی میں ختم ہو گئے ہوتے۔“

”اے موسیٰ تم ہمیں اس ملک کی طرف لے جا رہے ہو جہاں کے لوگ اپنی تلواروں سے ہمارا قتل عام کریں گے اور ہماری بیویوں اور بچوں کو قتل کر مال سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیں گے۔ اے موسیٰ کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم اور تمہارا خدا ارض کنعان کی طرف جاؤ اور جب تم اس سرزمین کو ہمارے لئے فتح کر لو تو ہمیں اطلاع کر دینا ہم وہاں ان سرزمینوں میں جا کر آباد ہو جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص راجحہ دوبارہ کہنے لگا۔

”اے موسیٰ اگر ایسا ممکن نہیں تو پھر ہم واپس مصر کا رخ کرتے ہیں۔“

اس شخص کے علاوہ بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگوں نے مزید کہا۔

”ہمیں امید ہے کہ ہمیں مصری واپس جانا پڑے گا۔ سو ہم اپنے میں سے کسی کو اپنا سردار مقرر کرتے ہیں اور آج ہی مصر کی طرف واپس چلے جائیں گے۔“

بنی اسرائیل واقعی مصر واپس جانے کو تیار ہو گئے۔ یوش بن نون اور قاب بن یوحنا آگے بڑھے اور ان کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگے۔

”وہ ملک جس کا ہم حال دریافت کر کے آئیں بہت اچھا ہے اور یہ کہ جب ہمارا خدا ہم سے راضی ہے تو وہ ضرور ہمیں اس سرزمین اور اس کے باسیوں پر غلبہ عطا کرے گا۔“

انہوں نے بنی اسرائیل کو سمجھاتے مزید کہا۔

”ارض کنعان ایسی سرزمین ہے جس میں دودھ اور شہد بہتا ہے اور خدائے بخترم ہمیں ضرور اس سرزمین میں غلبہ عطا فرمائے گا۔“

یوش بن نون اور قاب بن یوحنا کے سمجھانے پر بنی اسرائیل واپس مصر جانے سے رُک گئے، لیکن انہوں نے آگے بڑھ کر ارض کنعان میں داخل ہونے سے بھی صاف انکار کر دیا۔ اس موقع پر بنی اسرائیل کی اس ہٹ دھرمی پر خداوند قدوس نے وحی کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی بات پر دھیان نہ دیا اور اپنی ہی وجہ میں اُس قریبی پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ اس سے پہلے کیونکہ وہ اللہ کے احکامات سے روگردانی کر رہے تھے اور اس بار بھی موسیٰ علیہ السلام نے انہیں منع کرتے ہوئے کہا تھا کہ خدا کے آئندہ حکم کا انتظار کرو اور پہاڑ کے اوپر مت جاؤ کیونکہ اس پہاڑ کے دوسری طرف عاتقی رہتے ہیں جو ہو سکتا ہے وہ تمہیں نقصان پہنچائیں لیکن انہوں نے خدا اور موسیٰ دونوں کے احکامات کو یوں پشت ڈال دیا اس لیے جب وہ پہاڑ پر چڑھے تو وہی ہوا جو خدا نے موسیٰ نے ظاہر کیا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے ہی عاتقی ان پر حملہ آور ہوئے اور ان سب قوموت کے گھاٹ اتار دیا۔

وادی فاران یعنی صحرائے سینا میں ہی کچھ ایسے واقعات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیش آئے جن کی وجہ سے آپ کی بڑی دل شکنی ہوئی پہلا واقعہ اور حادثہ قارون کا تھا قارون جس کا نام بائبل اور تلمود میں کوہری بیان کیا گیا ہے حضرت موسیٰ کا چچا زاد بھائی تھا بائبل کے باب خروج میں جو نسب نامہ بیان کیا گیا ہے اس کی رو سے حضرت موسیٰ اور قارون دونوں کے باپ گئے بھائی تھے یہ بھی بتا چکا ہے کہ یہ شخص بنی اسرائیل میں سے ہونے کے باوجود فرعون کے ساتھ ملا تھا اور اس کا خاص مقرب بن گیا تھا اور حضرت موسیٰ کی بھوت کی مخالفت میں فرعون کے بعد وہ بڑے خاقوں میں ایک قارون بھی تھا۔

اس قارون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف یہ دعویٰ تھا کہ وہ مرہتے اور رہتے ہیں اُن کے برابر ہے اگر انہیں بوت ملی ہے تو اسے ایسی دولت ملی ہوئی ہے جس پر سب لوگ رشک اور حسد کرتے ہیں چنانچہ اسی رشک اور حسد میں اُس نے اللہ کے نبی حضرت موسیٰ کو بدنام کرنے کا تہیہ کیا اُس کے ذہن پر شیطان سوار ہوا اور اُس نے بیٹھائی اور ایللیسی کردار ادا کرنے کا تہیہ کیا چنانچہ ایک روز وہ اپنے خیمے سے نکلا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بنی اسرائیل کے خیموں کے شہر کے بیچوں بیچ جنوب کی طرف بڑھا یہ خیرہ گاہ کافی دور تک پہنچی تو بھی کچھ آگے جا کر ایک خیمے کے باہر آ کر وہ اور وہاں بیٹھی وہی ایک معمر خاتون کو مخاطب کر کے پوچھا۔

”اے خاتون کیا مہینہ اس وقت اپنے خیمے کے اندر موجود ہیں اس سے ایک تہائی اہم کام کے سلسلے میں تہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔“

اس پر اُس بڑھیا نے اُسے مخاطب کر کے کہا کہ ”تم بلا بھجک خیمے میں چلے جاؤ فیض اس وقت اکیلی ہی ہے اور تم اُس سے جو گفتگو کرنا چاہتے ہو راز داری سے کر سکتے

”بنی اسرائیل کو یہ حکم سادہ کہ تمہارے بال بچے جن کی بابت تم سے کہا ہے کہ انہیں دشمن لوٹ کا مال سمجھ کر اپنے پاس بٹھرائیں گے۔ اب خدا انہی کو ارض کنعان میں پہنچائے گا اور وہی اُس ملک کی حقیقت کو پہچانیں گے جسے ان لوگوں نے متعیر جانا ہے۔“

”اور بنی اسرائیل کے موجودہ لوگوں کی حالت یہ ہوئی کہ یہ چالیس برس تک ان بیابانوں اور دشت میں آوارہ پھرتے رہیں گے اور اسی دشت میں مر کھ جائیں گے پھر ان کے بچے جوان ہو کر ایک نئے عزم اور ارادے کے ساتھ ارض کنعان میں داخل ہوں گے۔“

ساتھ ہی موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا گیا۔

”جو بارہ آدمی ارض کنعان کا حال جاننے کے لیے گئے تھے۔ ان میں یوشع بن نون اور قابیل بن یوٹا بھی زندہ رہیں گے۔ انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے بنی اسرائیل سے وہ بائیں نہ گئے جس سے موسیٰ نے منع کیا تھا لیکن باقی نے چونکہ موسیٰ علیہ السلام کے حکم کا اتباع نہ کیا تھا نافرمانی کا مظاہرہ کیا تھا اور انھوں نے ارض کنعان کی اصل کیفیت بنی اسرائیل سے بیان کر دی تھی لہذا ان کی سزا یہ ہے کہ وہ چند روز تک ایک دبا میں جلا ہو کر ختم ہو جائیں گے۔“

خداوند قدوس کے یہ احکامات جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سنائے تو اُس وقت اُن پر اس کا کوئی خاص اثر نہ ہوا لیکن چند ہی دن کے بعد وہ انھیں ایک دبا میں جتا ہو کر ایک ساتھ مر گئے تو بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو بڑھ چڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کے ارض کنعان جانے کی مخالفت کرتے تھے بے فکر مرند ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

”اب ہماری آنکھیں کھل گئی ہیں اور ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ خدا کے احکامات کا اتباع کریں انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہم سامنے والے پہاڑ پر چڑھ کر عہد کرتے ہیں کہ ارض کنعان پر حملہ آور ہونگے۔“

موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو پھر سمجھاتے ہوئے کہا۔

”جب تم ایک بار بدتمیزی، بغاوت اور سرکشی کا مظاہرہ کر چکے ہو اور خداوند قدوس نے تمہارے متعلق احکامات بھی جاری کر دیے ہیں تو تم اس پہاڑ پر چڑھنے کی جلد بازی نہ کرو۔ بلکہ خدا کے اگلے حکم کا انتظار کرو۔“

لیکن حد سے زیادہ مخالفت کرنے والے بنی اسرائیل کے ان سرکردہ لوگوں نے

اس عورت نے تھیلی کھول کر دیکھا وہ سنہری سکوں سے بھری ہوئی تھی۔ ایک عجیب سی فرحت بخش ادا میں اُس نے سکوں کو دائیں بائیں ٹولا اور پھر کہا۔

”میں تمہارا یہ کام کرگزرونگی۔“

چنانچہ قارون نے خوش ہو کر کہا۔ ”مجھے یہ امید تھی کہ تمہارا یہی جواب ہوگا یہ تھیلی تم رکھو اور یہ بتاؤ کہ یہ کام کب سے شروع کر دوں گی۔“

مغنیہ خوشی میں پھولی نہ ساری تھی لہذا فوراً بول اٹھی۔ ”جب تم کہو اسی وقت کر گزروں گی۔“

جواب میں قارون کہنے لگا۔ ”میں تو چاہتا ہوں تم بغیر کسی تاخیر کے یہ کام شروع کر دو۔“

اس پر اس نے اسے اطمینان دلائے کے انداز میں کہا۔

”قارون میں تمہاری خواہش کے مطابق اس کام کی آج سے ابتداء کر دوں گی۔“ اس کی یقین دہانی اور اعتماد حاصل کرنے کے بعد قارون خوش خوش مطمئن ہو کر اٹھا اور وہاں سے باہر نکل گیا تھا۔

اُسی روز اس مغنیہ نے بنی اسرائیل کے مرد و زن میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ موسیٰ کس کے ساتھ گناہ میں ملوث ہوئے ہیں۔

پس یہ بات ایک سے دوسرے کان تک تہمت بن کر بنی اسرائیل میں پھیلی چلی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ بات کس نے اڑائی ہے۔

اس پر بنی اسرائیل میں سے کچھ نے کہا کہ یہ بات اُس مغنیہ نے اڑائی ہے جو دو کو آپ کے ساتھ ملوث کرتی ہے۔

پس ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام مغنیہ کے پاس آئے اور اُسے مخاطب کر کے ہوا۔ ”تو نے کس بنا پر اور کس کے کہنے پر اتنی بڑی تہمت مجھ پر لگائی ہے۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ انتہائی پریشان اور پشیمان ہوئی پھر فرت موسیٰ علیہ السلام کی نگاہوں میں اُس نے ایسا جلال دیکھا کہ اُس پر ناقابل برداشت فرت اور دہشت طاری ہو گئی پس اُس نے سچ بچ بتاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”یہ بات مجھ سے کھلوائی گئی ہے اور کھلوانے والا آپ کا چچا زاد بھائی قارون ہے

ہو جب تک تم اس راز دارانہ گفتگو سے فارغ نہیں ہوتے میں کسی اور کو اُس کے خیمے میں نہیں آنے دوں گی۔“

اس پر قارون خیمے میں داخل ہوا اُس نے دیکھا بنی اسرائیل کی وہ مغنیہ واقعی اس وقت خیمے کے اندر اکیلے موجود تھی۔

چنانچہ جب وہ خیمے میں داخل ہوا تب اُس نے قارون کا شاندار استقبال کیا اس لیے کہ قارون صاحب ثروت تھا۔ دولت اور جواہرات کے ڈیرے کے ڈیر اُس کے پاس تھے اسی بناء پر مغنیہ نے بھی لالچ میں آخر اس کا استقبال کیا اور اُس کے دونوں ہاتھ

تھامے اُسے ایک نشست پر بٹھایا پھر پوچھا۔ ”اے دولت اور حشمت کے بادشاہ آج تو مجھ جیسی مغنیہ کے خیمے میں کیسے چلا آیا؟“

اس کے استفسار پر قارون کہنے لگا۔

”میں ایک انتہائی اہم کام سے تیرے پاس آیا ہوں اگر تو میرا وہ کام کر دے تو میں تجھے اس قدر مال و دولت سے نواز دوں گا کہ زندگی بھر تجھے اور تیرے اہل خانہ کو روزی کے لیے کوئی تنگ دوند نہ کاڑ پڑے گی اور میرے بعد بنی اسرائیل کے اندر تم ہی سب سے زیادہ دولت مند اور صاحب حیثیت ہوں گی۔“

اس پر اس نے لچائی ہوئی نگاہوں سے قارون کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ ”وہ کون سا کام ہے جس کی بنا پر میں صاحب ثروت ہو سکی ہوں ذرا کھل کر کہو؟“

اس پر قارون نے عیارانہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ ”اے مغنیہ اگر تو میرے کہنے پر موسیٰ پر بدی اور گناہ کا الزام لگا دے اور بنی اسرائیل میں یہ بات پھیلا دے کہ موسیٰ تمہارے ساتھ بدی میں ملوث ہوئے ہیں تو میں تمہیں اس قدر دولت سے نواز دوں گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتی ہو۔“

اس کے ساتھ ہی قارون نے اپنی کمر سے بندوق ہٹائی کافی بڑی چمی چھلی اور اسے مغنیہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر تم میرے اس کام کے لیے باہی بھرتی ہو تو یہ پیشگی رقم ہے جب تم یہ کام گزرو گی تو میں تمہیں اس جیسی کئی اور تھیلیاں دوں گا۔“

اس کو بے حد مغرور بنادیا تھا اور وہ دولت کے نشے میں اس قدر چورتھا کہ اپنے عزیزوں، قربات داروں اور قوم کے افراد کو حقیر اور ذلیل سمجھتا اور ان سے حقارت سے پیش آتا۔

مؤمنین مزید یہ لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کے افراد نے ایک مرتبہ اُس کو نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بے حد دولت اور ثروت بخشی ہے اور عزت اور شہرت عطا فرمائی ہے لہذا اُس کا شکر ادا کر دو اور مالی حقوق، زکوٰۃ، صدقات دے کر غرباء، فقراء اور مساکین کی مدد کر خدا کو بھول جانا اور اس کے احکامات کی خلاف ورزی کرنا اخلاق اور شرافت دونوں لحاظ سے سخت ناشکری اور سرکشی ہے اس کی دی ہوئی عزت کا صلہ یہ نہیں ہوتا چاہیے کہ تو کمزوروں اور ضعیفوں کو حقیر اور ذلیل سمجھنے لگے اور تکبر میں غریبوں اور عزیزوں کے ساتھ نفرت سے پیش آئے۔ قارون کے جذباتِ انیت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ نصیحت پسند نہ آئی اور اُس نے مغرورانہ انداز میں حضرت موسیٰ کو مخاطب کر کے کہا۔

”میری یہ دولت اور ثروت خدا کی عطا کردہ نہیں ہے یہ تو میرے عقلی تجربوں اور علمی کاوشوں کا نتیجہ ہے میں تیری نصیحت مان کر اپنی دولت اس طرح برہا نہیں کر سکتا۔“ مگر حضرت موسیٰ برابر اپنے فرض تبلیغ کو انجام دیتے ہوئے قارون کو راہ ہدایت دکھاتے رہے۔ قارون نے جب دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتے تو اُن کو زنج کرنے اور اپنی دولت اور شہرت کے مظاہرے سے مرعوب کرنے کے لیے وہ اُن کے سامنے اپنی دولت اور ثروت کا مظاہرہ کرنے لگا۔

آخر جب قارون نے اپنی دولت و ثروت کے خوب خوب مظاہرے کر لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لوگوں کی بے عزتی اور تذلیل میں کافی سے زیادہ زور صرف کر لیا تو اب خداوند قدس کا دست سزا حرکت میں آیا اور مکافاتِ عمل کے فطری قانون نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور قارون اور اس کی دولت پر خدا کا اہل فیصلہ صادر ہوا یہاں تک کہ قارون سے یہ بھی کہا گیا کہ تو نے ان گنت سنہری سکوں کی تھیلیاں اُس مخفیہ کودے کر کیوں اور کس لیے موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کو داغ لگانے کی کوشش کی جب کہ تو جانتا ہے کہ وہ اُس ہڈی میں ملوث نہیں ہیں جس تجھے تیرے گناہ کی سزا مل کر رہے گی اس پر قارون بھی برہم ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اس نے سنہری سکوں کی کئی تھیلیوں کے عوض مجھے ایسا کرنے کو کہا اور مجھ پر ایسی بدبختی سوار ہوئی کہ میں نے یہ کام کرنے کی حافی بھری اور اس کے کہنے پر یہ کام کرگزری میں اپنے کیے پر بڑی نادم اور شرمندہ ہوں۔“

اسی قارون نے دوسرا کام یہ کیا کہ اس نے بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت کو اپنی دولت صرف کر کے اپنے ساتھ ملا لیا اور پھر یہی کام کرنے لگا کہ اپنی جماعت کے ساتھ وہ خاص شان و شوکت، اپنی دولت اور خزانوں کی نمائش کرتا ہوا روزانہ بنی اسرائیل کے بیچ میں سے گزرتا اس نمائش کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل پر واضح کر دے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کا سلسلہ یونہی جاری رہا تو میں بھی ایک کیٹھ جتنا رکھتا ہوں جو اہر کا مالک ہوں لہذا ان دونوں ہتھیاروں کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام کو شکست دے سکتا ہوں۔

بنی اسرائیل نے جب قارون کی اس دنیاوی ثروت اور عظمت کو دیکھا تو ان میں سے کچھ لوگوں کے دلوں میں انسانی کمزوری نے یہ خیال پیدا کیا کہ اسے کاش یہ دولت ثروت ہمیں بھی نصیب ہوتی مگر بنی اسرائیل کے صاحبِ علم لوگوں نے فوراً مداخلت کی اور اُن سے کہا۔

”خبردار اس دنیاوی زیب و زینت پر نہ جانا اور اس کے لالچ میں گرفتار نہ ہو۔ بیشنا مغربِ تم بدیکھو گے کہ اس دولت اور ثروت کا انجام کیسا برا اور ہولناک ہوتا ہے۔“

اس سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو کی بار سمجھایا کہ تم بنی اسرائیل میں اپنی شان و شوکت اور ثروت کی نمائش سے باز رہو لیکن قارون نے انتہائی تکبر سے موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ اے موسیٰ مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں، تمہیں مجھ پر فوقیت صرف یہ ہے کہ تمہیں نبوت عطا ہوئی ہے اور مجھے تم پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ مجھے دولت مل ہوئی ہے سو ہم دونوں ایک ایک معاملے میں ایک دوسرے پر مسابقت رکھتے ہیں لہذا خدا کی نظر میں برابر ہیں۔

مؤمنین نے بھی لکھتے ہیں کہ قارون بنی اسرائیل میں سے سب سے بڑا عالمِ ثروت اور مالدار شخص تھا۔ اس کے خزانے زرد جواہر سے پر تھے اور قوی ہیکل مردانہ کی جماعت بمشکل اس کے خزانے کی تنجیاں اٹھاتی تھیں۔ اس ثروت اور سرمایہ داری کی

”اے موسیٰ ﷺ میں تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ تم اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے تجھے مجھ پر نبوت کی فضیلت ہے اور مجھے تم پر مال و دولت کی۔ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم اپنی جگہ پاکر صاف ہو میں نے تجھ پر تہمت لگائی ہے تو اؤ ہم باری باری ایک دوسرے کے خلاف بددعا کریں یوں ہم میں سے جو جھوٹا ہوگا اس کا خاتمہ سب کے سامنے ہو جائے گا۔“

حضرت موسیٰ نے قارون کی اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ اس پر قارون نے کہا پہلے میں بددعا کروں گا۔ حضرت موسیٰ ﷺ نے اسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ اس نے حضرت موسیٰ ﷺ کے حق میں بددعا کی مگر اس کا کوئی اثر اور رد عمل نہ ہوا اس کے بعد حضرت موسیٰ ﷺ نے اس کے حق میں بددعا کی تب اس بددعا کے نتیجے میں قارون اپنے سارے مال و دولت، حشمت اور تکبر اور تعصب و ثروت کے ساتھ زمین میں دفن ہو کر غرق ہو گیا۔

قارون کے علاوہ بنی اسرائیل نے دوسرے اور بہت سے مواقع پر اللہ کے رسول حضرت موسیٰ کو طرح طرح سے اذیت پہنچائی۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ ﷺ کو قول اور عمل دونوں طریقوں سے سخت اذیتیں پہنچائیں حتیٰ کہ بہتانا طرازی اور تہمت طرازی سے بھی باز نہ رہے۔

وہ کئی مواقع پر حضرت موسیٰ سے بت پرستی کی فرمائش کر چکے تھے گویا سالہا پرستی میں اپنی دلچسپی ظاہر کر چکے تھے اس کے علاوہ وہ بقول توریت ارض مقدس میں داخلے سے انکار کا سبب بن چکے تھے من و سلویٰ پر اپنی ناپائندگی کا بھی اظہار کی غرض کہ ہر معاملے میں ضد اور ہٹ دھرمی اور ہر ایک معاملے میں حضرت موسیٰ سے جالبا نہ ٹکرا کر ایک طویل سلسلہ انہوں نے جاری رکھا جو ان کی زندگی کا جزو نظر آتا تھا۔ حضرت موسیٰ ان کے مقابلے میں شیطا اور صبر کے ساتھ ایک قریبی ساتھی کی طرح برداشت کرتے رش و ہدایت کے کام میں سنبھک نظر آتے تھے۔ بنی اسرائیل کی طرف حضرت موسیٰ کو بدنام کرنے کا ایک اور اہم واقعہ بھی مورخین رقم کرتے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ پر شرم دیا کہ بہت غلبہ تھا حتیٰ کہ وہ اپنے برہنہ بدن کے کسی حصے پر بھی نگاہ نہیں پڑنے دیتے تھے اس کے برعکس بنی اسرائیل کی یہ حالت تھی کہ وہ مجمع عام میں برہنہ ہو کر غسل کرنے کے عادی تھے اس لیے وہ حضرت موسیٰ کو تنگ کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔

کبھی کہتے کہ ان کے خاص حصہ جسم پر برص کے داغ ہیں کبھی کہتے کہ ان کو خاص جگہ کی کوئی خاص بیماری اور مرض ہے یا کوئی دوسرا مرض لاحق ہے۔ تب ہی تو چھپ کر علیحدہ نہاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ ﷺ بنی اسرائیل کی یہ غیر ذمہ دارانہ باتیں سنتے اور خاموش رہتے آخر خداوند قدوس کی یہ مرضی ہوئی کہ ان کو اس تہمت سے پاک اور بری کرے۔

چنانچہ ایک روز وہ یعنی حضرت موسیٰ علیحدہ آڑ میں نہانے کی تیاری کر رہے تھے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے پھر پتھر خدا کے حکم سے اپنی جگہ سے سرکار اور جہاں جمع میں بنی اسرائیل برہنہ نہا رہے تھے وہاں چل کر پہنچ گیا۔

حضرت موسیٰ گھبراہٹ اور غصے میں اس پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے۔

”اے پتھر میرے کپڑے، اے پتھر میرے کپڑے۔“

پتھر جب جمع کے سامنے ظہر گیا تو سب نے دیکھا حضرت موسیٰ کے خلاف بنی اسرائیل جو الزام تراشیاں کرتے تھے وہ غلط ہیں وہ ہر قسم کے عیب سے پاک اور صاف تھے۔ حضرت موسیٰ ﷺ پر اچانک اس واقعہ کا ایسا اثر پڑا کہ غصے میں جھنجھلا کر پتھر پر لاشی کے چند وار کر دیئے جس سے اس پر لاشی کے نشانات بن گئے۔

اس غریب الوہنی کے دور میں اللہ کے نبی حضرت موسیٰ ﷺ سے متعلق مورخین نے ایک اور واقعہ بھی بیان کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ﷺ بنی اسرائیل کے ساتھ میدانوں میں خیرہ گاہ کی زندگی بسر کر رہے تھے کہ ایک اور موت کا فرشتہ حضرت عزرائیل حکم ربی انسانی صورت میں حضرت موسیٰ ﷺ کے پاس آیا اور بلا اجازت حضرت موسیٰ ﷺ کے خلوت کدے میں داخل ہو گیا۔

چنانچہ خلوت کدے میں داخل ہونے کے بعد انسانی صورت میں فرشتے نے حضرت موسیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے کہا۔

”اے موسیٰ اپنے پروردگار کی طرف سے موت کے پیغام اہل قبول کو فرمائیے۔“

حضرت موسیٰ ﷺ اسے انسانی صورت میں پہچان نہ سکے لہذا ان کو دود و جو بات کی بناء پر موت کے فرشتے پر غصہ آ گیا۔ اول یہ کہ انسانی صورت میں فرشتہ ان کی خلوت گاہ میں بغیر اجازت کیوں گھس آیا۔ دوسری بات یہ کہ ایک اجنبی اور نا آشنا کو کیا حق پہنچاتا تھا

سیدستانوں کا بادشاہ متی وزا ایک روز اپنی حسین اور خوبصورت بیٹی نکلیا، بیٹیو تان، بیوی سردام کے ساتھ بیٹھا اپنے گھریلو موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ قصر کے جس کمرے میں وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کمرے کے دروازے پر متی وزا کے محافظ دستوں کا سالار آ کر رکا، متی وزا کو اس نے تعظیم دی پھر اس کے بعد وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کے کہنے سے پہلے ہی متی وزا نے اسے مخاطب کیا۔

”کیا تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟“ اس پر محافظ دستوں کا سالار متی وزا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”مالک ہمارے کچھ بجز مختلف علاقوں سے خبریں لے کر آئے ہیں جو جو اطلاعات وہ لے کر آئے ہیں وہ سب میں نے ان سے حاصل کی ہیں اگر آپ حکم دیں تو ان کو آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو جو خبریں میں نے ان سے حاصل کی ہیں وہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔“

اس پر خوشی اور طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے متی وزا اپنے اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”اگر تم ان کے ساری خبریں حاصل کر چکے ہو تو ذرا تفصیل کے ساتھ مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے؟“

متی وزا کے ان الفاظ پر وہ سالار خوش ہو گیا تھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اے بادشاہ ہمارے بجز چار طرح کی خبریں لے کر آئے ہیں اور چاروں ہی بڑی اہم ہیں۔“

اس پر متی وزا غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کہو وہ چار اہم خبریں کون سی ہیں؟“

اس پر وہ سالار کہنے لگا۔

کہ انہیں موت کا پیغام دیتا۔

بس انہیں دو وجوہات کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طیش میں آ کر انسانی صورت میں آنے والے فرشتے پر ہاتھ اٹھایا اور اس زور سے اس کے منہ پر طمانچہ مارا کہ اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔

کہتے ہیں اس پر وہ فرشتہ وہاں سے نکل گیا اور اپنی اصلی صورت میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اپنی اصلی ہیبت میں اللہ سے عرض کی۔

”اے اللہ تیرا بندہ موت نہیں چاہتا۔ اس بناء پر مجھے میں میرے منہ پر طمانچہ دے مارا۔“

بس خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ کو وحی کے ذریعے حکم دیا۔

”اے موسیٰ تم کسی بھی نیل کی کمر پر ہاتھ رکھ دو جس قدر بال تمہاری مٹی میں آجائیں گے ہم ہر بال کے عوض تمہاری عمر میں ایک سال کا اضافہ کر دیں گے۔“

خداوند قدوس کی اس وحی کے جواب میں حضرت موسیٰ نے دریافت کیا۔

”اے اللہ ان بالوں کے بدلے میں ملنے والے سالوں کے بعد میرا کیا انجام ہوگا؟“

وحی کے ذریعے پھر جواب ملا۔

”آ خر کار تو پھر موت ہی آئے گی۔“

تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ ”اے اللہ طویل سے طویل زندگی کا انجام بھی موت ہی ہے تو پھر آج کیوں نہ آئے۔“ اس کے ساتھ ہی آپ نے التجا کی۔

”اے خداوند قدوس اس آخری وقت میں فلسطین کی مقدس ترین زمین کے قریب ترین کمرے جس کا وعدہ تو نے اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے کیا تھا۔“

حکمران جو عرب ہیں ان سے وہ تعلقات بہتر رکھنے کی کوشش کریں گے۔ منجر کہہ رہے تھے کہ آشوری راہنماؤں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ گاہے گاہے ہتھیوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرتے رہیں گے اور امید ہے کہ حتیٰ الٰہی جرأت اور جسارت نہیں کریں گے کہ اپنے علاقوں سے نکل کر آشوریوں کے علاقوں میں داخل ہوں اور ان پر حملہ آور ہوں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو آشوری انہیں نہیں کھس کرے رکھ دیں گے۔

”چوتھی اور اہم خبر یہ ہے کہ بابل کے بادشاہ برناپور نے اپنا ایک وفد آشوریوں کے مرکزی شہر نینوا کی طرف روانہ کیا تھا۔ وہ وفد حکمران کی خدمت میں حاضر ہوا ان پر پہلے یہ انکشاف کیا کہ ان علاقوں میں سیتانی اہل مدین اور اموری، آرائی سب ان جیسے عرب ہیں اور وہ آشوریوں کے خلاف کارروائی کی ابتداء کر ہی نہیں سکتے۔ ساتھ ہی آشوری بھی یہ وعدہ کریں کہ وہ اپنے ہمسائے عربوں سے بہتر تعلقات رکھیں گے۔ بابل کے کسی حکمران چونکہ گرد پلہذا انہوں نے آشوریوں سے یہ بھی التماس کی ہے کہ آشوری ان کے علاقوں، ان کی حدود کا احترام کریں اور منجر کہہ رہے تھے کہ جس وقت بابل کا وفد آشوریوں کے مرکزی شہر نینوا پہنچا تو آشوریوں اور ان کے بادشاہ نے بہترین انداز میں بابل کے ان سفیروں کا استقبال کیا۔ ان کی بڑی توقع اور آؤ بھگت کی اور بابل کے سفیروں کو یقین دلایا کہ آشوری یہ عزائم نہیں رکھتے کہ وہ آنے والے دنوں میں کاسیوں یا سیتانیوں اور اموریوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ آشوریوں نے بابل کے حکمرانوں کو نہ صرف خبر سنا لی کہ بابل کے ان سے برادرانہ تعلقات قائم رکھنے کی خواہش کا بھی اظہار کیا ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ کوئیکہ حتیٰ اپنے آپ کو ان علاقوں میں ناقابلِ تغیر خیال کرتے ہیں اور دوسرے حکمرانوں کی سرحدوں پر شب خون مارتے ہیں لہذا اکثر دیمشتر حنیوں کو اپنا نشانہ بناتے رہیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار کا راجستھی دوا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے بادشاہ مہی وہ چار خبریں ہیں جو ہمارے منجر لے کر آئے ہیں وہ سالار جب خاموش ہوا تب حتی دوا کچھ پوچھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اب تم جاؤ جا کر آرام کرو۔ میں نے پہلے ہی اپنے کچھ سالاروں کو بلا رکھا ہے اور اس موضوع پر میں ان سے بات کروں گا۔ خبریں ساری ہی اچھی ہیں تاہم ان میں سے ایک تکلیف دہ ہو سکتی ہے وہ یہ کہ حتیٰ اب مدین والوں کو اپنا نشانہ بنانے کے درپے

”پہلی اہم خبر یہ ہے کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں ہمارے منجروں نے بتایا ہے کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد ان دنوں وادی میں قیام کو کوچ کرتے ہوئے ارضِ فلسطین کی طرف بڑھ رہے ہیں کیونکہ ان کا دھوکا ہے کہ خدا نے ان کے آباء اجداد سے سرزمین دینے کا ان سے وعدہ کیا تھا لہذا وہ فلسطین میں آباد ہونے کے درپے ہیں۔“

”اے بادشاہ دوسری خبر یہ ہے کہ ہمارا سالار لیمان طاش کے بیٹے مولک کے ساتھ چونکہ خوشگشاں گاہ ہے۔ آپ نے ان کے ساتھ کچھ جنگجو دستے بھی روانہ کیے تھے اور وہ سب مدین کے تاجروں کی صورت میں خوشگشاں کی طرف گئے تھے اور ایک تجارتی کاروان کی حیثیت سے انہوں نے خوشگشاں سے باہر قیام کیا تھا چونکہ اس مہم کے دوران لیمان نے اپنے باپ کے چاروں قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور جنہیں اس نے موت کے گھاٹ اتارا وہ ہتھیوں کے بادشاہ متوہلیش کے نامور سالار تھے لہذا ان کے قتل نے متوہلیش کو بڑی طرح برہم کر دیا ہے اور اس نے تہیہ کر لیا ہے کہ چند روز تک وہ مدین والوں پر ضرب لگائے۔ اس کا کہنا تھا کہ لیمان جو تجارتی کاروان کی صورت میں آیا تھا وہ تجارتی کاروان نہیں تھا وہ سارے جنگجو تھے۔ لیمان چونکہ اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے ساتھ ساتھ اپنی ماں اور متوہلیش کی بیٹی سریان کو بھی نکال کر اپنی حویلی میں لے آیا ہے لہذا ہتھیوں کے بادشاہ متوہلیش کو بڑا غصہ اور بڑی برہمی ہے۔ یہ کچھ رہا ہے کہ لیمان جو تجارتی کاروان لے کر گیا تھا جو حقیقت میں ہمارے جنگجو تھے وہ مدین کے لوگوں سے ساز باز کر کے تجارتی کاروان کی صورت میں خوشگشاں پہنچے اور پھر ان کے ساتھ لیمان اپنے باپ کے قاتلوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اپنی ماں سریان کو بھی کامیابی سے لے کر واپس اپنے مرکزی شہر بیچ لگا۔ اس بناء پر ہتھیوں کے بادشاہ متوہلیش نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ منجر وہ مدین والوں پر حملہ آور ہوگا اور ان کے سارے علاقوں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے گا۔

تیسری خبر ہمارے منجر بابل والوں کی طرف سے لے کر آئے ہیں اور یہ تیسری خبر کچھ اس طرح ہے کہ آشوری عرب ارض شام میں بڑی تیزی کی اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ منجروں کا کہنا ہے کہ طاقت اور قوت پکڑتے ہوئے آشوری سب سے پہلے ہتھیوں سے ٹکرائیں گے۔ اس لیے کہ آشوری عرب ہیں لہذا...

بعد متی وزا اور اس کا بیٹا یوتان بڑے پر جوش انداز میں طباش، لمیان اور مولک سے گلے ملے جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز متی وزا نے کیا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ میری اور میرے اہل خانہ کی سب سے بڑی خوشی ہے آپ لوگ اس وقت قصر کے اندر موجود ہیں کاش اس وقت سیما بھی تمہارے اندر موجود ہوتا جسے میں نے اپنا بیٹا بنا رکھا تھا اور وہ مجھے بے حد عزیز اور محترم تھا۔ بہر حال لمیان میں تم سے اتنا خوش ہوں کہ اپنی اس خوشی کا اظہار میں اپنے الفاظ میں اور اندیشہ کر سکتا تم نے اپنے باپ کا کیا خوب انتقام کیا اور اپنی ماں کو بھی یہاں لے کر آئے۔ بیٹے! سیما اور طباش دونوں بھائی بنے ہوئے تھے اور ان دونوں کے درمیان بھائیوں سے بھی بڑھ کر پیار تھا سیما بڑا پر آج جو میں سب سے اہم مسئلہ حل کرنا چاہتا ہوں اس لیے میں نے طباش کو بلایا ہے تاکہ اس کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد متی وزا نے ایک نگاہ طماہ کے پہلو میں بیٹھی سریان پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

”سریان تیری حیثیت بھی میرے ہاں بیٹیوں کی سی ہے آپ لوگوں کو آج اس لیے بلایا گیا ہے کہ نکسیما اور لمیان کی شادی کا مسئلہ حل کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی مولک اور یوریمیا کی شادی کا دن بھی مقرر کر دیا جائے۔ اب تم سب یہاں بیٹھے ہو آپس میں صلاح مشورہ کرو جو دن تم لوگ مقرر کرو گے وہ میرے لئے قابل قبول ہوگا۔“

اس موقع پر سریان بڑی رازداری سے اپنے پہلو میں بیٹھی طماہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس کی گفتگو کو لمیان اور یوریمیا دونوں بڑے اظہار کے سن رہے تھے جب کہ سریان کے پہلو میں بیٹھی نکسیما بھی مسکرا رہی تھی پھر سریان نے تھوڑی دیر طماہ سے گفتگو کرنے کے بعد متی وزا کو مخاطب کیا اور کہنے لگی۔

”اس موضوع پر اس سے پہلے ہماری تفصیل کے ساتھ گفتگو طباش بھائی اور ان کی بیوی بلسان سے ہو چکی ہے۔ انہوں نے سارا مسئلہ ہم پر چھوڑا ہے کہ جیسا ہم چاہیں گے ایسا ہی ہوگا۔ ہمارے ہاں اس وقت ہماری بڑی طماہ زندہ ہیں۔ اس وقت یہ میری ماں بھی ہیں میرا باپ بھی ہیں میرے بچوں کی ماں بھی ہیں اور ان کا باپ بھی۔ لہذا اس موضوع پر میں نے ان سے گفتگو کی ہے یہ آپ کے سوال کا جواب یہی دیں گی۔“

یہں بہر حال اس موضوع پر میں اپنے سالاروں سے مشورہ کر دوں گا۔“
اس کے ساتھ ہی متی وزا کے کہنے پر وہ سالار دہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد متی وزا کی بیوی سردام اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”گلتا ہے یہ جی ان علاقوں کے حالات لگا تار خراب اور اتر رکنا چاہتے ہیں“ اس پر متی وزا کہنے لگا۔

”مجھے امید ہے کہ اب وہ زیادہ عرصہ تک نہ ان علاقوں میں من مانی کر سکیں گے نہ ان علاقوں کے حالات اپنی مرضی اور اپنی مشاء کے مطابق تبدیل کر سکیں گے۔ اس لیے کہ نیوا کے آشوری اب ایک بہت بڑی قوت بن کر ابھر رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ آنے والے دور میں یہی آشوری اپنے سامنے آنے والی بڑی طاقت اور ہر قوت کو رگیدتے ہوئے نکل جائیں گے۔ ان علاقوں میں اس وقت چونکہ جی اپنے آپ کو سب سے بڑی طاقت سمجھتے ہیں لہذا میرا اندازہ ہے کہ یہ آشوری سب سے پہلے جیوں پر ہی ضرب لگائیں گے اور ان کی سلطنت کو خاتمہ کر کے ان کے سارے علاقوں پر قابض ہو جائیں گے۔“

یہاں تک کہتے کہتے متی وزا صرف خاموش ہی نہیں ہو گیا بلکہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سردام، یوتان اور نکسیما بھی اس کمرے کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بے پناہ خوشی کے اظہار میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس لیے کہ اس کمرے میں اس وقت طباش، لمیان، یوریمیا، مولک، سریان اور لمیان کی داوی طماہ داخل ہوئے تھے۔

طماہ خاصی بوڑھی ہو چکی تھی۔ یوریمیا اور لمیان دونوں بہن بھائی نے اسے سہارا دے رکھا تھا اور کمرے کی طرف لا رہے تھے۔ اس موقع پر حسین نکسیما آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آئی۔ بڑی تیزی سے آگے بڑھی طماہ کو بائیں طرف سے یوریمیا نے سہارا دے رکھا تھا اور دائیں جانب لمیان تھا نکسیما، لمیان کی طرف آئی بڑے پیار اور محبت میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ چھوڑ دیں میں داوی کو خود اندر لے کر جاتی ہوں پھر انہیں نشست پر بٹھاتی ہوں۔“ نکسیما کے کہنے پر لمیان ایک طرف ہٹ گیا۔ نکسیما نے خود آگے بڑھ کر طماہ کو سہارا دیا اس طرح یوریمیا اور نکسیما دونوں نے طماہ کو ایک نشست پر بٹھا دیا۔ اس کے

اس کے بعد متی وزا نے تھوڑی دیر پہلے اپنے مجبوس کی لائی ہوئی چارخیز جو اسے سنائی گئی تھیں وہ تفصیل کے ساتھ سب سے کہہ دی تھیں۔

متی وزا جب خاموش ہوا تب طباش بولا اور متی وزا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ جی من مانی نہیں کر پائیں گے۔ پہلے یہ لوگ مصر کے فرعون سے ڈرتے تھے مگر اب اور باطل والوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے اچھپاتے تھے کہ کہیں پہلے کی طرح فرعون اپنا جرات لشکر لے کر ہماری مدد کرتے ہوئے حقوں پر چڑھ نہ دے۔“

یہاں تک کہہ کر طباش کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ اس موقع پر متی وزا نے عجیب سے انداز میں سران کی طرف دیکھا تھا پھر طباش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”طباش میرے عزیز یہ گفتگو کرتے ہوئے اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ اس وقت یہاں سران تک بھی بیٹھی ہوئی ہے۔“

طباش اس موقع پر مسکراتے ہوئے سران کی طرف دیکھنے لگا جب کہ سران کے چہرے پر بھی ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر وہ متی وزا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”طباش بھائی جو کہنا چاہتے ہیں کہنے دیں۔ اس لیے کہ جو کچھ وہ کہیں گے حقیقت ہی ہوگی۔ آپ میرا ڈاکر لے کر رہے ہیں کہ میں بظاہر حقوں کے بادشاہ متوشلیش کی بیٹی ہوں لیکن یہ مت بھولے کہ میں سیاسی کی بیوی اور لیان کی ماں ہوں میں اب جی نہیں سیتانی ہوں۔ میں اب بہت پرست نہیں اپنے خدائے واحد کو اس کائنات کا خالق، منصف اور راز رکھتی ہوں جس پر آپ لوگ ایمان رکھتے ہیں، اس بناء پر طباش بھائی جو کچھ کہنا چاہتے ہیں انہیں کہنے دیجئے اور آپ یوں جانے جو کچھ طباش بھائی کہیں گے اسی میں میری رضا مندی اور اسی میں میری خوشی ہوگی۔ اس لیے کہ میں اب جی نہیں سیتانی ہوں۔“

سران کے ان الفاظ پر متی وزا خوش ہو گیا تھا یہاں تک کہ طباش نے پھر کہنا شروع کیا۔

”میں جانتا ہوں جی جین سے بیٹھے والے انہیں ہیں اگر وہ دین والوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر ہمیں دین والوں کی مدد کرنا ہوگی پہلی بات یہ کہ دین والے ہمارے ہمسائے ہیں دوسری بات یہ کہ وہ عقیدہ کے لحاظ سے ہم سے ملے

سران جب خاموش ہوئی تب طماہ متی وزا کو مخاطب کر کے کہنے لگی

”میں خوش قسمت ہوں آج اپنے پوتے کے سلسلے میں میں یہاں قصر کے اندر موجود ہوں۔ مجھے اس پر بھی فخر ہے کہ اس سے پہلے میرا بیٹا سیاسی سیتانی لشکریوں کا سالار تھا اور آپ کے پاس اس کا آنا جانا تھا جہاں تک لیان اور کلیسا، یوریا اور مولک کی شادی کا تعلق ہے تو میں سارا معاملہ آپ پر چھوڑتی ہوں آپ جو بھی دن مقرر کریں گے ہمارے لئے بالکل قابل قبول ہوگا ہاں ہماری ایک التجا ہے کہ یہ معاملہ سادگی سے اپنے انجام کو پہنچ جائے اسی میں ہماری خوشی ہوگی۔“

طماہ کے ان الفاظ پر متی وزا ہی نہیں کلیسا، لیان اور سرام سب کی خوشی کی کوئی انتہا تھی اس موقع پر متی وزا کی بیوی اور کلیسا کی ماں سرام بول اٹھی اور طماہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے یہ جو آپ نے سادگی کی بات کی اس متعلق میں پہلے ہی کلیسا کے باپ سے بات کر چکی ہوں۔ یقیناً سارا معاملہ سادگی سے ہوگا۔ آپ بالکل بے فکر رہیں سرام کے خاموش ہونے پر متی وزا بول اٹھا۔“

”اگر سارا معاملہ سادگی ہی سے طے ہو جاتا ہے تو پھر میں چاہوں گا کہ پرسوں ان دونوں شادیوں کا اہتمام کر دیا جائے۔“

متی وزا کے اس فیصلے سے طماہ اور باقی سارے لوگوں نے بھی اتفاق کیا تھا جب ایسا ہو چکا تب متی وزا نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی پشت پر جو ایک طشت لٹک رہا تھا اس پر لکڑی کی ہتھوڑی سے دے ماری تھی۔ ضرب لگنے سے آواز کی گونج قصر میں گونج گئی تھی جس میں اس آواز کا گونجنا تھا کچھ لوگ بڑے بڑے طشت اٹھائے اس کمرے میں داخل ہوئے اور شادی کی تاریخ مقرر ہونے پر سب کو طرح کی شیشی چیزیں کھانا لگے تھے۔

کچھ دیر ایسا ہی ماں راجہا سارے برتن سمیٹ دیئے گئے تب متی وزا کہنے لگا۔

”جس اصل کام کے لئے میں نے آپ سب لوگوں کو بلایا تھا وہ مسئلہ تو حل ہو گیا پرسوں لیان، کلیسا، یوریا اور مولک کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اب میں ایک اور مسئلے کی طرف آتا ہوں میں چاہتا ہوں اس سلسلے میں طباش، لیان اور مولک سب مل کر فیصلہ کریں کہ ہمیں کیا قدم اٹھانا ہوگا۔“

چلتے ہیں اور تیسری بات یہ کہ وہ ہمارے ہم زبان بھی ہیں ہمارے ہم نسل، ہمارے عزیز اور رشتہ دار بھی ہیں۔“

طہاش جب خاموش ہوا تب متی دزالمیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بیٹے طہاش نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا۔ اب تم کہو۔“

”میرے بھی وہی خیالات ہیں آپ بے فکر رہیں آپ اپنے مجبوروں کو میتوں کے علاقوں کی طرف پھینکا دیں اور جس روز ہمارے حجرے سے اطلاع کریں گے کہ میتوں کا کوئی لشکر مدین والوں پر ضرب لگانے کے لیے اپنے سرکاری شہر خوشاش سے نکلا ہے۔ اس روز میں اور مولک بھی ایک لشکر لے کر یہاں سے نکلیں گے اور میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ ہم میتوں کو مدین والوں کے علاقے میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔“

متی دزالمسراہا تھا لمیان کے جواب پر اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد متی دزا کے قصر میں سب کے کھانے کا اہتمام کیا گیا تیسرے روز لمیان اور نکسیما، مولک اور یوریمیا کی شادی کا اہتمام کر دیا گیا تھا۔ یوریمیا اپنے ہاں سے نکل کر طہاش کی حویلی میں چلی گئی تھی جب کہ نکسیما اشوکا کے قصر شاہی سے لمیان کی حویلی میں منتقل ہو گئی تھی۔



حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی سرکردگی میں جس وقت بنی اسرائیل کا قیام کے مقام پر قیام ہوا تھا تو یہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن مریم کی وفات ہوئی اور اسی سرزمین میں ان کو دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل آگے بڑھے اور میدان میں تیس مہینے پھرتے وہ کوہستانوں کی اس چوٹی کے قریب جا پہنچے جو جبل حور کے نام سے مشہور ہے۔

چنانچہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ جبل حور کی اس چوٹی کے پاس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی ہوئی اور خداوند قدوس نے حکم دیا کہ ہارون اور ہارون کے بیٹے ابیہزر کو لے کر کوہستان حور کی چوٹی پر جائیں اور وہاں کچھ دن عبادت میں گزاریں ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی انکشاف کر دیا گیا تھا کہ اس چوٹی پر ان کے بھائی ہارون کا انتقال ہو جائے گا۔

پس حکم خداوندی کے مطابق موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور ابیہزر کوہستان حور کی چوٹی پر آ گئے اور وہاں کچھ دن وہ تینوں عبادت میں مصروف رہے۔

اسی چوٹی پر حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور خدا کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کے کپڑے اتار کر اپنے پیچھے ابیہزر کو پہنا دیے۔ یہ ایک طرح سے نشانی تھی کہ ہارون علیہ السلام کی جگہ اب ان کے بیٹے بنی اسرائیل میں قائم مقام ہوں گے۔

اس کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کو وہیں حور کی چوٹی پر دفن کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کا بیٹا ابیہزر کوہستانوں کی اس چوٹی سے اتر کر بنی اسرائیل کے اندر آئے اور ان کو خبر دی کہ ہارون علیہ السلام وفات پا گئے ہیں تو انہوں نے ہارون علیہ السلام کا سوگ منایا کیونکہ ہارون علیہ السلام ان پر کمال عنایت کرتے تھے اور بنی اسرائیل ان سے بے حد محبت رکھتے تھے اس لیے انہیں بے حد صدمہ ہوا تھا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے چند دن بعد بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف یہ رنگ لانے لگے کہ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ۔

”موسیٰ نے ہارون کو حسد اور رشک کی وجہ سے مار ڈالا ہے۔“

بنی اسرائیل کی الزام تراشیاں اور غیر ذمہ دارانہ گفتگوں کر حضرت موسیٰ کو بے حد دکھ اور صدمہ ہوا اور آپ نے خداوند قدوس کے حضور اس الزام سے اپنی برأت اور صفائی کی التجا کی۔

چنانچہ خداوند قدوس نے آپ کی التجا کو قبول کیا اور ایسا ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا تابوت فضاء میں بلند ہوا اور سارے بنی اسرائیل نے یہ منظر دیکھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہارون اپنے تابوت میں اٹھے اور بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے کہنے لگے۔

”مجھے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے ہلاک نہیں کیا بلکہ میں طبعی موت سے ہنسنا رہا ہوں۔“ اس کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام تراشی بند کر دی تھی۔

اس کے بعد پھر پیش قدمی شروع ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی راہنمائی میں بنی اسرائیل کو کوہستان حور کی وادیوں سے بحر قلزم کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے تاکہ بنی اودم کی سرزمین سے باہر ہوتے ہوئے اپنی منزل کی طرف جائیں۔

اس سفر کی دشواریوں اور تکالیف کے باعث بنی اسرائیل ایک بار پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑنے لگے اور اعتراضات کھڑے کرتے ہوئے کہنے لگے۔

”تو کیوں ہمیں مصر سے نکال کر بری موت مرنے کے لیے روانہ کیا؟“

آیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تکرار اور جھگڑنے کے بعد خدا نے اس بار بنی اسرائیل کو ایک عذاب کی کیفیت سے دوچار کر دیا اور وہ یہ کہ جس علاقے میں وہ سفر کر رہے تھے اس میں ان گنت سانپ نمودار ہوئے یہ سانپ ایسے زہریلے تھے کہ جسے کاٹتے تھے وہ ویں ختم ہو جاتا تھا۔

ان سانپوں کے باعث بے شمار بنی اسرائیل مارے گئے جو جگہ جگہ ان میں سانپوں کے باعث خوف و ہراس کی کیفیت چھائی پھر بنی اسرائیل کے سرکردہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے التجا کی۔

”اے موسیٰ علیہ السلام ہم سے گناہ ہوا جو ہم نے ان بیابانوں کے اندر تم سے تکرار اور جھگڑا کیا ہم اپنے اس رویے کی معافی مانگتے ہیں خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمیں سانپوں کے اس خوف ناک عذاب اور آذیت سے نجات دے۔“

بنی اسرائیل نے معافی مانگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے حضور التجا کی رجوع کیا جواب میں اُن کو وہی کی ذریعے حکم ہوا۔

اے موسیٰ جیتل کا ایک سانپ بنا کر اسے عصا کے ساتھ باندھ کر فضا میں بلند رکھو اور اس سرزمین کے اندر سفر جاری رکھو جس کو بھی سانپ کاٹے گا اگر وہ عصا کے ساتھ بندھے ہوئے جیتل کے سانپ کو دیکھے گا تو تندرست ہو جائے گا۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا اور جیتل کا ایک سانپ بنا کر عصا سے باندھ کر فضا میں بلند کر دیا اور یوں ان سرزمینوں کے اندر سفر جاری رہا اُن سرزمینوں میں سفر کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر آمواریوں کی سرزمین کے قریب جانے لگے۔

وہاں قیام کر کے موسیٰ علیہ السلام نے آمواریوں کے بادشاہ کو پیغام پہنچایا۔

”ہم بنی اسرائیل مصر سے نکل کر اس طرف آئے ہیں اور تمہاری سرزمین کے اندر سے گزرتے ہوئے آگے جانے کے خواہش مند ہیں لہذا تم ہمیں اپنے علاقوں سے گزرنے کی اجازت دے دو۔ ہماری طرف سے وعدہ ہے کہ تمہارے ملک سے گزرتے ہوئے ہم تمہیں اور باغات میں گھس کر کسی قسم کا نقصان نہ کریں گے اور نہ تمہاری سرزمین کے کنوؤں کا پانی پئیں گے بلکہ ہم سیدھا آگے نکل جائیں گے اور تمہارے

لوگوں سے بھی کسی قسم کا تعرض نہ کریں گے یہ ہمارا وعدہ ہے۔“

حضرت موسیٰ کی اس پیشکش کے جواب میں آمواریوں کے بادشاہ میخون نے تکبر اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اس نے بنی اسرائیل کو اپنے علاقوں سے گزرنے کی اجازت نہ دی بلکہ انادہ بنی اسرائیل پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر بیٹھا۔

پس ان بیابانوں میں آمواریوں کے بادشاہ میخون نے بنی اسرائیل پر حملہ کر دیا اس طرح آمواریوں اور بنی اسرائیل کے درمیان ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں اسرائیلی فوج مندر رہے اور آمواریوں کو انہوں نے مار بیٹھا۔

اس جنگ میں کیوں کہ بنی اسرائیل فوج مندر رہے تھے لہذا ان کے حوصلے خوب بڑھ گئے حضرت موسیٰ کے کہنے پر انہوں نے آمواریوں کا تعاقب کیا یہاں تک کہ بنی اسرائیل آمواریوں کو مارنے کا کٹنے ان کی سرزمین میں اندر بڑھتے چلے گئے۔

اور ان کے مرکزی شہر حینون پر قبضہ کر لیا اس کے بعد بنی اسرائیل آمواریوں کی سرزمین کے مختلف قصبوں کے اندر میں گئے۔

آمواریوں کا ہمسایہ بسن کا حاکم اوج بن عقیق تھا جب اسے خبر ہوئی کہ بنی اسرائیل نے آمواریوں کے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ فخر مند ہوا اسے یہ خدشہ ہوا کہ اگر بروقت بنی اسرائیل کی روک تھام نہ کی گئی تو آمواریوں کے بعد وہ اسے بھی زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے لہذا اوج بن عقیق نے ایک لشکر تیار کیا اور اسرائیلیوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

اس کے لشکریوں کے حوصلے اس لیے بھی بلند تھے کہ ان کا بادشاہ اوج بن عقیق ان کے درمیان موجود تھا اور وہ ایسا طاقتور انسان تھا کہ اس نے زندگی میں کسی سے شکست قبول نہ کی تھی لہذا اُن کو بکی امید تھی کہ وہ بنی اسرائیل کو شکست دے کر لوٹ مار کا بازار گرم کریں گے۔

چنانچہ ان حالات میں دونوں اقوام کے درمیان جنگ چھڑ گئی شروع شروع میں اوج بن عقیق کے لشکر کا پلہ بھاری رہا کیونکہ اوج بن اس اسرائیلی کی گردن کا تھا ہوا بڑھ ہاتھا جو اس کے سامنے آتا تھا تو وہ بنی اسرائیل کے اندر آگے بڑھنے کے لیے اپنے لشکریوں کا راستہ صاف کرتا جاتا تھا۔

اوج کے اس عمل سے اس کے لشکریوں کے حوصلے پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے

قوم مصر سے نکل کر ان علاقوں کی طرف غلبہ حاصل کرنے کے لئے آئی ہے انہوں نے
بسن کے علاوہ امور یوں کو بھی زیر کر کے ان کی سر زمینوں پر قبضہ کر لیا ہے اور اب ہماری
باری آنے والی ہے بلق بن مفرور نے تمہیں اس لیے طلب کیا ہے کہ تم بنی اسرائیل
والوں پر لعنت کرو اور تمہارے ایسا کرنے سے ہم کامیاب اور بنی اسرائیل والے ہمارا
رہیں گے۔“

بلعم بن بھور نے قاصدوں کی گفتگو سنی اور کہنے لگا۔

”آنے والے معزز قاصد تو رات کو یہیں قیام کرو میں رات میں استخارہ
کروں گا۔ اگر استخارہ حق میں ہوا تو میں تمہارے ساتھ روانہ ہو جاؤں گا۔“

اس پر وہ قاصد رات بھر قیام کرنے پر رضامند ہو گئے۔

رات کو جب بلعم نے استخارہ کیا تو جواب میں بلق کی طرف جانے کی نفی آ گئی
اس لیے اگلے صبح ہی اس نے قاصدوں کو مخاطب کر کے کہا۔

میرے عزیز و گزشتہ شب میں نے استخارہ کیا جس کا جواب نفی میں ظاہر ہوا تھا اس
لیے میں تمہارے ساتھ نہ جا سکتا ہوں۔ سو تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور بلق بن مفرور سے
میری طرف سے کہہ دینا کہ میں اس کے پاس نہ آ سکتا ہوں۔

قاصد اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ آئے اور اُسے اطلاع دی کہ بلعم نے ان کے
ساتھ آنے سے انکار کر دیا ہے۔

اس پر بلق بن مفرور نے اپنے شہر کے معزز ترین اور صاحب حیثیت لوگوں کو جمع کیا
اور انہیں بلعم کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ کسی جیسے سے اُسے ہلا کر اُس کے پاس
لا لیں۔

پس جب یہ معززین اور ممتاز لوگ بلعم کے پاس پہنچے تو انہوں نے بھی اس سے
وہی درخواست کی جو قاصد پہلے آ کر کر چکے تھے۔

اس پر بلعم بن بھور نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”اگر ہمارا بادشاہ بلق بن مفرور اپنا گھر اسے سونے اور چاندی سے بھر کر بھی دے
دے تو بھی میں اس کی طرف بھر بھی نہ جاؤں اس لیے کہ اس کی طرف جانے کا استخارہ
نفی میں نکلا ہے۔“

معززین نے دیکھا کہ بلعم بن بھور کی طرح بھی ان کے ساتھ جانے کے لیے

اور انہوں نے بڑھ چڑھ کر بنی اسرائیل کا قتل عام شروع کر دیا یہاں تک کہ اوج ۵
سامنا حضرت موسیٰ سے ہوا۔

دونوں ایک دوسرے کے آسنے سنانے ہونے کے بعد تھوڑی دیر تک ایک
دوسرے کا جائزہ لیتے رہے پھر اوج بن عقیق نے تکبر سے کہا۔

”میں تمہیں پہلے حملہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ تمہیں کسی قسم کی حسرت نہ رہ
جائے کیونکہ اگر میں نے پہلے حملہ آور ہونے میں پہل کر دی تو تم اس قاتل نہ رہو گے
کہ مجھ پر کوئی جوابی کارروائی کر سکو۔“

چنانچہ اوج بن عقیق کی اس پیشکش کے جواب میں وہ اس پر حملہ آور ہوئے۔
چونکہ اوج انتہائی طویل القامت تھا اس لیے حضرت موسیٰ نے اپنا عصا سنبھالا جو ان کے
اپنے قد جتنا لمبا تھا عصا کے برابر حضرت موسیٰ نے جست کی اور عصا سے اوج کی پنڈلی
پر ایسی بھرپور ضرب لگائی کہ اوج بن عقیق گرا اور مر گیا۔

اوج کے مرتے ہی اس کا لشکر ہمت چھوڑ بیٹھا اور وہ سب میدان سے نکل بھاگے۔
اس طرح بنی اسرائیل نے بسن کی سرزمین پر بھی قبضہ کر لیا۔

بسن سے ملحقہ موائیوں کی سرزمین بھی جن کا بادشاہ بلق بن مفرور تھا اسے جب
اطلاعی کی بنی اسرائیل نے بسن کے علاقے پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ فکر مند ہوا اس نے
اپنے معزز قاصد تیار کیے اور ان کو مخاطب کر کے کہا۔

”میرے عزیزوں تو ابھی اور اسی وقت بلعم بن بھور کی طرف روانہ ہو جاؤ تم
جانے ہو وہ ایک زائد نیک انسان اور خواہوں کی تعبیر بیان کرنے والا انسان ہے اور ہم
سب جانتے ہیں وہ جسے برکت دیتا ہے اسے برکت ملتی ہے اور جس پر لعنت کرتا ہے اسے
ملعون ہو جاتا ہے۔“

سو تم بلعم بن بھور کے پاس جاؤ اسے میری تعظیم دو اور اتنا کرو کہ میں نے اسے
یہاں بلوایا ہے تاکہ وہ بنی اسرائیل کے سامنے جا کر ان پر لعنت کرے ان کے ان

کرنے سے لگان غالب ہے کہ ہم غالب اور بنی اسرائیل والے مغلوب رہیں گے۔“

پس بلق بن مفرور کے یہ قاصد جب بلعم بن بھور کے پاس آئے تو اُس سے اتنا
کی۔
”مجھے اپنے بادشاہ بلق بن مفرور نے طلب کیا ہے اس لیے کہ بنی اسرائیل ہمارا

خداوند کی رضامندی ہے۔“

اس کے بعد بلق بن منصور بلیم بن بعور کو ایک دوسرے مقام پر لے گیا وہاں بھی اس نے تیل اور برکیوں کی قربانی کی اور دوسری بار بلیم سے التجا کی کہ بنی اسرائیل پر لعنت کرو۔

اس مقام پر بھی بلیم بن بعور نے کچھ دیر تک بنی اسرائیل کے خیموں کی طرف دیکھا پھر وہ دوبارہ رقت آمیز آواز میں بولا۔

”اے بلق بن منصور اٹھ! اور غور سے سن اے منصور کے بیٹے میری باتوں پر کان لگا کہ خدا انسان نہیں کہ وہ جھوٹ بولے۔ نہ ہی وہ آدم زاد ہے کہ اپنا ارادہ بدلے کہ جو کچھ اُس نے کیا وہ نہ کیا یا جو کچھ اس نے فرمایا وہ پورا نہ ہوا۔ اے منصور کے بیٹے دیکھ اور غور سے سن مجھے تو برکت ہی دینے کا حکم ملا ہے۔ اس نے جو برکت دی میں اسے کیونکر ملت سکتا ہوں۔ وہ اسرائیل میں کوئی خواب نہیں دیکھتا خداوند قدوس ان کا رب ہے اور بادشاہ کی سی لاکار ان لوگوں کے اندر ہے خداوند ہی انہیں مصر سے نکال کر اس طرف لایا ہے۔ سو اے بلق بن منصور ان پر کوئی فصول نہیں چل سکتا نہ ہی بنی اسرائیل کے خلاف کوئی فال کامیاب ہو سکتی ہے۔“

چنانچہ بلیم بن بعور جب خاموش ہوا تو بلق بن منصور پھر کہہ اٹھا۔
بلیم میں نے تو تجھے اسرائیلیوں پر لعنت کرنے کی التجا کی تھی اور تو نے پھر انہیں برکت ہی برکت دے دی ہے۔“
بلیم پھر کہنے لگا۔

”میں نے وہی کیا جس میں میرے خداوند قدوس کی مرضی تھی۔“
اس پر بلق بن منصور باسوانہ انداز میں کہنے لگا۔
”آؤ میں تمہیں ایک اور جگہ لے جاؤں شاید وہاں تم ان پر لعنت کر سکو۔“
بلق اسے دوسرے کوہستان کی چوٹی پر لے گیا وہاں بھی اس نے بیلوں اور برکیوں کی قربانی کی اور تیسری بار التجا کی بلیم بنی اسرائیل پر لعنت کرو۔
بلیم کی حالت پھر پہلے کی طرح رقت آمیز ہو گئی اور کہنے لگا۔
”وہی شخص جس کی آنکھیں تھوڑی دیر پہلے خدا کے احکامات کی طرف سے بند ہو گئیں تھیں کہتا ہے بلکہ اسی کا کہنا ہے جو خدا کی باتیں سنتا ہے۔ اے بنی اسرائیل تیرے

تیار نہیں ہے تو وہ اس کی بیوی سے ملے اور اُس کی منت سماجت کی کہ وہ بلیم کو مجبور کرے کہ وہ اُن کے ساتھ اپنے بادشاہ بلق بن منصور کے پاس چلے۔ اس حربے میں یہ لوگ کامیاب رہے اس لیے کہ بلیم کی بیوی نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے شوہر کو ان کے ساتھ جانے پر رضامند کر لے گی۔

واقعی ایسا ہی ہوا بلیم کی بیوی نے اپنے شوہر سے نہانے کیا کہا کہ بلیم فوراً اپنے گدھے پر سوار ہوا اُن لوگوں کے ساتھ بلق بن منصور کی طرف روانہ ہو گیا۔

بلق بن منصور کی طرف جاتے ہوئے راستے میں تین بار بلیم بن بعور کا گدھا زمین پر بیٹھ گیا مجبوراً بلیم پیدل روانہ ہو گیا گدھے کے تین بار اڑنے سے اس نے یہ اندازہ ضرور لگایا کہ جس کام کے لیے وہ جا رہا ہے یہ مشاء الہی کے خلاف ہے۔

پس بلیم جب اپنے بادشاہ بلق بن منصور کے پاس پہنچا تو وہ سے جبل کی بلندیوں پر لے گیا۔ وہاں سے اُس نے بیلوں اور بھیڑوں کی قربانی گزار لی پھر اُس نے بلیم کو مخاطب کر کے کہا۔

”بلیم اپنے سامنے جنوب اور مشرق کی طرف دیکھ یہ جس قدر خیمے نصب ہیں یہ سب اسرائیلیوں کے ہیں۔ پس تم ان کے لئے بددعا کرو تاکہ ہمیں ان سے نجات ملے۔“

اس پر بلیم نے تھوڑی دیر تک اپنے سامنے پھیلے بنی اسرائیل کے خیموں کی طرف دیکھا پھر اس نے کسی قدر دیکھے بغیر رقت انگیز انداز میں کہنا شروع کیا۔

”میں اس پر لعنت کیسے کروں جس پر خدا نے لعنت نہیں کی۔ اسے کیسے پھینکاؤں جسے خداوند نے نہیں پھینکا۔ چنانوں کی چوٹیوں پر وہ مجھے نظر آتے ہیں اور پہاڑوں پر سے میں ان کو دیکھتا ہوں۔ دیکھو یہ وہ قوم ہے کہ اپنی ہی امیاری رہے گی۔ دوسری قوموں کے ساتھ مل کر اس کا شمار نہ ہوگا۔ یعقوب کی گرد کے ذروں کو کون گن سکتا ہے کاش میں صافوں کی طرح مردوں اور عاقبت بھی ان جیسی ہو۔“

بلیم کون کر بادشاہ بلق بن منصور کہنے لگا۔

بلیم یہ تو نے کیا کہا میں نے تجھے اس لیے بلوایا تھا کہ تو میرے دشمنوں پر لعنت کرے تو نے الٹا انہیں برکت ہی برکت دے دی ہے۔

اس پر بلیم کہنے لگا۔ ”منصور کے بیٹے! میں نے وہی کچھ کیا ہے جس میں میرے

خینے کیسے خوشنما اور ایسے پھیلے ہوئے ہیں جیسے وادیاں اور باغات دریا کے کنارے ہوں۔
اے بلق بن منور بنی اسرائیل کو عروج حاصل ہوگا۔ خدا انہیں مصر سے نکال لایا ہے۔ وہ ان قوموں کو جو ان کے دشمنوں میں سے ہیں چٹ کر ڈالے گا۔ ان کی ہڈیوں کو توڑ دے گا اور انہیں اپنے تیروں سے چمید کر رکھ دے گا۔ پس اے بنی اسرائیل خدا نے تمہیں برکت دی تمہیں مبارک ہو جو تم پر لعنت کرے وہ خوشامیون ہو۔“
بلعم کی اس گفتگو سے بلق طیش میں آ گیا اپنے ہاتھوں سے منہ پینٹنے لگ گیا پھر اُس نے جنگلی کی حالت میں بلعم سے کہا۔

”بلعم میں نے تجھے اس لیے بلایا تھا کہ تو میرے دشمنوں پر لعنت کرے لیکن تو نے تینوں بار برکت دی سوا ب میں کہتا ہوں تو اپنے گھر کی طرف بھاگ جا۔ اب میرا تیرا کوئی تعلق نہیں میں نے تو سوچا تھا جب تو بنی اسرائیل پر لعنت کرے گا تو میں تجھے اعلیٰ منصب پر فائز کر دوں گا۔ پر تو نے خود کو اس منصب سے محروم ہی رکھا تو خود احمق ہے۔“

جواب میں بلعم کہنے لگا۔

”اے بلق بن منور میں نے تو پہلی بار ہی تیرے انچیزوں سے کہہ دیا تھا کہ اگر تو اپنا گھر چاندی اور سونے سے بھر کر بھی تجھے دے دے تو میں اپنی مرضی سے برا اور بھلا کرنے کی خاطر خدا کے حکم سے تجاوز نہ کروں گا بلکہ میں اپنے گھر کی طرف لوٹ جاؤں گا۔ تو اے بلق بن منور تو میرے قریب آ تا کہ اس آگاہی کے بعد جو خدا نے مجھے عطا کی ہے میں تجھے یہ بتا دوں کہ بنی اسرائیل کے ہاتھوں تیری قوم کے آخری دنوں پر کیا گزرے گی۔“

اس کے بعد بلعم سجدے میں گر گیا پھر اس نے بلق سے کہا۔

”ببور کا بیٹا بلعم جو حق تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہے جو اس وقت سجدے میں پڑا ہے جو قادر مطلق کی رضا دیکھتا ہے۔ اے بلق بن منور تم سے کہتا ہے کہ یعقوب کی نسل سے ایک ستارہ نکلا ہے اور اسرائیل کے اندر ایک عصا اٹھا ہے جو مومبیوں کو مارا کر صاف کر دے گا پتھر کرنے والوں کو ہلاک کرے۔ اے بلق بن منور تم سے کہتا ہے کہ بلعم بن ببور اٹھا اور بلق بن منور سے کچھ کہے بغیر اُن کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔
وہی کے ذریعے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اشارہ مل گیا کہ اُن کی موت کے دن

قریب آگئے ہیں شب انہوں نے خداوند قدوس کے حضور التجا کی۔

”اے خداوند قدوس اس آخری وقت میں فلسطین کی وہ مقدس ترین سرزمین قریب تر کر دے جس کا وعدہ تو نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام سے کیا تھا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اُن کو حکم دیا گیا۔

”چونکہ تمہاری موت تم پر طاری ہونے والی ہے لہذا ہم تمہیں اس سرزمین کا نظارہ کرائیں جس کا وعدہ ہم نے تمہارے آباء اجداد سے کیا تھا۔“

اس کے ساتھ ہی وحی کے ذریعے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا۔ ”اے موسیٰ اس سرزمین کو دیکھنے کے لئے موآب کے میدانوں سے نکل کر کوہستانی سلسلے کی چوٹی اور نیچے مقام پر جا کھڑا ہو۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس کی طرف سے یہ وحی آنے پر یوش بن نون کو اپنا قائم مقام بنایا اور بنی اسرائیل کو ہدایت جاری کی کہ جس طرح تم میرا اتباع کرتے، ہے میرے بعد یوش بن نون کا اتباع کرتے رہنا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو پر بنی اسرائیل نے یہ جان لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا آخری وقت آن پہنچا ہے اور وہ اُن سے ہمیشہ کے لیے چمچھرنے والے ہیں اس بنا پر بنی اسرائیل غم زدہ اور فکرمند ہو گئے۔

خداوند قدوس کے حکم پر بنی اسرائیل کو نصیحت کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام موآب کے میدانوں سے نکل کر کوہستانی سلسلوں کے اوپر گئے اور بنکمر ربی پر پتھر کے مقام پر جا کھڑے ہوئے۔

خداوند نے اپنے وعدے کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چوٹی پر مجرمانہ طور پر شمال میں جلعا دے دان کے مقام تک اور سامنے کی طرف سے سمندر تک جنوب سے ادبی شریک فلسطین کی سرزمین دکھائی اور یہ وادی خرمون کا شہر کہلاتی تھی۔

اس کے علاوہ موسیٰ کریم نے مجرمانہ طور پر سفرات موسیٰ علیہ السلام کو فلسطین کے دیگر مقامات بھی دکھائے اور پھر اُن کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”اے موسیٰ یہی وہ ملک ہے جس کی بابت ہم نے ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اس سرزمین کو میں تمہاری نسل کو عطا کروں گا۔ سوا ب میں نے یہ ملک تمہیں دکھایا ہے مگر تم اس ملک میں جا کر اس کے

سے پہلے ہی تمہارا وصال ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے بندے اور جلیل القدر نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس نے کہنے کے مطابق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی وہیں پر اس وادی کے اندر نور کے مقابل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دفن کر دیا گیا۔

وفات کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی زندگی کے ان ایک سو بیس برسوں میں انہوں نے بنی اسرائیل کو راہ راست پر لانے کی مسلسل جدوجہد کی۔

آج تک کسی کو یہ بھی علم نہ ہو سکا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کس جگہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات پر بنی اسرائیل اس قدر غم اور دکھ میں مبتلا ہوئے کہ موآب کے میدانوں میں لگاتار تیس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جدائی میں روتے رہے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماتم کے دن ختم ہو گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق یوشع بن نون کو اپنا سربراہ مان لیا اور دل و جان سے اُن کے احکامات کا اتباع کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے تو یہاں مختلف قومیں آباد تھیں ممتی، آموری، کنعانی، آرامی، حوری، سبستانی، فلسطینی وغیرہ ان قوموں میں بدترین شرک پایا جاتا تھا۔ ان کے سب سے بڑے معبود کا نام ایل تھا جسے یہ دیوتاؤں کا بادشاہ کہتے تھے اور اسے عموماً سانپ سے تشبیہ دی جاتی تھی اس کی بیوی کا نام عیشیرہ تھا اور اُس سے خداؤں اور خدائیوں کی پوری نسل چلی تھی جن کی تعداد ستر تک پہنچتی تھی۔

اُس کی اولاد میں سب سے زبردست بعل تھا جس کو بارش و روئیدگی کا خدا اور زمین و آسمان کا مالک سمجھا جاتا تھا شبلی علاقوں میں اس کی بیوی آناٹ کہلاتی تھی اور فلسطین میں عیشیرہ۔ یہ دونوں خواتین عشق اور افراطی نسل کی دیویاں تھیں ان کے علاوہ کوئی دیوتا موت کا مالک تھا کسی دیوی کے قبضے میں صحت تھی کسی دیوتا کو باور قحط لانے کے اختیارات تفویض کیے گئے تھے اور یہ ساری خدائی بہت سے معبودوں میں بٹ چکی تھی۔

ان دیوتاؤں اور دیویوں کی طرف ایسے ایسے ذلیل اوصاف اعمال منسوب تھے کہ

اخلاقی حیثیت سے انتہائی بدکردار انسان بھی ان کے ساتھ شلک ہونا پسند نہ کرے۔

اب یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ ایسی کینہ سہیوں کو خدا بنائیں، اُن کی پرستش کریں، وہ اخلاق کی ذلیل ترین پستیوں میں گرنے سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے جو حالات و آثار قدیمہ کی کھدائیوں سے دریافت ہوئے ہیں شدید اخلاق گراؤٹ کی شہادت باہم پہنچاتے ہیں ان کے ہاں بچوں کی قربانی کا عام رواج تھا۔ ان کے معابد زنا کاری کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ عورتوں کو دیودایاں بنا کر عبادت گاہوں میں رکھنا اور اُن سے بدکرداریاں کرنا عبادت کے اجزاء میں داخل تھا اور اسی طرح کی بہت سی بد اخلاقیات اُن میں پھیلی ہوئی تھیں۔

توریت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو جو ہدایت دی گئی تھی ان میں صاف صاف کہہ دیا گیا تھا کہ تم اُن قوموں کو ہلاک کر کے ان کے قبضے سے فلسطین کی زمین چھین لینا اور ان کے ساتھ رہنے، بسنے اور ان کی اخلاقی و اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہونے سے پرہیز کرنا۔

لیکن بنی اسرائیل جب فلسطین میں داخل ہوئے تو وہ اس ہدایت کو بھول گئے۔ انہوں نے اپنی کوئی تسمہ سلطنت قائم نہ کی وہ قبائلی عصبيت میں مبتلا ہو گئے ان کے ہر قبیلے نے اس بات کو پسند کیا کہ مفتوح علاقے کا ایک حصہ لے کر الگ ہو جائے اس تفرقے کی وجہ سے ان کا کوئی قبیلہ بھی اتنا طاقت ور نہ ہو سکا کہ اپنے علاقے کو مشرکین سے پوری طرح پاک کر دیتا۔

آخر انہیں یہ گوارا کرنا پڑا کہ مشرکین ان کے ساتھ رہیں بلکہ ان کے مفتوح علاقوں میں جگہ جگہ ان مشرک قوموں کی چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں بھی موجود ہیں جو کہ بنی اسرائیل سمجھ نہ کر سکے اور اسی بات کی شکایت زبور میں کی گئی ہے جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے ہدی کی اور ہدی کی پرستش کرنے لگے اور انہوں نے خداوند، اپنے باپ دادا کو جو انہیں ملک مصر سے نکال لایا تھا، چھوڑ دیا اور دوسرے معبودوں کی جو اُن کے گرد کے قوموں کے دیوتاؤں میں تھے پیر دی کرنے اور اُن کو سجدہ کرنے لگ گئے اور خداوند کو غصہ دلایا وہ خداوند کو چھوڑ کر بعل اور عیشیرہ کی پرستش کرنے لگے اور خداوند کا تہرا اسرائیل پر بھڑکا۔“

بنی اسرائیل کی انہی مشرکانہ کاروائیوں کی وجہ سے بنی اسرائیل کے پیغمبر یسعیاہ کے صحیفے میں وہ بنی اسرائیل کو کچھ اس طرح خطاب کرتے ہیں۔

”آہ خطا کار گروہ بدکرداری سے لدی ہوئی قوم، بدکرداری کی نسل! مکار اولاد جنہوں نے خداوند کو ترک کیا اسرائیل کے خدا کو حقیر جانا اور مگر اہر گشتہ ہو گئے۔ تم کیوں زیادہ بغاوت کر کے اور مار کھاؤ گے۔“

مزید لکھا۔

”وفا دار بستی کیسی بدکار ہو گئی وہ تو انصاف سے معمور تھی اور راست بازی اس میں بستی تھی لیکن اب غوثی رہتے ہیں تیرے سردار گردن کش اور چوروں کے ساتھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک رشوت دوست اور انعام طلب ہے وہ قبیضوں کا انصاف نہیں کرتے اور بیواؤں کی فریاد ان تک نہیں پہنچتی۔ اس لیے خداوند خدا رب الافواج اسرائیل کا قادر یوں فرماتا ہے کہ۔ آہا میں ضرور اپنے مخالفوں سے آرام پاؤں گا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا۔“

اس میں آگے مزید یہ فرمایا۔ ”اور خدا فرماتا ہے کیونکہ یہیوں کی بیٹیاں یعنی یروشلیم کی رہنے والیاں سنگیر ہیں گردن کشی اور شوش پشمی سے خراباں ہوتی ہیں اور اپنے پاؤں سے ناز رفتاری کرتی ہیں اور ہتھکڑوں بجاتی جاتی ہیں اس لیے خداوند یہیوں کی بیٹیوں کے سر ننگے اور ان کے بدن بے پردہ کر دے گا تیرے بہادر بیچ زن نہ بچے ہو گئے اور تیرے پہلو ان جنگ میں قتل ہو گئے اُس کے پھاٹک ماتم اور نوہ گری کریں گے اور وہ اجاڑ ہو کر خاک پر بیٹھیں گے۔“

بنی اسرائیل کی انہی مشرکانہ کاروائیوں کی وجہ سے کبھی آشوری اُن پر حملہ آور ہوئے کبھی اہل بابل نے اُن کو تپس نہس کر کے رکھ دیا یہاں تک کہ سن پانچ سو ستاویں قبل مسیح میں بخت نصر نے ایک سخت حملہ کر کے اسرائیل کے تمام بڑے بڑے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی یروشلیم اور ہیکل سلیمانی کو اس طرح پیوند خاک کیا کہ اس کی ایک دیوار بھی اپنی جگہ کھڑی نہ رہی۔ یہودیوں کی بہت بڑی تعداد کو ان علاقوں سے نکال کر ملک ملک میں تتر بتر کر دیا اور جو یہودی اپنے علاقوں میں رہے وہ بھی مسایہ قوموں کے ہاتھوں ذلیل، خوار اور پامال ہو کر رہ گئے۔

سورج غروب ہونے کے لیے جھک رہا تھا لیماں کی حویلی میں ایک روز اس کی ماں سریان، دادی طلمار اور بہن یوریا تینوں بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھی کہ دیوان خانے میں لیماں داخل ہوا۔ آگے بڑھ کر وہ اپنی ماں سریان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اس موقع پر سریان کے دوسرے پہلو میں بیٹھی یوریا اپنے بھائی لیماں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بھائی میں تھوڑی دیر ہوئی یہاں آئی ہوں لیکن آنے کے بعد میرا دل ایسا خوش ہوا ہے کہ بھائی میں آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان خیال کرنے لگی ہوں۔“

یوریا کے ان الفاظ پر لیماں نے چونکنے کے انداز میں اُس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”کیا کوئی انقلاب برپا ہو گیا ہے؟ کیا میرے نام کوئی خواہ مخواہ میں کسی معرکے کی کامیابی چسپاں کر دی گئی ہے جو میری بہن میری ذات پر اپنے آپ کو اس قدر خوش قسمت خیال کر رہی ہے۔“

لیماں کے خاموش ہوجانے پر یوریا بولی اور کہنے لگی۔

”بھائی پہلے یہ بتائیں کہ لشکر کب یہاں سے روانہ ہوگا؟“

اس پر لیماں کہنے لگا۔ ”جو مجھ ہمارے بادشاہ قتی وذا کے پاس آئے ہیں انہوں نے اطلاع کر دی ہے کہ جیوں کا لشکر اُن کے مرکزی شہر سے نکل کھڑا ہوا ہے لہذا میں اور مولک آج ایک لشکر لے کر شب کے پچھلے حصے میں یہاں سے کوچ کر جائیں گے اس بار عم غلیش ہمارے ساتھ جائیں گے اس لیے کہ مٹی دوزانے فیصلہ کیا ہے۔“

”بھائی! مولک نے مجھ سے کہا تھا کہ میں بھی لشکر میں اُس کے ساتھ شامل ہوں مولک کا کہا مانتے ہوئے میں نے ہاں کہہ دی تھی۔ اُس کے بعد میں یہاں آئی اس سلسلے میں میں نے کسبیا سے بات کی اور اُس سے میں نے کہا کہ میں لشکر میں شامل ہو رہی ہوں اور بہت سی عورتیں بھی لشکر میں شامل ہوں گی لہذا تم بھی بھائی کے ساتھ چلو۔“

”بھائی اس موقع پر جو الفاظ کسبیا نے ادا کیے وہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں اُس نے کہا۔“

”لیماں مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ اگر وہ کہتے ہیں کہ میں اُن کے

اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”اُپ کب آئے؟“

اس پر لیان کہنے لگا۔ ”بس میں ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی۔ اماں کے پاس آ کر بیٹھا ہوں۔“

نکلیسا مسکراتے ہوئے آگے بڑھی لیان کے قریب بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔

”دراصل میں مطبخ میں مصروف تھی۔ اس بناء پر میں نے آپ کو آتے ہوئے نہیں

دیکھا۔ اب آپ یہ کہیں کہ جس کام کے لیے آپ گئے تھے اس کا کیا بنا؟“

اس پر لیان کہنے لگا۔ ”آئے والی شب کو پچھلے پہر لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔“

تھوڑی دیر کے لئے لیان خاموش رہا غور سے نکلیسا کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر نکلیسا مسکرائی پھر کہنے لگی۔

”آپ تو میری طرف ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے میں آپ کے لیے نیی اور اجنبی

ہوں۔ میں اب آپ کی بیوی ہوں اور گزشتہ کئی دن سے آپ کے ساتھ رہ رہی ہوں۔“

نکلیسا کے ان الفاظ پر سب نے ایک قہقہہ لگایا یہاں تک کہ لیان اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”نکلیسا میں تمہاری ذات پر جتنا بھی غر کروں کم ہے۔ تھوڑی دیر پہلے یورپا کے

ساتھ جو تمہاری گفتگو ہوئی اُس نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ میں تمہارے اس فیصلے کی

تقریف کرتا ہوں کہ تمہیں میدان جنگ میں میرے ساتھ رہنے کے بجائے گھر پر اماں

اور دادی کی خدمت کرنے کے لیے رہنا چاہیے۔ نکلیسا! تمہارا یہ فیصلہ میری بہن یورپا

کے لیے بھی مشعل راہ بنا ہے اور تمہارے اس فیصلے پر میں جتنا بھی غر کروں کم ہے۔“

نکلیسا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

”اس میں غر کرنے کی کون سی بات ہے میدان جنگ میں میری کوئی کارکردگی

ملوث نہیں ہے۔ جب کہ گھر پر اماں سریان اور دادی حمادہ کی خدمت کرنا میرے فرائض

اولین میں شامل ہے لہذا میں میدان جنگ کے بجائے اپنی اس حوصلی کو ترجیح دیتی ہوں

جہاں میں نے اماں سریان اور دادی حمادہ کی خدمت کرنی ہے۔“

اس پر لیان کہنے لگا۔

”اچھا بھوک لگی ہے اگر کھانا تیار ہو گیا ہے تو ادا۔“

ساتھ لشکر میں شامل ہوں تو میں انکار تو نہیں کر سکتی۔ تاہم میں اس موقع پر اُن سے یہ

کہوں گی کہ ان کے ساتھ لشکر میں شامل ہونے کی نسبت میرا گھر میں رہنا زیادہ اہم اور

ضروری ہے۔ اُس کا کہنا تھا کہ گھر میں اس وقت دادی اور اماں ہیں دادی اب اتنی

بڑھی ہو چکی ہیں کہ اُن کو سہارا دے کر چلانا پڑتا ہے اور اماں سریان اکیلی یہ کام نہیں

کر سکتی اس لیے کہ وہ خود کمزور ہو چکی ہیں لہذا میں خود دادی کو سنبھالتی ہوں۔“ نکلیسا کا

کہنا تھا کہ اگر لیان نے مجھ سے یہ کہا کہ میں لشکر میں شامل ہوں تو میں اُن سے یہ التجا

کردں گی کہ مجھے گھر میں رہنے دیں تاکہ میں اپنی اماں سریان کے علاوہ دادی کی دیکھ

بھال اور خدمت کر سکوں اور دادی کو ادھر ادھر جہاں وہ کہیں لے جا سکوں۔ اُس کا یہ بھی

کہنا تھا کہ اگر میں آپ کے ساتھ لشکر میں شامل ہو گئی تو پھر میری غیر موجودگی میں گھر

کے حالات ابتر ہونے کا اندیشہ ہے۔ دادی کو اماں سریان نہیں سنبھال پائیں گی اماں

سریان کو خود دیکھ بھال کی ضرورت ہے لہذا میدان جنگ کی نسبت میرا اپنے گھر میں رہنا

زیادہ ضروری ہے۔

”بھائی نکلیسا کی اس گفتگو سے میری اپنی آنکھیں بھی کھل گئیں اس لیے کہ مولک

کی ماں بلسان بوڑھی ہے وہ کام نہیں کر سکتیں لہذا میں بھی مولک سے کہوں گی کہ اماں

بلسان کی خدمت کے لیے لشکر کے بجائے میرا گھر رہنا زیادہ ضروری ہے۔“

یورپا جب خاموش ہوئی تب سریان کچھ دیر تک بڑے غور سے لیان کی طرف

دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

”میرے بیٹے تو خوش قسمت ہے کہ تجھے نکلیسا جیسی بیوی ملی ہے دیکھ عمو! بیویاں

اپنے شوہروں کے ساتھ میدان جنگ میں جاتے ہوئے غرضوں کرتی ہیں اور ہر کام پر

ترجیح دیتی ہیں لیکن نکلیسا میری اور اماں کی خاطر یہاں رہنا چاہتی ہے تاکہ وہ ہماری

خدمت کر سکے بیٹے اس موقع پر میں تم سے یہ کہوں گی کہ کبھی کسی بھی موقع پر کوئی ایسی

حکرت یا ایسی بات نہ کرنا جس سے نکلیسا کی دل چٹنی ہو۔ میں جانتی ہوں وہ بڑی حساس

لڑکی ہے اس کے علاوہ وہ تم سے دیوانہ ورجت بھی کرتی ہے۔ اس بناء پر میں اسے یہی

کہوں گی کہ ایسی بیوی کی قدر کی جانی چاہیے۔“

سریان یہاں تک کہتے کہتے خاموش ہو گئی اس لیے کہ اُس لمحہ مسکراتے ہوئے

نکلیسا دیوان خانے میں داخل ہوئی تھی اور لیان کو وہاں دیکھتے ہوئے بے پناہ خوشی کا

دائیں جانب اور مولک بائیں جانب ہوگا۔

چنانچہ میں تو حسیوں کے لشکر کے سامنے آؤں گا لیکن تم دونوں اپنے اپنے حصوں کے ساتھ سامنے نہیں آؤ گے گھات میں رہو گے چنانچہ حتی جب یہ اندازہ لگائیں گے کہ سیتانوں نے ایک معمولی سے اور ایک چھوٹے لشکر کے ساتھ حسیوں کی راہ روکنے کی کوشش کی ہے تو وہ بڑے خوش ہوں گے آگے بڑھ کر جھ پر حملہ آور ہوں گے۔

میں اُن کے حملے کو روکوں گا۔ جب میں ایسا کروں گا اسی وقت تم دونوں بھی اپنی گھات سے نکلو گے، دائیں جانب سے لیان، بائیں جانب سے مولک اپنے اپنے حصے کے ساتھ حسیوں پر ٹوٹ پڑے گا۔ اگر ہم سامنے دائیں اور بائیں سے ٹھوڑی دیر کے لیے ہی حسیوں پر ضربیں لگائے میں کامیاب ہو گئے تو پھر لگھ رکنا فتح مندی اور کامیابی ہماری ہوگی اور ہم حسیوں کو ذلت آتے ہی شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔

لیان مولک اور دوسرے سالاروں نے طباش کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا لہذا اُسی وقت لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور لشکریوں کو یہ سبھا دیا گیا تھا کہ حسیوں پر کیسے ضرب لگانی ہے اور کیسے اُن پر حملہ آور ہونا ہے۔

سیتانی مجبوروں نے جب طباش، لیان اور مولک کو یہ خبر دی کہ حسیوں کا لشکر صرف دس میل کے فاصلے پر رہ گیا ہے اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ تب لیان اور مولک دونوں دائیں بائیں گھات میں چلے گئے جب کہ طباش نے اپنے حصے کے ساتھ دشمن سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

چنانچہ حسیوں کا لشکر جب قریب آیا، تب طباش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اُن کی راہ روک کھڑا ہوا۔ اپنے سامنے چھوٹے لشکر کو دیکھ کر حسیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ انہوں نے وقت ضائع نہیں کیا اُسی وقت اپنی صفیں درست کر کے وہ اعضاء کھنی طاری کرتے ہوا کہ تیز جھونکوں کے خروش سینوں میں طالعہ برپا کرتے آگ دھون کے پیغام اور خوبیاں منزلوں کی نشاندہی کرتے بے روک طوفانوں کے سرکش جھونکوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے طباش بھی خوشی کوٹھ، شرف کو پاپی، آسودگی کو تنخی میں تبدیل کرتے پاپی کے حضور پر آشوب دھنوں اور دھنکی آگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ ٹھوڑی ہی دیر بعد دائیں جانب سے لیان اپنے حصے کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ

اس موقع پر سب سے پہلے یوریا اٹھی اور اپنی ماں سریان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”ماں میں اب جاتی ہوں۔ مولک بھی آ گئے ہوں گے۔ مجھے نہیں کھانا دینا ہوگا اس لیے کہ میں کھانا تیار کر کے یہاں آتی تھی۔“

سریان، طما، لیان اور نکسیا میں سے کسی نے اُسے روکا نہیں۔ اس لیے کہ اُس نے جا کر سب کو کھانا دینا تھا۔ اس بناء پر یوریا اٹھ کر چلی گئی۔ نکسیا نے سب کے لئے وہیں کھانا لگایا بڑے پرسکون ماحول میں سب نے کھانا کھایا۔ آنے والی شب کو نکسیا نے خود لیان کے کوچ کی تیاری مکمل کرائی اور شب کے پچھلے حصے میں لیان، مولک اور طباش ایک لشکر لے کر مدین والوں کی سرحد کی طرف روانہ ہوئے تھے تاکہ حسیوں کو اُن کے علاقوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں۔

مدین والوں کی سرحد پر اپنے لشکر کا پڑاؤ کرنے کے بعد طباش، لیان اور مولک نے ایک دن اور ایک رات اپنے لشکریوں کو تحمل آرام کرنے اور ستنے کا موقع فراہم کیا۔ اس سے قبل سرحدوں کی طرف آتے ہوئے لیان اور مولک کے مشورہ کرنے کے بعد طباش نے حسیوں کے علاقوں کی طرف سے اپنے جہز پھیلا دیے تھے تاکہ وہ حسیوں کے لشکر کی نقل و حرکت سے آگاہ کرے رہیں چنانچہ اگلے روز طباش نے لیان، مولک اور دیگر سارے سالاروں کو اپنے پاس طلب کر لیا جب سب جمع ہو گئے تب خصوصیت کے ساتھ لیان اور مولک کی طرف دیکھتے ہوئے طباش کہنے لگا۔

”میرے عزیز بیٹا جو لشکر ہم حسیوں کی راہ روکنے کے لئے لے کر آئے ہیں اُسے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور یہ تقسیم آج ہی مکمل کر لی جائے گی۔ میں چاہتا ہوں جب ہمارے جہز یہ خبر دیں کہ حسیوں کا لشکر ہمارے قریب آ گیا ہے۔ تب ہم اپنے کام کی ابتدا کریں شروع میں غم جھونک کر ہم حسیوں کے سامنے نہیں آئیں گے اس لیے کہ باطنی کی ساری جنگوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ حتی ہم سے کسی گنا بڑا لشکر لے کر ان علاقوں کا رخ کریں گے۔

انہیں ناکامی اور بد قسمتی سے دوچار کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ جب وہ سرحدوں کے قریب آئیں تو میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اُن کے سامنے کھڑا ہوں گا ایک طرح سے اُن کی راہ روکوں گا لیان چھوٹے سالاروں اور لشکر کے ایک حصے کے ساتھ

بھی جنہوں پر قلب کو ریوہ جسم کو ریوہ کر نی کھولتی اذیتوں کی کثرت زندگی کی گراں مسافروں میں نظر نظر سیراب کرتے دشتوں کے زخموں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

لحمیان کے پیچھے ہی پیچھے مولک بھی بائیں جانب سے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ بھی جنہوں کے پہلو پر ہر قدم پر خوف، ہر نفس کو تا آسودہ کر دینے والے جذبات، برہم مزاج آدمیوں اور موت کے پیغام دیتی دکھ کی تہی تہائیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

یوں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے زیست کے قرینے لبو لبو ہونا شروع ہو گئے تھے جسم ریوہ ریوہ ہونے کی ابتدا کر چکے تھے ذلت کا مہیب بھران بن کر موت چاروں طرف رقص کرنے لگی تھی قضا کے گہرے لمحوں کی یورش جسموں کی فصیلیں بڑی تیزی سی شکست کرنے لگی تھیں۔

دونوں لشکر شام تک ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے لیکن جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا لہذا طباش، لحمیان اور مولک پیچھے ہٹ کر اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے بلکہ جنہوں نے بھی ذرا پیچھے ہٹ کر اپنا پڑاؤ قائم کر لیا تھا۔

دوسرے روز طباش، لحمیان اور مولک پھر خرمشوک کر جب جنہوں کے سامنے آنا چاہتے تھے تب ان کے مخبروں نے خبر دی کہ رات کی تاریکی میں حتی لشکر اپنا سب کچھ سمیٹ کر واپس اپنے علاقوں کی طرف چلا گیا ہے۔

جنہوں کے لشکر کے اس رد عمل پر طباش، لحمیان اور مولک بڑے پریشان ہوئے۔ ان کی واپسی کی وجہ نہ جان سکے تاہم احتیاطاً انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ رکھا۔

دوسرے روز جب وہ تینوں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے تب ان کے کچھ مخبر پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ وہ سید سے اُس طرف گئے جہاں طباش، لحمیان اور مولک دیگر سالاروں کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہ مخبر جب ان کے سامنے گئے تب طباش نے غور سے ان کی طرف دیکھا پھر ان کو مخاطب کیا۔

”میرے ساتھیوں کیا تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو؟“

اس پر آنے والوں میں سے ایک مسکرایا اور کہنے لگا۔

”یقیناً ہم اچھی ہی خبر لے کر آئے ہیں۔ دراصل حتی بڑی جلدی میں راتوں رات

اپنی ہر چیز سمیٹ کر اپنے مرکزی شہر کی طرف چلے گئے تھے۔ ان کے اس طرح میدان جنگ کا چھوڑ کر جانے کی ایک بہت بڑی وجہ ہے اس لیے کہ جس روز آپ کا اور ان کا ٹکراؤ ہوا تھا اور اُس روز کی شب کو جب دونوں لشکروں نے پیچھے ہٹ کر پڑاؤ کیا تھا تو جنہوں کے پڑاؤ میں تیز رفتار قاصد آئے، جنہوں نے جنہوں کے بادشاہ متوہلش کا یہ پیغام دیا تھا کہ وہ لشکر اپنی انورا اپنے مرکزی شہر خوشاش کی طرف چلا آئے۔ اس لیے کہ آشوری عربوں نے ایک بار پھر نینوا کی سرزمینوں سے نکل کر جنہوں پر حملہ کر دیا تھا اور ان کے علاقوں کے اندر دوردست انہوں نے لوٹ مار اور شکست و ریخت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس لشکر کو جنہوں کے بادشاہ نے اس لیے واپس بلالیا تھا تا کہ آشوری عربوں کو جنہوں کی سلطنت کے اندرونی حصوں کی طرف بڑھنے سے روکا جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لحمیان طباش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”عم! جو کام ہم کرنا چاہتے تھے وہ آشوریوں نے کر دکھایا۔ لگتا ہے آشوری آہستہ آہستہ اپنی طاقت اور قوت بڑھاتے چلے جا رہے ہیں اور انہوں نے اپنی قوت کی زور آزمائی کے لیے سب سے پہلا ہدف جنہوں ہی کو چنا ہے اور مجھے امید ہے کہ آنے والے دور میں یقیناً آشوری، جنہوں پر اسی ضرب لگائیں گے کہ ان کی سلطنت کا خاتمہ کر کے رکھ دیں گے اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ اب حتی کبھی بابل، سیتانوں یا مدین الوں پر حملہ آور ہونے کی جرأت و جسارت نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ اب ان کے لئے ایک اور بہت بڑا دشمن آشوریوں کی شکل میں اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ لگتا ہے جن علاقوں پر اس وقت آشوریوں کا قبضہ اور ان کی حکومت ہے اُس پر وہ اکتفا نہیں کر رہے۔ میرا ہانا اندازہ ہے کہ وہ بار بار جنہوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ان کے علاقوں کی لوٹ رکتے ہیں تو ایسا کر کے وہ شاید جنہوں کے لشکریوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگاتا ہے۔ میں اور جس روز وہ ایسا کرے میں کامیاب ہو گئے میرا دل کہتا ہے وہ جنہوں کی طاقت کا تختہ الٹ کر رکھ دیں گے۔“

دوسری طرف حتی بھی کھل کر آشوریوں کے سامنے آنے سے ہچکچا رہے ہیں۔ ان یہ خطرہ ہے کہ ایک بار اگر انہیں شکست کھائیں تو آشوریوں نے شکست کا سامنا کرنا گویا تو بھرا آشوریوں کو اپنے مرکزی شہر خوشاش تک روک نہ سکیں گے اور ان کی

سلطنت کا خاتمہ یقینی ہو جائے گا۔“

بہر حال مجبوروں کی لائی ہوئی اس خبر پر کہ آشوریوں نے عتیموں پر حملہ کر دیا ہے اس بناء پر عتیموں کا لشکر واپس چلا گیا ہے۔ سب نے خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا۔ طباش کے کہنے پر لشکر نے چند دن مزید احتیاط کی خاطر وہاں قیام کیا۔ اُس کے بعد یہ بات جب واضح ہو گئی کہ اب حتی دوبارہ ان علاقوں کا زرخ نہیں کریں گے جب طباش، لیمیا اور موکل اپنے لشکر کے ساتھ فتح اور کامرانی کے گیت گاتے ہوئے واپس اپنے مرکز شہر اشوکانی کا زرخ کر رہے تھے۔

(تمت بالخیر)